نعتیہ شاعری کے فروغ میں جریدہ 'نعت رنگ' کی خدمات

تحقیقی مقالہ برائے (ایم۔فل اردو)

mono.JPG not found.

مقالہ نگار

حلیمہ بی بی

رولنمبر :۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نگرانِ تحقیق

ڈاکٹر محمد سفیان صفی

شعبۂ اردو

ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

2012-2011

نعتیہ شاعری کے فروغ میں جریدہ 'نعت رنگ' کی خدمات

تحقیقی مقالہ برائے (ایم۔فل اردو)

مقالہ نگار

حلیمہ بی بی

رولنمبر :۔۔۔۔۔۔

نگرانِ تحقیق

ڈاکٹر محمد سفیان صفی

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ حلیمہ بی بی نے اپنا تحقیقی مقالہ برائے ایم۔فل اردو بعنوان ''**نعتیہ شاعری کے فروغ میں جریدہ 'نعت رنگ' کی خدمات**'' نہایت محنت سے میری زیرِ نگرانی مکمل کیا ہے۔
میرے خیال میں مقالہ نگار نے موضوع کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے تمام تحقیقی لوازم پورے کیے ہیں اور ہائر ایجوکیشن، پاکستان کے اصول وضوابط کو مدِّ نظر رکھا ہے۔
میں اس کے تحقیقی معیار سے مطمئن ہوں اور یہ مقالہ ایم۔فل کی ڈگری کے اگلے مراحل کے لیے پیش کیا جاتا ہے

نگرانِ تحقیق

ڈاکٹر محمد سفیان صفی

شعبۂ اردو

ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

﴾فہرست﴿

پیش لفظ

جریدہ نعت رنگ سے پہلے نعتیہ شعر وادب کے حوالے سے جو کام بھی کیا گیا وہ عشق رسولؐ کے جذبہ سرشاری کے تحت ہوا۔اس نازک موضوع کو تنقیدی و تحقیقی نقطۂ نظر سے دیکھنا ممنوع گردانا جانا جاتا تھا۔اس لیے نعتیہ کلام میں خلافِ شریعت، حقائق کو مسخ کرنے والے اور مافوق الفطرت مضامین برملا شامل کیے جاتے تھے۔تنقید نگاروں اور تبصرہ نگاروں کا قلم کسی مذہبی تحریر کے بارے میں ایک ہی طرح کی تصویر کشی میں مصروف تھا۔اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اس نازک، پر تقدس و پر احتیاط صنف سخن کے لیے ایک مستند شرعی لائحۂ عمل تیار کیا جائے جو ہر مکتبۂ فکر کے لیے غیر متنازعہ اور قابل قبول ہو۔اس کام کو عملی جامہ پہنانے کا بیڑہ نامور نعت خواں و نعت گو صبیح الدین صبیح رحمانی نے اٹھایا اور یوں نعتیہ ادب وشاعری کو بلا تفریق تنقید و تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے میں جریدہ ''نعت رنگ'' بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا۔جس کے بعد فروغ نعت کے لیے کی جانے والی پر خلوص کاوشوں نے ایک ''تحریک'' کی صورت اختیار کی اور بہت کم عرصہ میں جریدہ نعت رنگ نے اپنے بانی صبیح رحمانی کی معیت میں نعتیہ ادب وشاعری کو ہر پہلو سے مالا مال کر دیا۔

جریدہ نعت رنگ کا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ اس نے قدیم و روایتی موضوعات نعت کے سلسلہ کو بھی ثابت قدمی سے جاری رکھا اور اس کے ساتھ ساتھ نئے موضوعات کو بھی متعارف کروایا۔میرے ایم۔فل کے مقالے کا موضوع ''نعتیہ شاعری کے فروغ میں جریدہ 'نعت رنگ' کی خدمات'' ہے۔جریدہ میں نعتیہ شعر وادب کے حوالہ سے رنگا رنگ موضوعات کی دھنک ہے۔تنقیدی و تحقیقی مضامین کے علاوہ نیم تحقیقی و معلوماتی مضامین بھی شامل ہیں۔کئی شماروں میں شعرا نے حمد و نعت کے ضمن میں شاعری کی دیگر ہیئتوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔نعتیہ ادب وشاعری سے متعلق تصانیف پر مبصرین کے تبصرے بھی پیش کیے گئے ہیں۔اسی ادب کے حوالے سے اہم کتب کا تعارف اور فہرست کتب کی تفصیل بھی موجود ہے۔'' نئے دکھ'' کے عنوان سے رحلت کر جانے والے خدامِ نعت کی خدمات اور وفات کا ذکر کر کے بھی نعت رنگ نے ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔علاقائی زبانوں میں لکھے گئے حمدیہ و نعتیہ کلام کو بھی شاملِ اشاعت کیا گیا ہے۔جریدہ کا آخری حصہ مکاتیب کے لیے مخصوص ہے۔

جریدہ کے مدیر صبیح رحمانی ہیں جو خود بھی ایک قادر الکلام نعت گو و نعت خواں اور ہمہ صفت موصوف کے طور پر جانے و مانے جاتے ہیں۔فروغ نعت کے اہم ترین مشن کو کامیابی سے جاری رکھنے کے لیے اللہ پاک نے انھیں بطورِ خاص منتخب کیا ہے۔انھوں نے جریدے کی اشاعت کے ابتدائی کٹھن ترین حالات و مسائل کا جس طرح مقابلہ کیا اور صنف نعت کو مختلف النوع مباحث کے ذریعے روایتی جمود سے نکال کر بین الاقوامی سطح تک متعارف کیا وہ ان کی سچی لگن، سخت کوشی، قابلیت، نڈر و محتاط فطرت اور پختہ جذبہ ایمانی کی دلیل ہے۔بلاشبہ وہ سچے عاشق رسولؐ ہیں۔

میرا مقالہ چھے ابواب میں منقسم ہے۔ باب اوّل ''نعت رنگ کے اشاعتی سفر کا شمارہ بہ شمارہ جائزہ'' ہے جس میں ادبی رسائل کی افادیت، اُردو ادبی رسائل کی تاریخ کا مختصر جائزہ، بیسویں صدی کے آخر رُبع میں نعت کا فروغ، نعت رنگ کے اجرا کی ضرورت و اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد اور اشاعتی منشور کا جائزہ جیسے ذیلی عنوانات شامل ہیں۔ باب دوم ''نعت رنگ کے اداریوں کا جائزہ'' (شمارہ وار مطالعات)، باب سوم ''تنقیداتِ نعت سے متعلقہ مقالات کا جائزہ'' (شمارہ وار مطالعات)، باب چہارم ''نعت رنگ کے تحقیقی مقالہ جات'' (شمارہ وار مطالعات)، باب پنجم ''نعت رنگ کی متفرق خدمات'' کے حوالے سے ترتیب دیا گیا ہے۔ باب ششم کا عنوان ''حاصل تحقیق'' ہے۔

تحقیق ایک مشکل کام ضرور ہے لیکن راہِ تحقیق کا ہر موڑ تجربات و انکشافات کے جہاں کا ایک ایک دروا کر دیتا ہے۔ تحقیق بطور استاد جہاں ہمیں موضوع سے متعلق ٹھوس شواہد عطا کرتی ہے وہاں ہماری ذات سے وابستہ رشتوں کی محبتوں، وفاؤں اور خلوص کو پرکھنے کا بندوبست بھی کرتی ہے کیونکہ کڑے وقت میں ہر سچائی کھل کر سامنے آتی ہے۔

ریسرچ کے دوران میرا ترکی چلے جانا، میرے شریک حیات کی اچانک وفات، ملازمت اور کنبہ کے حوالے سے مسائل و معاملات ایسے عوامل تھے جنھوں نے مجھے اس قدر جکڑے رکھا کہ مقالہ تحریر کرنے میں خاصی دشواریوں کا سامنا ہوا۔

صد شکر رب کائنات کا جو ہمیشہ سے ہر حال میں میرا مددگار رہا ہے۔ میں صدر شعبۂ اردو پروفیسر ڈاکٹر نذر عابد، اپنے قابلِ احترام اساتذہ جناب ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان، جناب ڈاکٹر محمد سفیان صفی، جناب ڈاکٹر الطاف یوسفزئی، جناب ڈاکٹر رحمان اور اپنے اسکول کی پرنسپل محترمہ کوثر تسنیم کی بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے میری ہمت افزائی کی اور اپنے قیمتی مخلصانہ مشوروں سے نوازا۔ میں بطور خاص اپنے استاد اور نگران مقالہ ڈاکٹر محمد سفیان صفی کی بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے ہر مشکل مرحلہ پر میری رہنمائی کی۔ اسی طرح ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان کی ہمت افزائی نے مجھے قلم ہاتھ میں لینے کا حوصلہ عطا کیا۔ انھوں نے ہی جریدہ ''نعت رنگ'' کے مدیر صبیح رہنمائی کے ساتھ رابطے کو ممکن بنایا۔

میں خصوصی طور پر مدیر ''نعت رنگ'' صبیح الدین صبیح رحمانی کی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے میری درخواست پر بہت جلد موضوع سے متعلق ڈھیروں کتب ارسال کیں۔ اس دوران مزید مواد کی فراہمی یا رہنمائی کے لیے فون پر رابطہ بھی بحال رکھا۔ میں ڈاکٹر شہزاد احمد، ڈاکٹر سہیل شفیق، ڈاکٹر داؤد عثمانی، ڈاکٹر طاہر قریشی، ڈاکٹر عزیز احسن، بیدل لائبریری کے محمد زبیر اور محمد امان اللہ کی بھی ممنون و مشکور ہوں کہ ان تمام حضرات نے مفید مشوروں، کتب اور فوٹو سٹیٹ کی فراہمی میں تعاون فراہم کیا۔ میں اپنی امی جان، بھائیوں لیاقت ملک، عبد القیوم ملک، عبد القدوس ملک بہن عذرا فاروق، بھانجوں عبد الرحمٰن فاروق، عبید الرحمٰن فاروق، عزیر فاروق، اپنے بیٹوں شہباز ملک، امتنان ملک اور بیٹی نجمیٰ ملک کی بھی بے حد مشکور ہوں جنھوں نے تحقیقی کام کے دوران میری گھریلو اور دیگر ذمہ داریاں بخوبی ادا کیں۔

میں اپنے ماموں زاد حفیظ الرحمٰن ملک اور خالہ زاد عمران ملک، عظیم ملک اور ذیشان ملک کا بھی بے حد شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود مقالے کی کمپوزنگ، پرنٹنگ کے لیے وقت نکالا اور رہنمائی و مدد فراہم کی۔ میں ان احسانات کو فراموش نہیں کر سکتی۔ اللہ پاک ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین

میرا مقالہ ایک تحقیقی کاوش ہے۔ موضوع کے مختلف پہلوؤں میں کمی کجی اور کوتاہی کی صورت میں اہلِ علم کی اصلاح و رہنمائی کی منتظر ہوں۔

حلیمہ بی بی

مقالہ نگار

بابِ اوّل

ادبی رسائل: روایت وارتقا

ادبی رسائل کی افادیت

ادبی رسائل کی اصطلاح: ادبی رسائل اُردوادب وصحافت کا جز و لاینفک ہیں۔ یہ رسائل ہماری تہذیب وثقافت، تاریخ و تمدن اور علم وادب کا عظیم سرمایہ ہیں۔ان رسائل میں ہمارا شاندار ماضی، ترقی یافتہ حال اور روشن مستقبل محفوظ ہے۔ان رسائل و جرائد کی حیثیت عارضی یا جز وقتی نہیں بلکہ یہ دوامی اورکل وقتی حیثیت کے حامل ہیں۔ان سے محبت درحقیقت علم وادب سے محبت ہے۔ان سے تعلق اصل میں اپنی تہذیب وثقافت سے جڑے رہنا ہے۔ان کا وجود دراصل ہماری بقا ہے۔تاریخ وتمدن کی بقاوجلا اُردوادب کے ادبی رسائل و جرائد سے مشروط ہے۔ان کی حفاظت اپنے قومی وادبی سرمائے کا تحفظ ہے۔ان کا تواتر وتسلسل درحقیقت بیداراور زندہ قوموں کی علامت ہے۔

شعبۂ صحافت: ادبی رسائل کی افادیت اوراُردوادبی رسائل کی تاریخ کا مختصر جائزہ لینے سے پہلے اس کی اصل یعنی اُردوصحافت کا جائزہ لینا ہوگا۔صحافت کی یوں تو مختلف اقسام ہیں مگر ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی ''فنِ صحافت'' کے مطابق:

> ''صحافت سات اقسام میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔روزنامے ہفت روزہ اخبار، ادبی مجلّے، ڈائی جسٹ رسالے، پیشہ ورانہ یا خاص گروہوں کے لیے رسالے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن۔''(۱)

ادبی مجلّے یعنی ادبی رسائل وجرائداُردوادب کا اہم ترین سرمایہ ہیں جس کی ضرورت کو ہر دور میں محسوس کیا گیا ہے۔حالات چاہے موافق ہوں یا مخالف ادبی رسائل نے ہر زمانے میں اپنے کردار کو مثبت اور صائب انداز میں پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر انور سدید نے ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ'' کے ضمن میں صحافت اور ادبی صحافت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

> ''صحافت 'آج' یا 'اب' کو بلاواسطہ اور شعوری انداز میں موضوع بناتی ہے۔اور اس کا مقصد معروضی ہے۔ ادب میں تینوں زمانے تماشا گاہ بن جاتے ہیں اور ہر دور کے قاری کو متاثر کرتے ہیں۔ادب کی اقدار کو دوام حاصل ہے۔ایک انسان کا تجربہ بنی نوع انسان کا تجربہ بن جاتا ہے اور نہ صرف ایک لطیف اور نفیس انبساط پیدا کرتا ہے بلکہ اس سے ذہنی تشنج بھی دور ہو جاتا ہے اور فرد سماج اور سب سے عظیم تخلیق کار خدا کے درمیان ایک مضبوط تعلق پیدا کر دیتا ہے۔آخری بات یہ کہ ادب فنونِ لطیفہ میں سے ہے اور اس کا پُراسرار تخلیقی عمل دوسرے لطیف فنون کی طرح ہمیشہ داخلی آمد کا اور زیر سطح تحرک کا محتاج ہوتا ہے۔صحافت کا معیار بلند بھی ہو جائے تو اسے ادب شمار نہیں کیا جاتا لیکن ادب میں اگر پروپیگنڈے کا عنصر شامل ہو جائے تو یہ نہ صرف اپنا ادبی معیار کھو دیتا ہے بلکہ اس قسم کے ادب کو بالعموم صحافت میں بھی شامل کر دیا جاتا ہے۔''(۲)

ادب اور صحافت ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔صحافت کا شعبہ اگرچہ ادب سے علیحدہ ہوتا ہے تاہم دونوں شعبے ایک دوسرے سے براہِ راست متاثر بھی ہوتے ہیں۔اُردو زبان کے معاملے میں صورتحال یہ ہے کہ اکثر صحافی، ادب ہی کی جانب سے کوچۂ صحافت میں داخل ہوئے۔آج بھی اُردو کے اخبارات میں قطعات اور ادبی مواد سرفہرست ہے۔ادب اور صحافت میں چولی دامن کا

ساتھ ہے جسے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

انسان صرف کتابی علم کا خواہاں نہیں۔اس کی ہمیشہ سے یہ آرزو رہی ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرے۔ یہ معلوم کرے کہ اس کے گرد کیا ہو رہا ہے۔حاکموں نے کون کون سے قانون اور احکام لاگو کیے ہوئے ہیں۔ وہ ناانصافی کے خلاف کس طرح آواز بلند کر سکتا ہے وہ اپنی طرزِ زندگی کو کیسے بہتر بنا سکتا ہے۔خطرات سے کیسے نبرد آزما ہو سکتا ہے۔وہ یہ معلوم کرنا بھی چاہتا ہے کہ نگر نگر اور دیس دیس میں انسانوں کے رہن سہن کے طور طریقے کیا ہیں۔ان کی سوچ کا انداز کیا ہے؟ ابتدائے آفرینش سے انسان خبروں کا پیاسا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جب تہذیب نے جنم لیا تھا تو یہ پیاس محدود تھی۔ جوں جوں تہذیب نے نمو پائی، پیاس بڑھتی چلی گئی، تعلیم میں اضافہ ہوا تو ذہن کے پردے کھلے اور انسان خبروں کا اور زیادہ شائق ہو گیا۔اسی پیاس کو دور کرنے کے لیے ''صحافت'' (۳) کا شعبہ سامنے آیا۔(صحافت، اخباری کاروبار، اخبار نویسی، صحافی، اخبار نویس، صحائف، صحیفہ کی جمع، رسالے کتابیں)

''صحافت کا لفظ صحیفے سے نکلا ہے۔صحیفے کے لغوی معنی ہیں کتاب یا رسالہ۔لیکن گزشتہ دو ہزار سال سے اس کا مطلب یہ ہے وہ چھپا ہوا مواد، جو مقررہ وقفوں کے بعد شائع ہوتا ہے، اس میں اخبار بھی شامل ہیں اور رسالے بھی۔سچ پوچھئے تو صحافت طباعت سے بہت پہلے وجود میں آ چکی تھی لیکن اس کا روپ مختلف تھا۔'' (۴)

شعبہ صحافت میں کام کرنے والے تعلیم یافتہ کارکن کو صحافی کہا جاتا ہے جو اخبار، رسالے یا جریدے کے لیے مواد اکٹھا کر کے خبر، فیچر، اداریہ، کالم یا مضمون کی شکل میں پیش کرتا ہے۔اچھے اور دیانتدار مدیر و صحافی میں متذکرہ اوصاف کا ہونا بہت ضروری ہے۔موجودہ دور میں یہ ساری صفات کسی مدیر میں ہمیں ناممکن تو نہیں، مشکل ضرور نظر آتی ہیں۔

''۱۔اعلیٰ تعلیم ،۲۔اعلیٰ جسمانی صحت، ۳۔اعلیٰ ذہنی صلاحیتیں، ۴۔دینی اور دنیاوی علوم پر مہارت، ۵۔ملکی اور غیر ملکی زبانوں پر عبور، ۶۔زود نویس، ۷۔چاق و چوبند، ۸۔حقیقت پسند، ۹۔اعلیٰ کردار، ۱۰۔سماجی اور سیاسی شخصیات سے تعلقات، ۱۱۔مستعدی، ۱۲۔قوتِ فیصلہ، ۱۳۔قوتِ مشاہدہ، ۱۴۔سچی لگن، ۱۵۔محنتی، ۱۶۔حالات حاضرہ سے واقفیت، ۱۷۔ذخیرۂ معلومات، ۱۸۔اعلیٰ یادداشت، ۱۹۔ذہنی رجحان۔'' (۵)

عصر حاضر کی پاکستانی صحافت کا جائزہ لینے سے اس میں کافی حد تک ناہمواری کی صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔اس سلسلے میں ڈاکٹر مسکین علی حجازی نے نشان دہی کرتے ہوئے اپنی صائب رائے کا اظہار کیا ہے۔جو حقیقت سے قریب نظر آتی ہے۔

''اس دور کے صحافی مختلف صورتحال سے دوچار ہیں۔اب وہ زمانہ نہیں رہا جب سرسیّد احمد خان، مولانا ظفر علی خان اور مولانا محمد علی جوہر مشنری جذبے کے تحت قومی مقاصد کی تکمیل کے لیے اخبار نکالا کرتے تھے اور ہر طرح کی مشکلات و مصائب خاطر میں لائے بغیر ان مقاصد کی تکمیل میں مصروف رہتے تھے۔رفتہ رفتہ صحافت وہاں آ گئی ہے کہ بہت کم لوگوں کے سامنے کوئی بلند مقصد ہے یا کسی مشن کی خاطر ایثار و قربانی کا کوئی جذبہ ہے۔اب اسے کاروبار سمجھا جاتا ہے۔'' (۶)

مندرجہ بالا تحریر میں ڈاکٹر مسکین علی حجازی نے شعبۂ صحافت کے دونوں رُخ یعنی مشنری جذبے کے تحت قومی مقاصد کی تکمیل والی صحافت اور کاروباری صحافت کو بالصراحت بیان کیا ہے آج بھی اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ صحافت کے شعبے میں

بلند مقام یا کسی مشنری جذبے کے تحت ایثار وقربانی والی صحافت کا دوبارہ احیاء کیا جائے تا کہ بگڑتے معاشرے کو سنوارنے کی کوئی تو صورت سامنے آئے۔ صحافت کے حوالے سے ذرائع ابلاغ کو مثبت انداز سے استعمال کیا جائے تو قومی تربیت سازی کے عمل کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے۔

اُردو ادب: دنیا کی مختلف زبانوں کے مقابلے میں اُردو ایک نئی زبان ہے۔ اُردو ادب کا اگر بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو اس کی عمر بمشکل تین سو سال پر محیط ہے۔ انگریزوں کی برصغیر میں آمد کے بعد خصوصیت سے اس زبان کے ادب نے ترقی کے مدارج برق رفتاری سے طے کیے۔ فورٹ ولیم کالج کلکتہ نے نمایاں انداز میں اس کے فروغ کے لیے بنیادی کام کیا۔ یہیں اس زبان کی کتب تسلسل سے شائع کی گئیں اور اسے تعلیمی زبان کا درجہ دلانے کی راہ ہموار کی گئی۔

دنیا کی کسی بھی دوسری زبان کی طرح اُردو زبان ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے موجودہ صدی تک آئی ہے۔ اس سلسلے میں یہ بطورِ خاص انگریزوں کی ممنون احسان ہے کہ اگر وہ اپنے ذاتی مقاصد وفوائد کے لیے اس کی ترقی کے لیے کام نہ کرتے تو شاید اس کی حیثیت ایک معمولی علاقائی بولی سے زیادہ نہ ہوتی۔ انگریزوں نے فارسی زبان کی جگہ مسند پر اُردو کو لا بٹھایا اور اسے مختلف علاقوں میں تعلیمی زبان کے درجے پر فائز کر دیا۔ اُردو مطبوعات کی کثیر تعداد ہر سال لائبریریوں کے لیے خریدی جانے لگی اور ان پر انعام دیے جانے کی روایت قائم ہوئی ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں ذریعہ تعلیم کا درجہ اختیار کر لینے کے بعد اُردو زبان میں نیا انداز آ گیا اور برق رفتاری سے یہ ترقی کے مدارج طے کرنی لگی۔

اُردو ادب انیسویں صدی کے آخری برس میں ہی اپنا لوہا منوا چکا تھا لیکن بیسویں صدی میں اس نے بطورِ خاص ترقی کے مدراج طے کیے۔ اس صدی میں ایسی ایسی ایجادات ہوئیں اور ایسے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان سب باتوں کا اثر براہِ راست ادب پر بھی پڑا۔ کسی بھی زبان کا ادب اپنے حالات کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ اس صدی کے ادب کو پہلے گزشتہ صدی کے ادب سے ممیّز کیا جا سکتا ہے۔

اُردو ادب کے اجزائے ترکیبی درج ذیل ہیں۔ واضح رہے کہ اُردو ادب کے اوّلین دور میں شاعری اور مضامین نگاری کو سبقت حاصل ہے۔ شاعری، افسانہ یا مختصر کہانی، ناول، ڈرامہ، انشائیہ، طنز ومزاح، سفرنامہ اور صحافت اُردو ادب کے اجزائے ترکیبی میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

ادبی رسائل: اُردو زبان وادب کے فروغ میں ادبی رسائل کی افادیت مسلّمہ ہے۔ ان ادبی رسائل نے ہمیشہ ادب کی ترویج و اشاعت کے لیے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ ادبی رسائل عوام کی ذہنی سطح بلند کرنے میں بہت موثر اور معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ادبی رسائل سے عوام کی ذہنی تربیت سازی کے مواقع میسر آتے ہیں۔ ادبی رسائل وجرائد کی اہمیت کتابوں سے کسی طرح کم نہیں، بلکہ زیادہ ہے۔ علم وادب کی ترویج میں، فکر وخیال کے فروغ میں اور معلومات کی اشاعت میں رسائل کتب سے زیادہ موثر ثابت ہوئے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ برق رفتاری میں بھی فوقیت کے درجے پر فائز ہیں، درست ہوگا۔ کتاب کی اہمیت تو مسلمہ اور روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ سنجیدہ فکر، عرق ریزی، معلومات کی نئی ترتیب، نئے نتائج کے اخذ واستنباط اور علمی وفکری ادراک کے

نتیجے میں کتب ضبط تحریر میں لائی جاتی ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ اس سارے عمل میں وقت درکار ہوتا ہے لیکن رسائل و جرائد کا معاملہ اس سے ذرا مختلف ہے۔ ان ذرائع سے ادبی معاشرے میں تازہ ہوا کے جھونکے آتے ہیں۔ تازہ بہ تازہ نو بہ نو افکار و معلومات کی اشاعت رسائل کے ذریعے سے ہی فروغ پاتی ہے۔ چنانچہ یہ امر بھی مسلّمہ ہے کہ اُردو ادب رسائل و جرائد ہی کے ذریعے سے نو بہ نو خیالات، جدید رجحانات اور نئے اسالیب سے واقف ہوا۔ ادبی رسائل و جرائد نے کلیدی خدمات انجام دی ہیں۔ دوسری زبانوں کے شہ پارے اُردو کے قالب میں ڈھالنے کا سبب رسائل ہی بنے۔ ان سے مغربی ادب کے تراجم بھی سامنے آئے اور اُردو زبان ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں شامل ہوگئی۔

انسانی فکر کی نشو ونما اور پختگی میں علم وحکمت کے جن ذرائع نے بہت برق رفتاری اور موثر انداز میں بے پناہ قوت کے ساتھ خدمات انجام دی ہیں ان میں ادبی رسائل و جرائد کا مرکزی کردار ہے۔ ادبی رسائل کا کردار انسانی شعور کی بالیدگی، تعمیر و ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ روزِ اوّل سے ہی انسان کی فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے میں مہمیز کا کام سرانجام دیتا ہے جس کی افادیت اور اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ ادبی رسائل ''ادب'' کی ترویج واشاعت میں جزو لاینفک کا درجہ رکھتے ہیں۔ چونکہ ادب زندگی کے رویوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہوتا ہے لہٰذا یہ ادبی رسائل بھی خود اپنی ذات میں انجمن کے مصداق ہوتے ہیں۔ یہ امر بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ وہ ادب کی تخلیق واشاعت اور اس کی ترویج وترقی کے نہ صرف ضامن ہیں بلکہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

مسعود احمد برکاتی توضیحی فہرست کتب خانہ ہمدرد ''اشاعت ہائے خاص اُردو رسائل'' کے ''حرفِ اوّل'' میں رقم طراز ہیں:

> ''خود اُردو ادب کا ذوق پیدا کرنے میں کتابوں سے کہیں زیادہ رسائل کو دخل ہے۔ رسائل نے جہاں ادب کی جدید تحریکوں کو فروغ دیا وہاں اُردو کے کلاسیکی سرمائے کی طرف توجہ دلانے میں بھی ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ غالب کی عظمت کی بحالی میں کتابوں نے جو حصہ لیا وہ اپنی جگہ، لیکن نئی نسل تک غالب کو پہنچانے اور اس کے حیات و کلام کے نئے گوشے نمایاں کرنے کا کام رسائل ہی نے انجام دیا۔ رسائل ہی کے ذریعے سے غالب کے علاوہ دوسرے کلاسیکی ادبا وشعرا کے مطالعے کی ضرورت واہمیت واضح ہوئی۔ اقبال کے کلام کی اوّلین اشاعت اُردو کے رسائل خصوصاً مخزن کی رہین منّت کہی جاسکتی ہے۔ اقبال پر کتابوں کی بڑی تعداد حالیہ چند برسوں میں شائع ہوئی، ورنہ کلام وپیغام اقبال کی مقبولیت کے لیے اُردو رسائل کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ (۷)

مندرجہ بالا تحریر میں مسعود احمد برکاتی نے واضح اعتراف کیا ہے کہ خود اُردو ادب کا ذوق وشوق پیدا کرنے میں کتابوں سے کہیں زیادہ رسائل نے بیداری اور مسلسل تحریکی کام سرانجام دیا ہے۔ کتب مخصوص اور محدود ہاتھوں میں پروان چڑھتی ہیں۔ جب کہ ادبی رسائل کا حلقہ وسیع تر ہوتا ہے۔ اس سے عوام النّاس اور خواص بیک وقت استفادہ کرتے ہیں۔ ادبی رسائل باآسانی دستیاب ہوتے ہیں۔ جب کہ کتب کا حصول دشوار تر ہے۔ ایک عام آدمی رسائل خرید سکتا ہے مگر مالی اعتبار سے کتب اس کی دسترس سے باہر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ادبی رسائل کی خدمات کو سراہا گیا ہے یہ خدمات اس قدر پائیدار اور لاجواب ہیں کہ انھیں کسی بھی طور پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ادبی رسائل کی خدمات ہر دور میں مسلّم رہی ہیں۔

افتخار عارف ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ'' کے ''پیش نامہ'' میں اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

> ''ادبی رسائل اپنے عہد کے تخلیقی سفر کے اہم ترین دستاویزات شمار ہوتے ہیں، جہاں وہ ایک طرف اہل قلم کے متنوع نگارشات سے قارئین کو استفادہ کا موقع دیتے ہیں وہاں ناقدین، مورخین اور محققین کے لیے بھی ایسا مواد فراہم کرتے ہیں جس سے کسی مخصوص عہد کے ادبی رجحانات و میلانات اندازا اور احساسات و جذبات کی تفہیم کی جا سکتی ہے۔''(۸)

افتخار عارف نے بڑے واشگاف انداز میں ادبی رسائل کی افادیت اور اہمیت کو واضح کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ادبی رسائل اپنے عہد کے تخلیقی سفر میں اہم ترین اور قابل ذکر دستاویزات کے زمرے میں شامل ہیں۔ ادبی رسائل قارئین کے ساتھ ناقدین، مورخین اور محققین کے لیے بھی مفید ہوتے ہیں جس سے کسی مخصوص عہد کے ادبی رجحانات و میلانات کا باآسانی اندازہ اور احساسات و جذبات کی تفہیم آسان ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر انور سدید نے ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ'' کے ''پیش لفظ'' میں ادبی رسائل کی افادیت و اہمیت کو بہت واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

> ''اُردو زبان و ادب کے ارتقاء میں ادبی رسائل نے ہمیشہ بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ ادبی رسالہ عوام کی ذہنی تربیت میں ایک موثر اور فعال قوت کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس کا حلقہ قرات جتنا وسیع ہو ادب کا عمل اتنا ہی زود اثر ثابت ہوتا ہے۔ ادبی جریدے کی اہمیت یہ بھی ہے کہ اس میں ممتاز ادبا کے ساتھ نئے لکھنے والوں کو چھپنے کا موقع ملتا ہے۔ کلاسیکی روایات کے ساتھ نئی رومانی تحریکات کو فروغ دینے اور پرانی اصناف میں تخلیق کاری کے علاوہ نئے تجربات کو منظر عام پر لانے کی کاوش بھی کی جاتی ہے۔ ادبی رسالہ بیک وقت مکتب بھی ہے اور مخزن بھی۔ یہ اپنی ایک ادبی شخصیت بھی رکھتا ہے اور اسے ایک انجمن کا درجہ بھی حاصل ہے۔ ادبی رسالہ نئے لکھنے والوں کو پروان چڑھاتا ہے اور ایک نسل کی میراث آنے والی نسلوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ ادبی رسالہ محض حال کا ترجمان نہیں ہوتا بلکہ آج کا ادب جب ماضی کا حصہ بن جاتا ہے تو ادبی رسالہ ہی اس خزینے کو تحفظ عطا کرتا ہے اور یہ تنقید و تحقیق کے لیے بنیادی مآخذ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ کسی قوم کی تہذیبی رفعت کا اندازہ کرنا ہو تو صرف یہ دیکھنا ہی کافی ہوگا کہ اس میں کس معیار کے ادبی رسائل شائع ہوتے ہیں، ان رسائل کا حلقہ قرات کتنا وسیع اور عرصہ حیات کتنا طویل ہے۔''(۹)

اُردو کے ممتاز نقاد اور محقق ڈاکٹر انور سدید نے اپنی کتاب ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ'' میں ادب کے ارتقاء کی مختلف منازل اور مدارج کا تذکرہ کیا ہے۔ اس موضوع پر یہ پہلی قابل قدر کاوش ہے۔ جس سے اہل علم اور ابلاغیات کے طلبا ہمیشہ رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ ڈاکٹر انور سدید کی اس تحریر میں ادبی رسائل کی افادیت کے ضمن میں جو بنیادی نکات بیان کیے ہیں وہ اس شعبے کے لیے قرار واقعی ہیں۔ ادبی رسالہ عوام کی ذہنی تربیت سازی میں ایک جامع اور مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے قارئین کا حلقہ جتنا وسیع ہوگا ادب کا عمل اتنا ہی دور رس ہوگا۔ ادبی رسائل کی اہمیت و افادیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس میں معروف و ممتاز ادبا کے ساتھ ناواقف اور نئے لکھنے والوں کو چھپنے کے مواقع مل جاتے ہیں۔ ادبی رسالہ بیک وقت مکتب اور مخزن

کے فرائض انجام دیتا ہے۔ یہ صرف ایک رسالہ نہیں بلکہ اسے ایک انجمن کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ ادبی رسائل معروف لکھنے والوں کے ساتھ نئے لکھاریوں کو بھی پروان چڑھاتے ہیں۔ یہ ایک نسل کی ادبی میراث آنے والی نسلوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ادبی رسائل صرف حال کے ترجمان نہیں بلکہ آج کا ادب جب ماضی کا قصہ پارینہ بن جاتا ہے تو یہی رسائل اس خزینے کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ کسی بھی قوم کی تہذیبی وجاہت ورفعت کے اندازے کے لیے صرف یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ اس میں کس معیار کے ادبی رسائل طبع ہو رہے ہیں۔ ان ادبی رسائل کا حلقہ قارئین جتنا وسیع اور عرصہ حیات جس قدر طویل ہوگا۔ اس سے بخوبی کسی بھی قوم کی تہذیبی رفعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

پروفیسر جمیل احمد پال اپنی کتاب ''بیسویں صدی میں اُردو ادب'' کے ''نوائے سروش'' میں اُردو ادب کے تناظر میں ادبی رسائل وجرائد کی افادیت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> ''قیام پاکستان کے بعد جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں تیز رفتار مثبت اور منفی تبدیلیاں آئیں وہاں ادب میں بھی یہی کچھ ہوا۔ ''مخزن'' اور ''ادبی دنیا'' جیسی سنجیدہ ماہانہ صحافت کا دور آج نہیں رہا۔ ادبی مجلّے کم کم چھپتے ہیں اور بیشتر وہ ہیں جو باقاعدگی سے اپنی اشاعت برقرار نہیں رکھ سکے۔ البتہ اخبارات کے ادبی ایڈیشنوں کے ذریعے لاکھوں قارئین ادبی سرگرمیوں سے واقف ہوجاتے ہیں۔ (۱۰)

مندرجہ بالا رائے بھی ادبی رسائل کی اہمیت وافادیت میں ایک قابل ذکر رائے ہے۔ جس میں فاضل مؤلف نے اخبارات کے حوالے سے ادبی ایڈیشنوں کا ذکر بطور خاص کیا ہے۔ جس کی مدد سے لاکھوں قارئین ادبی سرگرمیوں کا احوال جان لیتے ہیں۔

عظمیٰ فرخ نے اپنے مقالے ''کراچی کے ادبی رسائل'' ایک تجزیاتی مطالعہ میں قابل ذکر معلومات کا وسیع ذخیرہ فراہم کیا ہے۔ بظاہر تو اس کا موضوع کراچی کے ادبی رسائل ہے مگر فاضل مصنّفہ ادبی رسائل کی اہمیت وافادیت کے علاوہ ادبی رسائل پس منظر سے پیش منظر تک بیان کرتی چلی گئی ہیں۔ تقسیم کے بعد ہندوستان سے کراچی منتقل ہونے والے ادبی رسائل، ۱۹۴۷ء کے بعد، کراچی سے جاری ہونے والے ادبی رسائل، کراچی کے بند ہوجانے والے ادبی رسائل، ادبی رسائل، موجودہ صورتحال کتابیات اور اشاریہ کی صورت میں ابواب کی تقسیم کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ موضوع محدود اور مخصوص ہونے کے باوجود وسعت اور معلومات کے خزانے سے لبریز ہے۔ عظمیٰ فرخ رقم طراز ہیں:

> بیسویں صدی کی ابتداء ہی میں ایک اور اہم رجحان جو ہماری علمی وادبی صحافت میں نمایاں ہوا وہ ایسے رسائل کا اجرا تھا جو ''خالص'' ادبی رسائل بن کر سامنے آئے۔ گویا ان رسائل نے علمی، فکری، معاشرتی، سیاسی وسائنسی موضوعات کو چھوڑ کر صرف ادب اور اس کی مختلف اصناف تک اپنے آپ کو محدود کر کے انھی شعبوں میں خوب سے خوب تر کی تلاش کا سلسلہ شروع کر دیا۔'' (۱۱)

کراچی کے ادبی رسائل کی فاضل مصنّفہ نے ادبی رسائل کی افادیت کو انتہائی موثر انداز میں بیان کیا ہے۔ ادبی رسائل نے علمی وفکری، معاشرتی وسیاسی موضوعات کو خیرباد کہتے ہوئے صرف ادب اور اس کی مختلف اصناف کو پروان چڑھایا اور خوب سے

خوب تر کی جستجو میں علم وادب کا خزانہ ادبی رسائل کی صورت میں یک جا کر دیا۔

متذکرہ تمام اقتباسات اور آراء کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ادبی رسائل کی افادیت اور اہمیت نہ صرف مسلّم ہے بلکہ اس کے دائرہ کار کی وسعت بھی لامحدود ہے۔ادبی رسائل صرف ادب کا حصہ ہی نہیں بلکہ صاف ستھری زندگی کے لیے بھی رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

اردو ادبی رسائل کی تاریخ کا مختصر جائزہ:

اُردو ادبی رسائل انیسویں صدی کے آغاز سے اُردو میں طباعت و اشاعت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔فورٹ ولیم کالج کا قیام خوش آئند تھا جس کے ذریعے اُردو کا اوّلین مطبع خانہ وجود میں آیا۔اُردو پریس کے قیام کے ساتھ ہی اُردو زبان کی ترویج و اشاعت کا ایک نیا باب رقم ہوا۔اوّلین اُردو کتب فورٹ ولیم کالج ہی کی مرہونِ منت ہیں۔فارسی زبان کی جگہ حکومت نے ۱۸۳۶ء میں اُردو کو سرکاری زبان کا درجہ دے دیا تھا۔ یہ فیصلہ اُردو کی ترقی میں سنگ میل ثابت ہوا۔ جب کہ ۱۸۲۵ء میں دلی کالج کا قیام سونے پہ سہاگہ تھا۔دلّی کالج کے قیام کا مقصد مشرقی علوم کی ترویج و اشاعت اور درس و تدریس تھا مگر دلّی کالج بعد میں مغربی علوم کی درس و تدریس کی بھی آماجگاہ بن گیا۔دلّی کالج سے فراغت پانے والے طلباء ادب،تنقید،اخبار نویسی (صحافت) تاریخ اور سائنس کے میدانوں میں بھی سرفہرست رہے۔مغربی علوم اور مغربی خیالات کی ترویج و اشاعت سے قطع نظر دلّی کالج کے اخبار و رسائل نے بھی اُردو زبان و ادب میں گراں قدر اضافے کیے۔دلّی کالج سے کئی رسائل جاری ہوئے جو اُردو رسائل کی تاریخ میں نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔واضح رہے کہ اُردو ادبی رسائل کی تاریخ کا مختصر جائزہ مقصود ہے۔عام رسائل و جرائد یہاں موضوعِ بحث نہیں۔

ڈاکٹر انور سدید کی تحقیق کے مطابق:

> ''۲۷؍مارچ ۱۸۲۲ء کو ہندوستانی صحافت نے اُردو کی طرف پیش قدمی کی اور کلکتہ سے ہفتہ وار ''جام جہاں نما'' اُردو زبان میں جاری کیا گیا......اس اخبار کی مجموعی کارکردگی کو پیش نظر رکھا جائے تو اسے فارسی زبان کا اخبار درست تسلیم کیا گیا ہے لیکن اس کی ایک تاریخی اہمیت یہ ہے کہ اس کی ابتداء اُردو زبان میں ہوئی تھی اور پانچ سال تک فارسی کے ساتھ اُردو ضمیمہ بالالتزام چھپتا رہا۔اس اعتبار سے ''جام جہاں نما'' کو اُردو کا پہلا اخبار بھی تسلیم کیا جاتا ہے......ادبی زاویے سے اس میں شاعری کا حصہ بھی شامل تھا......'' (۱۲)

عظمیٰ فرخ کہتی ہیں کہ:

> ''اس کالج کے طالب علم ماسٹر رام چندر نے ۱۸۴۷ء میں ''خیرخواہ ہند'' کے نام سے ایک علمی و ادبی ماہنامہ نکالا جسے اُردو کا پہلا رسالہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔'' (۱۳)

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کہتے ہیں:

> ''مجلّاتی صحافت نے پچھلے چند سالوں میں نئی کروٹیں لی ہیں۔ہم جب مجلّاتی صحافت کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارے سامنے ادبی رسالے ہوتے ہیں۔اور وہ بھی ماہ نامے۔اب ایک تو ادبی ماہنامے معدوم ہو رہے ہیں،

دوسری طرف ان کی جگہ سہ ماہی مجلّے لے رہے ہیں۔ مثلاً ''فنون''، ''اوراق'' اور کراچی کا ''سیپ'' اور لاہور کا ''سیارہ''۔ یہ ضخیم بھی ہیں اور ان کا معیار بلند بھی ہے۔ پھر ایک نئی صنف انسائیکلو پیڈیا کی صحافت کی ہے جس کا نمونہ ''نقوش'' ہے۔ کبھی کبھی نکلتا ہے لیکن جب نکلتا ہے تو اس ٹھاٹھ کے ساتھ کہ اپنے جلو میں کسی ایک موضوع پر انسائیکلو پیڈیا کا مواد یک جا کر دیتا ہے، اس کے خاص نمبر مشہور ہیں۔ جن میں رسول نمبر نمایاں ترین ہے۔ جو دس مجلد جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد ضخیم ہے......انہی میں ادبی ماہ نامے ہیں جو سسک سسک کر جان ہار رہے ہیں، کیونکہ انھوں نے صرف چند افسانے، دو چار تنقیدی مضامین اور بہت سی غزلیں اور نظمیں دے کر سمجھا کہ قارئین کی ضروریات پوری ہو گئیں۔ حالانکہ آج کے قارئین وہ نہیں جو نصف صدی پہلے کے تھے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ سسک سسک کر جان دینے والے ماہ نامے اتنا دلچسپ مواد بھی پیش نہیں کرتے جو پچاس سال پہلے کے ادبی رسالے دیا کرتے تھے۔ اب ان میں ماہنامہ ''تخلیق'' نے ''پلک'' اور ''دھنک'' کا درمیانی رنگ اختیار کر لیا ہے اور ''ادبِ لطیف'' نے ڈائجسٹ رسالوں کا سائز اپنا لیا ہے لیکن مراد اخبار ہے۔'' (۱۴)

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید ادبی رسائل کے حوالہ سے اپنی کتاب ''داستانِ صحافت'' میں رقم طراز ہیں:

''بے شمار ادبی رسالے نکلے، لیکن دم توڑ گئے۔ لاہور کی فضا ماہانہ ادبی رسالوں کو راس نہیں آئی۔ البتہ کراچی میں ''افکار'' (صہبا لکھنوی)، ''الفاظ''، ''نقش''، اور ''جامِ نو'' جاری ہیں۔ خصوصی موضوعات پر ادبی ماہ ناموں کی گنجائش اب بھی موجود ہے۔ چنانچہ نیشنل بک سینٹر آف پاکستان کا ماہ نامہ ''کتاب'' لاہور سے جاری ہے اور پشاور میں ''سنگ میل'' کا احیا ایک ''فوک اور جرنل'' کی حیثیت سے عمل میں لایا جا چکا ہے۔
اس کا مطلب یہ نہیں کہ ادبی رسالوں کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اب بھی اچھے ادبی رسالے موجود ہیں لیکن وہ ماہنامے نہیں ہیں۔ سہ ماہی ہیں یا دو ماہی یا کبھی کبھی نکلتے ہیں۔'' (۱۵)

فرخندہ ہاشمی اپنی تصنیف ''مبادیاتِ اخبار نویسی'' میں رقم طراز ہیں:

''رسائل و جرائد کی بے شمار قسمیں ہیں۔ مثلاً صارفین کے رسالے، خبری رسالے، کاروباری رسالے، ادبی رسائل، پیشہ ورانہ اور سائنسی رسائل، باتصویر رسائل، ڈائجسٹ، کی قسم کے وقفوں سے شائع ہونے والے پرچے، مردوں کے رسائل، خواتین کے رسائل، بچوں کے رسائل، گھریلو جریدے اور سیاسی رسائل وغیرہ، چونکہ رسائل بھی ابلاغ عام کا ایک اہم ذریعہ ہیں اس لیے اخبارات کی طرح یہ بھی صحافیانہ نوعیت کے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے فرائض اخبارات سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد بوجھل خبریں دینا نہیں بلکہ تفریح طبع کا سامان مہیا کرنا، خبروں کا تجزیہ پیش کرنا اور ان کی توجیہہ بیان کرنا ہے۔'' (۱۶)

فرخندہ ہاشمی نے رسائل و جرائد کی درجہ بندی بہت خوبصورت انداز میں کی ہے جو یقیناً لائق تعریف اور قابل صد ستائش ہے مگر رسائل کی متعدد قسمیں بیان کرنے کے باوجود ''اسلامی رسائل'' کا ذکر اس میں نہیں کیا ہے۔ اسلامی رسائل و جرائد ہماری اسلامی تہذیب و ثقافت کے آئینہ دار ہیں۔ فرخندہ ہاشمی کی تصنیف کے وقت نعتیہ رسائل و جرائد کا یہ چلن نہیں تھا جو کہ موجودہ وقت میں ہے۔ اب نعتیہ رسائل و جرائد بھی نعتیہ صحافت کے حوالے سے اپنے مقام بنا چکے ہیں۔ نعتیہ صحافت کا چلن بھی اب عام ہو چکا ہے۔ اس ضمن میں مختلف ناموں سے یہ رسائل و جرائد شائع ہوتے ہیں۔ جن میں سے ''نعت رنگ'' کراچی بھی نعتیہ ادب کا ایک

معتبر اور مستند حوالہ ہے۔

مسز نفیس اکرام نے اپنی کتاب میں ادبی رسائل کی یہ توجیہہ بیان کی ہے:

''ادبی رسالے(Literary Magzine) مجلّے (رسالے) ایک خاص مدت کے وقفہ کے بعد جاری کیے جاتے ہیں۔ان میں عام طور پر مستقل قدروں والے موضوعات شامل ہوتے ہیں۔ایسے رسالوں یا مجلّوں میں زیادہ تر مستقل اہمیت رکھنے والے مضمون یا مواد لکھا جاتا ہے۔اس میں وقتی طور پر دلچسپی کے عوامل کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔مستقل صورت جیسے کہ افسانہ،نظمیں،گیت،غزلیں،مقالات،تنقید،خاکے،انشائیے،فیچر، تبصرے،تصاویر اور مضامین شامل ہوتے ہیں۔مجلّوں کی حیثیت ہفت روزہ کے مقابلے میں دیرپا ہوتی ہے۔ مشہور مجلّوں میں نقوش،ادبِ لطیف،صحیفہ ادبیات،ماہِ نو،افکار وغیرہ شامل ہیں،ہر ایک کے مستقل سلسلے ہی ان کی شناخت بنے ہوئے ہیں۔''(۱۷)

مسز نفیس اکرام نے ادبی رسائل کی غرض و غایت طالب علمانہ انداز میں بیان کی ہے جو مختصر ہونے کے باوجود جامع تعریف ہے۔

رام بابو سکسینہ اُردو ادب کا ایک معتبر نام ہے وہ اپنی کتاب ''تاریخ ادب اُردو'' میں ادبی اُردو رسالوں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار اِن الفاظ میں کر رہے ہیں۔

''ادبی اُردو رسالے،اس قسم کے رسالوں میں مولانا شرر مرحوم کا دلگداز بہت پُرانا رسالہ ہے جو اب بھی نکل رہا ہے۔زمانہ کانپور کا ذکر منشی دیانرائن صاحب نگم کے ذکر میں گزر چکا ہے۔ادیب اِلہٰ آباد بھی نہایت عمدہ رسالہ تھا۔مگر افسوس ہے کہ تھوڑے دنوں میں اس کی عمر ختم ہوگئی۔الناظر جس کے قابل ایڈیٹر مولانا ظفر الملک صاحب علوی ہیں نہایت آزاد خیال اور بڑی قابلیت کا پرچہ ہے۔ ہزار داستان لاہور میں صرف چھوٹے افسانے اور ناول نکلتے ہیں۔ ہمایوں لاہور اور شباب اُردو لاہور بھی اپنی صنف میں عمدہ پرچے ہیں۔نگار لکھنؤ (جو پہلے بھوپال سے نکلتا تھا) ایک اعلیٰ درجے کا ادبی پرچہ ہے اور اپنے فاضل ایڈیٹر نیاز فتح پوری کی شخصیت کا پتہ دیتا ہے۔معارف اعظم گڑھ اور اُردو اورنگ آباد یہ دونوں زمانۂ موجودہ کے بہترین ادبی رسالے ہیں جن کے اکثر مضامین نہایت اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں۔سہیل علی گڑھ گو کہ حال ہی میں طلوع ہوا،نہایت ہونہار رسالہ ہے۔اس کے مقاصد بہت اعلیٰ ہیں اور اگر ترقی کرتا رہا تو اس کا شمار بہترین اُردو رسائل میں ہو جائے گا۔مولانا حسرت موہانی کا اُردوئے معلیٰ ایک زمانے میں بہت مشہور تھا،مگر اب ویسا نہیں ہے۔مرقع لکھنؤ اور اکبر الہٰ آباد سے نکلتے ہیں۔مخزن نے اُردو ادب کی بہت بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔مختصر یہ کہ سب رسائل کو نام بنام گنوانا بہت مشکل ہے مگر ان پرچوں میں جو ایک زمانے میں شہرت رکھتے تھے اور اب بند ہوگئے دکن ریویو،حسن اور العصر قابل ذکر ہیں۔''(۱۸)

رام بابو سکسینہ نے اُردو و ادبی رسائل کے بارے میں بہت مختصر مگر جامع انداز میں اپنی رائے کو پیش کیا ہے۔جس سے ادبی رسائل کی اہمیت اور افادیت واضح ہو جاتی ہے۔

اُردو ادبی رسائل کی تاریخ کے حوالے سے مندرجہ بالا تحریروں میں وہ تاریخی اقتباسات اور آراء رقم ہوئی ہیں جو اُردو ادبی

رسائل کا سنگ میل ہیں۔ان تحریروں میں ادبی رسائل و جرائد کے ضمن میں تاریخی حقائق، بے لاگ تبصرے اور تنقیدی رجحان کارفرما ہے، جس کی وجہ سے ادبی رسائل و جرائد کی ادبی خدمات، اُردو ادب پر اُس کے دوررَس اثرات اور آئندہ ادبی رویوں کے حوالے سے کام کرنے کی تحریکی راہیں آسان ہوتی ہیں۔

ادبی رسائل و جرائد کے تناظر میں ہر فاضل مقالہ نگار نے اپنے اپنے دور کے اُن ادبی مشاغل اور ادبی رجحانات کو پیش کیا ہے جو اس دور میں رائج تھے۔تمام لکھنے والے قلم کاروں کی تحریریں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ ادبی رسائل ہر زمانے اور ہر دور میں قابل توجہ رہے۔مختلف آراء کی صورت میں ادبی رسائل کی ایک خوبصورت کہکشاں سج گئی ہے جس میں ہر ادبی رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔

اٹھارویں صدی کے ادبی مضامین: ادبی مضامین کی اشاعت اٹھارویں صدی کی ابتداء میں ہو چکی تھی۔یہ ادبی مضامین اخبارات کی زینت بن چکے تھے اور مشہور ادبا و اخبارات سے تعلق کی بنا پر ایک فکری انقلاب برپا کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ مگر خالصتاً ادبی صحافت کی ترویج و اشاعت کا زمانہ انیسویں صدی سے مشروط ہے سب سے پہلے امریکہ میں ادب کو روزمرہ کی سیاسی و سماجی صحافت سے علیحدہ کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی اور مختلف موضوعات پر مشتمل مخصوص رسائل اشاعت پذیر ہونے لگے۔جن کا موضوع خصوصیت کے ساتھ ادبی تھا۔

انیسویں صدی کے علمی و ادبی جرائد: برصغیر پاک و ہند میں ادبی جرائد کی ابتدا گلدستوں کی صورت میں ہوئی تھی۔ان گلدستوں میں مختلف شعرائے کرام کے کلام کو یکجائی دے دی جاتی تھی۔بعد ازاں ایسے جرائد کا اجراء ہوا جن میں شعروں اور نثری ادب کے علاوہ علمی، معاشرتی اور سیاسی موضوعات کی شمولیت بھی ہونے لگی۔اُردو زبان کا پہلا اخبار ''جام جہاں نما'' ہفتہ واری صورت میں کلکتہ سے ۲۷/ مارچ ۱۸۲۲ء کو شائع ہوا۔جس کی ادبی حیثیت بھی ہے۔پادری آرسی ماتھر کی ادارت میں شائع ہونے والا رسالہ ''خیر خواہ ہند'' ۱۹۳۷ء میں مرزا پور سے جاری ہوا۔دلّی کالج سے اس کے روشن خیال پرنسپل مسٹر اسپرنگر کی نگرانی میں ۱۸۴۵ء میں نکلنے والا علمی و ادبی رسالہ ''قران السعدین''، ماسٹر رام چندر کا ''فوائد الناظرین'' اور ''محبّ ہند'' ۱۸۵۶ء میں لاہور سے جاری ہونے والا ''خورشید پنجاب'' اور سرسید احمد خان کے ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' اور ''تہذیب الاخلاق''۔ یہ تمام انیسویں صدی کے وہ علمی و ادبی جرائد تھے جو نہ صرف اُردو میں علمی و ادبی جرائد کی روایت کے ابتدائی علم بردار ہیں اور جنھوں نے اُردو ادب میں گراں قدر اضافہ کیا بلکہ ان جرائد کو بیسویں صدی کے قابل بھروسہ اور ترقی یافتہ ادبی جرائد کا پیش رو ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ویسے تو ان تمام ہی جرائد کے اثرات دوررَس ہیں مگر ''تہذیب الاخلاق'' ان سب میں زیادہ مستند اور مؤثر ہے سرسید احمد خان نے اپنے مقالات و مضامین میں عام فہم و سادہ اور سلیس طرز تحریر اختیار کیا۔اسی وجہ سے ان کو اُردو نثر نگاری اور صحافت میں مستقل جدید اسلوب کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

بیسویں صدی میں علمی و ادبی جرائد کی مستحکم روایت: بیسویں صدی کے آغاز میں علمی و ادبی جرائد کی روایت مستحکم ہو چکی تھی۔جن ادبی رسائل نے اس روایت کو دوام و مدام بخشا ان میں مخزن، کشمیری میگزین، دکن ریویو، پنجاب ریویو اور اُردوئے

معلّٰی خاص طور پر سرفہرست ہیں۔ بیسویں صدی کے آغاز ہی میں ایک اور اہم رجحان جو ہماری علمی و ادبی صحافت میں آشکار ہوا وہ ایسے رسائل کا اجراء تھا جو خالصتاً ادبی رسائل کی صورت میں جلوہ گر ہوئے۔ گویا ان رسائل و جرائد نے علمی، فکری، معاشرتی، سیاسی و سائنسی موضوعات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف ادب اور اس کی مختلف اصناف تک اپنے آپ کو محدود کر لیا اور انھی شعبوں میں خوب سے خوب تر کی تلاش میں اپنی اپنی انفرادیت کا سلسلہ شروع کیا۔

ذیل میں مختلف عناوین کے تحت ادبی رسائل و جرائد کی فہرست پیش کی جارہی ہے جس میں رسالے کا نام، مقام اشاعت، اشاعتی کیفیت یعنی ہفت روزہ یا ماہنامہ، ایڈیٹر یا مرتب کا نام، اور آخر میں سالِ اشاعت درج ہے۔ بعض رسائل کے ایڈیٹر معلوم نہ ہو سکے اور بعض رسائل کے تبصرہ نگار نے سال اشاعت نہیں دی۔ جس کی وجہ سے سن ندارد والی اصطلاح بہ امر مجبوری اختیار کی گئی ہے۔ ادبی رسائل و جرائد کی یہ فہرست زمانی نہیں بلکہ الف بائی ترتیب سے روا رکھی ہے تاکہ رسالے کا نام آتے ہی اُس کی کیفیت سامنے آجائے۔ یہ فہرست مختلف کتب کی مدد سے تیار کی گئی ہے۔ جس میں توضیحی فہرست کتب خانہ ''ہمدرد'' اشاعت ہائے خاص اُردو رسائل، ''برصغیر میں اسلامی صحافت کی تاریخ اور ارتقاء''، ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ''، کراچی کے ادبی رسائل اور دیگر بہت سی کتب شامل ہیں۔ فہرست کی تیاری میں طوالت سے گریز اور مختصر کی روایت کو بروئے کار لایا گیا ہے۔

۱۸۵۷ء سے پہلے کے اخبار اور رسائل

جام جہاں نما،	کلکتہ (ہفت روزہ)	مدیر: ندارد	۲۷/مارچ	۱۸۲۲ء
مراۃ الاخبار،	کلکتہ (ہفت روزہ)	مدیر: راجہ رام موہن رائے	۲۵/اپریل	۱۸۲۲ء
دہلی اُردو اخبار،	دہلی (ہفت روزہ)	مدیر: مولانا محمد باقر علی		۱۸۳۶ء
سیّد الاخبار،	دہلی (ہفت روزہ)	مدیر: سیّد محمد خان		۱۸۳۷ء
خیر خواہِ ہند،	مرزاپور (پہلا اُردو ماہانہ)	مدیر: آر، سی ماتھر		۱۸۳۷ء
قران السعدین	دہلی (ہفت روزہ)	مدیر: ندارد (باتصویر اخبار)		۱۸۴۵ء
فوائد الناظرین	دہلی (پندرہ روزہ)	مدیر: ماسٹر رام چندر		۱۸۴۵ء
محبّ ہند	دہلی	مدیر: ماسٹر رام چندر	نومبر	۱۸۴۷ء
ہمائے بے بہا	لاہور	مدیر: منشی دیوان چند	جنوری	۱۸۵۳ء
معلمِ ہند	لاہور	مدیر: محمد احسن، احسن کلانوری	جولائی	۱۸۵۴ء
خورشید پنجاب	لاہور (ماہانہ)	مدیر: ہرسکھ رائے	جنوری	۱۸۵۶ء
نورٌ علیٰ نور	سیالکوٹ (ہفت روزہ)	مدیر: ندارد	جنوری	۱۸۵۶ء
مفید خلائق	آگرہ (ہفت روزہ)	مدیر: منشی شیو نرائن آرام	جنوری	۱۸۵۶ء

۱۸۵۷ء کے بعد کے اخبار و رسائل (عہد سرسیّد کے ادبی رسائل)

اتالیق پنجاب، لاہور	مدیر: پیارے لال آشوب	جنوری	۱۸۷۵ء
افسر، حیدرآباد دکن، ماہنامہ	مدیر: محبّ حسین		۱۸۹۷ء
البشیر، اٹاوہ	مدیر: مولوی بشیرالدین		۱۸۹۹ء
اودھ اخبار، لکھنؤ (ہفت روزہ)	ناشر: منشی نول کشور	جنوری	۱۸۵۹ء
اودھ پنچ	مدیر: منشی سجاد حسین		۸۷۷ء
تہذیب اخلاق	مدیر: سرسیّد احمد خان	۲۴ ردسمبر	۱۸۷۵ء
تہذیب نسواں، لاہور، (ہفت روزہ)	مدیر: مولوی سیّد ممتاز علی		۱۸۹۸ء
تیرہویں صدی، آگرہ	مدیر: میر ناصر علی	اکتوبر	۱۸۷۹ء
حسن، حیدرآباد دکن، ماہنامہ	مدیر: حسن بن عبداللہ عماد نواز جنگ	اگست	۱۸۸۰ء
دلگداز، لکھنؤ، (ماہانہ)	مدیر: عبدالحلیم شرؔر	جنوری	۱۸۸۷ء
رسالہ انجمن	مدیر: مولانا محمد حسین آزاد		۱۸۶۵ء
زمانہ	مدیر: میر ناصر علی		سن ندارد
شحنۂ ہند، میرٹھ (ہفت روزہ)	مدیر: سید احمد حسن شوکت	جنوری	۱۸۸۳ء
صلائے عام	مدیر: میر ناصر علی		سن ندارد
علی گڑھ میگزین، علی گڑھ	مدیر: مولانا شبلی نعمانی	جنوری	۱۸۹۳ء
محشر، لکھنؤ (ہفت روزہ)	مدیر: عبدالحلیم شرؔر		۱۸۸۱ء
معارف، علی گڑھ، ماہنامہ	مدیر: مولوی وحیدالدین سلیم		۱۸۹۸ء
مہذب، (ہفت روزہ)	مدیر: عبدالحلیم شرؔر		۱۸۹۰ء
ہمائے پنجاب، لاہور	اہتمام اشاعت: پنڈت مکندرام اور گوپی ناتھ		۱۸۷۰ء

بیسویں صدی کے ادبی رسائل

ادبی دنیا، لاہور	مدیر: مولانا تاجور نجیب آبادی		۱۹۲۹ء
ادبی دنیا	مدیر: مولانا تاجور نجیب آبادی		۱۹۲۹ء
ادبِ لطیف، لاہور	مدیر: مرزا ادیب		س۔ن
ادیب، الٰہ آباد	مدیر: نوبت رائے نظر	یکم جنوری	۱۹۱۰ء
الناظر، لکھنؤ، ماہنامہ	مدیر: ظفر الملک علوی	جولائی	۱۹۵۹ء
الہلال، (ہفت روزہ)	مدیر: مولانا ابوالکلام آزاد		۱۹۱۲ء

اُردوئے معلیٰ، علی گڑھ، ماہنامہ	مدیر: مولانا حسرت موہانی	جولائی	۱۹۵۳ء
اُردو، سہ ماہی رسالہ	مدیر: مولوی عبدالحق		۱۹۲۱ء
آفتابِ اُردو، لدھیانہ	مدیر: مولانا تاجور نجیب آبادی		۱۹۱۱ء
پیمانہ، لاہور	مدیر: علامہ سیماب اکبر آبادی	اگست	۱۹۲۶ء
تاج الکلام، نجیب آباد	مدیر: مولانا تاجور نجیب آبادی		۱۹۱۴ء
دکن ریویو، حیدر آباد دکن	مدیر: مولانا ظفر علی خان	۴/ جنوری	۱۹۵۴ء
رسالہ، دہلی	مدیر: ڈاکٹر یوسف حسین خان		۱۹۲۳ء
زبان، دہلی	مدیر: مائل دہلوی		۱۹۵۸ء
زبان، دہلی	مدیر: خواجہ فہمید حسین ناز ک رقم اکبر آبادی		۱۹۵۵ء
زمانہ، ماہنامہ	مدیر: منشی شیو برت لال درمن	فروری	۱۹۵۳ء
ساقی	مدیر: شاہد احمد دہلوی		۱۹۳۰ء
ستارۂ صبح، کرم آباد	مدیر: مولانا ظفر علی خان	اگست	۱۹۱۷ء
سہیل، علی گڑھ	مدیر: رشید احمد صدیقی		۱۹۲۷ء
شاہکار	مدیر: مولانا تاجور نجیب آبادی		۱۹۳۴ء
شباب اُردو، لاہور (مصور ادبی رسالہ)	مدیر: خان محمد حسین		۱۹۲۵ء
صبح امید، لکھنؤ	مدیر: پنڈت برج نرائن چکبست	اکتوبر	۱۹۱۸ء
عصمت،	مدیر: راشد الخیری	جون	۱۹۵۸
فانوسِ خیال، پٹھان کوٹ	مدیر: مولانا عبدالمجید سالک	جون	۱۹۱۴ء
کشمیری میگزین، لاہور، ماہنامہ	مدیر: منشی محمد دین فوق	جنوری	۱۹۵۶ء
کہکشاں، لاہور، ماہنامہ	مدیر: امتیاز علی تاج	ستمبر	۱۹۱۸ء
لسان الصدق، کلکتہ، ماہنامہ	مدیر: مولانا ابوالکلام آزاد	نومبر	۱۹۵۳ء
مخزن، لاہور، ماہنامہ	مدیر: شیخ عبدالقادر	اپریل	۱۹۵۱ء
معارف، اعظم گڑھ	مدیر: مولانا سلیمان ندوی	جولائی	۱۹۱۶ء
ندوہ، شاہجہانپور	ادارہ تحریر: مولانا شبلی نعمانی	جولائی	۱۹۵۴ء
نگار، بھوپال	مدیر: مولانا نیاز فتح پوری		۱۹۲۲ء
ہمایوں، لاہور	مدیر: میاں بشیر احمد		۱۹۲۲ء

ہمدرد، اخبار	مدیر: مولانا محمد علی جوہر	فروری	۱۹۱۲ء
ہندوستانی، اِلہ آباد	مدیر: اصغر گونڈوی		۱۹۳۱ء

اُردو ادب کے عہد ساز پاکستانی رسائل

قومی زبان، کراچی	مدیر: مولوی عبدالحق	جون	۱۹۴۸ء
اُردو، کراچی	مدیر: مولوی عبدالحق	جولائی	۱۹۴۹ء
افکار، کراچی	مدیر: صہبا لکھنوی		۱۹۵۱ء
ہمایوں	مدیر: یوسف ظفر	دسمبر	۱۹۴۷ء
نگار، کراچی	مدیر: مولانا نیاز فتح پوری	اگست	۱۹۶۲ء
سویرا	مدیر: ساحر لدھیانوی		س۔ن
نیا دور، (بنگلور، کراچی)	مدیر: شمیم احمد		۱۹۵۶ء
سحر، لاہور	مدیر: الطاف پرواز	مارچ	۱۹۴۸ء
ساقی، کراچی	مدیر: شاہد احمد دہلوی	ستمبر	۱۹۴۸ء
فانوس، لاہور (پندرہ روزہ)	مدیر: ریاض جاوید	نومبر	۱۹۴۷ء
کائنات، لاہور	مدیر: غلام محمد، حامد علی حامد		س۔ن
سب رس، کراچی	مدیر: خواجہ حمیدالدین شاہد	دسمبر	۱۹۷۷ء
چراغِ راہ، کراچی	مدیر: نعیم صدیقی		س۔ن

نئے پاکستانی ادبی رسائل

ماہِ نو، کراچی	مدیر: سید وقار عظیم	اپریل	۱۹۴۸ء
مجلس، لاہور	مدیر: مقرب دہلوی	جنوری	۱۹۴۸ء
ہم لوگ، سرگودھا	مدیر: شہاب الطاف مشہدی		۱۹۴۸ء
چٹان، لاہور (ہفت روزہ)	مدیر: شورش کاشمیری	جنوری	۱۹۴۸ء
نقوش، لاہور	مدیر: احمد ندیم قاسمی و ہاجرہ مسرور	مارچ	۱۹۴۸ء
استقلال، لاہور	مدیر: ندارد		س۔ن
جاوید، لاہور، ماہنامہ	مدیر: ظہیر کاشمیری		س۔ن
فاران، کراچی	مدیر: مولانا ماہر القادری	اپریل	۱۹۴۸ء
قومی زبان، کراچی (ہفت روزہ)	مدیر: مولوی عبدالحق	یکم جون	۱۹۴۸ء

قندیل، لاہور(ہفت روزہ)	مدیر: مظہر انصاری	جولائی	۱۹۴۸ء
سنگ میل، پشاور (دوماہی)	مدیر: فارغ بخاری	اگست	۱۹۴۸ء
پرچم، لائل پور، ماہنامہ	مدیر: شاکر عروجی		۱۹۴۸ء
اُردوادب، لاہور	مدیر: سعادت حسن منٹو، محمد حسن عسکری		س ۔ن
مخزن، لاہور	مدیر: مولانا حامد علی خاں	جنوری	۱۹۴۸ء
گل خنداں، لاہور	مدیر: منظور احمد	اکتوبر	۱۹۴۹ء
سوغات، لاہور	مدیر: غلام محمد		۱۹۴۹ء
ادب، کراچی	مدیر: غلام محمد بٹ		س ۔ن
یثرب، لاہور، ماہنامہ	مدیر: ریاض خالد، ابن انوار		س ۔ن
اوراقِ نو، لاہور، ماہنامہ	مدیر: ریاض قادر، ناصر کاظمی		س ۔ن
جامِ نو، کراچی	مدیر: مظہر خیری		۱۹۵۰ء
مشیر، کراچی، ماہنامہ	مدیر: عبدالغفور بیگ	مئی	۱۹۵۰ء
اقدام، لاہور(ہفت روزہ)	مدیر: میاں محمد شفیع	اپریل	۱۹۵۰ء
العلم، کراچی، سہ ماہی	مدیر: سیّد الطاف علی بریلوی	جولائی	۱۹۵۱ء
الحمرا، لاہور	مدیر: مولانا حامد علی خان	جولائی	۱۹۵۱ء
نورنگ، کراچی	مدیر: آغا سرخوش قزلباش		۱۹۵۱ء
تاریخ وسیاست، کراچی، سہ ماہی	مدیر: مولوی عبدالحق	اپریل	۱۹۵۱ء
الشجاع، کراچی، ماہنامہ	مدیر: سلمان ارشد		۱۹۵۲ء
خاور، ڈھاکہ، ماہنامہ	مدیر: ڈاکٹر عندلیب شادانی	مارچ	۱۹۵۲ء
اقبال، لاہور، سہ ماہی	مدیر اعزازی: ایم ایم شریف		۱۹۵۲ء
نئی تحریریں، لاہور (تجدید نو)	مدیر: قیوم نظر	ستمبر	۱۹۵۴ء
مشرب، کراچی، ماہنامہ	مدیر: ابومسلم صحافی		س ۔ن
دستور، لاہور، ماہنامہ	مدیر: ڈاکٹر سلیم واحد سلیم		س ۔ن
کامران، سرگودھا، ماہنامہ	مدیر: انور گوئندی	جولائی	۱۹۵۵ء
تعمیر انسانیت، لاہور، ماہنامہ	مدیر: مولانا کوثر نیازی، عبدالحمید		۱۹۵۵ء
محفل، لاہور، ماہنامہ	مدیر: طفیل ہوشیار پوری	جنوری	۱۹۵۴ء

ثقافت، لاہور، ماہنامہ	مدیر: خلیفہ عبدالحکیم	جنوری	۱۹۵۵ء
نئی قدریں، حیدرآباد	مدیر: اختر انصاری اکبرآبادی		۱۹۵۵ء
کتابی دنیا، کراچی، ماہنامہ	مدیر: ضیاءالدین احمد برنی	جنوری	۱۹۵۵ء
تجلی، کراچی، ماہنامہ	مدیر: تحسین سروری	جنوری	۱۹۵۶ء
انشاء، کراچی	مدیر: جون ایلیا	جنوری	۱۹۵۶ء
مہر نیم روز، کراچی، ماہنامہ	مدیر: سید حسن مثنیٰ ندوی	فروری	۱۹۵۶ء
قند، مردان، ماہنامہ	مدیر: تاج سعید		۱۹۵۷ء
نیا راہی، کراچی، ماہنامہ	مدیر: ع س مسلم	جنوری	۱۹۵۷ء
لیل ونہار، لاہور، (ہفت روزہ)	مدیر: فیض احمد فیض	جنوری	۱۹۵۷ء
صحیفہ، لاہور، سہ ماہی	مدیر: سیّد عابد علی عابد	جون	۱۹۵۷ء
داستان گو، لاہور	مدیر: اشفاق احمد		۱۹۵۷ء
شعور، کراچی، سہ ماہی	مدیر: آذر زوبی		۱۹۵۷ء
نصرت، لاہور (ہفت روزہ)	مدیر: حنیف رامے، عبدالقدیر رشک		۱۹۵۸ء
نگارش، کراچی، ماہنامہ	مدیر: ناصر محمود		۱۹۵۸ء
سات رنگ، کراچی، ماہنامہ	مدیر: اطہر صدیقی		۱۹۵۹ء
دانشور، کراچی، سہ ماہی	مدیر: رئیس امروہوی	جنوری	۱۹۵۹ء
قلم کار، لاہور	مدیر: میرزا ادیب		س۔ن
ندیم، ڈھاکہ، ماہنامہ	مدیر: ارشد کاکوی	جنوری	۱۹۶۰ء
اسلوب، لاہور، ماہنامہ	مدیر: ضمیر فاطمی، شفیق شمس		۱۹۶۰ء
اقبال ریویو، کراچی، سہ ماہی	مدیر: ڈاکٹر محمد رفیع	اپریل	۱۹۶۰ء
اُردو نامہ، کراچی، سہ ماہی	مدیر: ممتاز حسن	اگست	۱۹۶۰ء
ہم قلم، کراچی	مدیر: شمیم احمد	اگست	۱۹۶۰ء
الزبیر، بہاول پور، سہ ماہی	مدیر: علامہ شبیر بخاری	جنوری	۱۹۶۱ء
خیابان، پشاور	مرتبین: ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی، خاطر غزنوی	جون	۱۹۶۲ء
منٹگمری گزٹ، فردا، ساہیوال (پندرہ روزہ)	مدیر: اشرف قدسی		س۔ن
بصائر، کراچی، سہ ماہی	مدیر: ڈاکٹر سید معین الحق	جولائی	۱۹۶۲ء

سیارہ، لاہور، ماہنامہ	مدیر: نعیم صدیقی	اگست	۱۹۶۲ء
آرگس، لاہور، دوماہی	مدیر: عزیز جاوید	جون، جولائی ۱۹۶۲ء	
تہذیب الاخلاق، لاہور	مدیر: عشرت رحمانی		۱۹۶۲ء
فنون، لاہور، سہ ماہی	مدیر: احمد ندیم قاسمی، حبیب اشعر		۱۹۶۳ء
فکروخیال، کراچی، ماہنامہ	مدیر: شمیم جاوید	اپریل	۱۹۶۳ء
الرحیم، حیدرآباد، ماہنامہ	مدیر: مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی		۱۹۶۳ء
سیپ، کراچی	مدیر: نسیم درانی	ستمبر	۱۹۶۴ء
ادارۂ تحقیقات پاکستان، لاہور	مدیر: پیرحسام الدین راشدی		۱۹۶۴ء
علمی، لاہور، سہ ماہی	مدیر: ڈاکٹر وحید قریشی	جولائی	۱۹۶۴ء
اوراق، لاہور	مدیر: ڈاکٹر وزیر آغا	جنوری	۱۹۶۶ء
اُردو زبان، سرگودھا، ماہنامہ	مدیر: عصمت اللہ	جنوری	۱۹۶۶ء
کتاب، لاہور، ماہنامہ	مدیر: سیّد قاسم محمود	ستمبر	۱۹۶۶ء
اسلامک ایجوکیشن، لاہور، سہ ماہی	مدیر: مظفر حسین	جنوری	۱۹۶۷ء
داستان، پشاور، ماہنامہ	مدیر: احمد فراز		۱۹۶۷ء
المعارف، لاہور، ماہنامہ	مدیر: شیخ محمد اکرام	جنوری، فروری ۱۹۶۸ء	
تخلیق، لاہور، ماہنامہ	مدیر: اظہر جاوید		۱۹۶۹ء
تعمیر ملّت، منڈی بہاؤالدین (ہفت روزہ)	مدیر: سیّد سجاد انبالوی	۷؍دسمبر	۱۹۶۹ء
تحریریں، لاہور، ماہنامہ	مدیرہ: زاہدہ صدیقی		۱۹۷۰ء
تلاش، لاہور، ماہنامہ	مدیر: ڈاکٹر ایس آئی سرور	جنوری	۱۹۷۵ء
لکیریں، راول پنڈی، ماہنامہ	مدیر: سبط احمد	جنوری	۱۹۷۵ء
متاع کاروان، سکھر	مدیر: ضیاء الرحمٰن ضیاء		۱۹۷۰ء
طلوع افکار، کراچی، ماہنامہ	مدیر: حسین انجم		۱۹۷۰ء
الفاظ، کراچی، ماہنامہ	مدیر: نسیم درّانی		۱۹۷۱ء
آرٹس انٹرنیشنل، کراچی	مدیر: نسیم درّانی		۱۹۷۰ء
شام وسحر، لاہور، ماہنامہ	مدیر: خالد شفیق بٹ	جنوری	۱۹۷۴ء
پاکستانی ادب، کراچی، ماہنامہ	مدیران: سعیدہ گزدرر، فہمیدہ ریاض، مجاہد علی	نومبر	۱۹۷۴ء

سورج، لاہور، ماہنامہ	مدیر: تسلیم احمد تصور	جنوری	۱۹۷۱ء
اسلامی تعلیم، لاہور، دوماہی	مدیر: سیّد اللہ بخش گیلانی	مارچ	۱۹۷۲ء
غالب، کراچی، سہ ماہی	مدیر: فیض احمد فیض	جنوری	۱۹۷۵ء
احساس، پشاور، ماہنامہ	مدیر: مسرت خاطر غزنوی		۱۹۷۵ء
جدید ادب، خان پور، ماہنامہ	مدیر: حیدر قریشی		س ۔ ن
مجلّہ تحقیق، لاہور	مدیر: ڈاکٹر وحید قریشی		۱۹۷۸ء
نئی نسلیں، کراچی، ماہنامہ	مدیر: ذکاء الرحمٰن	مئی	۱۹۷۸ء
اظہار، کراچی،	مدیر: کریم بخش خالد		۱۹۷۹ء
محراب، لاہور، کتابی سلسلہ	مرتبین: احمد مشتاق، سہیل احمد خان		۱۹۷۸ء
معاصر، لاہور	مدیر: حبیب اللہ خان	اکتوبر	۱۹۷۹ء
خیابان، راول پنڈی	مرتبین: حسن عباس رضا، محمودیہ غازیہ	نومبر	۱۹۸۰ء
تخلیق ادب، کراچی، کتابی سلسلہ	مدیر: مشفق خواجہ		۱۹۸۰ء
اخبار اُردو، کراچی، ماہنامہ	مدیر: ڈاکٹر معین الدین عقیل		س ۔ ن
اُردونامہ	مدیر اعلیٰ: ایڈیشنل چیف سیکریٹری پنجاب	مارچ	۱۹۸۲ء
جریدہ، پشاور	مدیر: تاج سعید		۱۹۸۳ء
روایت، لاہور	مدیر: محمد سہیل عمر		۱۹۸۳ء
مطلع، خانیوال	مدیر: طاہر نسیم		۱۹۷۴ء
اُردو ادب، راول پنڈی، ماہنامہ	مدیر: اقبال حسین	اپریل	۱۹۸۴ء
ادبیات، اسلام آباد، سہ ماہی	مدیر: ضمیر جعفری	جولائی	۱۹۸۷ء
دستاویز، راول پنڈی	مدیر: رشید امجد		۱۹۷۱ء
صلائے عام، کراچی، سہ ماہی	مدیر: ڈاکٹر یونس حسنی	جنوری	۱۹۸۵ء
سوہدرہ گزٹ، سوہدرہ	مدیر: حکیم راحت نسیم سوہدروی	جنوری	۱۹۸۵ء
کتاب شناسی، اسلام آباد	مدیر: اختر راہی		س ۔ ن
ابلاغ، پشاور	مرتبین: سیدہ حنا، نسرین سروش		۱۹۸۶ء
تحقیق، حیدر آباد	مدیر: ڈاکٹر نجم الاسلام		۱۹۸۷ء
غنیمت، لاہور	مدیر: زمان کنجاہی		۱۹۸۷ء

دائرے، کراچی	مدیر: حسنین کاظمی	دسمبر	۱۹۸۷ء
صریر، کراچی، ماہنامہ	مدیر: فہیم اعظمی	مئی، جون	۱۹۸۹ء
اقدار، کراچی	مدیر: شبنم رومانی		س۔ن
سخن ور، کراچی، ماہنامہ	مدیر: نقوش نقوی	جولائی	۱۹۹۸ء
آگہی، کراچی، ماہنامہ	مدیر: پروفیسر سیّد محمد محفوظ علی		س۔ن
دنیائے ادب، کراچی، ماہنامہ	مدیر: اوج کمال		س۔ن
ظرافت، کراچی، ماہنامہ	مدیر: عطاء الحق قاسمی		س۔ن
اسلوب، کراچی، ماہنامہ	مدیر: مشفق خواجہ		س۔ن
الفاظ، کراچی	مدیر: جمیل اختر		س۔ن
آئندہ، کراچی	مدیر: محمود واجد	جنوری	۱۹۹۶ء
ارمغان، کراچی	مدیر: سید محمد رومی		س۔ن
آج، حیدرآباد	مدیر: اجمل کمال		۱۹۸۱ء
ارتقاء، کراچی، سہ ماہی	مدیر: ندارد	فروری	۱۹۸۹ء
تشکیل، کراچی، سہ ماہی	مدیر: احمد ہمیش		۱۹۹۰ء
رثائی ادب، کراچی، سہ ماہی	مدیر: ڈاکٹر ہلال نقوی		۱۹۹۶ء

مندرجہ بالا ادبی رسائل و جرائد کی فہرست میں ایسے قابلِ ذکر رسالوں کے نام موجود ہیں کہ جنھوں نے اُردو ادب کی تعمیر وترقی میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

ادبی رسائل و جرائد کے حوالے سے ایک ضروری بات یہ بھی کہنا ہے کہ بے شمار ادبی رسائل و جرائد ایسے تھے جو ایک، دو یا تین اشاعتوں کے بعد بند ہو گئے مگر ان رسائل نے بند ہوتے ہوتے اُردو ادب میں اپنا نام اور کام محفوظ کرالیا ہے۔ بند ہونے والے ان رسالوں کا احوال دیکھنا ہے تو ڈاکٹر انور سدید کی کتاب کا ساتواں باب ''راہ نوردانِ شوق''، عظمیٰ فرخ کی کتاب کا پانچواں باب ''کراچی کے بند ہونے والے ادبی رسائل'' اور حکیم نعیم الدین زبیری کی ''توضیحی فہرست کتب خانہ ہمدرد'' کا مطالعہ ضروری ہے۔اوّل الذکر تو دو احباب نے اس موضوع پر باقاعدہ ابواب باندھے ہیں۔جبکہ حکیم زبیری صاحب نے اپنی توضیحی فہرست میں بند ہوجانے والے خاص اُردو رسائل کا ذکر کیا ہے۔

خواتین کے لیے رسائل، طنز و مزاح کے رسائل، چند تعلیمی اداروں کے ادبی مجلّے، اُردو ادب کے ڈائجسٹ و رسائل اور روزنامہ اخبارات کے ادبی ایڈیشن بھی قابلِ توجہ ہیں۔ان سب موضوعات کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔قابلِ ذکر بات یہ ہے

کہ ان تمام رسائل میں ادبی خدمات کو نمائندگی دی جاتی تھی۔ یہ بالکلیتاً نہ سہی مگر کسی حد تک ادبی خدمات کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے ہیں۔

عظمیٰ فرخ نے ادبی رسائل کی موجودہ صورتحال، مدیروں سے گفتگو کی روشنی میں بیان کی ہے۔ یہ مختصر سا باب جو صرف چند صفحات پر مشتمل ہے، مدیروں کی مفید گفتگو کے سبب ادبی رسائل کی برس ہا برس کی خدمات کا بیک نظر احاطہ ہو جاتا ہے۔ ادب یقیناً زندگی کا ترجمان ہے اس کی وسعت ہمہ جہت ہے۔ ان رسائل نے اپنے معاصر رجحانات کی نمائندگی اور عوامی ذہن کی تربیت سازی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ ادبی رسائل مصلح نہ ہوتے ہوئے بھی اصلاح اور شعور و آگہی کی ابدی روشنی قارئین کے دل و دماغ میں منتقل کرتے رہے۔

اس حقیقت کے اعتراف میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ ادبی رسائل کے لیے عوامی پذیرائی مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ یہ عوامی عمل زبان و ادب کے حوالے سے سنگین صورتحال کی نشاندہی کر رہا ہے۔ عوام و خواص کے ساتھ حکومتی ارکان کو بھی اس صورتحال کا جائزہ لینا چاہیے اور ادبی رسائل کی سرپرستی کے لیے مفید اور خاطر خواہ اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ زندگی کا ترجمان یہ ادب پھلتا پھولتا رہے۔ ادب کی بقا و سلامتی درحقیقت قوموں کی بیداری و سلامتی کی ضامن ہے۔

اسلامی صحافت: شعبہ ادب و صحافت کا دائرہ کار اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ اب علیحدہ علیحدہ ان موضوعات پر کام کی فوری ضرورت ہے۔ اخباری صحافت، رسائل و جرائد کی صحافت، ادبی صحافت، اصلاحی صحافت، اسلامی صحافت، اسلامی عربی صحافت، اور نعتیہ صحافت جیسی اصطلاحیں ہمارے سامنے آ چکی ہیں۔ درج شدہ موضوعات پر نت نئے انداز سے کام منصۂ شہود پر آ رہے ہیں۔

ڈاکٹر سلیم الرحمٰن خان ندوی بھوپالی نے ''برصغیر میں اسلامی صحافت کی تاریخ اور ارتقاء'' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔ جس پر ان کو ''ایم۔ اے'' کی سند تفویض کی گئی۔ ایم اے کی سطح پر شائع ہونے والا یہ تحقیقی مقالہ دیگر حضرات کے پی۔ ایچ ڈی کے مقالات پر بھاری ہے۔ کتاب اعلیٰ تحقیقی اور علمی معیار کے مطابق مرتب کی گئی ہے۔ مصنف نے محمود غزنوی کے دور سے اپنے زمانی سفر کا آغاز کیا اور موضوع سے متعلق جو کچھ ملا اسے اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ اس طویل سفر میں جو کچھ میسر آیا اُسے حسن ترتیب اور حسن تحریر سے مزّین کر دیا۔ جو بلاشبہ متاثر کن اور حیرت انگیز ہے۔ اس اسلامی صحافت کا دورانیہ ۱۸۳۳ء تا ۱۹۷۹ء تک محیط ہے۔ اس میں زیادہ تر اخبار و رسائل ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں مگر خال خال پاکستانی اخبار و رسائل بھی اس میں شامل ہیں۔

ڈاکٹر سلیم الرحمٰن خان ندوی بھوپالی اپنے مضمون ''اسلامی صحافت'' میں تحریر کرتے ہیں:

> ''اسلامی صحافت سے مراد وہ صحافت ہے، جس میں اسلامی رنگ غالب ہو اور جو زندگی کے تمام سیاسی، اجتماعی، اقتصادی، دینی اور قانونی پہلوؤں کو اسلامی نقطہ نظر سے پیش کرے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اُمورِ دینیہ کے علاوہ کسی اور چیز سے بحث ہی نہ کرے۔ اسلامی صحافت کو ادبی و اخلاقی نظریات اور دینی و سیاسی رجحانات و جذبات کی تعمیر و تکوین کی وجہ سے اعلیٰ مقام حاصل رہا ہے۔ یہ دینی، سیاسی، فکری اور نظریاتی تربیت کا کام بخوبی انجام دیتی رہی ہے۔ اس سے مسلمانوں کو عقلی و روحانی غذا فراہم ہوتی ہے اور مادی و ملحدانہ ماحول میں ضم

ہونے اور مغربی تہذیب کے دھارے میں بہنے سے ان کی حفاظت ہوتی ہے۔

اسلامی صحافت نے ممالکِ اسلامی کی ثقافت اور ان کے علمی و ادبی دائرہ کار کو وسیع کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے اور ایسے مصنّفین و مؤلفین اور سیاسی لوگوں کی جماعتیں پیدا کیں، جنھوں نے علم و ادب کی آبیاری میں حصہ لینے کے ساتھ ثقافت اسلامیہ کے سرچشموں کو وسعت دی اور فکر اسلامی کو صحیح راہ پر گامزن کیا۔'' (۱۹)

فاضل مقالہ نگار نے ہر اخبار اور رسالے کو اس کے وزن و حجم کے مطابق اس کا حق دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ہر اس نام اور کام کو محفوظ کر دیا جو کسی بھی حوالے سے قابل ذکر تھا۔ اس موضوع پر غالباً اس سے پہلے کوئی کتاب مرتب نہیں کی گئی۔ اگرچہ بعض جرائد اور اخبارات کے حوالے سے الگ الگ بہت کچھ تحریر کیا گیا ہے۔ کتاب کے عربی اور اُردو ایڈیشن ہندوستان کی قدیم علمی درس گاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہوئے۔ زیرِ نظر کتاب کا یہ پاکستانی ایڈیشن اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی نے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

نعتیہ صحافت: ڈاکٹر شہزاد احمد کا مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی ''اُردو نعت پاکستان میں'' کے موضوع پر شائع ہوا ہے جس میں فاضل مقالہ نگار نے نعتیہ شاعری کا تحقیقی جائزہ پاکستان کے خصوصی حوالے سے پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا مقالہ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ مقالے میں شامل تمام ابواب اپنی نوعیت کے حوالے سے اہم اور تحقیق کی عمدہ مثالیں ہیں۔ مقالے میں موضوع سے متعلق نعت کی تحقیق اور تدوین کے اصول و قواعد اور مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ پھر ان کے سمجھانے کے لیے متعدد مثالیں آسان انداز میں بیان کی گئی ہیں تاکہ نعت کا نوآموز قاری بھی ان مسائل اور مباحث کو با آسانی سمجھ سکے۔ مقالے کے تمام ابواب لائق توجہ اور قابل ذکر ہیں، مگر مقالے کا باب ششم ''پاکستان میں نعتیہ صحافت۔ایک جائزہ'' اپنی مثال آپ ہے۔ اس باب میں نعتیہ صحافت کی اصطلاح کو نہ صرف پہلی مرتبہ استعمال کیا گیا بلکہ نعتیہ صحافت کے حقیقی خدوخال اس میں واضح کر دیئے گئے ہیں۔ نعتیہ صحافت کے ضمن میں شائع ہونے والے رسائل و جرائد کا پہلی مرتبہ شرح و بسط کے ساتھ تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

ڈاکٹر شہزاد احمد اپنے مقالے ''اُردو نعت پاکستان میں'' میں پاکستانی نعتیہ صحافت کی جدید اصلاح پر بحث کرتے ہیں:

''پاکستان میں نعتیہ صحافت۔ایک جائزہ'' کے باب کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اولاً ''نعتیہ ماہنامے''، ثانیاً ''نعتیہ کتابی سلسلے''، ثالثاً ''نعتیہ اخباری روزنامے'' اور رابعاً ''رسائل و جرائد کے نعت نمبر'' اور یہی ہماری گفتگو کا محور ہیں۔ اس باب میں نعتیہ صحافت کی اوّلیات کو نہ صرف واضح کیا گیا ہے بلکہ اوّلیات کے ضمن میں پیدا کردہ ابہام کو بھی ختم کیا ہے، تاکہ حقائق کی روشنی میں نعتیہ صحافت کے منظرنامے کو قرارِ واقعی حاصل ہو سکے۔'' (۲۰)

پاکستان میں نعتیہ صحافت کے موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ اگر کہیں تھوڑا بہت لکھا بھی گیا ہے تو اس میں تشنگی موجود ہے۔ زیرِ نظر باب میں اس حقیقت کا التزام موجود ہے کہ نعتیہ ماہنامے، نعتیہ کتابی سلسلے، نعتیہ اخباری روزنامے اور رسائل و جرائد کے نعت نمبروں کو تحقیق کی روشنی میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ اس کے چاروں حصے توجہ کے مستحق ہیں کہ ان پر علیحدہ علیحدہ سیر حاصل کام کیا جائے تاکہ نعتیہ صحافت کو دوام حاصل ہو۔

نعت کے لغوی و اصطلاحی معنی: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف توصیف میں کہا جانے والا لفظ ''نعت'' اپنے لغوی واصطلاحی معنوں میں اس قدر معروف ومشہور ہو گیا ہے کہ مزید کسی تشریح وتوضیح کی گنجائش نہیں۔اب نعت رسول مقبول یا نعت نبی کہنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ صرف نعت کہہ دینے سے سارا مفہوم ومقصد واضح ہو جاتا ہے۔لفظ نعت، رسول اکرم کی ثناء وتوصیف کے حوالے سے اپنے معنی ومفہوم کو بھی طشت از بام کر دیتا ہے۔تاہم ہر نعتیہ محقق نے اپنے اپنے انداز میں نعت کی تعریف کو مختلف النوع طریقوں سے بیان کیا ہے جس سے نعت کا فکری وفنی سفر تسلسل کے ساتھ رواں دواں ہے۔زندہ ادب کی بھی یہی علامت ہے کہ وہ روز وشب فزوں سے فزوں تر رہتا ہے۔

ڈاکٹر شہزاد احمد کہتے ہیں ''نعت (ن ع ت) عربی زبان کا معروف سہ حرفی لفظ ہے۔جس کے لغوی معنی تعریف و توصیف بیان کرنے کے ہیں۔نعت عربی کا اسم اور مونث ہے۔عرفِ عام میں منظوم کلام کے علاوہ نثر میں بھی مستعمل ہے۔یعنی لفظ نعت کا اطلاق نظم ونثر دونوں میں مروج ہے۔''(۲۱) مولانا سیّد عبدالقدوس ہاشمی ندوی نعت کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں۔''نعت عربی زبان کا ایک مادّہ ہے۔نعت میں اس کے معنی ہیں۔اچھی اور قابل تعریف صفات کا کسی شخص میں پایا جانا اور ان صفات کا بیان کرنا۔'' شاعری کی اصطلاح میں جب ہم نعت کے اصطلاحی معنوں پر غور کرتے ہیں تو اس سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ثنا توصیف ہوتا ہے۔اس کا سب سے اہم مقصد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اظہارِ عقیدت ہے۔لغوی معنی کی طرح نعت کے اصطلاحی معنی پر نعت کے محققین نے اپنی مختلف فیہ آراء جامع انداز میں سپرد قلم کی ہیں۔پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری اصطلاحی نعت کے سلسلے میں رقم طراز ہیں ''ادبیات اور اصطلاحاتِ شاعری میں 'نعت' کا لفظ اپنے مخصوص معنی رکھتا ہے یعنی اس سے صرف آنحضرت کی مدح مراد لی جاتی ہے۔''(۲۲) راجا رشید محمود نعت کے اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ''یوں اب قریباً دنیا بھر کی مسلم علاقوں کی زبانوں میں 'نعت' لغوی معنوں کے دائرے سے نکل کر اصطلاحی معنوں کے واضح اور وسیع تناظر میں نظر آنے لگی ہے۔''(۲۳) ڈاکٹر عاصی کرنالی کہتے ہیں ''لغوی معانی ومفاہیم کے باوجود اصطلاحی طور پر نعت کا لفظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی اور صفات حمیدہ وطیبہ ہی کے بیان کے لیے مخصوص ہے۔''(۲۴) ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی نعت کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہیں۔''نعت کے لغوی معنی تو مدح وتعریف کرنے کے ہیں لیکن اصطلاحاً اس سے مراد صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف وستائش ہے۔''(۲۵) مبین مرزا کہتے ہیں ''لفظ نعت صرف ومحض محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی کے توصیفی تذکرے کا مفہوم رکھتا ہے اور اسے کسی اور کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔(۲۶)

نعت کے لغوی واصطلاحی معنوں کی وضاحت کے بعد اب ''نعت کی تعریف'' زیر بحث ہے۔اس میں بھی محققین نعت نے اپنی اپنی فکر کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔آراء مختلف ہونے کے باوجود سب کا مرکزی خیال اور مرکز ومحور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔مختلف آراء کی قوسِ قزح نے موضوع کو دلچسپی سے ہم کنار کر دیا ہے۔متفرق حضرات کی قابل قدر آرا شعبہ نعت کے لیے دوام کا باعث ہیں۔ڈاکٹر سیّد شمیم احمد گوہر ابوالعلائی نعت کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ''نعت

عربی زبان کا معروف لفظ ہے جس کے لغوی معنی تعریف وتوصیف بیان کرنے کے ہیں۔(۲۷) ڈاکٹر ابوالفتح محمد صغیرالدین نعت کی تعریف کے بیان میں کہتے ہیں ''نعت کے معنی ہیں کسی کی خوبیوں کو بیان کرنا۔ وصف اور نعت میں فرق یہ ہے کہ وصف میں مدح اور ذم دونوں شامل ہیں اور نعت کا تعلق صرف مدح کے ساتھ ہے۔''(۲۸) پروفیسر سیّد محمد یونس شاہ گیلانی نعت کی تعریف کے مضمون کو کچھ اس طرح سے آگے بڑھاتے ہیں ''نعت کا مفہوم اہل لغت کے نزدیک ان اچھی صفات، عادات وخصائل کا بیان کرنا ہے جو خلقتاً وطبعاً کسی شخص میں پائی جائیں۔''(۲۹) عبدالرشید خاں المعروف رشید وارثی ''مقاصد نعت'' بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم مبارک 'محمدؐ' کے لغوی معنی ہیں وہ ذات جو سراپا توصیف وستائش ہو، جس کی بے حد تعریف وتوصیف کی گئی ہو اور ہمیشہ کی جائے، جو ذات ہر عیب سے مبرّا ہو، اس لفظ مبارک کا مصدر ''تحمید'' اور مادہ ''حمد'' ہے۔ چنانچہ یہ نام اقدس اپنے معنی اور اعتبارات کے لحاظ سے بھی ایک مکمل نعت ہے۔''(۳۰) پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید کی رائے ملاحظہ کیجیے ''نعت (ن ع ت) بالفتح (مونث) عربی زبان کا ایک مادّہ ہے جو عام طور پر وصف کے مفہوم میں مستعمل ہے۔ لیکن اگر اس لفظ کے لغوی مفہوم کی تلاش میں عربی لغت نگاروں کے خیالات کا بنظر غائر جائزہ لیں تو اس لفظ کی کئی معنوی پرتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔''(۳۱) راجا رشید محمود نعت کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں ''تعریف، مدح، تحمید، توصیف اور نعت کے الفاظ مختلف مقامات پر حضور رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں استعمال کیے گیے ہیں۔ لیکن جو اصطلاح، خاص طور پر کثرت کے ساتھ مدح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے استعمال ہوئی ہے، وہ نعت ہے۔''(۳۲) ڈاکٹر شہزاد احمد کی رائے کے مطابق ''لفظ 'محمدؐ' کے منتخب ہوتے ہی 'نعت' کا آغاز ہو چکا تھا کیونکہ لفظ 'محمدؐ' کے معنی (بہت تعریف کیا گیا، نہایت سراہا گیا) جب کہ 'نعت' کے معنی بھی تعریف وتوصیف کے ہیں......اب اگر کوئی نعت نہ بھی کہے اور صرف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہہ دے تو وہ بھی نعت ہی بیان کرتا ہے۔ اس طرح سے وہ بھی نعت گو اور ثنا خوانوں کے زُمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ درحقیقت لفظ محمدؐ ہی نعت کی اصل اور مکمل شکل ہے۔'' (۳۳) مختلف محققین نے نعت کی بنیادی تعریف اپنے اپنے انداز میں رقم کی ہے۔ نعت کی تعریف کا یہ خوبصورت گلدستہ خوشبوئے نعت سے عطر بیز ہے۔ ہر پھول کی دل فریب خوشبو مشام جاں کو مہکا رہی ہے۔

اوّلین نعت: اوّلین نعت کے سلسلے میں محققین کی ترجیحات پیش کی جا رہی ہیں۔

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق دانا پوری فرماتے ہیں ''نعت گوئی میں اوّلیت کا سہرا میمون بن قیس کے سر ہے۔''(۳۴)

ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر ابوالعلائی کہتے ہیں ''ہجرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک ہزار سال قبل بادشاہِ یمن تبع حمیری نے بحر ووزن کے ساتھ نعتیہ اشعار لکھ کر نعتیہ شاعری کی ابتداء کی۔''(۳۵)

گوہر ملسیانی نے اپنی رائے کے مطابق عم نامدار اللہ کے رسول کے مربی ومحسن حضرت ابوطالب کے لکھے گیے قصیدوں کو سب سے پہلی نعت قرار دیا ہے۔''(۳۶)

ادیب رائے پوری قرآنِ مجید فرقان حمید سے بھی پہلے نعت کا وجود بیان کرتے ہیں۔ ''قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے۔''(۳۷)

راجارشید محمود کہتے ہیں ''تبع اوّل حمیری شاہ یمن اوّلین نعت گو ہے۔'' (۳۸) راجا صاحب مزید فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد میں سے پہلے نعت گو حضرت کعب بن لوی ہیں۔ حضور حبیب خداوند کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے نعتیہ اشعار حضرت عبدالمطلب کے ملتے ہیں۔ خواتین میں سب سے پہلے نعتیہ اشعار سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ملتے ہیں۔'' (۳۹)

ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق نے مدینے کی بچیوں کے خیر مقدمی گیت ''اشرق البدر علینا'' کو اوّلیت کا درجہ دیا ہے۔'' (۴۰)

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی نے حضرت ابو طالب کی نعت کے بعد دوسری نعت شعر الجنّی یا شعر المجہول کو قرار دیا ہے۔'' (۴۱)

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں پیش کردہ ''مبشرات'' کو اوّلیت کا تاج پہنایا ہے۔ (۴۲)

پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کہتے ہیں ''خالق کائنات جسے سب سے پہلا وصّاف رسول، ناعت رسول ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔'' (۴۳)

ڈاکٹر طلحہٰ رضوی برق داناپوری فرماتے ہیں کہ ''اول اول خدائے قدوس نے ہی اپنے حبیب کی مدح فرمائی۔'' (۴۴)

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں ''سب سے پہلی نعت گو شخصیت خداوند قدوس کی ہے۔'' (۴۵)

قرآن اور نعت: قرآن مجید وفرقان حمید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے سرچشمہ رشد و ہدایت ہے۔ خالق کائنات نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خود نعت کہی ہے جو جا بجا ہمیں قرآن مجید میں نظر آتی ہے۔ نعت کا مجموعہ اوّل اُمّ الکتاب قرآنِ مجید ہے۔ یوں تو پورا قرآن ہی رسول اکرم کی نعت میں رطب اللسان ہے مگر یہاں صرف ان چند معروف قرآنی آیات کو انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے جو اکثر بیان ہوتی ہیں۔ ان آیات کا ترجمہ نہیں بلکہ ان کا مرکزی خیال پیش کیا جا رہا ہے۔

حاضر و ناظر اور خوش خبری دینے والا بنا کر بھیجا۔ (۴۶)، اللہ کا نور آیا (۴۷)، سارے جہان کے لیے رحمت (۴۸)، خلق عظیم کے مالک ہیں (۴۹)، بے شمار خوبیاں اور کوثر عطا فرمایا (۵۰)، تمہارا ذکر بلند کر دیا (۵۱)، بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (۵۲)۔ یہ وہ چند آیات ہیں جو خصوصیت کے ساتھ نعت کے عنوان سے اکثر بیان ہوتی ہیں۔ وگرنہ قرآنِ مجید کی ہر آیت ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان و عظمت بیان کرتی نظر آتی ہے۔ اللہ رب العزت نے ورفعنالک ذکرک کے پیغام کو ایسا دوام بخش دیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر ہر لحظہ و ہر لمحہ بلند سے بلند تر ہو رہا ہے۔ دنیا کی وہ کون سی جگہ ہے جہاں کلمہ طیبہ کا ورد نہیں، بلکہ ہر جگہ ربّ کی ربوبیت کا اعلان اور محمد کی رسالت کا بیان زوروں پر ہے۔ اس دنیائے ہست و بود میں مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اذان و نماز میں اللہ کی

وحدانیت کے اقرار کے ساتھ محمد رسول اللہ کی رسالت کی گواہی بھی دے رہے ہیں۔کلمہ طیبہ مکمل حمد ونعت کے پیغام کو عام کر رہا ہے۔یہ حسن عمل قیامت تک یونہی تسلسل کے ساتھ بغیر کسی تعطل کے جاری رہے گا۔

حدیث اور نعت: قرآن مجید وفرقان حمید کے بعد رسول اکرم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا وتوصیف کا سب سے زیادہ موثر اور جامع ذریعہ احادیث رسولِ کریم ہے۔احادیث نبویہ میں نعت کا لفظ آسانی سے دستیاب ہے۔نعت کے محققین نے احادیث کریمہ سے نعت کے جواہر پاروں کی نہ صرف نشان دہی کی ہے بلکہ ان کو یک جائی کے زیور سے بھی آراستہ کیا ہے۔

مولانا سیّد عبدالقدوس ہاشمی ندوی کہتے ہیں''قرآن مجید میں اس مادّہ کا کوئی صیغہ نہیں آیا ہے۔احادیث میں دوتین جگہ یہ لفظ آیا ہے اور ہر جگہ خوبیوں کے بیان میں آیا ہے۔''(۵۳) پروفیسر ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق فرماتے ہیں''قرآن کریم کے بعد مستند طور پر جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ملتا ہے۔ان میں سب سے بڑا ذخیرہ حدیث کا ہے۔بہت سی احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اور نعت ملتی ہے۔سیرت وشمائل کی تمام حدیثیں اس میں داخل ہیں۔یہاں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔(الف) وہ احادیث ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفس واقعہ بیان کرنے کے لیے ایسے الفاظ بیان فرمائے ہیں جن سے نعت کا پہلو بھی ظاہر ہوتا ہے۔(ب) احادیث کی دوسری قسم وہ احادیث ہیں جن میں صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلق تعریفی جملے بیان کیے ہیں۔اس میں آپ کے اخلاق حسنہ، اوصاف، سیرت اور کردار، رفتار وگفتار، معاشرت، تعلقات اور معاملات آپ کی نشست وبرخاست غرض زندگی کے ہر شعبہ اور ہر گوشے کے متعلق مدحیہ اور نعتیہ جملے نقل ہیں۔(۵۴) پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید نے سلسلہ احادیث کے اس نعتیہ خزانے کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے لکھا ہے۔''احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شمائل نبوی (حافظ محمد بن عیسیٰ) میں نعت کا لفظ اپنی مختلف نحوی اور صرفی صورتوں میں تقریباً پچاس مقامات پر استعمال ہوا ہے۔(۵۵)

نعتیہ شاعری: نعتیہ شاعری کی اساس مکمل طور پر ذاتِ محمدؐ اور عشقِ محمدؐ پر مبنی ہے۔اس کی تاریخ اردو زبان وادب کی تاریخ سے کہیں زیادہ قدیم ہے۔عہدِ نبویؐ میں بہت سے شعرا نے حضورﷺ کی ثناخوانی کی اور آپؐ کی ذاتی صفات، سچائی، ایمانداری، سخاوت، شجاعت، مکارم اخلاق کا ذکر کیا ہے۔دورِ قدیم سے لے کر موجودہ دور تک نعتیہ شاعری کی تاریخ ملاحظہ کی جائے تو ہر دور اور ہر زبان کے شعرا نے صرف حضور اکرمؐ کی ذاتِ اقدس کو ہی مدح وثنا کا مرکز ومحور بنایا ہے۔اس سلسلے میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کو بھی تمام تر شاعرانہ لطافتوں کے ساتھ نعت کا موضوع بنایا گیا ہے۔

شاعری اور قرآن کریم: ''شاعری اور قرآن کریم''قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں شاعری کے حوالے سے شعراء کے لیے سخت وعید آئی ہے جو قرآنِ مجید کے مطابق ہر وادی میں سرگرداں پھرنے والے، زبان سے جو کہتے ہیں اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے، شاعروں کے تذکرے سے پہلے قرآن مجید کے اس ارشاد پاک کا حوالہ دینا ضروری ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر نہ ہونے کا ذکر بیان ہوا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے''**وما علمنه**......'' ترجمہ: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہیں۔''(۵۶) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاعر نہیں اور نہ ہی

شعروشاعری کافن آپؐ کی شان کے لائق ہے۔مگراس حقیقت سے بھی انکارممکن نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار صحابہ(رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے ازخودفرمائش کر کے اشعارضرورسماعت کیے ہیں۔ بسااوقات یہ بھی ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خودشعرائے کرام کورجز پڑھنے کا حکم دیا۔

شاعری اور حدیث پاک: امام مسلم کے حوالے سے صحیح مسلم شریف کی دوحدیثیں پیش خدمت ہیں۔اوّل حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اشعار سے رغبت ظاہر ہے جب کہ ثانوی حدیث میں اللہ کے رسول نے شاعروں کے کلام پر تبصرہ فرمایا ہے اورلبید کے شعرکوسب سے زیادہ سچا فرمایا ہے اللہ کی ثناء وتوصیف کے بعد اُمیہ بن ابی لصلت کی دلی کیفیات کا بیان بھی موجود ہے۔ ہر دواحادیث شعرکی قدر وقیمت کوظاہر کررہی ہیں۔پہلی حدیث میں ’’عمر وبن ثرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار ہوا،آپ نے فرمایا کیاتم کوامیہ بن ابی لصلت کے اشعار میں سے کچھ شعر یاد ہیں، میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا سناؤ، میں نے ایک شعرسنایا،آپ نے فرمایااورسناؤ، میں نے ایک اورشعرسنایا، آپ نے فرمایااورسناؤ،حتیٰ کہ میں نے ایک سواشعارسنائے۔‘‘(۵۷) دوسری حدیث میں ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! شاعروں کے کلام میں لبید کا شعرسب سے زیادہ سچا ہے۔سنواللہ کے سواہر چیز فانی ہے اورامیہ بن ابی لصلت اسلام قبول کرنے کے قریب تھا۔(۵۸)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کومنبر پر بٹھا کران سے نعتیں سماعت کی ہیں۔حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی مدح بیان کرنے کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے جھرمٹ میں مسجد نبوی کے فرش پر رونق افروز ہوتے تھے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مدافعانہ نعتیہ شاعری کے عوض ’’**الھم ایدہ بروح القدس**‘‘ (اے اللہ اس کی روح القدس سے تائید فرما)(۵۹) والی بشارت سے شاعر دربارِرسالت حضرت حسان رضی اللہ عنہ کوخوش خبری سے مشرف فرماتے تھے۔امام بخاری نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مندرجہ بالا متذکرہ عنوان کے تحت بخاری شریف سے حدیث نقل کی ہے۔’’عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے گواہی طلب کررہے تھے کہ تمھیں خدا کی قسم کیاتم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے اے حسان، اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف سے(مشرکین) کوجواب دو۔ اے اللہ، حسان کی روح القدس سے تائید فرما۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا(ہاں) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔‘‘(۶۰) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ سے نعت سن کرانعام میں اپنی چادر مبارک عطا فرمادی تھی۔کعب بن زہیر کے قصیدہ کواسی مناسبت سے چادروالاقصیدہ کہا جاتا ہے۔

شاعری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق شاعری نہیں ہے۔اسی لیے آپ نے ازخودشاعری نہیں فرمائی۔البتہ آپ نے شعرا کی اصلاح ضروری فرمائی ہے۔ جسے شاعری کا نام نہیں دیا جاسکتا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیر کے اس شعرکواپنی اصلاحِ خاص سے ممیّز ومحترم کردیا ہے۔

ان الرسول لنور يستضاء به مهند من سيوف الله مسلول (۶۱)

کعب بن زہیر کے شعر میں ''سیوف الہند'' درج ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''سیوف اللہ'' سے بدل دیا۔ یہ معنی و مفہوم کی اصلاح درحقیقت شعر فہمی پر بھی دلالت کرتی ہے۔ دوسری جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ

ان النبی لا کذب ان ابن عبدالمطلب (۶۲)

یہ شاعری نہیں ہے بلکہ اسے اظہار حقیقت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ پہلی نظر میں دیکھنے میں تو یہ شعر ہی لگتا ہے کیونکہ اس میں قوافی کے حوالے سے شعری موزونیت بھی موجود ہے۔ قرآن کریم میں بھی بعض مقامات پر یہی انداز پایا جاتا ہے جس میں قوافی اور موزونیت دونوں بین بین چل رہے ہوتے ہیں۔ جب کہ قرآن مجید کی کوئی آیت شعر نہیں ہے۔

قرآن اور شعرا: قرآن مجید میں شاعروں کا ذکر اس انداز میں بیان ہوا ہے ''الشعراء...........وذکر الله کثیر'' (۶۳) ترجمہ: اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بکثرت اللہ کی یاد کی۔'' متذکرہ آیہ کریمہ کی روشنی میں تو یہ بات واضح ہے کہ شاعری اور شعرا دونوں قرآن مجید کے حوالے سے نقصان میں ہیں بہت شدید الفاظ میں ان کی مذمت بیان ہوئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سے شعرا ہیں جو از روئے قرآن سخت خسارے میں ہیں اور وہ کون سے شعرائے کرام ہیں جن کو اس آیہ کریمہ کی روشنی میں استثنا حاصل ہے۔ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی (۶۴) رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کی تفسیر بالصراحت بیان کی ہے۔ قرآن مجید کی نظر میں معتوب شعرا کی پیروی میں گمراہی ہے جو ہر وادی میں منہ مارتے پھریں اور ان کی گفتار و کردار میں یکسانیت نہ ہو۔ ہاں اگر وہ صاحب ایمان ہیں، اچھے اعمال کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر بکثرت کرتے ہیں تو ان کی پیروی میں گمراہی نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیائے کرام، مشائخ عظام و بزرگانِ نیک نام اور عصر حاضر کے مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت اس لیے بھی کہتے ہیں کہ نعت گوئی سنت رحمٰن ہے۔ نعت تعریف وتوصیف کے معنی میں ہمیشہ تسلیم کی گئی ہے۔ آپ کی نعت اور تعریف وتوصیف اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود رسول اکرم پر اپنے ملائکہ کے ساتھ درود بھیجتا ہے اور ابد تک آنے والے اہل ایمان کو بھی خوب درود وسلام بھیجنے کا حکم دیتا ہے۔

عہد نبوی کے نعت گو: نعت، رسولِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلبی تعلق کی دلیل ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہر شے سے زیادہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ اس عہد کی نعتیں عقیدت کے ساتھ حقیقت اور جوش کے ساتھ ہوش کی آئینہ دار ہیں۔ صحابۂ کرام، اللہ کے پیارے رسول صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ نفیس نفیس دیکھا کرتے تھے۔ عرفانِ مصطفیٰ و فیضانِ مصطفیٰ کے حقیقی داعی تھے۔ خصوصیت کے ساتھ ہمیں خلفائے راشدین سیّدنا صدیق اکبر، سیّدنا فاروقِ اعظم، سیّدنا عثمان غنی اور سیّد علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نعتیہ اشعار بھی مختلف کتب میں ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زُہیر، حضرت کعب بن مالک، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت ابوسفیان بن الحارث، ابوطالب بن عبدالمطلب، حضرت حمزہ

بن عبدالمطلب ، حضرت اسید بن ابی ایاس الکنانی، حضرت مالک بن النمط ، حضرت ابوعزہ الجمی ، حضرت مالک بن عوف النصری، حضرت عمر بن سبیع الرہاوی، حضرت اصید بن سلمۃ السمی ، حصرت العباس بن مرداس السلمی، حضرت اعشیٰ بکر بن وائل، حضرت الاعشیٰ المازنی، حضرت کلیب بن السید الحضرمی وغیرہم کے نعتیہ اشعار بھی ہماری کتب کی زینت ہیں۔خواتین نے بھی بارگاہِ رسالت میں اپنی عقیدتوں کو پیش کیا ہے۔قابل ذکر خواتین میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ، حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کے نعتیہ اشعار بھی موجود ہیں۔واضح رہے کہ حضرت عبدالمطلب کی آٹھ بیٹیاں تھیں اور سب کی سب برجستہ اشعار کہتی تھیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مذکورہ دو پھوپھیوں نے اپنے بھتیجے اور اللہ کے رسول کی بارگاہ میں نعتوں کے نذرانے پیش کیے ہیں۔اس کے علاوہ حضرت خنساء (ارثی العرب) کے نعتیہ اشعار بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔عہد نبوی میں نعت کہنے والے بہت کم نعت گوشعرا کو یہاں شامل کیا گیا ہے۔وگرنہ دیگر نعت گوشعرا کے لیے کئی صفحات درکار ہوں گے۔عہد رسالت کے بعد کے عربی نعت گوشعرا میں اختصار کے ساتھ یہ نام بھی بہت اہمیت کے حامل ہیں۔امام زین العابدین، امام اعظم ابوحنیفہ، شیخ ابن عربی، امام شرف الدین بوصیری، ابن خلدون، شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ رفیع الدین دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی کی عربی نعتیں بھی قابل توجہ ہیں۔

فارسی نعت گوشعرا: فارسی نعت گوشعرا میں یہ چند نام بہت اہم ہیں۔فردوسی، سنائی، خیام، سیّدنا غوث الاعظم، خاقانی، نظامی گنجوی، بخت یارکاکی، خواجہ غریب نواز، عطار نیشاپوری، شمس تبریز، جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، شہاب الدین مہمرہ بدایونی، بوعلی شاہ قلندر، نظام الدین اولیاء، امیر خسرو، عراقی ہمدانی، عبدالرحمٰن جامی، شہنشاہ ہمایوں، عرفی، فیضی، خواجہ باقی باللہ، نظیری نیشاپوری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حاجی جان محمد قدسی۔

اُردو نعت گوشعرا: اُردو نعت گوشعرا کے یہ چند نام آٹھویں صدی ہجری تا قیام پاکستان ۱۹۴۷ء یعنی چودہویں صدی ہجری تک مربوط ہیں۔سیّد محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، سیّد محمد اکبر حسینی، فخر الدین نظامی، ملا داؤد، صدرالدین، محمد قلی قطب شاہ، خوب محمد چشتی گجراتی، عبداللہ قطب شاہ، نصرتی بیجاپوری، ولی دکنی، محمود بحری، فراقی بیجاپوری، سراج اورنگ آبادی، مرزا سودا، میر حسن دہلوی، میر تقی میر، قلندر بخش جرأت، انشاء اللہ خان انشاء، مصحفی امروہوی، سچل سرمست، نظیر اکبرآبادی، رنگین دہلوی، میر غلام علی مائل، ناسخ لکھنوی، شہیدی بریلوی، غمگین دہلوی، حکیم مومن دہلوی، ذوق دہلوی، کافی مرادآبادی، بہادر شاہ ظفر، غالب دہلوی، شیفتہ دہلوی، حافظ پیلی بھیتی، میر انیس لکھنوی، مرزا دبیر لکھنوی، نصر پھلواروی، غلام امام شہید، قلق میرٹھی، لطف بریلوی، نساخ عظیم آبادی، وحید ہسوی، حاجی امداداللہ مہاجر مکی، بیان ویزدانی میرٹھی، امیر مینائی لکھنوی، داغ دہلوی، محسن کاکوروی، حسن رضا بریلوی، شبلی نعمانی، الطاف حسین حالی، آسی غازی پوری، احمد رضا بریلوی، غلام مصطفیٰ عشقی، محمد علی جوہر، عزیز لکھنوی، اصغر گونڈوی، علامہ اقبال، کیف ٹونکی، اکبر الہ آبادی، بہادر یار جنگ، بیدم شاہ وارثی، سائل دہلوی، سہیل اعظم گڑھی، جلیل مانک پوری، اختر شیرانی۔

معروف پاکستانی نعت گوشعرا: پاکستانی تاریخ وادب کے معروف نعت گوشعرا میں سیماب اکبرآبادی، اکبر وارثی میرٹھی، مولانا ظفر علی خان، ضیاء القادری بدایونی، نیر حامدی جودھپوری ضیائی، بہزاد لکھنوی، خواجہ یوسف عزیز جے پوری، شکور کمبل پوش

نظامی ضیائی، نصر اللہ خان عزیز، اُفق کاظمی امروہوی، قمر میرٹھی، ماہر القادری، اختر الحامدی رضوی ضیائی، حافظ مظہر الدین مظہر، عزیز حاصل پوری، ابوالاثر حفیظ جالندھری، منور بدایونی، نظیر لدھیانوی، ستار وارثی بریلوی، خلیل مارہروی، بسمل آغائی، عارف اکبر آبادی، عبدالکریم ثمر، عبرت صدیقی بریلوی، درد اسعدی، غنی جبل پوری، حبیب نقشبندی تلہری، طفیل ہوشیار پوری، عنبر شاہ وارثی، اعظم چشتی، سکندر لکھنوی، عاقل اکبر آبادی، نصیر الدین نصیر، احمد ندیم قاسمی، محمد علی ظہوری، عبدالستار نیازی، محشر بدایونی، کرم حیدری، ماجد الباقری، اختر لکھنوی، جنوں بنارسی، قصری کانپوری، خادمی اجمیری، محمد طفیل دارا، ضمیر جعفری، قمر انجم، جمیل نقوی، اقبال صفی پوری، فیاض کاوش وارثی، حافظ لدھیانوی، لطیف اثر، اقبال عظیم، ریاض الدین سہروردی، فدا خالدی، ہلال جعفری، مسرور کیفی، حفیظ تائب، تابش دہلوی، ادیب رائے پوری، حنیف اسعدی، صابر براری، شاہ انصار الہ آبادی، رشید وارثی، راغب مراد آبادی، عاصی کرنالی، مظفر وارثی، جمیل عظیم آبادی، صوفی رہبر چشتی ضیائی، ضامن حسنی، سرشار صدیقی، ایاز صدیقی، سہیل غازی پوری، اعجاز رحمانی، قمر یزدانی، مقبول شارب، راجا رشید محمود، نصیر احمر، خالد محمود، ڈاکٹر ریاض مجید، سعید وارثی، ڈاکٹر عزیز احسن، منیر قصوری، اقبال نجمی، قمر وارثی، حافظ البرکاتی، طاہر سلطانی، ندیم نقشبندی، منظر عارفی، شاعر علی شاعر، جاوید رسول جوہر، حافظ عبدالغفار حافظ، خالد رضوی امروہوی، ڈاکٹر افضال احمد انور، ڈاکٹر مشرف حسین انجم، ڈاکٹر شہزاد احمد، صبیح رحمانی، خاکی القادری وغیرہ شامل ہیں۔

مندرجہ بالا متذکرہ چند شعرائے کرام کے صرف اسمائے گرامی درج کیے گیے ہیں۔ یہ وہ تمام نام نامی اسم گرامی ہیں کہ جن سے صحن نعت منور ہے۔ یہ صرف اسمائے گرامی ہی نہیں بلکہ ہر نام شعبہ نعت کا مستند اور معتبر حوالہ ہے۔ ان قابل ذکر حضرات کی نعتیہ خدمات کے تذکرے کے بغیر ہر صدی بے نور و بے رونق رہے گی۔ ان اہم حضرات کے ذکر سے اور نعت کی برکت سے ہر صدی نورٌ علیٰ نور اور بارونق ہے۔ نعت ہی ہر صدی کا وقار اور قرار ہے۔ ہر صدی کے ماتھے کا جھومر نعت ہے۔ کسی دوسری اصناف سخن کو یہ ثبات و قرار حاصل نہیں۔ جس میں اس قدر شعرائے کرام کا تسلسل و تواتر پایا جائے۔ عربی عہد کی نعتیہ شاعری، فارسی عہد کی نعتیہ شاعری، اُردو عہد کی نعتیہ شاعری، انگریزی و دیگر زبانوں کے عہد کی نعتیہ شاعری، غرض یہ کہ ہر زبان و ادب کی نعتیہ شاعری مسلمانوں کا سرمایہ افتخار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت نے دیگر اقوام عالم کو بھی اپنے حصار میں لے لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر غیر مسلم شعرائے کرام نے بھی نت نئے انداز سے اپنی عقیدت و محبت کو نعتیہ شاعری کی صورت میں پیش کیا ہے۔ احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کا یہ اعجاز ہے کہ غیر مسلم شعرا بھی آپ کی مدحت میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اکثر غیر مسلم شعرا کا نام نہ بتایا جائے تو ایک مسلم بھی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ یہ کسی غیر مسلم شاعر کی نعت ہے۔ دعویٰ حب رسول اور جذبہ عشق رسول غیر مسلم نعت گو شعرا کے ہاں بھی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ وہ بھی آپ کے فضائل و شمائل، مشاغل و خصائل اور سیرت پاک کی انوار و تجلیات کو اپنی شاعری کا جز ولاینفک سمجھتے ہیں۔ یہ ہر صدی کا تذکرہ تو نہیں ہے بلکہ ان ناموں میں ہر صدی کے وہ عظیم شعرائے کرام ضروری شامل ہیں کہ جن کے دم سے شعبہ نعت کا تسلسل برقرار ہے۔ کوئی محقق اور تاریخ داں جب اس سے ماقبل کی صدیوں کا ذکر نہ کرے وہ بیسویں صدی کے آخری رُبع کی اہمیت و افادیت کو بیان کرنے سے قاصر رہے گا۔ گزشتہ تمام صدیوں کی نعتیہ رونق سمٹ کر بیسویں صدی کے آخری رُبع میں یکجا ہوگئی ہے۔ اوّل تا انیسویں صدی میں قابل قدر

نعتیہ خدمات انجام دینے والوں کی قربانی بیسویں صدی کا حسن اور وقار ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سرکارِ دو عالم کی تعریف و توصیف کرنے والوں کو صدیوں کی قید سے مبرّا کر دیتا ہے۔ وہ ہر صدی میں زندہ جاوید رہتے ہیں۔ **ورفعنا لک ذکرک** کی عظمتیں بلند کرنے والا بھی بلند ہو جاتا ہے۔ نعت کہنے والا صرف ایک صدی نہیں بلکہ وہ صدیوں تک زندہ رہتا ہے۔ اس نے نعت کے چرچے بلند کیے۔ اللہ رب العزت نے ذکرِ رسول کرنے والوں کے کام اور نام کو دوام بخش دیا۔

بیسویں صدی کی ابتدا : بیسویں صدی کا آغاز مکمل بے چینی اور مسلسل انتشار سے مشروط ہے۔ چاروں طرف سیاسی بے چینی، افراتفری، اور نفرت کا بازار گرم ہو چکا تھا۔ باہمی اُخوت و محبت کو نفرت میں بدل دیا گیا تھا۔ ہنود و یہود کی سازشیں مسلمانوں کی دل آزاری اور غیرت و حمیّت کے لیے ناسور بن چکی تھیں۔ پوری دنیا کی بدلتی ہوئی صورت حال نے ہر چیز کو متاثر کر دیا تھا۔ صاحبزادہ عبدالرسول کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ:

> ''بیسویں صدی عیسوی کی ابتدا سے ہی برصغیر کی سیاسی جدوجہد بامِ عروج کو پہنچ چکی تھی۔ اعتدال پسندی ناپید ہو گئی تھی۔ سیاسی سرگرمیاں انتہا پسندی کی علامت بن چکی تھیں۔ صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں فتح و شکست اور قوم پرستی کی تحریکیں زوروں پر تھیں۔ اٹلی اور جرمنی کی وحدت روبہ عمل ہو چکی تھی۔ قوم پرستی کی تحریکیں مصر، ترکی اور ایران میں بھی زور پکڑ رہی تھیں۔ چنانچہ برصغیر کے لوگ اس سے زیادہ متاثر ہوئے''۔(۶۵)

ڈاکٹر معین الدین عقیل کہتے ہیں:

> ''مجدد الف ثانی سے لے کر تصور پاکستان تک ایک ہی فکر مختلف صورتوں اور مختلف تحریکوں میں کارفرما رہی اور اس سلسلے کی تمام تحریکات دراصل اسی ایک واحد مقصد کے تحت تھیں کہ مسلمانوں کے لیے غیر اللہ کی غلامی سے نجات اور حاکمیت الٰہی کے حصول کے لیے جدوجہد کی جائے تا کہ یہ ملک اگر کلیتہً نہیں تو ایک بڑی حد تک دارالسلام بن جائے۔''(٦٦)

تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے حوالے سے پروفیسر یونس شاہ گیلانی کی رائے بھی قابل قدر ہے:

> ''تحریک آزادی کے پس پردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، اصول، کردار، استقلال اور تسلیم و رضا کا اسوۂ حسنہ کارفرما تھا جو دلوں کو حوصلہ اور روحوں کو سکون بخشتا تھا۔ وہ لوگ جنھوں نے اس تحریک میں حصہ لیا، اس بات پر شاہد ہیں کہ انگریزی استعمار کے خلاف مسلمانوں کے جلوسوں اور جلسوں میں جس عظیم شخصیت کے نامِ نامی سے گرمی پیدا ہوتی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس تھی۔ نعت خواں، خوش الحانی سے نعتیں پڑھتے تھے اور جلسے کے شرکاء اپنے سینوں کے اندر ایک نیا جوش اور ولولہ پاتے تھے۔ اس دور کی نعتیہ شاعری میں ایک فریاد کے لئے ہوتی تھی جسے سن کر طوفانوں سے بھڑ جانے کو جی چاہتا تھا۔ یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات مسلمانوں کے تمام گروہوں اور مسلکوں کے لیے منبع انوار ہے اور آپ کے حوالے سے گنہ گار سے گنہ گار مسلمان بھی سر کٹوانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔''(٦٧)

پاکستان میں نعت کا فروغ: ۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے نام سے جو آزاد اسلامی و جمہوری ریاست منظر عام پر آئی وہ

کوئی اچانک یا اتفاقی واقعہ نہ تھا۔اس کے پس پردہ اسباب وعلل کا ایک طویل سیل رواں جاری تھا۔ یہ واقعات برصغیر میں اسلامی سلطنت کے قیام کے ساتھ ہی ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔اس آزاد اسلامی ریاست کے معرضِ وجود میں آنے تک تقریباً نصف صدی کا عرصہ برصغیر کی سیاست خصوصاً مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا نہایت ہنگامہ خیز دور تھا۔ یہ آزاد اسلامی مملکت جس کی آزاد فضا میں ہم زندگی گزار رہے ہیں کن ہولناک مصائب اور کتنی روح فرسا قربانیوں کے بعد معرض وجود میں آئی۔اس مملکت خداداد پاکستان کے لیے بے شمار مشکلات موجود تھیں، جب کہ ان پر قابو پانے کے لیے ذرائع بھی ناپید تھے۔مگر اس کے باوجود ابتدائی تمام مشکلات ملک کی ترقی وخوش حالی میں حائل نہ ہوسکیں۔تحریک پاکستان اور قیام پاکستان میں ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ پاکستان کا قیام اجتماعی اور قومی اتحاد کی علامت ہے۔ پاکستان کے قیام کے دوران علمائے کرام و مشائخ عظام نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔اُدباء،شعرا اور صلحائے اُمت بھی پیش پیش رہے۔

پاکستان کا وجودِ مسعود: سرزمین پاکستان کا وجود اصل میں اسلامی تعلیمات اور فرموداتِ نبوی کا مظہر ہے۔ ملک پاک میں ورفعنا لک ذکرک کی صدائیں اور عرفانِ حق کے سرمدی نغمات کی گونج اس کا مقدر تھی کیونکہ اس سرزمین پاک کی بنیادوں میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر قربان ہونے والوں کا خون شامل ہے۔ یہ پاک سرزمین عشق رسول کے خمیر سے گندھی ہوئی ہے۔ یہاں نعت کا فروغ ایک فطری امر تھا۔مملکت خداداد پاکستان اپنے قیام سے آج تک مختلف مسائل سے نبرد آزما رہی۔جنگوں کی صورت میں بہت مشکل حالات رہے۔دشمنوں کی سازشوں نے اس کا ایک بازو (مشرقی پاکستان) علیٰحدہ کردیا۔ حکمرانوں کی نااہلی اور بے دردی سے لوٹ کھسوٹ، دہشت گردی، بجلی وگیس کی قلت وکمیابی، زمینی وآسمانی آفات کے باوجود اللہ رب العزت نے اسے سلامت رکھا اور دوام بخشا۔ کیونکہ یہاں پر اسلام اور پیغمبر اسلام، قرآن اور صاحب قرآن، نعت اور صاحب نعت احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتوں کے ترانے گونجتے تھے۔اس مملکت میں سخت سے سخت حالات اور مشکلات کے باوجود نعت کا فروغ تسلسل وتواتر کے ساتھ جاری رہا۔ حالات کیسے بھی رہے ہوں مگر فروغ نعت کی ہر جہت اور ہر صنف یہاں ترقی کی منازل طے کرتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ بیسویں صدی کے آخری رُبع میں نعت کا فروغ ضرب المثل اور قابل دید ہے۔

تاریخ کا اہم ورثہ: نعتیہ شاعری اور نعت گوشعرا کی لازوال اور اَن مٹ خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔نعتیہ شاعری ہر صدی کی رونق اور قرار کا باعث ہے۔ ہر صدی میں ایسے ایسے معروف نعت گوشعرا جگمگ جگمگ کر رہے ہیں کہ صدیوں کی طویل مسافت بھی ان کے نام اور کام کو فراموش نہیں کرسکی۔ ابتدا میں چند قابل ذکر ایسے نعت گوشعرا کے اسمائے گرامی رقم کیے ہیں جو صرف نعت ہی نہیں بلکہ ہماری تاریخ کا اہم ورثہ ہیں۔صدیاں گزرنے کے باوجود ان حضرات کی نعتوں کی چمک دمک اور کیف و سرور میں کمی نہیں آئی۔ان نعتوں کو سن کر آج بھی مشامِ جاں کو معطر اور روح کو شاد کیا جاتا ہے۔ان نعتوں میں آج بھی کیف وسرور کی لذتیں اور انوار وتجلیات کی رفعتیں پنہاں ہیں۔ یہ صرف نعت کا اعزاز ہے کہ صدیوں کا بُعد بھی نعت کی لذتوں کو کم نہیں کر سکا۔ دیگر صدیوں کی مقبول عام نعتیں آج بھی سرمایۂ افتخار ہیں۔

نعت کے دیگر شعبہ جات: بیسویں صدی کے آخری رُبع کو ایک اعزاز یہ بھی حاصل ہے کہ اس صدی میں نعت کے دیگر شعبہ جات بھی برق رفتاری سے ترقی کے مدارج طے کرتے جا رہے ہیں۔ تحقیق نعت، تنقید نعت، تفہیم نعت، ترویج نعت، تحریک نعت، تعلیم نعت، تہذیب نعت، تشہیر نعت، تعمیر نعت اور لحن نعت کا شعبہ مثالی انداز میں ارتقا پذیر ہے۔

نعت گوئی یعنی نعتیہ شاعری کے بعد اہم ترین شعبہ لحن نعت یعنی نعت خوانی ہے۔ نعت گوئی کے ساتھ ساتھ نعت خوانی بھی مختلف اشکال میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ پہلے نعت گوئی نعت لکھنے والے سے مشروط تھی۔ بعد میں یہ میلا د شریف اور محفل سماع (قوالی) جشن ہائے میلا دالنبی، خلفائے راشدین کے ایّام، اعراسِ بزرگانِ دین صوفیا اور خانقاہوں کی محافل کی صورت میں فروغ پانے لگی۔ پھر آہستہ آہستہ میلا د شریف کی روایت ختم ہوئی اور محفل سماع کا بھی وہ طنطنہ نہیں۔ اب نعت خوانی انفرادی صورت میں ہماری تہذیب وثقافت اور طرزِ معاشرت کا حصہ ہے۔ ہمارے معاشرے پر نعت خوانی کے اثرات بہت گہرے ہیں جس کے سبب شعبہ نعت مثالی انداز میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ نعت خوانی کے چھوٹے بڑے اجتماعات اس کے فروغ میں کلیدی اہمیت کے حامل ہیں۔

بیسویں صدی کے آخری رُبع میں نعت کا فروغ:

بیسویں صدی کے آخری رُبع میں نعت کے فروغ سے پہلے ''رُبع'' کی وضاحت پیش ہے۔ رُبع عربی صفت اور اسم ہے جو مذکر کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ رُبع کا مطلب ہے چوتھا چہارم ۱/۴۔ چہار یک۔ بیسویں صدی کے آخری ربع سے مراد بیسویں صدی کے آخری پچیس (۲۵) سال ہیں۔ ایک صدی میں سو سال ہوتے ہیں۔ اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ہر حصہ کا دورانیہ پچیس (۲۵) سالوں پر محیط ہوگا۔ بیسویں صدی کا چوتھائی حصہ آخری رُبع پر مشتمل ہے۔ ایک صدی کو عموماً دس عشروں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایک صدی کا پہلا عشرہ دس سال پر مشتمل ہوتا ہے۔ بیسویں صدی کے آخری رُبع سے مراد بیسویں صدی کا آٹھواں عشرہ ہے۔ بیسویں صدی کے آخری رُبع کو ہم نے آسان انداز میں ۱۹۷۵ء کے بعد کے زمانے سے تعبیر کیا ہے۔ یہی درست اور حقیقت ہے۔

بیسویں صدی کا آخری رُبع، آٹھواں عشرہ اور ۱۹۷۵ء سے شروع ہونے والا زمانہ نعت کے فروغ کے لیے بہت سودمند ثابت ہوا۔ نعتیہ ادب پر کام تو پہلے سے جاری تھا مگر اس شعبے کو پرِ پرواز اس آخری رُبع میں حاصل ہوئے۔ یہ زمانہ نعتیہ ادب کے لیے سازگار، صدا بہار اور پُر انوار ثابت ہوا۔ جس کے بھرپور اثرات اکیسویں صدی میں ظاہر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اکیسویں صدی کو نعت کی صدی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بیسویں صدی کے آخری رُبع میں نعتیہ ادب پر ہونے والا کام ایک تحریک کی صورت میں شروع ہوا۔ نعتیہ ادب کے تمام شعبہ جات نعت خوانی، میلا د خوانی، نعت گوئی، نعت فہمی سے مالا مال ہوئے۔

نعتیہ ادب میں نعت نمبروں کی روایت: نعتیہ ادب میں ''نعت نمبروں'' کا آغاز بیسویں صدی کے دوسرے رُبع سے شروع ہو کر بیسویں صدی کے آخری رُبع میں شہرت کی بلندیوں سے جا ملا تھا۔ ایسے ایسے قابل قدر اور نایاب نعت نمبر نعتیہ ادب میں جلوہ گر ہوئے کہ جن کی مدد سے آج بھی نعت نمبروں کا شعبہ دوام حاصل کر رہا ہے۔ نعتیہ ادب میں سب سے زیادہ مستحکم روایت

نعت گوشعراء کے نعتیہ مجموعہائے کلام،نعتیہ دواوین اورنعتیہ کلیات کوحاصل ہے۔ یہ وہ متبرک اور لا متناہی سلسلہ ہے جوآج بھی نعتیہ ادب میں شدّومد کے ساتھ جاری ہے۔نعت گوشعرا کے نعتیہ شعری مجموعوں نے ہرصدی اور بالخصوص بیسویں صدی کے فروغ میں دوام حاصل کیا۔نعتیہ ادب میں کسی بھی نعتیہ شعبے کا ذکر ہومگر نعتیہ شعری مجموعوں کی کلیدی اہمیت اپنی جگہ برقرار رہے گی۔اس کے علاوہ نعتیہ ادب کے دیگر شعبہ جات بھی اپنی اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ سارے نعتیہ شعبہ جات ہی نعتیہ ادب کی کہکشاں اور قوسِ قزح ہیں۔

نعتیہ ادب میں شعری مجموعہ ہائے کلام کے بعد نعت نمبروں کی روایت تاریخی اعتبار سے اوّلیت کا درجہ رکھتی ہے۔نعت گوئی کے فروغ میں ہمیشہ سے رسائل و جرائد اوراخبارات کی بیش بہا خدمات رہی ہیں۔ان درخشندہ روایات کوکبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔رسائل و جرائد اوراخبارات نے نعت اور سیرتِ پاک کے باب میں ہمیشہ خوبصورت اور گراں قدر اضافے کیے۔ شمائل رسول،فضائل رسول،مشاغل رسول اور خصائل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف پہلوؤں کوانتہائی شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا۔رسائل و جرائد اوراخبارات نے وقیع انداز میں نعت نمبر،سیرت نمبر،میلادالنبی نمبر اور رسول نمبروں کا کبھی نہ تھمنے والا سلسلہ شروع کیا۔مختلف رسائل و جرائد کے متفرق موضوعات کے حوالے سے طبع شدہ اہم اور قیمتی خصوصی نمبر بھی محورِ نعت صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات قدسی صفات سے منسلک اور مربوط ہیں۔ یہاں موضوع صرف اور صرف ''نعت نمبروں'' کی دیرینہ روایت کوواضح کرنا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی (شہید) نے اپنا ایک سیر حاصل مضمون ''پاکستان میں نعت نمبروں کی روایت'' لکھا، جو مجلّہ اوج ''نعت نمبر'' (لاہور) کے شمارہ جلد دوم میں طبع شدہ ہے۔ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نے سب سے پہلا نعت نمبر ''نور وظہور'' اگست وستمبر 1961ء کوقرار دیا۔(۶۸) (اس کے مدیر محمد علی ظہوری قصوری معروف نعت گو تھے) سال اشاعت کے حوالے سے یہی پاکستان کا پہلا نعت نمبر ہے۔اس مضمون میں ۲۶ نعت نمبروں سے متعلق تعارف اور معلومات شامل ہیں۔ڈاکٹر آفتاب نقوی نے اپنا ایک اور معلوماتی مضمون ''چند مزید نعت نمبر'' لکھا، جو کہ کتابی سلسلہ نعت رنگ میں شائع ہوا۔(۶۹) اس مضمون میں مزید آٹھ نعت نمبروں کا اضافہ شامل ہے۔

پاکستانی نعت نمبر: ڈاکٹر ریاض مجید وہ خوش نصیب پہلے پاکستانی ہیں کہ جنھوں نے اپنے مقالے (1990ء) میں ''نعت نمبروں'' کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ پاکستان سے طبع شدہ نعت نمبروں میں اُنھوں نے شائع ہونے والے نعت نمبر ہفت روزہ ''سیر و سفر'' کا ذکر کیا ہے جو اگست 1963ء میں ملتان سے شائع ہوا۔(۷۰) ان نعت نمبروں میں 19 خاص نمبر اور پانچ عمومی اشاعتیں شامل ہیں۔ڈاکٹر ریاض مجید نے ہفت روزہ ''سیر وسفر'' کواوّلین نعت نمبر قرار دیا ہے۔مندرجہ بالا تحریری شواہد کی روشنی میں یہ پہلا نعت نمبر نہیں ہے۔راجا رشید محمود نے اپنا ایک معلومات افزا مضمون ''پاکستان میں فن نعت،تاریخ وارتقا'' لکھا، جو سہ ماہی فکر ونظر (اسلام آباد) میں شائع ہوا (۷۱) جرائد کے نعت نمبروں کے عنوان سے ۱۶ نعت نمبروں کا ذکر صرف فہرست والے انداز میں کیا ہے۔جب کہ راجا رشید محمود نے ''جرائد کے نعت نمبر'' مطبوعہ پاکستان میں نعت، میں ۲۵ نعت نمبروں کا ذکر کیا ہے۔تحریر مختصر ہوتے

ہوئے بھی معلومات افزا ہے۔(۷۲)

غوث میاں نے اپنی ترتیب کردہ فہرست ''پاکستان میں مطبوعات حمد ونعت'' ۱۹۴۷ء تا ۱۹۹۲ء میں ۱۰ نعت نمبروں کا ذکر فہرست کے انداز میں کیا ہے۔(۷۳) غوث میاں نے نعت نمبروں کی مکمل تعریف پر پورا اُترنے والے نعت نمبر صریر خامہ ۱۹۷۸ء کو اولیت کے تاج پہنایا ہے۔غوث میاں نے مزید اپنی فہرست میں توسیع کرتے ہوئے ''پاکستان میں مطبوعات حمد ونعت'' ۱۹۴۷ء تا ۱۹۹۴ء میں مزید ۲۲ نعت نمبروں کا اضافہ بھی کیا ہے۔(۷۴) اس میں بھی اوّلیت کے حوالے سے صریر خامہ کے نعت نمبر کو جگہ دی گئی ہے۔

مندرجہ بالا تحریروں میں اپنے اپنے انداز سے مقالہ نگاروں نے نعت نمبر کی اوّلیت کے حوالے سے گفتگو کی ہے۔تمام مقالہ نگاروں کی آراء اپنی جگہ لائق احترام ہیں۔یہ نعت نمبروں کی کہکشاں ان ہی حضرات کی توجہ اور آراء سے سجی ہے۔

غیر ملکی نعت نمبر: نعتیہ ادب کے چند نعت نمبر ایسے ہیں جو دیگر ممالک سے شائع ہوئے ہیں۔ان غیر ملکی نعت نمبروں کے ذکر کے بغیر پاکستان میں نعت نمبر اور نعتیہ ادب میں نعت نمبروں کی روایت نامکمل ہی رہے گی۔

غیر مسلموں کی نعتیہ اور حمدیہ شاعری کے حوالے سے نور احمد میرٹھی (مرحوم) کی تحقیق کو سند کا درجہ حاصل ہے۔غیر مسلموں کی نعتیہ وحمدیہ شاعری کی تحقیق نور احمد میرٹھی کے نام اور کام سے مشروط ہو چکی ہے۔موصوف نے ''غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری تاریخ وتجزیہ'' بہرزماں بہرزباں (ﷺ) کے مقدمہ میں ایک نعتیہ نمبر کا ذکر کیا ہے۔(۷۵) ماہنامہ ''کیلاش'' ہوشیار پور نے اگست ۱۹۴۰ء میں ایک نعت نمبر شائع کیا تھا۔اس کے مدیر ایم پی چورسیا تھے۔یہ نعت نمبر ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔یہ کسی غیر مسلم ماہنامہ کا اور نعتیہ ادب کا پہلا نعت نمبر ہے۔اس نعت نمبر کے حوالے سے نور احمد میرٹھی نے ایک معلوماتی مضمون لکھا جو نعتیہ ادب کے کتابی سلسلے ''نعت رنگ'' کراچی میں شائع ہوا۔(۷۶) نعت نمبروں کی اولیت کے حوالے سے یہ مضمون بہت کارآمد ہے۔پروفیسر محمد اقبال جاوید نے ''بیسویں صدی کے رسول نمبر'' کا تحقیقی وتعارفی جائزہ قلم بند کیا تھا۔پروفیسر صاحب نے اپنی مرتب کردہ کتاب ''بیسویں صدی کے رسول نمبر'' میں نعت نمبروں کا ذکر بھی اہتمام سے کیا ہے۔(۷۷) جس میں انھوں نے اپنے تئیں اولین نعت نمبر ماہنامہ ''پیشوا'' حصہ دوم (دہلی) اپریل ۱۹۴۱ء کو قرار دیا ہے۔اس کے مدیر عزیز احسن بقائی تھے۔غالباً نور احمد میرٹھی کی تحریر پروفیسر صاحب کی نظر سے نہیں گزرسکی، وگرنہ وہ ماہنامہ پیشوا (دہلی) کے نعت نمبر کو اولین نعت نمبر قرار نہیں دیتے۔

اوّلین نعت نمبر کے حوالے سے تحقیقی وضاحت کے بعد اب دیگر ممالک کے نعت نمبروں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

''گونج'' نظام آباد (بھارت) ماہنامہ (۷۸)	نعت نمبر ۱۹۹۸ء (۷۹)	ایڈیٹر جمیل نظام آبادی
''گلبن'' احمد آباد (بھارت) دوماہی (۸۰)	نعت نمبر ۱۹۹۹ء	ایڈیٹر ثریا ہاشمی
''ندائے شاہی'' مراد آباد (بھارت) ماہنامہ (۸۱)	نعت نمبر ۲۰۰۵ء	مرتب محمد سلمان منصور پوری
''اُردو کلچرل سوسائٹی'' شکاگو (امریکہ) (۸۲)	نعت نمبر ۲۰۰۷ء	مدیر، ندارد

یہ تمام غیر ملکی نعت نمبرز ہیں۔یقیناً یہ تحقیق حرفِ آخر نہیں، اس میں مزید بھی نعت نمبر شامل ہو سکتے ہیں۔نعت نمبروں کی

تفصیلی روایات اور معلومات جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ڈاکٹر ریاض مجید، راجا رشید محمود اور ڈاکٹر شہزاد احمد کی تحریروں کا مطالعہ کیا جائے۔ نعت نمبروں کی ملکی اور غیر ملکی روایت کے حوالے سے گراں قدر معلومات ''اُردو نعت پاکستان میں'' کے تحقیقی مقالے میں موجود ہیں۔ جس میں نعت نمبروں کی فہرست کو جدید انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ (۸۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ ۶۳ سال پر محیط ہے۔ اسی مناسبت سے اس فہرست میں ۶۳ نعت نمبروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نعتیہ ادب میں ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کے مرتب کردہ دونوں نعت نمبر مجلّہ اوج لاہور مثالی، گراں قدر اور نعت نمبروں کی روایت میں جاندار اور انتہائی شان دار اضافہ ہیں۔ (۸۴)

چند اہم نعتیہ نثری کتب: بیسویں صدی کے آخری رُبع کے اعزاز میں ایک بات یہ بھی شامل ہے کہ اس صدی کے آخری رُبع میں چند ایسی اہم نعتیہ نثری کتب منظر عام پر آئیں کہ جن کی مدد سے نعتیہ ادب کی نثری رفتار میں بیش بہا اضافہ ہوا۔ اس ضمن میں صرف چند اہم کتب کی نشان دہی مقصود ہے تا کہ ان اہم نعتیہ نثری کتب کے مرتبین و مؤلفین کو خراجِ تحسین پیش کیا جا سکے۔ یہ تمام نعتیہ نثری کتب بلاشبہ تحقیقی مقالات یعنی پی ایچ۔ڈی کے مقالہ نگاران سے استفادہ کرتی نظر آتی ہیں۔ یعنی یہ وہ اہم نعتیہ نثری کتب ہیں کہ جن کے ذریعے شعبہ نعت میں پی ایچ۔ڈی کی سند حاصل کرنے والے اپنے اپنے مقالہ جات کو دوام بخشتے ہیں۔ بیسویں صدی کے تیسرے رُبع کے اختتام سے ایک سال پہلے پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی سب سے پہلی کتاب ''اُردو کی نعتیہ شاعری'' ۱۹۷۴ء میں لاہور سے طبع ہوئی۔ (۸۵) نعت کے موضوع پر بہت اہمیت رکھنے والی اس کتاب کو اوّلیت کا درجہ حاصل ہے۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ جنوری ۱۹۷۴ء میں ہی پروفیسر ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کی کتاب ''اُردو کی نعتیہ شاعری'' بھی پٹنہ بھارت سے شائع ہوئی۔ (۸۶) دونوں کتب کے ناموں میں مماثلت ہے۔ یہ دونوں وہ اہم کتب ہیں کہ جنھیں اوّلیت کا اعزاز وافتخار حاصل ہے۔ واضح رہے کہ یہاں جن کتب کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ ''ڈاکٹریٹ'' کے تحقیقی مقالات نہیں۔ علامہ شمس بریلوی نے ''کلامِ رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ'' ۱۹۷۶ء میں لکھا۔ (۸۷) علامہ اختر الحامدی ضیائی نے ''امام نعت گویاں'' کے حوالے سے کتاب لکھی۔ (۸۸) دونوں کتب میں یہ قدر مشترک پائی جاتی ہے کہ موضوع بلاشبہ مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری ہے مگر ہر دو فاضل ادباء نے نعت گوئی کے فروغ کا بھی بالا التزام جائزہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ ''آنحضرت کے دور کی نعتیہ شاعری'' از بخت آور (۸۹) تذکرہ نعت گویانِ اُردو (اول و دوم) از پروفیسر سید یونس شاہ گیلانی (۹۰) ''عصر حاضر کے نعت گو'' از گوہر ملسیانی (۹۱)، ''نبی کریم کا ذکر بلوچستان میں'' از ڈاکٹر انعام الحق کوثر (۹۲) ''تذکرہ نعت گو شاعرات'' از ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری (۹۳)، ''شاعری اور حسّان بن ثابت'' از پروفیسر اشفاق احمد (۹۴)، ''مدارج النعت'' از ادیب رائے پوری (۹۵)، ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' از ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری (۹۶)، ''نعت کے چند شعرائے متقدمین'' از ڈاکٹر سیّد شمیم احمد گوہر (۹۷)، ''اُردو نعت تاریخ وارتقاء'' از افضال حسین نقوی فضل فتح پوری (۹۸)، کاروانِ نعت کے حدی خواں'' از پروفیسر محمد اکرم رضا (۹۹) 'اُردو کے صاحب کتاب نعت گو' (چار حصّے) از راجا رشید محمود (۱۰۰)، ''اسلامی نعتیہ شاعری اور شاہ ولی اللہ'' از پروفیسر محمد شعیب (۱۰۱)، ''مشکٰوۃ النعت'' از ادیب رائے پوری (۱۰۲)، ''پاکستان میں نعت'' از راجا رشید محمود (۱۰۳)، ''بہر زماں

بہر زباں'' از نور احمد میرٹھی (۱۰۴)، ''عقیدت کا سفر'' از حمایت علی شاعر (۱۰۵)، ''اُردو کا نعتیہ ادب'' از ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر (۱۰۶) وغیرہ۔ یہ صرف وہ چند نام ہیں جو نعتیہ ادب میں حوالے کا درجہ رکھتے ہیں۔ متذکرہ تمام کتب مختلف موضوعات کے دوران اکثر زیر بحث رہتی ہیں۔ ان تمام نعتیہ نثری کتب کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ امر بھی خوش آئند ہے کہ اس شعبے میں بھی برق رفتاری سے کتب کا اضافہ ہو رہا ہے۔

نعتیہ مقالات برائے پی ایچ-ڈی: بیسویں صدی کے آخری رُبع کے دیگر اعزازات میں سے ایک یہ بھی نمایاں اعزاز ہے کہ نعتیہ مقالات برائے پی ایچ-ڈی کا متبرک سلسلہ ہے جو پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کے اوّلین تحقیقی و علمی مقالے سے شروع ہوا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک اس شعبے میں پی ایچ ڈی کے تحقیقی و علمی مقالے یکے بعد دیگرے شائع ہو رہے ہیں۔ بیسویں صدی کا آخری رُبع ''ڈاکٹریٹ'' کے مقالات سے ایسا شروع ہوا کہ جس کے اثرات اکیسویں صدی میں بھی نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ اکیسویں صدی کا اوّلین رُبع بھی نعتیہ پی ایچ ڈی کے نور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ جدید علوم کی روشنی میں علم و ادب کے حوالے سے مقالات برائے پی ایچ ڈی نعتیہ ادب میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں۔ نعت رسول کی برکت سے نعتیہ ادب کا وقار ان باوقار مقالات سے روز افزوں بلندیوں کی طرف محوِ پرواز ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نعتیہ ادب کی وہ خوش نصیب شخصیت ہیں جنھوں نے ''اُردو میں نعتیہ شاعری'' کے موضوع پر سب سے پہلا پی ایچ ڈی کیا ہے۔ اس بے مثال اور اوّلین تحقیق پر فاضل مقالہ نگار کو ۱۹۵۵ء میں ناگ پور یونیورسٹی (بھارت) سے ''ڈاکٹریٹ'' کی سند تفویض ہوئی۔ یہ تحقیقی مقالہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مرحوم (۱۹۱۲ء-۲۰۰۵ء) حیدر آباد (سندھ) کی نگرانی میں مکمل ہوا۔ یہ مقالہ ۱۹۷۶ء میں اُردو اکیڈمی کراچی سے شائع ہوا (۱۰۷) ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کے اس مقالے نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند کی نعتیہ شاعری پر بلکہ نعتیہ ادب پر بھی بہت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ یہ مقالہ نعتیہ محققین کی تحقیق میں ہمیشہ جلوہ گر رہتا ہے۔ اس مقالے نے بہت سے محققین نعت کو مہمیز بھی فراہم کی ہے۔ عربی میں نعتیہ ادب کے حوالے سے ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کے مقالے ''عربی میں نعتیہ کلام'' کو بھی حد درجہ اہمیت حاصل ہے۔ اسے ۱۹۷۸ء میں میزان ادب کراچی نے شائع کیا تھا۔ (۱۰۸) اب ہم اس پہلے پاکستانی خوش نصیب ڈاکٹر ریاض مجید کا ذکر کریں گے کہ جنھوں نے ''اُردو میں نعت گوئی'' کے موضوع پر انتہائی اہم اور قابل توجہ تحقیقی و علمی مقالہ لکھا۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور نے اس ڈاکٹریٹ کو مقالے کو ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ (۱۰۹) ڈاکٹر ریاض مجید کا یہ مقالہ نعتیہ ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے مقالے کی برکات و ثمرات کے اثرات پورے نعتیہ ادب پر ظاہر ہونے لگے۔ اس مقالے نے نعتیہ ادب کی روایت تازہ کو انتہائی پُر جوش انداز میں پروان چڑھایا۔ اب دیگر پی ایچ ڈی کے مقالات کا ذکر عنوان اور مقالہ نگار کے نام سے کیا جا رہا ہے۔ ہر مقالہ اپنے عہد میں کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ نعتیہ ادب کے اس گلدستے میں ہر رنگ اور مختلف خوشبو رکھنے والے پھول موجود ہیں۔ ان حسین پھولوں کی دل رُبا مہک سے ہی نعتیہ ادب تر و تازگی کے ساتھ مہک رہا ہے۔

''اُردو شاعری میں نعت گوئی'' از ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی (۱۱۰)، ''اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر'' از ڈاکٹر

عاصی کرنالی (۱۱۱)، ''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری'' از ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی'' (۱۱۲)، ''اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی'' از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (۱۱۳)، ''اُردو نعت کے جدید رجحانات'' از ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی (۱۱۴)، ''پنجابی نعت'' از ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی (۱۱۵)، ''اُردو ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ'' از ڈاکٹر عزیز احسن (۱۱۶)، ''اُردو نعت پاکستان میں'' از ڈاکٹر شہزاد احمد (۱۱۷)، ''اُردو نعت کا ہیئتی مطالعہ'' از ڈاکٹر افضال احمد انور (۱۱۸)، ''عہد نبوی کی نعتیہ شاعری'' از ڈاکٹر شاہ محمد تبریزی (۱۱۹)، ''نعتیہ شاعری میں ملّی عناصر'' از ڈاکٹر محمد طاہر قریشی (۱۲۰)۔

یہ صرف وہ چند مقالات برائے پی ایچ ڈی ہیں جو قارئین کے علم میں ہیں اور بوقت ضرورت دستیاب بھی ہیں۔اس کے علاوہ بھی دیگر مقالات بعید از قیاس نہیں۔اس بات سے قطع نظر بہت سے مقالہ نگار نعتیہ ادب کے مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالات لکھ رہے ہیں۔نعتیہ ادب کے فروغ میں بیسویں صدی کے آخری رُبع میں شروع ہونے والے کاموں کا تسلسل جاری ہے۔

نعتیہ تذکرہ نگاری کی روایت: نعتیہ ادب میں نعتیہ تذکرہ نگاری کی روایت بھی بڑے مستحکم اور تعمیری انداز میں رواں دواں ہے۔نعتیہ تذکرہ نگاری کا شعبہ بھی از اوّل تا لمحہ موجود اپنی مثالی ذمہ داریوں سے عہدہ براء ہو رہا ہے۔''چند اہم نعتیہ شعری کتب'' اور نعتیہ مقالات برائے پی ایچ ڈی بھی نعتیہ تذکرہ نگاری کے ضمن میں کلیتاً شامل ہیں کیونکہ متذکرہ تمام کتب اور نعتیہ مقالات کو شعرائے کرام کے تذکروں اور خدمات سے تقویت دی جاتی ہے۔تاہم تذکرہ نگاری کا شعبہ اپنا علٰیحدہ بھی ایک تشخص رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شعبے میں معلومات افزا کتب بھی بہت زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔انفرادی نعت گو شاعر کے بارے میں تذکرہ نگاری کی روایت تو بہت پُرانی ہے مگر تذکرہ نگاری کا شعبہ بھی بیسویں صدی کے آخری رُبع میں ہی فعال ہوا۔رسائل و جرائد اور نعت نمبروں میں نعتیہ تذکرہ نگاری کی روایت زوروں پر رہی۔یہی وجہ ہے کہ اب نعتیہ تذکرہ نگاری کے موضوعات پر کتب کا ایک سیل رواں جاری ہے۔

نعتیہ تذکرہ نگاری کی روایت کو دوام بخشنے میں صریر خامہ ۱۹۷۸ء کے نعت نمبر کو فوقیت حاصل ہے۔حمایت علی شاعر کی ادارت میں صریر خامہ کا یہ نعت نمبر ۱۹۷۸ء میں شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی جامشورو سے شائع ہوا۔(۱۲۱) اس میں نعت گوئی کے حوالے سے متعدد نعت گو شعراء کے تذکار و احوال کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔مگر نعتیہ تذکرہ نگاری کے حوالے سے صریر خامہ کا سب سے زیادہ اہم مقالہ ''اُردو میں نعتیہ شاعری کے سات سو سال'' ہے۔واضح رہے کہ یہ اہم مقالہ اور انتخاب علٰیحدہ سے بھی کتابی شکل میں ''عقیدت کا سفر'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔(۱۲۲) مجلّہ مہک گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔اس میں ناسخ سیفی اور راجا رشید محمود کے مضامین نعتیہ تذکرہ نگاری کے حوالے سے موجود ہیں۔(۱۲۳) نعتیہ ادب میں گراں قدر خدمات انجام دینے والے ماہنامہ شام وسحر کی اہم خدمات کو بھی ہمیشہ سراہا جائے گا۔ماہنامہ شام وسحر نے نعت کے موضوع پر چھ اہم قیمتی اور وقیع نعت نمبر شائع کیے۔یہ تمام نعت نمبر و دیگر موضوعات کے علاوہ نعتیہ تذکرہ نگاری کے ذیل میں لائق تحسین ہیں۔شام وسحر کا اوّلین نعت نمبر ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔(۱۲۴) جب کہ اس کا چھٹا نعت نمبر ۱۹۸۷ء کا طبع شدہ ہے (۱۲۵) شام وسحر کے ان نعت نمبروں

میں ''تذکرہ عندلیبانِ ریاض رسول'' کے عنوان سے قابل ذکر تذکرہ نگار نظیر لدھیانوی مرحوم کے نعتیہ تذکروں کو حد درجہ پزیرائی حاصل ہوئی۔نعتیہ تذکرہ نگاری کے ضمن میں نظیر لدھیانوی کی خدمات بھی سرفہرست رہیں گی۔اس کے علاوہ نقوش رسول نمبر، لاہور، جلد دہم (۱۲۶)، ماہنامہ نعت لاہور، (۱۲۷)، مجلّہ اوج لاہو (۱۲۸)، اور نعت رنگ کراچی (۱۲۹) کی نعتیہ تذکرہ نگاری کو بھی ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔رسائل و جرائد اور نعت نمبروں کی تذکرہ نگاری کے بعد اب اُن نعتیہ کتب کو پیش کیا جارہا ہے جو صرف نعتیہ تذکرہ نگاری سے ماخوذ ہیں۔

پروفیسر سید محمد یونس شاہ گیلانی وہ سعید بخت پاکستانی ہیں کہ جنھوں نے ''تذکرہ نعت گویانِ اُردو'' حصہ اوّل ۱۹۸۲ء (۱۳۰) و حصہ دوم ۱۹۸۴ء میں لکھی۔(۱۳۱) تذکرہ نعت گویانِ اُردو کے فاضل مصنف نے دونوں کتب میں نعتیہ تذکرہ نگاری کی ابتدائی روایت کے علاوہ عصر حاضر کی روایت تازہ کو قلم بند کیا ہے۔نعت گو شعرا کا یہ اولین تذکرہ نعتیہ ادب میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔نعتیہ تذکرہ نگاری کے حوالے سے دوسرے خوش نصیب اور سعید بخت قلم کار گوہر ملسیانی ہیں۔گوہر ملسیانی نے ۱۹۸۳ء میں ''عصر حاضر کے نعت گو'' لکھی (۱۳۲)، جسے گوہر ادب پبلی کیشنز صادق آباد نے شائع کیا۔گوہر ملسیانی کی اس کتاب نے نعتیہ ادب کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔واضح رہے کہ اس کتاب کا جدید ایڈیشن دوگنی ضحامت لیے مزید اضافوں کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔نظیر لدھیانوی مرحوم، پروفیسر یونس شاہ گیلانی اور گوہر ملسیانی کے تذکرے کے بغیر نعتیہ تذکرہ نگاری کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ تینوں تذکرہ نگار نعتیہ تذکرہ نگاری کا لازمی ستون ہیں۔

اب دیگر تذکرہ نگاران نعت کا ذکر کام اور نام کے حوالے سے پیش خدمت ہے۔''اقبال و احمد رضا مدحت گران پیغمبر'' از راجا رشید محمود (۱۳۳)، ''گل چیدہ نمبرا'' از حفیظ تائب (۱۳۴)، ''تذکرہ نعت گویان بریلی'' از ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب (۱۳۵)، ''تذکرہ نعت گو شاعرات'' از ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری (۱۳۶)، ''لاکھوں سلام تذکرہ و تضمین نگار شعرا'' از شہزاد احمد (۱۳۷)، ''تذکرہ شعرائے بدایوں دربارِ رسول میں'' از ڈاکٹر شمس بدایونی (۱۳۸)، ''پاکستان کے نعت گو شعرا'' از غوث میاں (۱۳۹)، ''کراچی کے نعت گو شعراء تذکرہ'' از شہزاد احمد (۱۴۰)، ''حیدرآباد سندھ کے نعت گو تذکرہ'' از شہزاد احمد (۱۴۱)، ''پاکستان کے نعت گو شعرا (تین حصے)'' از سید محمد قاسم (۱۴۲)، ''غیر مسلموں کی نعت گوئی'' از راجا رشید محمود (۱۴۳)، ''حریم نعت'' از رئیس احمد (۱۴۴)، ''خواتین کی نعت گوئی'' از راجا رشید محمود (۱۴۵)، ''خوشبو سے آسماں تک'' از قمر وارثی، اختر لکھنوی (۱۴۶)، ''بارگاہِ رسالت کے نعت گو'' از شہزاد احمد (۱۴۷)، ''شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری'' از چودھری محمد سلیم (۱۴۸)، ''اُردو نعت اور عساکر پاکستان'' از شاکر کنڈان (۱۴۹)، ''تذکرہ نعت گویانِ راولپنڈی، اسلام آباد'' از قمر رعینی (۱۵۰)، ''حمد و نعت کی بہاریں'' از حفیظ تائب (۱۵۱)، اور ''چکوال میں نعت گوئی'' از عابد منہاس (۱۵۲) وغیر۔نعتیہ ادب میں نعتیہ تذکرہ نگاری کی روایت کا تسلسل جاری ہے۔شعبۂ تذکرہ نگاری میں نئے آنے والے تذکرہ نگار اپنے وقیع اور مثالی تذکروں کے تواتر سے اس شعبے کو دوام بخش رہے ہیں۔

نعتیہ صحافت رسائل و جرائد کی روشنی میں: نعتیہ صحافت کا دورانیہ بھی بیسویں صدی کے آخری رُبع سے مشروط ہے۔نعتیہ ماہناموں کے شعبے میں کن شخصیات نے ہراول دستے کے طور پر کام کیا، نعتیہ ادب کا سب سے پہلا ماہنامہ کون سا ہے، یہ تمام

نعتیہ ماہنامے اُردو نعتیہ ادب کے لیے کتنے بہتر ثابت ہوئے۔ کتنے ماہنامے اُفق نعت پر چمکے اور گہنا گئے۔ کس کس شہر کو نعت کے فیضان نے اپنے حصار میں لیا۔ نعتیہ صحافت، ادب کے لیے رحمت بن کر آئی اور ادب پر چھا گئی۔ سب سے پہلا نعتیہ ماہنامہ ''نوائے نعت'' جنوری ۱۹۸۴ء میں ادیب رائے پوری مرحوم کی ادارت میں کراچی سے شائع ہوا۔ (۱۵۳) ڈاکٹر شہزاد احمد اپنے مقالے میں رقم طراز ہیں کہ ''ماہنامہ نوائے نعت کراچی نے پورے ملک میں نعتیہ ادب کی فضا کو پروان چڑھایا اور نعتیہ شعور کی بیداری میں مثالی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ بعد میں نعتیہ شعور کی بیداری کی صورت میں اس تحریک کے نتیجے میں چراغ سے چراغ جلنا شروع ہو گئے۔ ماہنامہ نعت لاہور اور ماہنامہ حمد و نعت کراچی اور دیگر نعتیہ کتابی سلسلے ایوانِ نعت اور نعت رنگ کراچی اسی متبرک تحریک کی کڑیاں ہیں۔ (۱۵۴) اس اقتباس کے بعد نعتیہ ماہناموں کا تعارف ملاحظہ کیجیے۔ ماہنامہ نوائے نعت کراچی اس کے مدیرِ اعلیٰ ادیب رائے پوری کی تنہا کاوشوں کا مظہر تھا۔ یہ ماہنامہ کامیابی سے نعت کا سفر طے کرتا رہا۔ شعبہ نعت کے افراد کی بے اعتنائی کے باوجود یہ اپنے طور پر نعت کے فروغ میں مصروف رہا۔ مشاورت اور اجتماعیت کے ناموں کی ایک طویل فہرست کے بعد بھی اس میں کسی کی عملی شرکت نہیں تھی، مگر ان تمام باتوں کے بعد بھی اس اوّلین نعتیہ ماہنامے نے شعبہ نعت کو قرار واقعی بخشا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس ماہنامے کی ابتدائی اور بنیادی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

ماہنامہ نعت لاہور جنوری ۱۹۸۸ء میں راجا رشید محمود کی ادارت میں لاہور سے جاری ہوا۔ (۱۵۵) یہ نعتیہ ادب کا دوسرا ماہنامہ ہے جس کا دورانیہ تمام ماہناموں سے طویل ثابت ہوا۔ اس ماہنامے کا ہر شمارہ خاص شمارہ ہوتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ماہنامہ نعت نے مستقل بنیادوں پر شعبہ نعت کے لیے مثالی کارہائے نمایاں انجام دیے۔ نعتیہ ادب ہمیشہ اس خانوادۂ نعت یعنی راجا رشید محمود اور ان کے گھرانے کو خراجِ تحسین پیش کرے گا۔ ماہنامہ حمد و نعت کراچی شہزاد احمد کی ادارت میں جولائی ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا (۱۵۶) ماہنامہ حمد و نعت کراچی دنیائے نعت کا تیسرا ماہنامہ ہے۔ اس ماہنامے کا دورانیہ دیگر ماہناموں میں سب سے کم ہے۔ قلیل تعداد میں اس کے شمارے شائع ہوئے۔ اس ماہنامے نے تحریکی انداز میں نعتیہ خدمات کو فروغ دیا۔ ادیب رائے پوری کی طرح اس کے مدیرِ اعلیٰ شہزاد احمد کو بھی تن تنہا چومکھی لڑائی لڑنا ہوتی تھی۔ تعریفی خطوط سے بورے بھر چکے تھے، مگر کوئی عملی تعاون کے لیے تیار نہ تھا۔ مختلف اوقات میں تین بار اس کی اشاعت کا بیڑا اُٹھایا جاتا رہا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، ان تینوں نعتیہ ماہناموں کی اوّلین خدمات کو ہمیشہ سنہری حرفوں میں لکھا جائے گا۔ ماہنامہ ارمغانِ حمد کراچی از طاہر سلطانی (۱۵۷) اور ماہنامہ کاروانِ نعت لاہور از محمد ابرار حنیف مغل (۱۵۸) کی ادارت میں جاری و ساری ہیں۔ ہر دو ماہناموں سے بھی حمدیہ ادب اور نعتیہ ادب میں گراں قدر اور نایاب اضافے کی توقع ہے۔ ماہناموں کے بعد اب نعتیہ ادب کے کتابی سلسلوں کی خدمات کو بیان کیا جائے گا۔ نعتیہ کتابی سلسلوں کی روایت زوروں پر ہے۔ کئی اور کتابی سلسلے اُفق نعت پر جلوہ گر ہوا چاہتے ہیں۔

نعتیہ ادب کے کتابی سلسلے : نعتیہ ادب کے کتابی سلسلوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ یہ کتابی سلسلے بھی بیسویں صدی کے آخری رُبع میں ہی تسلسل و اہتمام کے ساتھ جاری ہونے لگے۔ یہ تمام نعتیہ ادب کے کتابی سلسلے فروغ نعت کے لیے مؤثر ثابت ہوئے۔ اب زیادہ تر نعتیہ کتابی سلسلوں کا رواج زور پکڑ رہا ہے۔ نعتیہ ادب کا سب سے پہلا کتابی سلسلہ گل چیدہ کے نام سے حفیظ

تائب کی ادارت میں اپریل ۱۹۸۳ء میں لاہور سے شائع ہوا۔(۱۵۹) گل چیدہ نمبرا سلسلہ انتخاب حمد ونعت پہلا اور آخری شمارہ ہی ثابت ہوا۔ حفیظ تائب کی ادارت میں شائع ہونے والا گل چیدہ اپنی مثال آپ ہے۔گل چیدہ کے پہلے شمارے میں دس شعرا کی پانچ پانچ نعتیں اور ان کے کوائف وتاثرات پیش کیے گئے۔فکر حفیظ تائب نے گل چیدہ کے انتخاب حمد ونعت میں بھی اپنی انفرادیت اور نفاست کو اجاگر کیا۔سب سے پہلا باضابطہ کتابی سلسلہ ایوان نعت لاہور نومبر ۱۹۸۷ء میں پروفیسر منیر قصوری کی ادارت میں شائع ہوا۔(۱۶۰) اس سے پہلے کوئی کتابی سلسلہ ایسا نظر نہیں آتا جس نے مکمل طور پر اپنی مسلسل اشاعتوں میں فروغ نعت کے لیے مثالی کام کیے ہوں۔ایون نعت لاہور ایک اہم اور متحرک کتابی سلسلہ تھا جس کے کل چھ شمارے ہی شائع ہو سکے۔نومبر ۱۹۸۷ء میں اس کا پہلا شمارہ شائع ہوا جبکہ مئی، جون ۱۹۸۸ء میں اس کا چھٹا اور آخری شمارہ شائع ہوا۔ایوان نعت لاہور کی اُٹھان ایسی تھی کہ اگر یہ برقرار رہتا تو شاید نعتیہ ادب کے منتشر خزانے کو یک جائی نصیب ہوتی۔نعتیہ ادب میں سب سے زیادہ پزیرائی اور شہرت حاصل کرنے والے کتابی سلسلے نعت رنگ کراچی کی پہلی اشاعت اپریل ۱۹۹۵ء میں ہوئی (۱۶۱) اس کے مدیر سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی ہیں۔نعت رنگ کے فروغ وارتقاء میں صبیح رحمانی کی نعت خوانی اور نعت گوئی بہت مؤثر ثابت ہوئی۔صبیح رحمانی اور نعت رنگ اب ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔نعت رنگ صبیح رحمانی کی فکر ونظر کا مستند حوالہ ہے۔نعت رنگ کا سب سے پہلا شمارہ ''تنقید نمبر'' کے عنوان سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔فروغ نعت اور تفہیم نعت میں نعت رنگ کراچی نے مرکزی کردار ادا کیا۔نعت رنگ نے نعتیہ ادب کے فروغ اور تنقیدی شعور پیدا کرنے میں مثالی خدمات انجام دی ہیں۔دن بہ دن اس کی مانگ اور اس کی اہمیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔نعت رنگ کے لکھنے والوں میں بہت زیادہ معروف ومعتبر قلم کار شامل ہیں۔نعت رنگ کے تادم تحریر ۲۴ شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ جب کہ اس کا ۲۵ واں شمارہ سلور جوبلی نمبر کے حوالے سے تکمیلی مراحل سے دوچار ہے۔ یہ پچیسواں شمارہ انفرادیت کے ساتھ ساتھ ضخامت بھی لیے ہوئے ہے۔مشہور ومستند اور ثقہ قلم کاروں کی کہکشاں اس کی آب وتاب میں اضافے کا باعث ہے۔نعت رنگ کے اس شمارے کو تحقیق وتنقید کے حوالے سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ بلاشبہ یہ تکمیلی شمارہ نعتیہ ادب میں ایک عظیم تحفہ ثابت ہوگا۔گل چیدہ لاہور، ایوانِ نعت لاہور اور نعت رنگ کراچی کے بعد اب دیگر نعت کے کتابی سلسلوں کو فہرست کے انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔

جہانِ حمد، کراچی، از مرتب طاہر سلطانی (۱۶۲)، سفیر نعت، کراچی از مرتب آفتاب کریمی (۱۶۳)، دنیائے نعت کراچی از مرتب عزیز الدین خاکی (۱۶۴)، راہِ نجات کراچی، از مرتب غلام مجتبیٰ احدی (۱۶۵)، سہ ماہی عقیدت سرگودھا از مرتب شاکر کنڈان (۱۶۶)، نعت نیوز کراچی از مرتب زکریا شیخ (۱۶۷)، معین ادب بعد ازاں شہر نعت فیصل آباد از شبیر احمد قادری (۱۶۸)، خوشبوئے نعت سرگودھا از مرتب ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم (۱۶۹)، مدحت لاہور از مرتب سرور حسین نقشبندی (۱۷۰)، سہ ماہی فروغ نعت اٹک، از مرتب سید شاکر القادری (۱۷۱)، سہ ماہی نعتیہ ادب اٹک از مرتب واحد رضوی (۱۷۲)، جہانِ نعت کراچی از مرتب محمد رمضان میمن (۱۷۳)، اور جہان نعت انڈیا از مرتب غلام ربانی فدا (۱۷۴) وغیرہ۔مندرجہ بالا کتابی سلسلے، سہ ماہی اور شش ماہی سلسلے نعتیہ ادب میں تقویت کا باعث ہیں۔نعتیہ اخباری روزنامے بھی پاکستانی صحافت اور بالخصوص نعتیہ صحافت کے

فروغ میں پیش پیش ہیں۔ پاکستان میں نعتیہ شاعری کے فروغ میں روزناموں کا اہم کردار ہے۔اس میں شائع ہونے والے نعتیہ مضامین اور نعتیں فروغِ نعت گوئی کا مؤثر سبب ہیں۔نعت گو شعرا کی حیات وخدمات کے حوالے سے طبع شدہ مضامین میں نعتیہ کتب کی خبریں اور تبصرے بھی فروغ نعت اور تشہیر نعت کا مثالی ذریعہ ہیں۔روزنامہ پبلک کراچی (۱۷۵)اورروزنامہ ڈیلی یارن فیصل آباد کی نعتیہ اشاعتیں اس ضمن (۱۷۶) سرفہرست ہیں۔

غیر مسلموں کی نعت گوئی: غیر مسلموں کے ضمن میں پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی کام ہوا ہے۔سرزمین پاکستان کو یہ اعزاز وافتخار حاصل ہے کہ غیر مسلموں کی نعت گوئی کے حوالے سے یہاں مثالی کام انجام دیا گیا ہے۔راجارشید محمود نے دیگر نعتیہ موضوعات کے علاوہ غیر مسلموں کی نعت گوئی کے موضوع پر سیر حاصل تذکرہ وانتخاب غیر مسلموں کی نعت گوئی ۱۹۹۴ء میں شائع کیا ہے۔(۱۷۷) نوراحمد میرٹھی مرحوم غیر مسلم شعراء کے حوالے سے نہ صرف سند کا درجہ رکھتے تھے بلکہ اس موضوع پر غیر مسلموں کا انسائیکلو پیڈیا تصور کیے جاتے تھے۔آپ کا ہر کام مثالی،حسن ترتیب کا اعلیٰ شاہکار اور تحقیقی زاویوں کے گرد گھومتا تھا۔نوراحمد میرٹھی کے مختصر مگر جامع جملے تحریر کی چاشنی میں مزید رنگ بھر دیتے تھے۔''نورِسخن'' غیر مسلم شعرا کا انتخاب نعت ہے جسے آپ نے ۱۹۸۸ء میں کراچی سے شائع کیا تھا۔ بہرزماں بہرزباں، غیر مسلم شعرا کا عالمی نعتیہ تذکرہ ۱۹۹۶ء میں شائع کیا۔ ۲۰۰۶ء میں اس کا اضافہ شدہ ایڈیشن (صفحات ۱۰۰۸) بھی شائع کیا۔ یہ کام بہت مثالی اور کارآمد ہے۔نوراحمد میرٹھی شعبہ نعت میں جم کے کام کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔آپ کا ہر کام صوری ومعنوی ہر دو حوالے سے ضرب المثل اور لائق تقلید ہوتا ہے۔تحقیق وترتیب کے حوالے سے نوراحمد میرٹھی نے''بوستانِ عقیدت'' ۲۰۰۷ء میں مرتب کیا۔ یہ کام بھی غیر مسلم شعرا کے تذکرے ورثائی انتخاب پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ''گل بانگ وحدت'' کے عنوان سے غیر مسلم شعراء کا تذکرہ حمدیہ انتخاب بھی شائع کیا تھا۔نوراحمد میرٹھی نے غیر مسلموں کی حمدیہ،نعتیہ ورثائیہ شاعری کے حوالے سے مثالی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں(۱۷۸)۔طاہر سلطانی نے''اذنِ دیر'' کے نام سے غیر مسلم شعراء کا حمدیہ کلام ۱۹۹۷ء میں کراچی سے شائع کیا تھا۔اس کے علاوہ موصوف نے ۲۰۰۵ء میں''گلشن حمد'' کے عنوان سے غیر مسلم شعرا کی حمدوں کا تذکرہ بھی شائع کیا تھا(۱۷۹)۔غیر مسلموں کی حمدیہ ونعتیہ شاعری پر ہونے والے کاموں کی یک جائی بہت ضروری ہے۔اس موضوع پر جو بھی محقق آنے والے وقت میں کام کرے گا وہ نوراحمد میرٹھی کو اس کام کے حوالے سے ضرور بالضرور نہ صرف خراجِ تحسین پیش کرے گا بلکہ اُسے اوّلیت کا تاج بھی نوراحمد میرٹھی کو ہی پہنانا پڑے گا۔

میلاد نگاری کی روایت: نعتیہ شاعری میں میلاد نگاری کی روایت اس قدر مستحکم ہے کہ اس کے تذکرے کے بغیر نعتیہ شاعری کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔میلاد شریف ہماری تہذیب وثقافت کا سرمایہ ہے۔ یہ ایک ایسی درخشندہ روایت تھی کہ بچہ ماں کی گود سے ہی قال اللہ وقال الرسول سے آگاہ ہوجاتا تھا۔ یہ ایسا عمل تھا کہ بچہ سن شعور کے پہنچنے تک شعائرِ اسلامی سے محبت اور دین سے رغبت کی جانب ازخود گامزن ہوجاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ معاشرے میں جھوٹ سے نفرت، بزرگوں سے محبت اور اپنے اسلاف واخلاف سے نسبت برقرار تھی۔ جب سے میلاد شریف کی روایت ہمارے معاشرے سے رُخصت ہوئی، ہم طرح طرح کی آفات وبلّیات سے دوچار ہونے لگے۔نفسانفسی، زر کی ہوس، جاہ ومنصب کی طلب نے ہماری دیرینہ روایات کو ختم کردیا ہے۔

اب بھی ضرورت ہے کہ میلاد شریف کی روایت کو سیرتِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں پروان چڑھایا جائے تا کہ ہماری آیندہ نسلیں دامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے حصار میں رہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں میلادِ مصطفیٰ کی روایت کو دوام حاصل ہے۔ میلاد کی روایت کو استحکام بخشنے میں ''میلادِ اکبر'' یعنی اکبر وارثی میرٹھی کے میلاد نامے کو فوقیت حاصل ہے۔ (۱۸۰) میلادِ اکبر نے بصورت میلاد نعت نگاری کی روایت کو بہت فروغ دیا۔ یا نبی سلام علیک والاسلام آج بھی سماعت گوش ہو کر روح مسلم کو معطر اور قلب ناشاد کو شاد کرتا ہے۔ میلاد شریف کی روایت اب صرف خواتین میں مقید ہو کر رہ گئی ہے۔

ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی نے ''اُردو میں میلاد النبی'' کے موضوع پر پی ایچ-ڈی کیا ہے۔ ۱۹۹۸ء میں یہ مقالہ فکشن ہاؤس لاہور نے شائع کیا۔ (۱۸۱) میلاد شریف کی ابتدا سے لے کر ہر موضوع اور ہر عہد کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے سیر حاصل معلومات فراہم کی ہیں۔ میلاد مصطفیٰ کے حوالے سے یہ ایک قابل رشک اور گراں قدر کام ہے جسے صدیوں یاد رکھا جائے گا۔ میلاد شریف کا تقدس، میلاد شریف کا عہد بہ عہد ارتقا، میلاد شریف کا عہد زرّیں اور بہت سارے میلادیہ موضوعات اس ڈاکٹریٹ کے مقالے کا حصہ ہیں۔

نعتیہ گلدستوں اور انتخاباتِ نعت کی روایت: نعتیہ شاعری میں نعتیہ گلدستوں اور انتخابِ نعت کی روایت بھی ہمیشہ اہمیت کی حامل رہی ہے۔ ابتداء میں نعتیہ گلدستوں نے نعت کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔ بعد ازاں انتخاب ہائے نعتیہ نے اس موضوع کو توانائی سے سرفراز کیا۔ نعتیہ گلدستوں کی روایت اب بھی جاری ہے مگر اس کا وہ تسلسل اور تواتر دیکھنے میں نہیں آتا جو برصغیر پاک و ہند کی تقسیم سے پہلے تھا۔ قیام پاکستان کے بعد بھی نعتیہ گلدستوں کی روایت جاری رہی، مگر پھر آہستہ آہستہ نعتیہ منتخبات اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گری دکھانے لگے۔ انتخاب ہائے نعتیہ نے فروغ نعت کی روایت کو تقویت بہم پہنچائی۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے تین چار عشروں سے نعتیہ منتخبات توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ اس موضوع پر توجہ کی اشد ضرورت ہے۔ بیسویں صدی کے آخری رُبع میں نعت کے فروغ میں انتخاباتِ نعت کی شاندار روایت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

نعت کا وہ عظیم سفر جو بیسویں صدی کے آخری رُبع سے ماخوذ اور مشروط ہے۔ اب وہ صرف بیسویں صدی کو ہی نہیں بلکہ اکیسویں صدی کے پہلے رُبع کو بھی سرفرازی و افتخار سے ہم کنار کر چکا ہے۔ اکیسویں صدی کو اب بلا تامل نعت کی صدی سے مشروط کیا جاسکتا ہے۔ اگر نعت کا سفر یونہی برق رفتاری سے جاری رہا تو وہ دن بھی دور نہیں کہ ہر سمت نعت ہی نعت ہوگی۔ نعت ہمارا ورثہ ہے۔ نعت ہماری تہذیب وثقافت کی ضامن ہے۔ نعت ہماری پہچان اور بخشش کا سامان ہے۔ نعت ایمان میں حرارت کا سبب ہے۔ نعت قرار ہے۔ نعت ثبات ہے نعت حیات ہے، نعت زندگی ہے، نعت روشنی ہے، نعت منزل ہے اور نعت ہی صراطِ مستقیم ہے۔ نعت ہی جادۂ رحمت ہے، نعت ہی خلاصہ کائنات ہے، نعت ہی مقصود ومقصد ہے، نعت سے سب کچھ ہے اور نعت ہی سب کچھ ہے، نعت ظاہر و باطن ہے۔ نعت اوّل وآخر ہے، نعت رب کی منشا اور سنت ہے۔

نعت رنگ کے اجراء کی ضرورت واہمیت، اغراض ومقاصد اور اشاعتی منشور کا جائزہ:

نعت رنگ کے اجراء کی ضرورت واہمیت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس کے اغراض ومقاصد بھی روزِ روشن کی

طرح عیاں ہیں۔ جب کہ اس کا اشاعتی منشور بھی کھلی کتاب کی مانند ہے۔

نعت رنگ کراچی کتابی سلسلے پر مشتمل ہے۔ اس کا سب سے پہلا شمارہ یعنی سلسلہ نمبرا، اپریل ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔ اس کے ناشر اقلیم نعت کراچی ہیں۔ (۱۸۲) اس شمارے کے صفحات کی تعداد ۳۳۶ اور قیمت پچھتر روپے (-/۷۵) ہے۔ نعت رنگ کا پہلا شمارہ ''تنقید نمبر'' کے عنوان سے طبع شدہ ہے۔ اس شمارے کا انتساب ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق (۱۸۳)، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی اور اظہر عباس ہاشمی کے نام سے معنون ہے۔ نعت رنگ کے مرتب معروف نعت خواں و نعت گو سید صبیح الدین صبیح رحمانی ہیں۔ نعت رنگ کے اجراء کی ضرورت و اہمیت سے پہلے نعت رنگ کے پہلے شمارے کی فہرست مضامین غور طلب ہے۔ اس فہرست مضامین کو ''اجمال'' کے عنوان سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اجمال کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ اولاً تحقیق نعت، ثانیاً تنقید نعت اور ثالثاً فکر و فن۔ (۱۸۴)

نعت رنگ کے اس اجمالی عنوان کو دیکھنے سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ نعت رنگ کے اجراء کی فی زمانہ کیوں ضرورت و اہمیت محسوس کی گئی۔ نعت رنگ کا پہلا شمارہ ہی اپنے اجراء کی ضرورت و اہمیت، اغراض و مقاصد کی غایت اور اس کے اشاعتی منشور کو طشت از بام کر رہا ہے۔ فہرست مضامین میں اجمال کے تینوں حصے شامل ہیں۔ نعت رنگ کی اوّلین ترجیح ''تحقیق نعت'' ہے۔ تحقیق نعت میں نعت رنگ کی بیش بہا خدمات کو ہمیشہ سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔ نعت رنگ کی دوسری ترجیح ''تنقید نعت'' ہے اس کا اوّلین شمارہ بھی 'تنقید نمبر' سے موسوم ہے۔ نعت رنگ نے اپنے دیگر موضوعات کے علاوہ تنقید نعت کو ہمیشہ اوّلیت کا درجہ دیا ہے۔ نعت رنگ کے اجمال کی تیسری ترجیح ''فکر و فن'' کا عنوان ہے۔ فکر و فن یعنی فکر نعت اور فن نعت، نعت رنگ کا بنیادی ماخذ ہے۔ نعت رنگ نے اپنے روزِ اوّل سے فکر و فن کے شعبے کو بھی دوام بخشا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت رنگ کو فکر و فن کے حوالے سے بھی اوّلیت کا درجہ حاصل ہے۔

نعت رنگ کے اجراء کی ضرورت و اہمیت اوّلاً ''تحقیق نعت'' سے عبارت ہے جب کہ اس کے اغراض و مقاصد میں ثانیاً ''تنقید نعت'' کی حشر سامانی شامل ہے۔ نعت رنگ کا ''اشاعتی منشور'' ثالثاً ''فکر و فن'' سے عیاں ہے۔ یہی سبب ہے کہ تحقیق نعت، تنقید نعت اور فکر و فن کے تمام زاویے نعت رنگ کراچی کے اجراء کی ضرورت و اہمیت، اس کے اغراض و مقاصد اور اس کے اشاعتی منشور کے جائزے کو بہ تمام و کمال پیش کر رہے ہیں۔ نعت رنگ کا پہلا شمارہ جو کہ ''تنقید نمبر'' سے معنون ہے۔ اس میں بھی نعت رنگ کے اغراض و مقاصد، اشاعتی منشور اور اس کے اجراء کی ضرورت و اہمیت کو دیکھا جا سکتا ہے۔ نعت رنگ کا اوّلین شمارہ صرف ''تنقید نمبر'' ہی نہیں بلکہ تنقید نعت کی وہ لازوال تحریک ہے جس کا باقاعدہ آغاز نعت رنگ کی اوّلین اشاعت سے شروع ہوا۔ نعت رنگ نے فکر و فن اور تحقیق نعت کو پروان چڑھانے کے علاوہ تنقید نعت کو دوام بخشا۔ اس اوّلین شمارے کا انتساب بھی خصوصی توجہ کا مستحق ہیں۔ نعت رنگ کراچی نے پہلے شمارے میں ہی اپنی تحقیق نعت کی فکر کو نمایاں کیا ہے۔ نعت رنگ میں نعتیہ ادب کے تحریری اظہار کے جن چار زاویوں کی نشاندہی کی ہے ان میں اداریے، مکاتیب، تبصرے اور مضامین شامل ہیں۔ نعت رنگ کے بالغ نظر مرتب صبیح رحمانی نے تحقیق نعت کے ضمن میں اُردو تحقیق نعت کے اوّلین اور خوش خصال محقق پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کو

خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ انتساب کے اس پہلے نام سے ہی نعت رنگ کا اشاعتی منشور، اغراض و مقاصد اور اس کے اجراء کی ضرورت و اہمیت واضح ہو رہی ہے۔

صبیح رحمانی کا مرتب کردہ نعت رنگ کراچی کا اوّلین شمارہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا ''ابتدائیہ'' صبیح رحمانی کا تحریر کردہ ہے۔ اس ابتدائی تحریر کے ''ابتدائیہ'' میں صبیح رحمانی نے کمالِ مہارت سے اس کے اجراء کی ضرورت و اہمیت، اغراض و مقاصد اور اس کے اشاعتی منشور کے جائزے کے بارے میں لطیف ترین اشارے دیے ہیں۔

> ''نعت رنگ پیش خدمت ہے۔ فروغ نعت کے اس عہد زرّیں میں یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں، لیکن نعت نگاری کی طرف رجوع عام کے اس اہم دور میں نعت کو رطب و یابس اور شعرا کے غیر محتاط رویوں سے محفوظ رکھنے کی پہلی سنجیدہ اور باقاعدہ کوشش ضروری ہے۔ اس ''کتابی سلسلے'' میں موضوعات نعت کی ایک ایسی دھنک پھیلی ہوئی ہے جو کئی رنگوں کے امتزاج کی مظہر ہے۔ یہ رنگ تحقیق و تنقید کی دھوپ سے کشید کیے گئے ہیں۔ یہ رنگ عصر حاضر کے نعتیہ منظر نامے سے چنے گئے ہیں۔ یہ رنگ شعرا کے گل ہائے عقیدت سے جمع کیے گئے ہیں۔ اُمید ہے یہ رنگ آپ کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی روحانی فضا تصویر کرنے میں کامیاب ہوں گے جو آپ کے دل کو نور اور دماغ کو سرور عطا کرے گی۔ (۱۸۵)

صبیح رحمانی نعت رنگ کراچی کے ایک باخبر اور صاحب بصیرت مرتب ہیں۔ وہ فروغِ نعت کے اس عہد زرّیں سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ اس عہد زرّیں میں نعت رنگ کی اشاعت کو کوئی بڑا کارنامہ تو نہیں قرار دیتے مگر وہ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ نعت نگاری کی طرف رجوع عام کے اس اہم دور میں صنف نعت کو رطب و یابس اور شعرا کے غیر محتاط رویوں سے کیسے بچایا جائے۔ نعت کے تقدس اور نعت کی باریکیوں کو محفوظ و قرار واقعی مقام بخشنے کے لیے نعت رنگ اس سلسلے کی پہلی سنجیدہ اور متین کوشش ہے۔ اس کتابی سلسلے میں موضوعات نعت کی ایک قوس قزح ہے جو کئی حسین رنگوں کا سنگم ہے۔ ان رنگوں میں رنگ تحقیق و تنقید، عصر حاضر کے نعتیہ منظر نامے کے رنگ اور شعراء کے گل ہائے عقیدت کے رنگ کی کہکشاں بھی شامل ہے۔ صبیح رحمانی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پُر امید ہیں کہ وہ ایک ایسی روحانی فضا تصویر کرنے میں یقیناً کامیاب ہو جائیں گے جو دلوں کو نور اور دماغ کو سرور عطا کرے گی۔ نعت رنگ کا اجراء کوئی وقتی اشاعت نہیں بلکہ یہ نعتیہ ادب میں ایک باقاعدہ کاوش ہے۔ جواب ایک فقید المثال اور لازوال تحریک کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ صبیح رحمانی نے اپنے اس نعتیہ سفر کا تن تنہا آغاز کیا تھا مگر اب ان کے ساتھ ایک فوج ظفر موج موجود ہے۔ نعت رنگ کے مرتب بہت خوش نصیب اور سعید بخت ہیں کہ ان کی ایک آواز پر اطراف سے لبیک کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ اُردو نعتیہ ادب میں نعت رنگ کراچی کو مقبولیت عام اور شہرتِ دوام حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی اہمیت اور افادیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ نعت رنگ کراچی کے ذریعے سے شعبہ نعت میں مثالی اور گراں قدر اضافے سامنے آرہے ہیں۔ نعت رنگ کراچی کو صبیح رحمانی نے اپنے بیوی بچوں سے زیادہ اہمیت دی ہے یہی وجہ ہے کہ نامساعد حالات میں پروان چڑھنے والا نعتیہ پودہ اب ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ یہ صبیح رحمانی کی نعت سے محبت ہے کہ اب اُنھیں نعت کی بے تحاشا برکتیں حاصل ہو چکی ہیں۔ وہ اپنے نامساعد حالات میں ثابت قدم رہے تو قدرت نے اس عہد موجود میں ان کے لیے انعام نعت

کے در کھول دیئے ہیں۔ وہ جس شعبے میں ہاتھ ڈالتے ہیں نعت کی برکت اُنھیں سرخرو کردیتی ہے۔ بعض شعبہ جات تو ایسے بھی ہیں کہ جن کا تجربہ صبیح رحمانی کو حاصل نہیں مگر قدرت نے نعت کے طفیل وہاں بھی ان کے عزت و افتخار میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

نعت رنگ کے اجرا کی ضرورت و اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد اور اشاعتی منشور کے جائزے میں معروف دانش ور حضرات، علم و ادب کی معتبر اور ثقہ شخصیات کی آراء و تاثرات کو حد درجہ اہمیت حاصل ہے۔ ذیل میں ان حضرات کی آراء کو پیش کیا جا رہا ہے کہ جنھوں نے نعت رنگ کی بنیادی اور کلیدی اہمیت کی جانب لطیف اشارے کیے ہیں۔ نعت رنگ کے حوالے سے یہ تمام حضرات کی آراء نہیں (جو ہزاروں افراد پر مشتمل ہے) بلکہ اس حوالے سے صرف چند معتبر اور قابل ذکر حضرات کی وہ آراء شامل ہیں جو نعت رنگ کے اجراء کی ضرورت و اہمیت کے ساتھ اس کے اغراض و مقاصد اور اس کے اشاعتی منشور کو بھی واضح کر رہی ہیں۔ یہ تمام آراء اس کے مرتب صبیح رحمانی اور نعت رنگ کے حوالے سے تحریر کردہ ہیں کیوں کہ نعت رنگ اور صبیح رحمانی ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔

حکیم محمد سعید تحریر کرتے ہیں:

> ''نعت رنگ کے مؤلفین نے کوشش کی ہے کہ عہد حاضر کی نمائندہ نعتوں کو یکجا کر کے پیش کیا جائے تا کہ عام قارئین نعتیہ شاعری کے فروغ کی رفتار کا اندازہ کر سکیں اور نعتیہ شاعری کے سلسلے میں تازہ تر پیرایہ اظہار سے بھی واقف ہو سکیں۔'' (۱۸۶)

پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری (ڈی لٹ) لکھتے ہیں:

> ''نعت رنگ کے مطالعے سے آنکھیں روشن ہو گئیں اور اس کے مرتبین کے حق میں دل سے دعائیں نکلیں۔'' (۱۸۷)

پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کہتے ہیں:

> ''نعت سے متعلق کئی اور رسالے چھپ رہے ہیں لیکن میری دانست میں نعت کے فکری اور فنی پہلوؤں پر غور و فکر اب ''نعت رنگ'' کے وسیلے سے شروع ہو رہا ہے۔'' (۱۸۸)

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کے مطابق:

> ''اس میں اعلیٰ مضامین اور تاریخی حقائق نظر آئے اور نعت نگاری میں ذم کے پہلو کے عنوان سے تنقید کا سلسلہ اچھا لگا۔'' (۱۸۹)

مشفق خواجہ مرحوم کہتے ہیں:

> ''آپ نے اس شمارے میں تحقیق و تنقید کے حوالے سے جو مضامین شائع کیے ہیں، ان میں نعت گوئی کے تاریخی، فکری، جمالیاتی اور فنی پہلوؤں کے بارے میں بصیرت افروز مباحث ملتے ہیں۔'' (۱۹۰)

(مشفق خواجہ نے اپنے اس خط میں نعتیہ کتب کی نشان دہی اور نعتیہ گلدستوں کے حوالے سے بہت مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ اس کارِ خیر کی بدولت اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔)

حفیظ تائب مرحوم کہتے ہیں:

> ''نعت رنگ کا شمارہ اوّل حسنِ انتخاب ترتیب کا رفیع و وقیع جریدہ بن کر سامنے آیا ہے۔ ابتدائیہ میں بہت عمدہ و

بلیغ انداز میں پیش کیے گئے مقاصد حاصل کرنے میں آپ کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔''(۱۹۱)

پروفیسر ڈاکٹر مختارالدین احمد آرزو (بھارت) لکھتے ہیں:

''صرف نعت گوئی کے موضوع پر اتنے ضخیم نمبر نکالنا اور مفید اور قیمتی مضامین شائع کرنا آسان کام نہیں۔آپ نے بڑی ہمت کی ہے۔خدا آپ کو خوش و خرم رکھے۔''(۱۹۲)

پروفیسر ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق (بھارت) فرماتے ہیں:

''آپ کا ارسال کردہ علمی و تحقیقی کتابی سلسلہ نمبر 1 نعت رنگ وصول ہوا۔آپ حضرات کے خلوص کا احسان مند ہوں جسے محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھتا ہوں۔''(۱۹۳)

ڈاکٹر تحسین فراقی فرماتے ہیں:

''آپ کا 'ابتدائیہ' اور 'نئے دُکھ' دونوں دعوتِ فکر دیتے ہیں۔آپ نے جو سولات اٹھائے ہیں وہ واقعی اس قابل ہیں کہ اہلِ علم اور مؤرخانِ ادبِ اُردو کو ان پر غور کرنا چاہیے۔''(۱۹۴)

''نعت رنگ اہلِ علم کی نظر میں'' کے مؤلف ڈاکٹر شبیر احمد قادری نعت رنگ کے منشور کی وضاحت کے لیے مختلف اہلِ علم کے نقطۂ نظر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شبنم رومانی کے خیال میں نعت کے سیاق و سباق پر گفتگو نعت کے سفر کی نشاندہی،اس کی صنفی اہمیت پر تنقیدی مضامین اور نعت گو شعرا کی بے احتیاطیوں پر گرفت کر کے ''نعت رنگ'' نئی نسل کی تمام کج رویوں اور کوتاہیوں کا کفارہ ادا کرے گا،ڈاکٹر انور سدید نے دعا دیتے ہوئے کہا کہ ''نعت رنگ'' میں دہر کے اندھیروں میں اجالا کر دیا ہے۔اوّلاً نعت کے چراغوں اور ثانیاً اس موضقوع کے متنوع زاویوں کے تعارف اور حسنِ تنقید سے،ان کے نزدیک ''نعت رنگ'' میں پرانی لکیر کو نہیں پیٹا بلکہ نعت کی پیش کش کا ایک نیا انداز نکالا ہے،تابش دہلوی نے اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہ اربابِ نقد و نظر نے صنفِ نعت کو اپنی تحریروں میں وہ مقام اور درجہ نہیں دیا جو دوسری اصناف کو دیا ہے۔انھوں نے ''نعت رنگ'] کے کام کو ٹھوس قرار دیا۔ڈاکٹر سلیم اختر نے اس فکری اعتبار سے قابلِ توجہ قرار دیا۔ڈاکٹر غفار راشدی نے ''نعت رنگ'' کو صحیفۂ انوار کا نام دیتے ہوئے اسے برصغیر میں اپنی نوعیت،معنویت،افادیت اور اہمیت کے اعتبار سے واحد مجلّہ قرار دیا جو صرف حمد و نعت اور حمدیہ و نعتیہ افکار و معارف سے متعلق مضامین پر حاوی نہیں ہوتا بلکہ خالص تحقیقی،تنقیدی اور علمی انداز کے مقالات پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔سحر انصاری کا کہنا ہے کہ ''نعت رنگ'' کی اشاعتوں سے برصغیر بلکہ اردو دنیا میں نعت فہمی اور نعت شناسی کے کئی تازہ در وا ہوئے ہیں۔احمد صغیر صدیقی کی رائے میں ''نعت رنگ'' کی کاوشوں کی بدولت نعت رسولِ خدا،مذہبی دائرے سے نکل کر ادب کا ایک جز بن رہی ہے اور جو کام ہو رہا ہے اس میں بہت سی بدعتوں کا قلع قمع ہونے کے ساتھ ہی نعت نگاری کو اپنے درست خدوخال کے ساتھ ابھرنے کا موقع فراہم ہو رہا ہے۔قیصر نجفی کا خیال ہے کہ ''نعت رنگ'' نے مختصر عرصے میں مدارجِ اعتبار و وقار طے کر کے عربی جرائد و رسائل کو ایک نئی توانائی سے روشناس کرایا ہے۔بالخصوص نعتیہ ادب کے حوالے سے اس نے جو بابِ تحیر کھولا ہے اس کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ کتابی سلسلہ تائیدِ ایزدی کی ایک روشن مثال ہے''۔(۱۹۵)

بلاشبہ جریدہ ''نعت رنگ'' نعت نگاری کوتحریک کا درجہ دینے والا جریدہ بن گیا ہے۔اسی جریدے کی بدولت صنفِ نعت کے باقاعدہ قواعد وضوابط مرتب ہوئے ہیں۔اردو زبان کے علاوہ علاقائی وغیرملکی زبانوں کی نعتوں کے منظوم اردو تراجم شائع کرنا نعت رنگ کی ایک اضافی خصوصیت ہے۔نعت نگاری کوتحریک بنانا اوراس حوالے سے تخلیق،تنقیداورتحقیق کی سہ جہتی وسعتوں کو سمیٹنا، بدعتوں کا قلع قمع کرنا،نعت کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرنا،نعت کے تاریخی وتہذیبی عوامل کوسامنے لانا،فرقہ بندی کی نفی کرنا، ہرزبان کے نعتیہ ادب کو یکجائی عطا کرنا،نعتیہ ادب اورشاعری سے تعلق رکھنے والے خدامِ نعت کے کلام کوپیش کرنا اوران کی ادبی خدمات کوسامنے لانا نعت رنگ کے منشور کے اہم نکات ہیں اورنعت رنگ کی مسلسل کامیاب اشاعت اس بات کا ثبوت ہے کہ جریدہ نعت رنگ اپنے اہداف کی سمت رواں دواں ہے۔

نعت رنگ کراچی وہ ہمہ جہت موضوعی رسالہ ہے کہ جس نے نعتیہ ادب کی خدمات کا فریضہ احسن طور پر انجام دیا ہے۔ نعت رنگ نے نعت کی تشہیروتوسیع،تحقیق وتنقید،ترویج وتفہیم میں رجحان ساز کردارادا کیا ہے۔نعت رنگ نے ایسی بزم سجائی ہے کہ جس میں مختلف نظریات کے حامل احباب اپنے اپنے مکتبہ ہائے فکر واندازِ نظر کے ساتھ نہ صرف اس میں شریک ہوتے ہیں بلکہ نعت کے دینی وفکری،علمی وادبی،تحقیقی وتنقیدی اورفنی وشعری موضوعات پرغوروفکر کرتے ہیں۔نعت رنگ نے تنقیدی جمود کوتوڑا۔ نعتیہ ادب پر بے لاگ تبصروں اورتنقیدی مباحث کی فضا کو پروان چڑھایا۔جس نے صاحبانِ علم ودانش کونعت کے ادبی پہلوؤں کی جانب نہ صرف متوجہ کیا بلکہ اس موضوع پر سنجیدگی سے غور کرنے اور لکھنے پرآمادہ کیا۔نعت رنگ نے تبلیغ نعت کے ساتھ ساتھ تخلیق نعت،تحقیق نعت،تنقید نعت،ترویج نعت،تفہیم نعت،توصیف نعت اورتدوین نعت کے شعور کو پیدا کیا۔عہد حاضر کی نعت گوئی اپنے فن اوراسلوب کے اعتبار سے تخلیقی شاعری کا ایک مستند حوالہ بن چکی ہے۔نعت رنگ نے فکری تنقیدی اورعملی تحقیق دونوں کو یکجائی نصیب کردی ہے نعتیہ ادب پر پہلے بھی بہت کچھ لکھا اورکہا جا تارہا ہے لیکن اس کی ادبی حیثیت کا تعین نہیں ہوسکا اوراگر کچھ کام ہوا بھی ہے تو وہ منتشر ہے۔اس اعتبار سے نعت رنگ کے شمارے نعتیہ ادب میں خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔نعت رنگ نے کم عرصے میں اس قدر ٹھوس و بنیادی موادفراہم کردیا ہے کہ اس کے مشمولات آیندہ نعت پرکام کرنے والوں کے لیے رہنمائی کا فریضہ انجام دیں گے۔صبیح رحمانی کی ادارت میں نعت رنگ کا پہلا شمارہ اپریل ۱۹۹۵ء میں ادبی اُفق پرطلوع ہوا تھا تاحال اس کے چوبیس (۲۴) شمارے شائع ہوچکے ہیں(نعت رنگ کا پچیسواں شمارہ سلور جوبلی نمبر ہے جوہنوز تشنۂ طبع ہے) جواپنی علمی وفکری،ادبی وتاریخی اورتحقیقی وتنقیدی اہمیت وافادیت کے اعتبار سے نعتیہ ادب کا ایک مستند ومعتبر حوالہ اور مدیر نعت رنگ صبیح رحمانی کی نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت اوروابستگی کا امین ہے۔

نعت رنگ کل شمارے کل صفحات:

نعت رنگ کا سب سے پہلا شمارہ (تنقید نمبر) اپریل ۱۹۹۵ء میں کتابی سلسلے کے انداز میں شائع ہوا۔نعت رنگ کے چوبیس (۲۴) شماروں کا دورانیہ تقریباً بیس سال پر محیط ہے۔نعت رنگ کا یہ بیس سالہ دورنعت رنگ کی نوجوانی پرمشتمل ہے۔نعتیہ ادب میں نعت رنگ نے اپنے آغاز یعنی بچپن سے نوجوانی تک بیس شماروں کا اضافہ کیا۔اب اپنی بھرپورنوجوانی کا ثبوت دیتے ہوئے نعت رنگ کے پچیسویں شمارے کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ پچیسواں شمارہ نعتیہ ادب میں نعت رنگ کے حوالے سے ایک

فقید المثال اور سدا بہار شمارہ ثابت ہوگا۔ شمارہ ترتیب کے مراحل سے گزر کے اب اشاعتی مراحل میں داخل ہو چکا ہے۔ نعتیہ حلقوں میں اس خصوصی شمارے کا بے چینی سے انتظار ہے۔ واضح رہے کہ نعت رنگ کراچی کا یہ پچیسواں شمارہ ''سلور جوبلی نمبر'' پر مشتمل ہے جس کی تیاری اور طباعتی حسن کے حوالے سے خصوصی اہتمام کیا جا رہا ہے۔ یقیناً یہ شمارہ صوری اور معنوی ہر دو حوالوں سے نعتیہ ادب میں ایک قیمتی اور قابل قدر تاریخی دستاویز ثابت ہوگا۔ جس کی گونج اور بازگشت دیر تک سنائی دے گی۔

سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی کی ادارت میں شائع ہونے والا نعت رنگ کا سب سے اوّلین شمارہ اپریل ۱۹۹۵ء میں طبع ہوا۔ نعت رنگ کا یہ پہلا شمارہ 'تنقید نمبر' پر مشتمل ہے۔ اس شمارے کے کل صفحات ۳۳۶ اور قیمت پچھتر (۷۵) روپے ہے۔ اس کے ناشر اقلیم نعت کراچی ہیں۔ (۱۹۶) خیر و برکت کا یہ سلسلہ نعت رنگ کراچی کی صورت میں ایسا دراز ہوا کہ اب یہ سلسلہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ جس کے ذریعے تنقید نعت، تحقیق نعت اور نعتیہ فکر و فن کو ملکی سطح پر ہی نہیں بلکہ اب بین الاقوامی طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ نعت رنگ کراچی کی اہمیت کو اب پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں محسوس کیا جا رہا ہے۔ جہاں جہاں بھی نعت کے شیدائی موجود ہیں وہ نعت رنگ کراچی سے اپنی محبت کا والہانہ اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ نعت رنگ میں دیگر ممالک سے آنے والے خطوط اور نعت رنگ کے حوالے سے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے تبصرے اس بات کے شاہد ہیں۔ نعتیہ ادب میں نعت رنگ کی روزافزوں پذیرائی کامیابی کی ضمانت اور مقبولیت کی سند ہے۔

کتابی سلسلے نعت رنگ کراچی کے اب تک شائع ہونے والے کل چوبیس (۲۴) شماروں کی تفصیل کتابی سلسلہ نمبر، سالِ اشاعت اور کل صفحات کی صورت میں پیش کی جا رہی ہے۔ نعت رنگ کراچی نے آج تک جو خصوصی شمارے شائع کیے ہیں اُن کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔ نعت رنگ کراچی کے چوبیس شماروں کی ترتیب فہرست کے انداز میں ملاحظہ کیجیے۔

	کتابی سلسلہ	شمارہ نمبر	خصوصی شمارے	سالِ اشاعت	صفحات
۱۔	نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱	(تنقید نمبر)	اپریل ۱۹۹۵ء	۳۳۶
۲۔	نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۲		دسمبر ۱۹۹۵ء	۳۲۰
۳۔	نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۳		ستمبر ۱۹۹۶ء	۳۶۰
۴۔	نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۴		مئی ۱۹۹۷ء	۳۵۲
۵۔	نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۵		فروری ۱۹۹۸ء	۳۴۸
۶۔	نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۶		ستمبر ۱۹۹۸ء	۴۴۸
۷۔	نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۷	(حمد نمبر)	اگست ۱۹۹۹ء	۲۸۸
۸۔	نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۸		ستمبر ۱۹۹۹ء	۲۷۲
۹۔	نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۹		مارچ ۲۰۰۰ء	۲۵۶

۱۰۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱۰		اپریل ۲۰۰۰ء	۲۵۶
۱۱۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱۱		مارچ ۲۰۰۱ء	۴۱۶
۱۲۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱۲		اکتوبر ۲۰۰۱ء	۳۴۰
۱۳۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱۳		دسمبر ۲۰۰۲ء	۳۲۰
۱۴۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱۴		دسمبر ۲۰۰۲ء	۲۳۲
۱۵۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱۵		مئی ۲۰۰۳ء	۴۹۸
۱۶۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱۶		فروری ۲۰۰۴ء	۴۳۲
۱۷۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱۷		نومبر ۲۰۰۴ء	۵۱۲
۱۸۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱۸		دسمبر ۲۰۰۵ء	۸۰۴
۱۹۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۱۹	(امام احمد رضا نمبر)	دسمبر ۲۰۰۶ء	۶۲۴
۲۰۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۲۰		اگست ۲۰۰۸ء	۵۹۲
۲۱۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۲۱		دسمبر ۲۰۰۹ء	۷۰۴
۲۲۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۲۲		ستمبر ۲۰۱۱ء	۵۶۰
۲۳۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۲۳		اگست ۲۰۱۲ء	۶۴۰
۲۴۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۲۴		جولائی ۲۰۱۴ء	۵۶۰
۲۵۔ نعت رنگ کراچی	کتابی سلسلہ نمبر ۲۵	(سلور جوبلی نمبر)	غیر مطبوعہ	

کتاب سلسلہ نعت رنگ کراچی کے یہ کل چوبیس شماروں کی تفصیل ہے۔بیس سال کے دورانیہ میں کل تین خصوصی شمارے شائع ہوئے۔سب سے کم صفحات (۲۳۲) پر نعت رنگ کراچی کا سلسلہ نمبر ۱۴ شائع ہوا۔ جب کہ اس کی سب سے زیادہ ضخیم اشاعت صفحات (۸۰۴) پر مشتمل کتابی سلسلہ نمبر ۱۸ ہے۔بیس سال کی اشاعت کے دوران نعت رنگ کا تسلسل جاری رہا۔نعت رنگ کراچی کے کتابی سلسلوں کی کبھی سال میں دو اشاعتیں اور کسی سال ایک اشاعت بھی شائع ہوئی ہے۔دسمبر ۲۰۰۶ء میں نعت رنگ کراچی کا سلسلہ نمبر ۱۹، امام احمد رضا نمبر شائع ہوا۔۲۰۰۷ء میں نعت رنگ کی کوئی اشاعت نہ ہوسکی۔اسی طرح دسمبر ۲۰۰۹ء نعت رنگ کراچی کا کتابی سلسلہ نمبر ۲۱ شائع ہوا۔۲۰۱۰ء میں نعت رنگ کی اشاعت نہ ہوسکی۔

صبیح رحمانی کی ادارت میں شائع ہونے والے کتابی سلسلے نعت رنگ کراچی کی بنیادی معلومات بیک نظر یعنی فہرست کے انداز میں پیش کی گئی ہے تا کہ اس کے اشاعتی تسلسل کو فوراً دیکھ لیا جائے۔نعت رنگ کراچی کی کبھی نہ تھمنے والی تحریک نعت رنگ کے پچیسویں شمارے کی جانب رواں دواں ہے۔نعت رنگ کی تحریک نے تنقید نعت، تحقیق نعت اور نعتیہ فکر وفن کے حوالے سے جو شعور

بیدار کیا ہے، اُس کے نمایاں اثرات آیندہ ہونے والے نعتیہ کاموں میں بآسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔ نعت رنگ کراچی کی یہ مثبت تحریک نعتیہ ادب میں ایک خوش گوار اضافہ ہے۔ جس کے ثمرات آیندہ آنے والی صدیوں میں بھی رنگ بھرتے رہیں گے۔

☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹرعبدالسلام خورشید، ''فن صحافت'' مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، لاہور، س۔ن، ص۱۹

۲۔ ڈاکٹر انور سدید ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ'' اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، جنوری ۱۹۹۲ء، ص۱۴

۳۔ مولوی فیروزالدین ''فیروزاللغات اُردو جامع (نیا ایڈیشن)'' فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، س۔ن، ص۵۸۹

۴۔ ڈاکٹرعبدالسلام خورشید ''داستانِ صحافت'' مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۸۷ء ص۱۱

۵۔ پروفیسر مختار احمد جاوید، ''خطوطِ صحافت''، علمی کتب خانہ اُردو بازار، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۹۵ء، ص۲۲

۶۔ ڈاکٹر مسکین علی حجازی، ''فن ادارت''، اُردو سائنس بورڈ، اپر مال روڈ، لاہور، س۔ن، ص۲۵

۷۔ حکیم، نعیم الدین زبیری، ''اشاعت ہائے خاص اُردو رسائل'' ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی، ۱۹۸۴ء ص۳

۸۔ ڈاکٹر انور سدید ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ''، ص۱

۹۔ ایضاً، ص۳

۱۰۔ پروفیسر جمیل احمد پال ''بیسویں صدی میں اُردو ادب'' ایورنیو بک پیلس، اُردو بازار، لاہور، س۔ن، ص۹

۱۱۔ عظمیٰ فرخ ''کراچی کے ادبی رسائل'' پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء، ص۹

۱۲۔ ڈاکٹر انور سدید ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ''، ص۲۳

۱۳۔ عظمیٰ فرخ ''کراچی کے ادبی رسائل'' ص۲۳

۱۴۔ ڈاکٹرعبدالسلام خورشید ''فنِ صحافت'' ص۳۵۴

۱۵۔ ڈاکٹرعبدالسلام خورشید ''داستانِ صحافت'' مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۸۷ء ص۱۴۰

۱۶۔ فرخندہ ہاشمی ''مبادیات اخبار نویسی'' ملک بک ڈپو، اُردو بازار، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص۱۳۹

۱۷۔ مسز نفیس اکرام ''ابلاغِ عامہ'' پاکستان بک سینٹر، اُردو بازار، کراچی، طبع اوّل، ۲۰۱۱ء، ص۲۲

۱۸۔ رام بابو سکسینہ، ''تاریخ ادب اُردو'' غضنفر اکیڈمی پاکستان، منگھو پیر روڈ، کراچی، س۔ن، ص۴۹۸

۱۹۔ ڈاکٹر سلیم الرحمٰن خان ندوی، ''برصغیر میں اسلامی صحافت کی تاریخ و ارتقا'' اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، نومبر ۲۰۱۳ء ص۱۴

۲۰۔ شہزاد احمد، ڈاکٹر ''اُردو نعت پاکستان میں'' حمد و نعت ریسرچ فاؤنڈیشن، اُردو بازار کراچی، طبع اوّل، ۲۰۱۴ء، ص۲۹۲

۲۱۔ ایضاً، ص۵۰

۲۲۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اُردو کی نعتیہ شاعری، آئینہ ادب چوک مینار، انارکلی، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص۲۱

۲۳۔ نعت کائنات، ص۱۳

۲۴۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، اقلیم نعت، کراچی، ۲۰۰۰ء ص۶۲ تا ۶۳

۲۵۔ ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی ''فارسی نعت ایک سرسری جائزہ'' مشمولہ نقوش رسول نمبر جلد دہم شمارہ نمبر ۱۳۰، جنوری ۱۹۸۴ء ص ۱۴۶

۲۶۔ مبین مرزا،''لفظ نعت کا استعمال ایک توجہ طلب مسئلہ'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء، ص۔۔۔۔۔۔

۲۷۔ اُردو کا نعتیہ ادب، ص ۳

۲۸۔ ڈاکٹر ابوالفتح صغیرالدین،''صحابہ کرام کی نعت گوئی'' مشمولہ صریر خامہ نعت نمبر، حیدرآباد ۱۹۷۸ء ص ۱۳

۲۹۔ تذکرہ نعت گویانِ اُردو (حصہ اوّل) ص ۳

۳۰۔ رشید وارثی،''خوشبوئے التفات'' بزم وارث، شاہ فیصل کالونی نمبر ۱، کراچی، ۲۰۰۴ء، ص ۴۸

۳۱۔ ڈاکٹر ریاض مجید، اُردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۰ء ص ۱

۳۲۔ راجا رشید محمود،''پاکستان میں نعت'' ایجوکیشنل ٹریڈرز اُردو بازار لاہور، ستمبر ۱۹۹۴ء، ص ۱۰

۳۳۔ اُردو نعت پاکستان میں، ص ۵۵

۳۴۔ اُردو کی نعتیہ شاعری (انڈیا)، ص ۷

۳۵۔ ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر، ''اُردو کا نعتیہ ادب'' مطبع اینگل پرنٹرس الہ آباد، انڈیا، ۲۰۰۱ء، ص ۱۰

۳۶۔ گوہر ملسیانی ''عصر حاضر کے نعت گو'' گوہر ادب پبلی کیشنز، صادق آباد پنجاب، ۱۹۸۳ء، ص ۳۳

۳۷۔ ادیب رائے پوری،''مدارج النعت'' ۸۳۷۔اے بلاک ایچ شمالی ناظم آباد، کراچی، ۱۹۸۲ء، ص ۸۲ تا ۸۳

۳۸۔ راجا رشید محمود،''نعت کائنات (انتخابِ نعت)'' جنگ پبلشرز، آغا خان روڈ لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۱۳

۳۹۔ ایضاً، ص ۱۴

۴۰۔ اشفاق، سید رفیع الدین، ڈاکٹر،''اُردو میں نعتیہ شاعری'' اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۷۶ء ص ۶۷ تا ۶۸

۴۱۔ ڈاکٹر ارشاد عثمانی''اُردو شاعری میں نعت گوئی'' مجلس مصنّفین اسلامی، گیا، انڈیا، ۱۹۹۱ء، ص ۴۷

۴۲۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری'' محکمہ اوقاف حکومت پنجاب، لاہور، ۲۰۰۲ء ص ۲۷۷

۴۳۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی ''قرآن حکیم میں نعت رسول'' اوج لاہور نعت نمبر (اوّل)، ۹۳۔۱۹۹۲ء، ص ۹۹ تا ۱۰۰

۴۴۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق''اُردو کی نعتیہ شاعری'' دانش اکیڈمی آرا بہار، انڈیا، ۱۹۷۴ء ص ۶

۴۵۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' فائن آفسٹ ورکس الہ آباد، انڈیا، ۱۹۸۸ء ص ۲۷

۴۶۔ القرآن کریم (احزاب۔۴۵)

۴۷۔ ایضاً (مائدہ۔۱۵)

۴۸۔ ایضاً (انبیاء۔۱۰۷)

۴۹۔ ایضاً (قلم۔۴)

۵۰۔ ایضاً (کوثر۔۱)

۵۱۔ ایضاً (انشراح۔۴)

۵۲۔ ایضاً (احزاب۔۵۶)

۵۳۔ مولانا سیّدعبدالقدوس ہاشمی ندوی، ''ورفعنا لک ذکرک'' مشمولہ: ارمغانِ نعت، کراچی، سوم، ۱۹۷۹ء، ص ۱۵

۵۴۔ اُردو میں نعتیہ شاعری، ص ۶۷

۵۵۔ اُردو میں نعت گوئی، ص ۱۰۶

۵۶۔ القرآن کریم (یٰسٓ ۶۹)

۵۷۔ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی، فرید بک اسٹال لاہور، ۲۰۰۸ء، ج ۶ ص ۶۳۲

۵۸۔ ایضاً، جلد ۶، ص ۶۳۳

۵۹۔ پروفیسر سید یونس شاہ گیلانی، تذکرہ نعت گویان اُردو (اوّل) مکہ بکس، اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۲ء ص ۸۷

۶۰۔ بخاری شریف ''کتاب الصلوٰۃ'' باب الشعر فی المسجد'' ص ۲۴۳، ترتیب ۴۳۷

۶۱۔ حکیم محمد یحیٰی خاں شفا ''عربی زبان میں نعتیہ کلام'' مشمولہ: نقوش رسول نمبر (جلد دہم) جنوری ۱۹۸۴ء ص ۱۲۴

۶۲۔ ایضاً، ص ۲۴

۶۳۔ القرآن کریم (الشعرا-۲۲۴۱ تا ۲۲۷)

۶۴۔ مولانا نعیم الدین مرادآبادی، ''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن'' پاک کمپنی لاہور، سن ندارد، ص ۱۴

۶۵۔ صاحبزادہ عبدالرسول، ''پاک و ہند کی اسلامی تاریخ'' ایم آر برادرز، لاہور، ہفتم، ۱۹۷۳ء ص ۳۹۰

۶۶۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل، ''تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ''، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۵

۶۷۔ پروفیسر سید یونس شاہ گیلانی، ''تذکرہ نعت گویانِ اُردو (جلد دوم)، مکہ بکس چوک، اُردو بازار، لاہور، نومبر ۱۹۸۴ء، ص ۳۹۳

۶۸۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی ''پاکستان میں نعت نمبروں کی روایت'' مشمولہ ''اوج'' (لاہور) نعت نمبر ۲، ۹۳-۱۹۹۲ء، ص ۱۷ تا ۲۷

۶۹۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ''چند مزید نعت نمبر'' مشمولہ ''نعت رنگ'' (کراچی) شمارہ نمبر ۱، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۷۱

۷۰۔ ''اُردو میں نعت گوئی''، ص ۶۰۵

۷۱۔ راجا رشید محمود، ''پاکستان میں فنِ نعت'' مشمولہ ''فکرونظر'' (اسلام آباد) شمارہ ۲۔۱، جولائی دسمبر ۱۹۹۲ء، ص ۱۰۹

۷۲۔ ''پاکستان میں نعت''، ص ۱۱۹

۷۳۔ غوث میاں، ''حضرت حسان نعت ایوارڈ'' کراچی، مجلّہ حضرت حسان حمد و نعت بک بینک، کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۵۲

۷۴۔ غوث میاں، ''حضرت حسان نعت ایوارڈ'' کراچی، مجلّہ (نعت نمبر) حضرت حسان حمد و نعت بک بینک کراچی، ۱۹۹۴ ص ۱۰
۷۵۔ نوراحمد میرٹھی، ''بہر زماں بہر زباں (ﷺ) ادارۂ فکر نو، کورنگی، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۴۷
۷۶۔ نوراحمد میرٹھی، ''کیلاش ہوشیار پور کا نعت نمبر'' مشمولہ ''نعت رنگ'' (کراچی) شمارہ نمبر ۱۹، دسمبر ۲۰۰۶ ص ۳۱۰
۷۷۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید، ''بیسویں صدی کے رسول نمبر'' فروغ ادب اکادمی گوجرانوالہ، ۱۹۹۹ء، ص ۵۹۲
۷۸۔ نعت رنگ کراچی، کتابی سلسلہ (مرتب) صبیح رحمانی، شمارہ نمبر ۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۳۲۹
۷۹۔ محمد طاہر قریشی ''فہرست کتب خانہ (نعت ریسرچ سینٹر) نعت ریسرچ سینٹر ناتھ کراچی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۸۴
۸۰۔ نعت رنگ کراچی، کتابی سلسلہ (مرتب) صبیح رحمانی، شمارہ نمبر ۸، ستمبر ۱۹۹۹ء، ص ۲۵۰
۸۱۔ ''اُردو نعت پاکستان میں''، ص ۴۶۸
۸۲۔ ایضاً، ص ۴۶۹
۸۳۔ ایضاً ص ۴۷۴
۸۴۔ اوج، لاہور، (ہر دو نعت نمبر)
۸۵۔ اُردو کی نعتیہ شاعری (لاہور)، ص ۲۰۸
۸۶۔ اُردو کی نعتیہ شاعری، (انڈیا)، ص ۱۰۰
۸۷۔ علامہ شمس بریلوی، کلامِ رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی، جولائی ۱۹۷۶ء ص ۲۷۵
۸۸۔ اختر الحامدی ضیائی، امامِ نعت گویاں، مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال، ۱۹۷۷ء، ص ۱۴۴
۸۹۔ بخت آور، آنحضرت کے دور کی نعتیہ شاعری، پاکستان ادبی سنگت، لاہور، ۱۹۸۰ء، ص ۱۶۰
۹۰۔ تذکرہ نعت گویان اُردو (اوّل و دوم)، ص ۴۳۲
۹۱۔ عصر حاضر کے نعت گو، ص ۲۷۲
۹۲۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ''نبی کریم کا ذکر بلوچستان میں''، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، اکتوبر ۱۹۸۳ء ص ۴۳۲
۹۳۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری، تذکرہ نعت گو شاعرات، ادارۂ تصنیف و تحقیق پاکستان، کراچی، ۱۹۸۴ء ص ۱۱۲
۹۴۔ پروفیسر اشفاق احمد خان، ''شاعری اور حسان بن ثابت انصاری'' ثاقب پرنٹرز اینڈ پبلشرز، ملتان، نومبر ۱۹۸۴ء، ص ۸۰
۹۵۔ ''مدارج النعت''، ص ۴۰۰
۹۶۔ نعتیہ شاعری کا ارتقاء، ص ۴۲۰
۹۷۔ ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر، ''نعت کے چند شعرائے متقدمین'' نیا حجرہ الہ آباد (انڈیا)، اکتوبر ۱۹۸۹ء ص ۱۲۸

۹۸۔ افضال حسین نقوی فضل فتح پوری، ''اُردو نعت تاریخ وارتقاء'' ڈار پبلی کیشنز، کراچی، اپریل ۱۹۸۹ء، ص ۲۰۸

۹۹۔ پروفیسر محمد اکرم رضا، ''کاروانِ نعت کے حدی خواں'' فروغِ ادب اکادمی، گوجرانوالہ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۸

۱۰۰۔ راجا رشید محمود، (مرتب) اُردو کے صاحب کتاب نعت گو، ماہنامہ نعت لاہور، شمارہ ۴، اپریل ۱۹۸۸ء ص ۱۱۲

۱۰۱۔ پروفیسر محمد شعیب ''اسلامی نعتیہ شاعری اور شاہ ولی اللہ'' شاہ عنایت قادری اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۲۳۲

۱۰۲۔ ادیب رائے پوری ''مشکوٰۃ النعت'' پاکستان نعت اکیڈمی، شمالی ناظم آباد، کراچی، ۱۹۸۹ء ص ۶۲ ۷

۱۰۳۔ پاکستان میں نعت، ص ۲۴۸

۱۰۴۔ نور احمد میرٹھی، بہرزماں، بہرزباں، ادارہ فکر نو، کورنگی، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۰۰۸

۱۰۵۔ حمایت علی، عقیدت کا سفر، دنیائے ادب الفلاح سوسائٹی، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۲۴۲

۱۰۶۔ اُردو کا نعتیہ ادب، ص ۲۷

۱۰۷۔ اُردو میں نعتیہ شاعری، ص ۶۸۴

۱۰۸۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی،، عربی میں نعتیہ کلام، اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۸۲ء، ص ۲۹۶

۱۰۹۔ اُردو میں نعت گوئی، ص ۱۸۷

۱۱۰۔ اُردو شاعری میں نعت گوئی، ص ۶ ۳۳

۱۱۱۔ اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص ۶۶۰

۱۱۲۔ برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری، ص ۱۰۰۰

۱۱۳۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، ریگل صدر، کراچی، فروری ۲۰۰۸ء، ص ۶۷۸

۱۱۴۔ ڈاکٹر شوکت زرّیں چغتائی، اُردو نعت کے جدید رجحانات، بزمِ تخلیق ادب، پوسٹ بکس ۱۷۶۶۷، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص ۳۸۴

۱۱۵۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، پنجابی نعت (مقالہ پی ایچ-ڈی) پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، نومبر ۲۰۰۵ء، ص ۳۸۴

۱۱۶۔ ڈاکٹر عزیز احسن، اُردو ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ، اے۔۱۲، بلاک ۱۳، گلستانِ جوہر، کراچی، مارچ ۲۰۱۳ء ص ۶۴۰

۱۱۷۔ اُردو نعت پاکستان میں، ص ۸۰۰

۱۱۸۔ ڈاکٹر افضال احمد انور، اُردو نعت کا ہئیتی مطالعہ، مشمولہ: فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۴۰

۱۱۹۔ ڈاکٹر شاہ محمد تبریزی، عہد نبوی کی نعتیہ شاعری، مشمولہ: فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۴۴

۱۲۰۔ ڈاکٹر محمد طاہر قریشی، نعتیہ شاعری میں ملّی عناصر، مشمولہ: نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۴

۱۲۱۔ حمایت علی شاعر (مرتب) صریر خامہ (نعت نمبر)، سندھ یونیورسٹی جام شورو، حیدرآباد، ۱۹۷۸ء، ص ۲۷۱

۱۲۲۔ عقیدت کا سفر، ص ۲۴۲

۱۲۳۔ مہک، گوجرانوالہ، مجلّہ، گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ، ۱۹۸۰ء ص ۲۰۰

۱۲۴۔ شام وسحر، لاہور، ماہنامہ (پہلا نعت نمبر) مدیر اعلیٰ شیخ صفدر علی، جلد نمبر ۷، شمارہ نمبر ۲۔۱، جنوری، فروری ۱۹۸۱ء ص ۴۰۰

۱۲۵۔ شام وسحر، لاہور، ماہنامہ (چھٹا نعت نمبر) مدیر اعلیٰ شیخ صفدر علی، جلد نمبر ۱۳، شمارہ نمبر ۲۔۱، جنوری فروری ۱۹۸۷ء ص ۶۶۸

۱۲۶۔ نقوش، لاہور، رسول نمبر (جلد دہم) (مدیر) محمد طفیل، شمارہ نمبر ۱۳۰، جنوری ۱۹۸۴ء ص ۵۶۷

۱۲۷۔ نعت لاہور، ماہنامہ (مدیر) راجا رشید محمود، جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۱، جنوری ۱۹۸۸ء، ص ۱۱۲

۱۲۸۔ اوج، لاہور، مجلّہ (نعت نمبر ۱-۲) (ترتیب وتدوین) ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی ۹۳-۱۹۹۲ء، ص ۲۰۷، ۳۶۷

۱۲۹۔ نعت رنگ، کراچی، کتابی سلسلہ (مرتب) صبیح رحمانی، شمارہ نمبر ۱، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۳۳۶

۱۳۰۔ تذکرہ نعت گویانِ اُردو (حصہ اوّل) ص ۴۳۲

۱۳۱۔ تذکرہ نعت گویانِ اُردو (حصہ دوم) ص ۴۱۶

۱۳۲۔ عصر حاضر کے نعت گو، ص ۲۷۲

۱۳۳۔ راجا رشید محمود، اقبال واحمد رضا مدحت گرانِ پیغمبر، اختر کتاب گھر، لاہور، آخری ایڈیشن، ۱۹۸۷ء

۱۳۴۔ عبدالحفیظ تائب، گل چیدہ نمبر ۱، سلسلہ نمبر ۱، اپریل ۱۹۸۳ء، ص ۶۴

۱۳۵۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب، تذکرہ نعت گویانِ بریلی، روشن محل سوتھا بدایوں (انڈیا)، ۱۹۸۶ء

۱۳۶۔ تذکرہ نعت گو شاعرات، ص ۱۱۲

۱۳۷۔ شہزاد احمد، لاکھوں سلام (تذکرہ تضمین نگار شعرا) مکتبہ حمد ونعت، ۲۴-نوشین سینٹر، اُردو بازار، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۳۲

۱۳۸۔ ڈاکٹر شمس بدایونی، تذکرہ شعرائے بدایوں دربارِ رسول میں، ناشر: محمد عبدالستار بدایونی، کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۲۹۶

۱۳۹۔ غوث میاں، پاکستان کے نعت گو شعرا، مشمولہ: حضرت حسان نعت ایوارڈ کراچی، مجلّہ ۱۹۹۲ء، ص ۱۵۲

۱۴۰۔ شہزاد احمد، کراچی کے نعت گو شعرا (تذکرہ) اوج، لاہور، مجلّہ، گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۵۱۶

۱۴۱۔ شہزاد احمد، حیدرآباد سندھ کے نعت گو (تذکرہ) اوج، لاہور، مجلّہ، گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۵۱۷

۱۴۲۔ سید محمد قاسم (مرتب) تین حصے، پاکستان کے نعت گو شعرا، ہارون اکیڈمی، اورنگی ٹاؤن، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۵۱۷

۱۴۳۔ راجا رشید محمود، غیر مسلموں کی نعت گوئی، اظہر منزل، نیوشالا مار کالونی، ملتان روڈ لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۵۱۷

۱۴۴۔ رئیس احمد (مرتب) حریم نعت، اقلیم نعت، شادمان ٹاؤن، شمالی کراچی، ۱۹۹۵ء، ص ۵۱۷

۱۴۵۔ راجا رشید محمود، خواتین کی نعت گوئی، اظہر منزل، نیوشالا مار کالونی، ملتان روڈ لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۵۱۷

۱۴۶۔ قمر وارثی، اختر لکھنوی (مرتبین) خوشبو سے آسماں تک، دبستانِ وارثیہ، اورنگی ٹاؤن، کراچی، ۱۹۹۵ء، ص ۵۱۷

۱۴۷۔ شہزاداحمد، بارگاہِ رسالت کے نعت گو، حمد ونعت ریسرچ فاؤنڈیشن اُردو بازار کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۵۱۷

۱۴۸۔ چودھری محمد سلیم، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۵۱۷

۱۴۹۔ شاکر کنڈان، اُردو نعت اور عساکر پاکستان، مشمولہ: ماہنامہ نعت لاہور، شمارہ نمبر

۱۵۰۔ قمر رعینی، تذکرہ نعت گویانِ راولپنڈی، اسلام آباد، انجم پبلشرز، راول پنڈی، ۲۰۰۴ء، ص ۵۱۹

۱۵۱۔ عبدالحفیظ تائب، حمد ونعت کی بہاریں، مشمولہ: لیلۃ النعت، کراچی، مجلّہ ۲۰۰۴، ص ۵۱۹

۱۵۲۔ عابد منہاس، چکوال میں نعت گوئی، کشمیر پبلی کیشنز، تلہ گنگ، چکوال، ۲۰۰۸ء، ص ۵۲۰

۱۵۳۔ ادیب رائے پوری، نوائے نعت، کراچی، ماہنامہ، پہلا شمارہ، جنوری ۱۹۸۴ء، بڑے سائز چہار ورقی ص ۳۸۷

۱۵۴۔ اُردو نعت پاکستان میں، ص ۳۹۶ تا ۳۹۷

۱۵۵۔ راجا رشید محمود، نعت، لاہور، ماہنامہ (حمد باری تعالیٰ) پہلا شمارہ، جنوری ۱۹۸۸ء، ص ۱۱۲

۱۵۶۔ شہزاداحمد، حمد ونعت، کراچی، ماہنامہ، پہلا شمارہ، جولائی ۱۹۹۰ء، ص ۸۰

۱۵۷۔ طاہر سلطانی، ارمغانِ حمد، کراچی، ماہنامہ، جلد نمبر ا، شمارہ ا، فروری ۲۰۰۴ء، ص ۱۲۸

۱۵۸۔ محمد ابرار حنیف مغل، کاروانِ نعت، لاہور، ماہنامہ، پہلا شمارہ (نومبر ۲۰۰۴ء) ص ۵۶

۱۵۹۔ گل چیدہ نمبر ا، ص ۶۴

۱۶۰۔ وقار مصطفیٰ، ملک فاروق احمد (مرتبین) ایوانِ نعت، لاہور، کتابی سلسلہ، پہلا شمارہ، نومبر ۱۹۸۷ء، ص ۴۲

۱۶۱۔ صبیح رحمانی، نعت رنگ، کراچی، کتابی سلسلہ، پہلا شمارہ، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۳۳۶

۱۶۲۔ طاہر سلطانی، جہانِ حمد، کراچی، کتابی سلسلہ، پہلا شمارہ، جون ۱۹۹۸ء، ص ۴۴۸

۱۶۳۔ آفتاب کریمی، سفیر نعت، کراچی، کتابی سلسلہ، پہلا شمارہ (سن ندارد) ص ۱۲۸

۱۶۴۔ عزیز الدین خاکی القادری، دنیائے نعت کراچی، کتابی سلسلہ، پہلا شمارہ، اگست ۲۰۰۱ء، ص ۱۶۸

۱۶۵۔ احدی، غلام مجتبیٰ، راہِ نجات، کراچی، کتابی سلسلہ، پہلا شمارہ، مئی ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۲

۱۶۶۔ شاکر کنڈان، عقیدت، سرگودھا، سہ ماہی، پہلا شمارہ ۲۰۰۴ء، ص ۱۱۲

۱۶۷۔ زکریا شیخ، نعت نیوز، کراچی، کتابی سلسلہ، پہلا شمارہ، اپریل ۲۰۰۶ء، ص ۵۶

۱۶۸۔ شبیر احمد قادری، معین ادب بعد از اں شہر نعت فیصل آباد، کتابی سلسلہ، پہلا شمارہ، اپریل ۲۰۰۷ء، ص ۴۸

۱۶۹۔ محمد مشرف حسین انجم، ڈاکٹر، خوشبوئے نعت، سرگودھا، کتابی سلسلہ، پہلا شمارہ، اپریل ۲۰۰۷ء، ص ۸۰

۱۷۰۔ سرور حسین نقشبندی، مدحت، لاہور، کتابی سلسلہ، پہلا شمارہ، مارچ تا مئی ۲۰۱۵ء، ص ۱۷۶

۱۷۱۔ سیّد شاکر القادری، فروغِ نعت، اٹک، سہ ماہی، پہلا شمارہ، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء، ص ۱۱۲

۱۷۲۔ واحد رضوی، نعتیہ ادب، اٹک، سہ ماہی، پہلا شمارہ، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء، ص ۱۲۴

۱۷۳۔ محمد رمضان میمن، جہانِ نعت، کراچی، کتابی سلسلہ، (مسرور کیفی نعت نمبر) پہلا شمارہ، جنوری ۲۰۱۴ء، ص ۱۲۰
۱۷۴۔ غلام ربانی فدا، جہانِ نعت، انڈیا، کتابی سلسلہ، شمارہ ۷، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۳ء ص ۱۲۰
۱۷۵۔ مشتاق سہیل (ایڈیٹر) روزنامہ پبلک، کراچی، (پبلک نعت گیلری) ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص ۵
۱۷۶۔ محمد اسلم (چیف ایڈیٹر)، روزنامہ ڈیلی یارن، فیصل آباد، (حیّ علیٰ النعت) ۸/اپریل ۱۹۹۹ء ص ۳
۱۷۷۔ اُردو نعت پاکستان میں، ص ۵۱۷
۱۷۸۔ ایضاً ص ۵۱۹
۱۷۹۔ ایضاً ص ۵۱۹
۱۸۰۔ اکبر وارثی میرٹھی، میلادِ اکبر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور (سن ندارد) ص ۸۸
۱۸۱۔ اُردو نعت پاکستان میں، ص ۵۱۸
۱۸۲۔ نعت رنگ، کراچی، کتابی سلسلہ (مرتب) صبیح رحمانی (تنقید نمبر) شمارہ ۱، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۳
۱۸۳۔ ایضاً ص ۵
۱۸۴۔ ایضاً ص ۶ تا ۷
۱۸۵۔ ایضاً ص ۸
۱۸۶۔ نعت رنگ، کراچی، کتابی سلسلہ (مرتب) صبیح رحمانی، شمارہ ۲، دسمبر ۱۹۹۵ء، ص ۲۹۵
۱۸۷۔ ایضاً ص ۲۹۶
۱۸۸۔ ایضاً ص ۲۹۷
۱۸۹۔ ایضاً ص ۳۰۴
۱۹۰۔ ایضاً ص ۳۰۶
۱۹۱۔ ایضاً ص ۳۰۸
۱۹۲۔ ایضاً ص ۳۲۹
۱۹۳۔ نعت رنگ، کراچی، کتابی سلسلہ (مرتب) صبیح رحمانی، شمارہ ۳، ستمبر ۱۹۹۶ ایضاً ص ۳۳۰
۱۹۴۔ ایضاً ص ۳۳۵
۱۹۵۔ شبیر احمد قادری، ڈاکٹر، نعت رنگ اہل علم کی نظر میں، نعت ریسرچ سینٹر، نارتھ کراچی، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص ۱۲، ۱۳
۱۹۶۔ نعت رنگ اوّل، ص ۳۳۶

☆☆☆

باب دوم

نعت رنگ کے اداریے: تحقیقی وتنقیدی شمارہ وار مطالعات

نعت رنگ کے اداریوں کے جائزے شمارہ وار مطالعات سے پہلے ضروری ہے کہ اداریہ، ادارت، اداریہ نویسی کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کردی جائیں تاکہ اس کی روشنی میں نعت رنگ کے اداریوں اور مدیر نعت رنگ صبیح رحمانی کی خداداد صلاحیتوں کا صحیح معنوں میں ادراک ہوسکے۔

اداریہ : ''اداریہ'' عربی اسم اور مذکر ہے۔ اخبار کے ایڈیٹر کا اپنا خاص مضمون، مقالۂ افتتاحیہ، ایڈیٹوریل، لیڈنگ آرٹیکل(Editorial)۔

جس طرح عمارت کی بنیادی تعمیراتی اکائی اینٹ ہے اسی طرح اداریہ بھی کسی اخبار، کتاب، مجلّہ یا رسالے کی بنیادی اکائی ہوتا ہے۔ انگریزی زبان میں (Editorial) اداریہ کہلاتا ہے۔ لفظ اداریہ کے کئی مترادفات ہیں۔ بعض اوقات اسے افتتاحیہ بھی کہا جاتا ہے۔

اداریہ کسی جریدے یا اخبار کا آئینہ یا عکس ہوتا ہے۔ اداریہ پورے جریدے کا نچوڑ بھی ہوسکتا ہے۔ دریا کو کوزے میں بند کرنے کا نام بھی اداریہ کو دیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر شفیق جالندھری کے مطابق:

> ''اداریے کو کسی جریدے کی روح اور پالیسی کا عکاس سمجھا جاتا ہے۔۔۔۔۔ اداریہ ایک لمبا مضمون ہوتا ہے یا پھر اس کے تحت چھوٹے بڑے ایک سے زائد مضامین بھی شامل ہوتے ہیں، جن کو شذرات یا ادارتی نوٹ کہتے ہیں''۔(۱)

سر جیمز بیری نے اداریہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

> ''اداریہ رائے کو متاثر یا قاری کو محظوظ کرنے کے لیے حقائق اور نقطۂ نظر کو مختصر، منطقی اور خوشگوار انداز میں پیش کرنے کا نام ہے۔۔۔ مختلف آرا کے تجزیے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اداریہ اس صحافتی مقالے کا نام ہے جس میں ادارے کی طرف سے مسائل وامور پر روشنی ڈال کر قارئین کی رہنمائی کی جاتی ہے، خواہ یہ رہنمائی فیصلے یا رائے کے اظہار کی صورت میں ہو، خواہ مسائل وحالات اور معاملات کی توضیح وتوجیح کی شکل میں''۔(۲)

اس تعریف کی رو سے اداریہ حالاتِ حاضرہ اور مسائل کی وضاحت کرنے، ان کے اسباب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے حل کی طرف بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

ڈاکٹر شفیق جالندھری نے اداریے کے بارے میں اس طرح اظہار خیال کیا ہے:

> ''اداریہ دراصل ایک تجزیہ اور جائزہ ہوتا ہے جس سے عام قارئین واقف نہیں ہوتے۔ وہ اداریے کی بدولت موضوع کے مختلف پہلوؤں سے واقف ہوجاتے ہیں''۔(۳)

جب قارئین اداریے میں موجود کسی مسئلے، موضوع یا واقعے کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس کی تمام جزیات کھل کر ان کے سامنے آتی ہیں جس سے ان کی سوچ کو نئی راہ ملتی ہے اور وہ حقائق سے نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت حاصل کرتے ہیں۔

اس لیے ڈاکٹر شفیق جالندھری کے بقول:

> ''اداریہ قارئین میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے''۔(۴)

''ادارت'' عربی زبان کا لفظ ہے۔ گرائمر کی رو سے یہ اسم اور مؤنث ہے۔ ایڈیٹری، جریدہ نگاری یا رسالہ، اخبار، کتاب وغیرہ مرتب کرنا ادارت کہلاتا ہے۔

ادار یہ نویسی کے حوالے سے مدیر کی ذمہ داریاں ''ادارت'' کہلاتی ہیں۔

اداریہ نویس (مدیر): اادریہ کا راقم ادار یہ نویس کہلاتا ہے۔ یہ کیسی رسالے یا اخبار کا منتظم ہوتا ہے یا کوئی بھی ماہر یا ماہرین۔ مدیر کی اشاعتی امداد کے لیے نگران مدیر، نائب مدیر، اعزازی مدیر، مہمان مدیر، مشاورتی بورڈ اور خصوصی معاونین اور ادارہ تحریر وغیرہ بھی ہوتے ہیں لیکن زیادہ تر کام عموماً مدیر کو خود ہی کرنا ہوتا ہے۔ ادار یہ نویس کے پاس پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ ساتھ تنقیدی ذوق وشوق اور جذباتی لگاؤ کا ہونا لازمی ہے کیونکہ ادار یہ ہی وہ تحریر ہے جسے پڑھ کر قارئین یہ طے کرتے ہیں کہ انھیں اس اخبار یا جریدے کا مطالعہ کرنا چاہیے یا نہیں۔ اگر مدیر اداریہ میں اپنی قابلیت، مہارت، جرأت کو ذاتی دلچسپی سے جان ڈال دے تو جریدہ قارئین میں شرف پزیرائی حاصل کرتا ہے۔ بقول پی این اہوجا:

"He must be an alround intellectual" (5)

اہوجا کے اس بیان کا مفہوم یہ ہے کہ مدیر کو تمام دنیا کے حالات وواقعات سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ متعلقہ صورت حال کو تحریراً (تعریف یا تنقید) کے ضمن میں بیان کرنے کی جرأت ہونی چاہیے۔ ڈاکٹر شفیق جالندھری اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''ادار یہ نویس ایک ماہر تجزیہ نگار ہوتا ہے جو مختلف موضوع کے حوالے سے ماضی، حال اور مستقبل میں ممکنہ تبدیلیوں کو ملحوظِ خاطر رکھ کر پسِ منظر اور پیش منظر سے متعلقہ معاملات کی کڑیوں کو ایک مربوط شکل دے کر امکانات کو مضمون کی شکل میں پیش کرتا ہے''۔(۶)

مدیر کا فرض ہے کہ وہ جس جریدے یا اخبار کی اشاعت کی ذمہ داری لیتا ہے اسے پوری طرح اور بروقت نبھائے۔ ادار یہ نویس کو سچائی اور فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے حقائق کو بعینیہ تحریر میں لانا چاہیے۔

ڈاکٹر افضال انور کی تصنیف 'فن ادار یہ نویسی اور نعت رنگ' میں مثالی مدیر کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ ادار یہ نویسی ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اس کے لیے ادار یہ نویس کا باخبر، بے دار مغز، ذہین محتاط اور چابکدست ہونا ضروری ہے''۔(۷)

ادار یہ نویس پر عمومی اور خصوصی لحاظ سے بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ جن میں اشاعتی مراحل کی نگرانی کرنا، عملے کے تمام ارکان سے رابطے میں رہنا اور ان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنا، ارکان عملہ کے بہترین کام اور خدمات کو سراہنا، معاونین ومشتہرین کی خدمات کا اعتراف کرنا، موقع کی مناسبت سے مواد میں ردوبدل کرنا، جس جریدے یا اخبار کے لیے اسے ادار یہ نویس منتخب کیا گیا ہے اسے کامیابی کے ساتھ جاری رکھنا، ترجمہ اور تلخیص یا وضاحتی بیانات کے لیے ماہرین اردو ادب اور متعلقہ ماہر زبان سے رابطہ کرنا اور مدد لینا، ہر شمارے کے لیے حاصل کردہ مواد کو ترتیب وانتخاب کے مرحلے سے کامیابی سے گزارنا جریدے کی بہتری کے لیے متعلقہ ماہرین سے صلاح ومشورہ کرنا، قارئین کے خطوط میں سے بامقصد، تعمیری تنقید اور شائستہ ومثبت مواد سے بھرپور موصول کردہ خطوط کا انتخاب اور اشاعت، غیر جانبداری، سچائی، فرض شناسی اور جمہوری طرز عمل اپنانا شامل ہے۔

شمارہ نعت رنگ: جریدہ نعت رنگ کی سن اشاعت کا آغاز اپریل ۱۹۹۵ء میں ہوا۔ یہ ایک موضوعاتی جریدہ ہے۔ جس میں تخلیقِ نعت، تنقید نعت اور تحقیق نعت کے پہلوؤں سے لے کر عہدِ ماضی اور عہدِ حاضر کے نعتیہ منظر نامے وغیرہ پیش کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر افضال انوار ''نعت رنگ'' میں شامل اہم موضوعات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نعت کو بطور اہم ادبی صنف منوانا، نعت سے متعلق ہر اہم موضوع پر اتنا وسیع مواد پیش کرنا کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہے، نعت لکھنے والے ہر اہم شاعر کا کلام شائع کرنا، نعتیہ ادب میں خطوط کی نئی روایت کو پیش کرنا، مختلف الخیال لوگوں کو کمالِ محبت اور سنجیدگی سے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا اور اس پلیٹ فارم کو بین الاقوامی سطح تک لے جانا، بے بضاعتی کے باوصف مجلّے کو جاری رکھنا اس کی صوری، فکری اور معیاری سطح کو نیچے نہ آنے دینا، خدامِ نعت کی وفیات کی اطلاع ان کی عظمتوں کے اعتراف کے ساتھ اس طرح کرنا کہ اوراقِ تاریخ جگمگا اٹھیں''۔(۸)

مدیرانِ نعت رنگ: نعت رنگ کے مدیران میں سیّد صبیح الدین رحمانی، ڈاکٹر معین الدین عقیل اور ڈاکٹر ریاض مجید شامل ہیں۔ نعت رنگ کے مستقل مدیر صبیح رحمانی ہیں اور زیادہ تر اداریے انھوں نے خود قلمبند کیے ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر معین الدین عقیل اور ڈاکٹر ریاض مجید نے بطور مہمان مدیر اداریہ نویسی کی ہے اور اداریہ نویسی کے ہنر کو بہت خوبی سے نبھایا ہے۔

ڈاکٹر افضال انور صبیح رحمانی کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

''ایم۔اے (اردو) پاس صبیح رحمانی ۲۷ جون ۱۹۶۵ء میں کراچی میں پیدا ہوئے اور اپریل ۱۹۹۵ء میں ان کے ''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ صرف تیس برس کے نوجوان نے وہ کارنامہ کر دکھایا جس پر زندگیاں رشک کرتی ہیں''۔(۹)

''آغاز ہی سے مدیرِ محترم کی تحریر میں سچے جذبے، قلبی لگن، آگے بڑھنے کی آرزو اور انتھک محنت کی جھلکیاں ملتی ہیں۔۔۔ چونکہ وہ جدید لہجے کا حامل جوانسال شاعر ہیں لہذا ان کی نثر میں بھی شعری جواہر جھلملاتے دکھائی دیتے ہیں۔ خلوص، محبت اور رواداری ان کی تحریر کی نمایاں خوبیاں ہیں۔ ان کی کامیابی کا ایک اہم راز اس حقیقت میں پنہاں ہے کہ وہ فرقہ بندی کی جکڑ بندیوں سے خود کو دور رکھتے ہیں۔ ان میں مختلف خیالات کے حامل لوگوں کی مختلف باتوں کو توجہ سے سننے کا حوصلہ ہی نہیں بلکہ ان میں اتنی صلاحیت بھی ہے کہ وہ مختلف مسالک کے لوگوں کو اپنی بات سنا اور منوا بھی سکتے ہیں۔۔۔ ان اداریوں کی زبان سنجیدہ، دوٹوک، غیر مبہم اور دلی سرشاری کی حامل ہے۔ اس میں عشقِ رسولؐ کی جھلک ملتی ہے۔ مقصدیت سے گہرے شغف کے باوصف اس میں ایسی ادبی چاشنی پائی جاتی ہے جو ذہنوں ہی کو نہیں بلکہ دلوں کو بھی متاثر کرتی ہے''۔(۱۰)

ڈاکٹر افضال انور صبیح رحمانی کی دیگر ادارتی ذمہ داریوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''انھوں نے تعصب و فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر وسائل نہ ہونے اور حکومتی یا کسی نجی ادارے کی مالی معاونت کے بغیر ایک ایسا ادبی، دینی اور روحانی مجلّہ جاری کیا، جس نے سب اہلِ علم و قلم کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ بیسویں شمارے تک نہ صرف پاکستان اور بھارت بلکہ دنیا بھر میں نعت پر کام کرنے والی ہر اہم اور قابلِ ذکر شخصیت کے نعتیہ علمی آثار کو ''نعت رنگ'' میں یکجا کر دیا''۔(۱۱)

اداریوں کی اقسام: ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اپنی کتاب ''فنِ صحافت'' میں اداریوں کی اقسام کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

اگر اندازِ تحریر کی بنا پر اداریوں کی درجہ بندی کی جائے تو ان کی دو قسمیں اُبھرتی ہیں:

> ''اوّل: مُدلّل اور سنجیدہ اداریے، دوم: جذباتی اداریے۔ اُردو صحافت میں اوّل الذکر کی شکل سر سید احمد خان کی تحریروں سے ملتی ہے اور موخر الذکر کی مولانا ظفر علی خان کے اداریوں سے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سر سید کی تحریر جذبے سے عاری تھی، یا مولانا ظفر علی خان کے اداریے دلیل اور سنجیدگی سے خالی تھے، مراد صرف یہ ہے کہ سر سید کی تحریر میں دلیل غالب تھی اور مولانا ظفر علی خان کے اداریوں میں جذبات غالب تھے''۔(۱۲)

ڈاکٹر عبدالسلام نے سنجیدہ اداریوں کے بانی سر سید احمد خان اور جذباتی اداریوں کا بانی مولانا ظفر علی خان کو قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ ان حضرات کی تحریروں میں سنجیدگی اور جذباتیت دونوں موجود تھیں لیکن ایک طرف سنجیدگی غالب تھی تو دوسری جانب جذباتیت۔

مواد کے لحاظ سے بھی انھوں نے اداریوں کو سیاسی، معاشرتی، معاشی، سائنسی، زرعی لحاظ سے تقسیم کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے ماہرین اداریہ نویسی کی بیان کردہ اقسام کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ انھوں نے معلوماتی، استدلالی اور تفریحی لحاظ سے تحریر کردہ اداریوں کی انفرادیت کی نشاندہی بھی بڑے مدلل انداز میں کی ہے۔ غرض کہ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے اداریے اور اداریہ نگار کی بے شمار خوبیاں بیان کی ہیں۔ پیچ دار تجربہ سے منع فرمایا ہے۔ زبان سلیس اور سادہ ہو، فقرے چھوٹے ہوں، پیرے بھی چھوٹے ہوں، طوالت سے گریز بتایا ہے۔ اچھے اداریے کی پہچان کرائی ہے۔

شعبہ نعت کے ایک قابل قدر محقق ڈاکٹر افضال احمد انور نے اپنے مقالہ ''اداریہ نویسی اور مدیر نعت رنگ کی ادارتی خدمات'' میں صبیح رحمانی کو اس طرح خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

> ''بات آگے بڑھانے سے پہلے صبیح رحمانی کے اداریے پر ایک نظر بارِ دیگر ڈالیے۔ لفظ لفظ مدیر محترم کے خلوص کا آئینہ دار اور ان کے مستقبل کے ارادوں کا غماز ہے۔ اس اداریے میں نعت سے کشید ہونے والے رنگوں عہد حاضر کے نعتیہ منظر نامے، روحانی فضا تصویر کرنے......جیسے الفاظ و تراکیب کا استعمال اداریہ نویس کی پختہ سوچ اور فنی چابک دستی کو بخوبی ظاہر کرتا ہے۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والا نثر میں شعری حربوں سے کام لینے کا ہنر جانتا ہے اور خوب جانتا ہے۔''(۱۳)

ڈاکٹر افضال احمد انور کی رائے میں مدیر نعت رنگ سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی کی بحیثیت اداریہ نویس، پختہ سوچ، فنی چابکدستی اور نثر میں شعری حربوں سے بھرپور کام لینا، مدیر نعت رنگ کی قابلیت اور علمیت کی بھرپور دلیل ہے۔

نعت رنگ کا پہلا شمارہ (تنقید نمبر)

کتابی سلسلہ نعت رنگ کراچی کا سب سے پہلا شمارہ صبیح رحمانی کی ادارت میں اپریل ۱۹۹۵ء میں (تنقید نمبر) کے حوالے سے شائع ہوا۔ ''علمی و تحقیقی کتابی سلسلہ نمبر ا'' کا یہ اوّلین شمارہ نعت رنگ کی تحریک کا نقش اوّل ہے۔ اس کے ناشر اقلیم نعت ۲۵۔ ای، ٹی اینڈ ٹی فلیٹ، فیز ۵، شادمان ٹاؤن نمبر ۲ شمالی کراچی ہیں۔ ۳۳۶ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ ۷۵ روپے کی قیمت کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

نعت رنگ کراچی کے پہلے شمارے کا انتساب اِن قابل قدر اور معروف شخصیات نعت سے منسوب ہے۔ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی اور اظہر عباس ہاشمی کے اسمائے گرامی اس انتساب کی زینت ہیں۔اس انتساب کا اوّل الذکر نام نامی واسم گرامی نعتیہ ادب میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق کا نام اور کام ہمیشہ نعتیہ ادب کی زینت بنا رہے گا۔

اس پہلے شمارے کا اداریہ ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے مدیر نعت رنگ صبیح رحمانی کا تحریر کردہ ہے۔جس میں مدیر نے نعت رنگ کی غرض وغایت اور اس کے منشور کا مختصر انداز میں اعلان کیا ہے۔یہ اداریہ (ایک صفحہ) مختصر ہونے کے باوجود نعتیہ ادب کے رنگ دھنک اور نعتیہ کہکشاں کا آئینہ دار ہے۔مدیر نعت رنگ رقم طراز ہیں:

> ''نعت رنگ'' پیش خدمت ہے۔فروغ نعت کے اس عہد زرّیں میں یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں، لیکن نعت نگاری کی طرف رجوع عام کے اس اہم دور میں نعت کو رطب و یابس اور شعرا کے غیر محتاط رویوں سے محفوظ رکھنے کی پہلی سنجیدہ اور باقاعدہ کوشش ضرور ہے۔اس ''کتابی سلسلے'' میں موضوعات نعت کی ایک ایسی دھنک پھیلی ہوئی ہے جو کئی رنگوں کے امتزاج کی مظہر ہے۔یہ رنگ تحقیق وتنقید کی دھوپ سے کشید کیے گئے ہیں۔یہ رنگ عصر حاضر کے نعتیہ منظر نامے سے چنے گئے ہیں۔یہ رنگ شعرا کے گل ہائے عقیدت سے جمع کیے گئے ہیں۔
> اُمید ہے یہ رنگ آپ کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی روحانی فضا تصویر کرنے میں کامیاب ہوں گے جو آپ کے دل کو نور اور دماغ کو سرور عطا کرے گی۔''(۱۴)

صبیح رحمانی نے نہایت پُرخلوص انداز میں نعت رنگ کی نعتیہ تحریک کا آغاز کیا ہے۔نعت رنگ کا ابتدائی شمارہ ہی تحقیق اور تنقیدی رویے پر مشتمل ہے۔بلاشبہ یہ تنقید نعت کے حوالے سے پہلی اور باقاعدہ سنجیدہ کوشش ہے۔جس میں شعرائے کرام کے غیر محتاط رویوں کی نشان دہی کے ساتھ ہی تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ تنقید برائے اصلاح کا اظہار ہے۔

مدیر نعت رنگ نے اپنے اداریے میں نعتیہ ادب کی کہکشاں کو سمیٹنے کی جانب لطیف اشارے دیے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ فروغِ نعت کے اس عہد زرّیں میں یہ کوئی بہت بڑا کام نہیں۔مگر نعت کو رطب و یابس اور شعرا کے غیر محتاط روّیوں سے نہ صرف دور رکھنے بلکہ اصلاحِ کار کی جانب ایک باضابطہ کاوش ہے۔اس میں تحقیق کی جلوہ گری اور تنقید کے نشتر بھی ہیں۔عصر حاضر کا نعتیہ منظر نامہ بھی ہے۔شعراء کے گل ہائے عقیدت کو حسنِ عقیدت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔مدیر نعت رنگ بلاشبہ آنکھوں کے سامنے ایک ایسی روحانی فضا قائم کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں جس میں آنکھ کا نور، دل کا سُرور اور روح کی شادابی بھی شامل ہے۔

مدیر نعت رنگ کے اداریے کا یہ کمال ہے کہ وہ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔مدیر کی شعبہ نعت سے وابستگی کا اظہار یہ اور نعت سے قوی تعلق کی دلیل بھی ہے۔صبیح رحمانی اور نعت رنگ کا دائرہ بہت وسیع ہے جس کی وجہ سے بھرپور پذیرائی کا سلسلہ دراز رہتا ہے۔مقبولیت کی گھڑی میں کہے گئے الفاظ باریابی کی سند سے دوچار ہو چکے ہیں۔بلکہ زیادہ آسان ہوگا اگر یہ کہہ دیا جائے کہ یہ الفاظ اب ایک عظیم نعتیہ تحریک کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔اس دوررس نعتیہ تحریک کے نمایاں اثرات بھرپور انداز سے نعتیہ ادب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔نعت خوانی کے حلقوں میں محتاط انداز اور نعت گو شعرا کی شاعری میں محتاط رویوں کا استعمال اس کا واضح

ثبوت ہے۔

نعت رنگ کا دوسرا شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۲، صبیح رحمانی کی ادارت میں دسمبر ۱۹۹۵ء کا طبع شدہ ہے۔ جدید نعتیہ ادب کا اشاریہ اور علمی و تحقیقی کتابی سلسلہ نمبر ۲ پہلے شمارے کے ٹھیک آٹھ ماہ بعد شائع ہوا۔ اس کے ناشر بھی اقلیم نعت شادمان ٹاؤن شمالی کراچی ہیں۔ ۳۲۰ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر ۱۲۰ روپے قیمت کے ساتھ شائع ہوا۔

دوسرے شمارے کا انتساب ''اُردو کی جدید نعتیہ شاعری کے ستارۂ صبح حضرت حفیظ تائبؔ کے نام'' معنون ہے۔

ادیبؔ رائے پوری مرحوم نے نعت رنگ کے دوسرے شمارے کے ''اداریہ'' کے لیے خیالات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

> ''آٹھ ماہ کے طویل وقفہ کے بعد دوسرا شمارہ دسمبر ۱۹۹۵ء میں طلوع ہوا۔ جس میں پہلی کامیاب اور مقبول خاص وعام اشاعت (تنقید نمبر) پر خوشی اور تشکر کی آمیزش کے ساتھ اس سفر میں اہل قلم حضرات کو توجہ دلائی گئی کہ تمہارا مقام آخر کس صدی میں متعین ہوگا۔ آخر نعت نگاری صرف چند مجالس نعت میں چند لمحوں کی واہ واہ کے لیے تو نہیں یہ تو ایک مشن ہے ایک تحریک ہے لیکن اس کا احساس کب ہوگا اور تمہاری یہ قدر ناشناسی کب دور ہوگی۔ یہ قلب صبیح کے اضطراب کی کیفیت تھی جو اپنی ذات سے زیادہ اپنے شریک شعرا اہل قلم اور نعت نگار دوستوں کے لیے تھی۔'' (۱۵)

صاحب طرز ادیب اور نقاد پروفیسر شفقت رضوی کی یہ رائے بھی قابل ذکر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''صبیح رحمانی اور ''نعت رنگ'' کی اہم خدمت یہ ہے کہ ان کے ذریعے فروغِ نعت نے ایک روایت سے بڑھ کر تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اس نے خود احتسابی کا طریقہ اپنایا ہے اسی سے اصلاح کی راہیں کھلتی ہیں۔ (۱۶)

شفقت رضوی لکھتے ہیں کی صبیح رحمانی نے فروغ نعت کی کوششوں کو ایک تحریک کی شکل دے دی ہے۔ مدیر محترم کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ انھوں نے نعت رنگ کی خدمت کے حوالے سے اپنی کارکردگی کو خود احتساب کے لیئے قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ یہ ایک ایسا جمہوری طرزِ عمل ہے جو بہتری اور اصلاح کی راہیں کھولنے میں مدد دے گا۔

ڈاکٹر افضال احمد انور نے نعت رنگ اور مدیر نعت کی اداریہ نویسی اور ادارتی خدمات کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کی فاضلانہ اور محققانہ تحقیق کے مطابق:

> ''...... پہلے شمارے کی نسبت دوسرے شمارے کے پھیلاؤ اور تنوع کا احساس ہوتا ہے۔ اس میں خطوط کے حصے کا خوبصورت اضافہ ہوا ہے اور مشاہیر کے لیے گوشے مخصوص کرنے کی بنیاد بھی اسی میں رکھی گئی ہے۔ خدام نعت کے اس دنیا سے چلے جانے کو تاریخ کا حصہ بنانے کے لیے ان کا ذکر احترام سے کیا گیا ہے۔ آفتاب نقوی شہید کے لیے بڑا گوشہ مخصوص ہے۔ ابتدائیہ کے عنوان سے باقاعدہ اداریہ لکھا گیا ہے۔ لیکن مزید ادارتی شذرات بھی شامل جریدہ ہیں۔ صبیح رحمانی نے پہلی بار کھل کر نعت رنگ کو تحریک بنانے کا اعلان کیا ہے۔'' (۱۷)

ڈاکٹر افضال انور نے بڑی خوبصورتی سے مدیرِ ''نعت رنگ'' کی کاوشوں کو مختصر مگر جامع انداز میں پیش کیا ہے۔ انھوں

نے قارئین کے خطوط، مشاہیر کے گوشے اور مرحومین خدامِ نعت کی خدمات کو جریدے کا مستقل سلسلہ بنا دیا ہے جس سے اس کے مضامین نہ صرف متنوع ہوگئے ہیں بلکہ جریدے کو مقبولیت کی صنعت بھی مل گئی۔

دوسرے شمارے کا اداریہ بھی ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے نعت رنگ کے مدیر صبیح رحمانی کی فکر انگیز اور حقیقت کشا تحریر سے مزّین ہے۔ یہ ابتدائیہ یعنی اداریہ تین صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مدیر نعت رنگ نے بہت اہم سوالات کی جانب نہ صرف اشارے کیے ہیں بلکہ جوابات کی صورت میں اس کا مکمل حل بھی پیش کیا ہے۔

اس اداریے کو پڑھنے کے بعد مدیر نعت رنگ کی شعبہ نعت سے گہری وابستگی اور قلبی لگاؤ کا احساس اور بھی فزوں ہوجاتا ہے۔ صبیح رحمانی کوئی معمر ترین انسان نہیں بلکہ ۳۰ سالہ جوان ہونے کی صورت میں اُنھوں نے نعت رنگ کی اشاعت کا بیڑا ۱۹۹۵ء میں اُٹھایا۔ نعت رنگ کے مطالعے سے اس بات کا اندازا ہوا کہ مدیر بہت کم لکھتے ہیں۔ یہ کم لکھا ہوا بھی لوگوں کے بہت زیادہ لکھے پر بھاری ہے۔ نعت رنگ کے اداریے مدیر کے فکری اور فنی شعور کے غماض اور علمی بصیرت کے حامل ہیں۔ وہ لکھنے سے پہلے سوچتے پھر لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان لکھا ہوا معتبر حوالہ بن جاتا ہے۔

اس ''ابتدائیہ'' کا حسن آغاز 'یہ صدی نعت کی صدی ہے' سے ہوا ہے۔ ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے باضابطہ اداریہ رقم کیا گیا ہے۔ لیکن مزید ادارتی شذرات بھی شامل جریدہ ہیں۔ اداریہ کا نفسِ مضمون ظاہر کرتا ہے کہ صبیح رحمانی کی یہ ساری تگ و دو نعت رنگ کو تحریر بنانے کے حوالے سے ہے۔

> '' ''یہ صدی نعت کی صدی ہے''۔ ''یہ عہد نعت کے فروغ کا عہد ہے''۔ ''نعت پر جتنا کام اس دور میں ہورہا ہے گذشتہ ادوار میں نہیں ہوا''۔
>
> ان جملوں کی گونج آج کل ادبی حلقوں میں سنائی دے رہی ہے اور کسی حد تک ان میں سچائی بھی ہے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کیا اس دور کو نعت کا دور کہنے والوں نے اپنے بڑے سے بڑے نعت گو کے ادبی مقام و مرتبے کا تعین کرنے کی کوئی کوشش کی ہے؟ کیا دیگر اصناف سخن کی طرح نعت کے فکری اور فنی پہلوؤں پر علمی مباحث کو فروغ دینے کی طرف توجہ کی گئی ہے؟ کیا تاریخ ادب کے مرتبین نعت نگاری اور نعت نگاروں کے فکر و فن اور ادبی حیثیت کو اجاگر کررہے ہیں؟ کیا آج کسی اہم سرکاری اور غیر سرکاری ادبی کانفرنس میں کسی شاعر کو بحیثیت نعت نگار مدعو کیا جارہا ہے؟
>
> یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ حیرت اور دُکھ تو اس بات کا ہے کہ آج بھی نعت کو دوسرے درجہ کی صنف سخن سمجھ کر اس پر سرسری گفتگو ہورہی ہے۔ حالانکہ اس عہد کا نعتیہ ادب اتنا ہی زندہ اور متحرک ہے جتنا کہ دوسری اصناف ادب کا۔ آج کا نعت گو مکمل عصری آگہی رکھتا ہے اور کرب ذات سے مسائل کائنات تک غور کرتا دکھائی دیتا ہے۔'' (۱۸)

مدیر نعت رنگ نے نعت کی صدی کہہ کر کام کو آگے بڑھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نعت کے موضوع پر عصر حاضر میں بہت نمایاں کام تسلسل کے ساتھ ہورہا ہے۔ جس کی مثال گزشتہ ادوار میں نہیں ملتی۔ مدیر کچھ قابل غور باتوں پر سوال اٹھاتے ہیں۔ یہ سوال قارئین سے بھی کیے گئے ہیں اور حکومت کے بااختیار اداروں سے بھی۔ صنفِ نعت کو سرکاری سطح پر اہمیت دینے سے چشم پوشی،

اس کے ارتقا اور فروغ پر مباحث کی کمی اور صنفِ نعت کے ادبی مقام کو متعین کرنے پر پس وپیش ایسے معاملات ہیں جن کی جرأت مندانہ نشاندہی کر کے مدیر نے ہر باشعور ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ جب کہ آج دوسری اصنافِ سخن سے زیادہ اس عہد کا نعتیہ ادب زندہ اور متحرک ہے۔ آج کا نعت گو مکمل عصری آگہی کا حامل ہے وہ کربِ ذات سے مسائلِ کائنات تک غور وفکر سے آشنا ہے۔

نعت رنگ کے مدیر صبیح رحمانی کا تحریر کردہ اداریہ مختلف جہات پر مشتمل ہے۔ اس میں ''نئے دُکھ'' کے عنوان سے خوابِ اجل سے دوچار ہونے والے نعت گو شعرا کے اسمائے گرامی بھی درج ہیں۔ صبیح رحمانی صاحب صرف ناموں پر ہی بس نہیں کرتے بلکہ ان کے بارے میں بنیادی اور خصوصی معلومات بھی اپنی خوبصورت تحریر میں پیش کر دیتے ہیں۔

> ''گزشتہ دنوں ہمارے ادبی اُفق پر سے کئی تابناک ستارے موت کی اندھیری وادی میں گم ہو گئے۔ چل چلاؤ تو لگا ہی ہوا ہے۔ لیکن نعت کے حوالے سے حضرت عبدالعزیز شرقی، اختر لکھنوی کا غم ہی کیا کم تھا کہ ڈاکٹر آفتاب نقوی کے قتل کی خبر بھی دل کا زخم بن گئی۔''(۱۹)

نعت رنگ کراچی کے مدیر صبیح رحمانی نے نعت رنگ کے دوسرے شمارے سے نعت گو شعرا کی وفیات نگاری کو اپنے اداریے میں خصوصی اہمیت دی ہے۔ ہر اداریے کے دوران وفات پانے والے نعت گو شعرا اور ان کی خدمات کا ذکر بہت اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ نعت رنگ کے اداریے کی دیگر خصوصیات کے علاوہ یہ خوبی بھی نعتیہ ادب کے لیے بہت مفید اور کارآمد ہے۔

مدیر نعت رنگ نے عبدالعزیز شرقی، اختر لکھنوی اور پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی شہید کے بارے میں اپنی وزنی اور قابلِ قدر رائے بھی پیش کی ہے۔ تینوں مرحومین کی نعتیہ خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے مگر خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کے دونوں نعت نمبروں کو تحسین آمیز انداز میں پیش کیا ہے۔

نعت رنگ کا تیسرا شمارہ

نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۳، ستمبر ۱۹۹۶ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس کے مدیر سید صبیح الدین صبیح رحمانی ہیں۔ اقلیم نعت شادمان ٹاؤن کراچی کے زیر اہتمام شائع ہونے والے اس شمارہ کی قیمت ۱۵۰ روپے ہے۔ ۳۶۰ صفحات پر مشتمل نعت رنگ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔

تیسرے شمارے نعت رنگ کراچی کا انتساب ''اُردو نعت کے عناصر خمسہ حضرت محسن کاکوروی، حضرت امیر مینائی، مولانا الطاف حسین حالی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور علامہ محمد اقبال'' کے نام معنون ہے۔

ادیب رائے پوری تیسرے شمارے کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

> ''تیسرا شمارہ ستمبر ۱۹۹۶ء میں سربرآرائے مسند قرطاس ہوا جس میں انتظار کی طویل گھڑیاں گزارنے والے تشنگانِ مئے دوآتشہ سے معذرت تھی اور نہایت سلیقہ سے اسبابِ تاخیر بیان کیے۔ ناشران وتاجران کتب کے معروف رویے اور معاونین کی ضرورت جو اس پودے کو تناور درخت بنائے پر اظہارِ خیال تھا۔''(۲۰)

ادیب رائے پوری نے صرف چند سطور میں مدیر نعت رنگ کی ادارتی ذمہ داریوں کے علاوہ مالی مشکلات کا بھی ذکر کیا

ہے جو یقیناً صبیح رحمانی کے لیے طمانیت کا باعث ہے۔آج تک صبیح رحمانی کی ثابت قدمی اس سلسلہ خیر کا واضح ثبوت ہے۔آپ کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ متحرک دکھائی دیتے ہیں۔بیس سال سے نعت رنگ کی اشاعت کا با قاعدہ تسلسل اور نعت ریسرچ سینٹر کا قیام پودے کو تناور درخت بنانے کی روشن مثالیں ہیں۔

ڈاکٹر افضال احمد انور تحریر کرتے ہیں:

''......مدیر محترم اس امر سے بخوبی واقف ہیں، چوں کہ اُن کی حیثیت مقالہ نگار اور قاری کے درمیان پُل کی ہے لہٰذا وہ قاری کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات واشکال کا جواب دینے کا فریضہ بھی بخوبی نبھا رہے ہیں۔اس اداریہ میں مدیر نعت نے وابستگانِ ''نعت رنگ'' کے ذوق وشوق اور مقالہ نگار احباب کی تعداد میں معتد بہ اضافے کی دل خوش کن خبر بھی دی ہے۔ (۲۱)

نعتیہ ادب کا یہ کتابی سلسلہ دوسرے شمارے کے ٹھیک ۹ ماہ بعد شائع ہوا۔اس تیسرے شمارے کا اداریہ '' آغاز ربّ رحمٰن و رحیم کے نام سے ثنائے رسول ہاشمی کے بعد 'احوال' کے عنوان سے طبع شدہ ہے۔احوال نامی یہ اداریہ بھی سوا تین صفحات پر مشتمل ہے۔یہ احوالِ عام نہیں بلکہ احوال خاص یعنی احوالِ نعت ہے جس میں مدیر نعت رنگ صبیح رحمانی نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا برملا اظہار کیا ہے۔تحریر کا حسن اُس کا مؤثر ہونا ہے۔صبیح رحمانی اپنی تحریر کو جامع اور مؤثر بنانے کے فن سے بخوبی واقف ہیں۔کم صفحات میں زیادہ اور بہت کام کی باتیں کر لیتے ہیں۔

گزشتہ اداریوں کی طرح یہ اداریہ 'احوال' بھی اپنے اندر معنویت کے سمندر کو سمیٹے ہوئے ہے۔مدیر کا وسیع مطالعہ اور نعت سے صائب تعلق اس رواں اور موثر اداریے سے ظاہر ہے۔اس اداریے میں صبیح رحمانی کی فکر انگیزی اور نعتیہ ادب کے فروغ میں مسلسل رکاوٹوں کے حوالے سے بھی دُکھ کے ساتھ موجود ہے۔

''نبی اکرم کی محبت اساس ایمان ہے لیکن یہ محبت ہر موسم میں ہمارے معاشرے اور کردار کا اساسی حصہ بننے کی جگہ مجالس نعت و سیرت تک محدود ہے اور وہ بھی ربیع الاوّل کے مہینے میں۔نعت گوئی اور نعت خوانی کا ذوق عام ہے مگر نعتیہ مجموعے ناشر کی دُکان یا شاعر کے گھر میں مدتوں رکھے رہتے ہیں۔اس کا ایک سبب عام کتب فروشوں کا روّیہ بھی ہے کیا ہی اچھا ہو کہ پاکستان کے ہر بڑے شہر میں سیرت کی کتابوں نعتیہ مجموعوں اور رسالوں کے لیے کم سے کم ایک معقول مرکز ہو۔''(۲۲)

نعت رنگ کے مدیر نے اس تیسرے شمارے کے اداریہ 'احوال' میں کئی اہم مسائل کا ذکر کیا ہے۔انھوں نے نعت رنگ کی تاخیر کے کئی اسباب بیان کیے ہیں۔اگر اس احوال کی حقیقتِ احوال کو سمجھ لیا جائے تو نعتیہ ادب میں رونما ہونے والے کئی مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے مدیر نعت رنگ نے فروغِ نعت کی جدوجہد کے لیے صرف زبانی نہیں بلکہ عملی کردار کی جانب لطیف اشارے کیے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم سے محبت ایمان کی اساس ہے۔لیکن یہ محبت ہمیشہ نشیب وفراز سے دوچار رہی ہے۔اس کے بھی موسمی اثرات ہوتے ہیں۔اس کے اثرات مجالس نعت اور محافل سیرت تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ربیع الاوّل اور رمضان المبارک کے مہینوں میں اس کے چرچے ہونے لگتے ہیں بعد میں پھر وہی صورت حال برقرار رہتی ہے۔نعتیہ کتب کی ترسیل کے باقاعدہ مراکز

نہیں جس کی وجہ سے ان کتب کی نکاسی سالوں پر محیط ہے۔

مدیر نعت رنگ نے اپنے تیسرے شمارے کے اداریے میں دنیا سے رخصت ہو جانے والے خدام نعت کا ذکر کیا۔ان خدام نعت میں ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی،افسر ماہ پوری،صہبا اختر اور رضی دہلوی (کاتب وخطاط) کے نام شامل ہیں۔

نعت رنگ کا چوتھا شمارہ

کتابی سلسلہ نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۴، مئی ۱۹۹۷ء میں صبیح رحمانی کی ادارت میں مدوّن ہوا۔اقلیم نعت شادمان ٹاؤن نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے۔۳۵۲ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ ۱۵۰/روپے قیمت کے ساتھ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔

نعتیہ ادب کا یہ کتابی سلسلہ تیسرے شمارے کے آٹھ ماہ بعد طبع ہوا۔اس کا انتساب عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت سے اُردو نعت کے کلاسیکی اسلوب کو جدید طرز اظہار وفکر سے ہم آہنگ کرنے والے صوفی افضل فقیر، حافظ مظہر الدین، حافظ لدھیانوی اور حنیف اسعدی کے نام معنون ہے۔

اس چوتھے شمارے کا اداریہ بھی 'احوال' کے عنوان سے موسوم ہے۔ یہ اداریہ بھی ڈھائی صفحات پر محیط ہے۔ مدیر نے اس اداریے میں بھی فنی اور فکری مباحث کو پیش نظر رکھا ہے۔مسائل نعت کو انتہائی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔کیا نعت ایک صنف سخن ہے؟ یہ سوال ابتداء میں بہت شدومد کے ساتھ اُٹھتا رہا۔اس سوال کے جواب میں دلائل و براہین کے ساتھ مدّلل اور سیر حاصل گفتگو ہوتی رہی۔نعت رنگ بھی اسی سوال کا برملا جواب ہے۔اس جواب کے مستقل پہلو پر علمی انداز سے خاصی تفصیلی گفتگو اس مسئلہ سے متعلق موجود ہے۔

مدیر نے اس اداریے میں بھی کم تحریری کے باوجود علمی مباحث کے زیادہ رنگ بکھیرے ہیں۔احوال کے انداز کو ملاحظہ کیجیے۔

اداریہ کے آغاز میں ہی صبیح رحمانی کا تحریری لہجہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاشنی سے لبریز ہے۔وہ کائنات کی سب سے بڑی سچائی اور سعادت (فضیلتِ رسول) کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> ''نعت......ہم پر کاروبارِ حیات کو سہل بناتی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کا نقطہ معراج اور دائمی سمت نما ہیں اور نعت ان ہی کا تخلیقی تذکرہ۔ یہ وہ ذکر ہے جو نہ صرف ہماری زندگیوں کا قبلہ درست کرتا ہے بلکہ ہمیں اس کارگہ شیشہ گری میں سانس لینے کا سلیقہ عطا کرتا ہے۔'' (۲۳)

صبیح رحمانی تنقیدی مضامین کے بارے میں قارئین کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کو بھی اہمیت دیتے ہیں ان کے نزدیک ادب پاروں کی پرکھ کے لیے ہمیشہ رویہ قارئین کی طرف سے دیکھنے کو ملتا رہا ہے۔ یہ صرف ''نعت رنگ'' کی تحریروں کے ساتھ نہیں ہے ادب کے تخلیق کاران رویوں سے بے نیاز تخلیق میں مصروف رہے ایک صحت مند تخلیق ادب کو شاہکار بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ''ہمیں کسی بھی عہد کے تخلیقی خدوخال دیکھنے کے لیے اس عہد کے آئینہ تنقید کی ضرورت پڑتی ہے۔'' (۲۴)

لیکن نعت کے بارے میں قارئین کی سوچ ہمیشہ سے تقدس کا لبادہ اوڑھے رہی ہے لہٰذا نعتیہ شاعروں کو تنقید کے کڑے مراحل سے گزرنا نہیں پڑا جس کی وجہ سے یہ ادبی مقام وفضا سے دور ہی رہی یہی وجہ ہے کہ اب تک تنقیدی نقطہ نظر سے اس صنف کا

دائرہ کار محدود ہے جو کہ ایک تکلیف دہ صورتِ حال ہے۔

صبیح رحمانی نے نعت رنگ کے ذریعے نعتیہ ادب کی جامد فضا میں ایک خوشگوار عقیدت مندانہ اور صحت مند تحریک پیدا کی ہے اور اپنے غیر متعصّبانہ اور غیر جانبدارانہ رویے کی بدولت ہر لکھاری کو اپنی رائے کے اظہار کا حوصلہ عطا کیا ہے۔ جس سے مضمون نگاروں، شعراء اور قارئین نے کھل کر رسمی و تقلیدی روش سے ہٹ کر تنقید و تحقیق کا راستہ چنا اور اس صنف کی وسعت و آبرو میں اضافہ کیا۔

اس موقع پر صبیح رحمانی ''نعت رنگ'' کی خدمات کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں:

> ''نعت رنگ میں شائع ہونے والی تنقیدی گفتگو سے اہل فکر و نظر نے اس اہم صنف سخن اور اس کے فکری و فنی پہلوؤں کی طرف سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا ہے اور یہی ہماری کامیابی کی پہلی منزل ہے۔ نعت رنگ کے جو ادبی اثرات مرتب ہو رہے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں اب وہ دن دور نہیں جب نعت اپنے پورے تقدس اور پوری ادبی شان کے ساتھ دیگر اصنافِ سخن کے ہجوم میں نمایاں نظر آئے گی۔ (۲۵)

صبیح رحمانی نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ اگر نعت کے ادبی و فکری و فنی پہلوؤں سیر حاصل مباحثے اور تحریری طور پر کھل کر رائے کا اظہار ہوتا رہا تو اس صنف نعت اور نعت نگاروں کو یقیناً فائدہ ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ اب وہ دن دور نہیں جب نعت اپنی پوری قوت اور ادبی شان کے ساتھ دیگر اصناف سخن سے آگے نظر آئے گی۔

صبیح رحمانی تنقید برائے اصلاح کے قائل ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ شائع کی جانے والی تحریروں سے کسی کی ذات پر کوئی آنچ نہ آئے۔ ایک ادیب ہونے کی حیثیت سے وہ اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ لکھاری بڑے حساس لوگ ہوتے ہیں۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ

> ''مقالہ نگاروں سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں، علاوہ ازیں اگر علم و ادب اور فنون کی دنیا میں یہ اختلاف نہ ہوتے تو فکر و نظر کے بہت سے گوشے اپنے امکانات کے ساتھ ہمارے سامنے نہ آپاتے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ فکری اختلاف شخصی مخالفت نہ بننے پائے اور اختلاف کرتے ہوئے لہجے کی متانت اور اسلوب کی شرافت برقرار رہے۔'' (۲۶)

مدیر نعت رنگ کہتے ہیں کہ مقالہ نگاروں کی آراء و تاثرات سے اتفاق کرنا ضروری نہیں، اگر علم و ادب اور فنون کی دنیا میں اختلاف رائے نہ ہوتی تو بہت سارے علوم و فنون ہم سے پوشیدہ رہتے۔ ہم نے کوشش کی ہے فکری اختلاف شخصی مخالفت سے دور رہے تا کہ لہجے کی متانت اور اسلوب تحریر کا وقار برقرار رہے۔

صبیح رحمانی نے بیرونِ ممالک سے موصول ہونے والی نعتیہ شاعری کا مطالعہ بہت گہرائی، باریک بینی اور اپنے خاص احساسِ جمال سے کیا ہے۔ تراجم اور مطالعہ کے ذریعے اشعار کی گرہ کشائی سے اُنہوں نے وہ منفرد مخفی گوشے بھی واضح کیے ہیں جو سرسری نظر سے قارئین کو کبھی بھی نظر نہیں آسکتے تھے۔ صبیح قارئین کو ایک الگ اندازِ فکر سے مطالعہ نعت کی دعوت دیتے ہیں:

> ''نعت رنگ کی مقبولیت کے باعث ہمیں ہندوستان، مشرقِ وسطیٰ، یورپ اور شمالی امریکہ میں رہنے والوں کی

جو نعتیں موصول ہو رہی ہیں ان میں ان کی زندگی میں مسائل کی نمود بہت نمایاں ہے جس کی طرف اب تک توجہ نہیں دی گئی۔ ہم ان علاقوں میں لکھی جانے والی نعتوں کے نقوش آپ کے سامنے پیش کریں گے اور یوں نعت کے نئے موضوعات کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ ہم نے جو تراجم پیش کیے ہیں ان کا مطالعہ یہ بات آپ پر واضح کر سکتا ہے۔ ہشام علی حافظ کی نعت میں دیارِ رحمت للعالمین کا تذکرہ جس طرح آیا ہے وہ ہمارے احاطۂ فن وخیال سے مختلف ہے۔

اسی طرح اس شمارے میں ایک مسلمان خاتون کی انگریزی نعت آپ ملاحظہ کریں گے اور گواہی دیں گے کہ ہر دھڑکن ہماری مشترکہ دھڑکن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک انفرادی آہنگ بھی رکھتی ہے۔ امید ہے اس گفتگو کے پس منظر میں آپ نعت رنگ کو نہ صرف خصوصی توجہ سے پڑھیں گے بلکہ اس کے مقاصد کو سمجھ سکیں گے۔''(۲۷)

صبیح رحمانی کہتے ہیں کہ نعت کے فروغ کے لیے اجتماعی انداز سے کام شروع ہونے چاہئیں۔ نعت رنگ کی تحریک کو ملکی نہیں بلکہ بین الاقوامی طور پر بھی پذیرائی حاصل ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ نعت رنگ کے ذریعے انھوں نے جس مثالی تحریک کا آغاز کیا تھا، اُس میں اجتماعیت کے حسن سے اور بھی چار چاند لگ سکتے ہیں۔

نعت رنگ کے چوتھے شمارے میں رخصت ہونے والے کسی خدامِ نعت کا ذکر نہیں ہے۔

نعت رنگ کا پانچواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۵، صبیح رحمانی کی ادارت میں فروری ۱۹۹۸ء کا طبع شدہ ہے۔ نعتیہ ادب کا یہ کتابی سلسلہ بھی اقلیم نعت شادمان ٹاؤن کراچی کے زیر اہتمام زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا ہے۔ ۳۸۴ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر ۱۵۰/روپے کی قیمت میں شائع ہوا ہے۔

اس شمارے کا انتساب ''نعت کے ادبی فروغ کے سفر میں 'اقلیم نعت' کے ساتھ شریک جناب الحاج قاضی محمد جان صدیقی صاحب، جناب کیپٹن (ر) وارث النبی اعوان صاحب، جناب محمد انور جمال صاحب، جناب محمد ارشد جمال صاحب، جناب ڈاکٹر عابد محمود صاحب، جناب صاحبزادہ محمد سلیم فاروقی صاحب، جناب سلیم اختر رحمانی صاحب اور جناب سید محمد جمال صاحب کے نام'' معنون ہے۔

نعت رنگ کے پانچویں شمارے کے اداریہ کا عنوان ''نقش اوّل'' ہے جو دو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ شمارہ چوتھے شمارے کے ٹھیک نو ماہ بعد شائع ہوا۔ صبیح رحمانی نے نعت رنگ کے ارتقائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے یہ حوصلہ افزا خبر دی کہ نعت رنگ کے توسط سے نعت رنگ کے فروغ کے عمل کو تحریک ملی ہے جس سے اس صنف نے جمود کی دائروی شکل سے نکل کر سفر بامراد کا آغاز کر دیا ہے اس کی وجہ ان کی طلسمی شخصیت اور نعت سے جنون کی حد تک وابستگی ہے کہ وہ لکھنے والوں بلکہ بہترین لکھنے والوں کا ایک قافلہ لے کر کامیابی کی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ ان ہی لکھاریوں اور قاریوں کی محبت وحمایت میں انہیں یہ کہنا پڑا کہ:

''اگر کسی کتابی سلسلے کے قاری لکھنے والے اور عملہ ادارت ایک 'برادری' بن جائیں تو یہ کامیابی کا ایک واضح اور محکم معیار ہے۔ نعت رنگ کے خوش نظر، دقیقہ سنج اور صاحب نظر پڑھنے والے آج دنیا کے ہر براعظم میں موجود ہیں۔ (۲۸)

اداریے کا لب لباب اس بات کا بھرپر تاثر دیتا ہے کہ اداریہ نویس نعت رنگ کے ہر پہلو کی صورتِ حال سے بخوبی واقف ہیں اوراس کے تمام ارتقائی مراحل مثلاً فروغِ نعت میں تحقیق وتنقیداورمقبولیت کے لیے دن رات مصروفِ عمل ہیں۔ان کی انھی کوششوں کی بدولت نعت کی صنف میں تعمیری سوچ وفکر کوفروغ ملااور تحقیقی لحاظ سے نئی نئی جہتوں کی راہ ہموار ہوئی۔

اس اداریے میں صبیح رحمانی لکھتے ہیں کہ:

''عصر حاضر میں جب نعتیہ شاعری اپنے فن اوراسلوب کے اعتبار سے تخلیقی شاعری کا ایک معتبر حوالہ بن رہی ہے،نعت رنگ میں فکر وتنقید اور تحقیق دونوں کو ہم رشتہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نئے موضوعات اور زاویوں پر مقالے اور مضامین شائع کیے ہیں جس سے غور وفکراور بحث کے نئے دریچے کھل رہے ہیں اورنعت کے ادبی مضامین کو زیادہ اہمیت دی جارہی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ نعت کے اسالیب میں رفعت،عقیدت اورادبی محاسن اس طرح یکجا ہوجائیں کہ ادب اورزندگی دونوں کے راستے جگمگا اُٹھیں۔''(۲۹)

اس اداریے پر غور کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ مدیرنعت رنگ کو جریدے کے تخلیقی تنقیدی وتحقیقی اورمکتوبی سفرِ ارتقاء کا نہ صرف بخوبی علم ہے بلکہ وہ اس کے لیے دن رات کوشاں بھی ہیں۔صبیح رحمانی نے اداریے میں فضلی سنز کا تعارف بھی پیش کیا ہے جونعت رنگ کے مستقل تقسیم کار کی حیثیت سے اُن کے ہم سفر ہیں۔مدیرمحترم نے فضلی سنز کا ذکر بڑے ممنونانہ انداز میں کیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ عصر حاضر میں نعتیہ شاعری کوقرارِواقعی حاصل ہورہا ہے۔ نئے نئے موضوعات اور نئے زاویے زیرِ بحث آرہے ہیں۔ جس سے غور وفکراور مباحث کے نئے درواہورہے ہیں۔نعت اورنعت کے ادبی مضامین کوحد درجہ پذیرائی حاصل ہورہی ہے۔وہ دن دورنہیں کہ جب نعت کی برکت سے ادب اورزندگی کے دونوں راستے جگمگانے لگیں گے۔نعت رنگ کے اس پانچویں شمارے میں بھی مرحومین خدام نعت کا ذکر نہیں ہے۔

نعت رنگ کا چھٹا شمارہ

نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۶،صبیح رحمانی کی ادارت میں ستمبر ۱۹۹۸ء میں اشاعت پذیر ہوا۔اس کے ناشر بھی اقلیم نعت شادمان ٹاؤن کراچی ہیں۔۴۴۸صفحات پر مشتمل یہ شمارہ ۱۵۰/روپے کی قیمت میں شائع ہوا۔

نعت رنگ کے چھٹے شمارے کا انتساب کچھ اس طرح سے ہے۔''عصر حاضر میں نعت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضوراُمت کا استغاثہ بنانے والے مولانا ظفرعلی خان،اقبال سہیل،حفیظ جالندھری اورمولانا ماہرالقادری کے نام۔''

اس چھٹے شمارے کا اداریہ ''حرفِ اوّل'' کے عنوان سے طبع شدہ ہے۔اب تک لکھے گئے تمام اداریوں میں سب سے چھوٹا اورمختصر اداریہ ہے۔صرف ایک صفحہ ہے مگراس کے باوجود اس اداریے میں معنویت اورمعلومات کا سمندر موجزن ہے۔

اس مختصر ترین اداریے میں مدیرمحترم نے جریدے کے کام یاب نعتیہ سفر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''کسی بھی رسالے کی زندگی اورصحت کے لیے ضروری ہے کہ اسے اپنے عہد کے نامور اہل قلم کا تعاون اوراہل علم کی توجہ حاصل ہواور''نعت رنگ'' کے گزشتہ پانچ شمارے اس بات کے گواہ ہیں کہ اسے یہ دونوں کامیابیاں حاصل رہی ہیں۔ہمیں عصر حاضر کے ممتاز ومعتبر اہل قلم کا تعاون حاصل ہے اورانشاءاللہ آیندہ اس میں مزید

بہتری کے امکانات پیدا ہوں گے۔''(۳۰)

بلاشبہ نعت رنگ کو اپنے عہد کے قابل ترین، ثقہ اور نامور اہل قلم اور اہل علم کی معاونت و سرپرستی حاصل رہی۔ نعتیہ ادب کا یہ واحد رسالہ ہے جس کی کہکشاں میں مشاہیران نعت کثیر تعداد میں جلوہ گر رہتے ہیں۔ نعت رنگ نے نعتیہ ادب کے ادبی خد و خال کو جس انداز میں اجاگر کیا ہے اس میں بلا شرکت غیرے کوئی اس کا ثانی اور مماثل نہیں۔ نعت رنگ کا سفر تیزی سے جاری ہے۔ نعت رنگ کی ہر اشاعت میں نئے اور معروف لکھنے والوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ صرف شعبۂ نعت کے معتبر اور ثقہ قلم کار نہیں بلکہ ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے بزم نعت رنگ میں اپنی شمولیت کو یقینی بنا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف شعبہ جات کے مشاہیران علم و فضل نعت رنگ کی کہکشاں میں شامل ہیں۔

اداریہ کے بارے میں ڈاکٹر افضال احمد انور کی مختصر رائے پیش ہے:

''چھٹا شمارہ ستمبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا ہے۔ اداریہ ''حرفِ اوّل'' کے زیر عنوان شائع ہوا ہے۔ اداریہ مختصر ہے جس میں ''نعت رنگ'' کے تدریجی لیکن تیز تر سفر کا ذکر ہے۔ عہد حاضر کے نام ور قلم کاروں کے عملی تعاون کے باعث بہتر مستقبل کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ مدیر محترم نے مشمولات کا مختصر ترین تعارف بھی کرایا ہے۔''(۳۱)

ڈاکٹر افضال انور نے نعت رنگ کی تحریری محفل میں شامل عہدِ حاضر کے بہترین لکھاریوں کی شمولیت کو جریدے کے بہترین مستقبل کے لیے خوش آئند قرار دیا ہے۔

حسب سابق اس شمارہ میں بھی خوابِ اجل سے دوچار ہونے والے نعت گو شعراء کا ذکر نہیں ہے۔

نعت رنگ کا ساتواں شمارہ

نعت رنگ کراچی صبیح رحمانی کی ادارت میں شمارہ ۷/ اگست ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔ واضح رہے کہ نعت رنگ کا یہ خصوصی شمارہ ''حمد نمبر'' ہے۔ صبیح رحمانی نے اس حمد نمبر میں بھی اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا ہے۔ اقلیم نعت شادمان ٹاؤن کراچی اس کے ناشر ہیں۔ ۲۸۸ صفحات پر مشتمل یہ حمد نمبر بھی پیپر بیک پر شائع ہوا ہے اس کی قیمت ۱۰۰/روپے ہے

مدیر نعت رنگ سید صبیح الدین صبیح رحمانی نے نعت رنگ کے ساتویں شمارے کا انتساب اس انداز میں رقم کیا ہے ''پاکستانی ادب کو اوّلین مجموعہ حمد دینے والے معروف صاحبِ طرز شاعر مظفر وارثی کے نام''۔

صبیح رحمانی نے اس کا اداریہ ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ ڈیڑھ صفحے پر مشتمل یہ ابتدائیہ حمدیہ ادب کے ضمن میں مسرت افزا اور معلومات کشا ہے۔

ڈاکٹر افضال احمد انور نے ساتویں شمارے کے بارے میں اپنی مختصر مگر پُر از معانی رائے میں ضروری حمدیہ مباحث پر گفتگو کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ساتواں شمارہ ''حمد نمبر'' اگست ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔ ''ابتدائیہ'' کے زیر عنوان اداریہ میں مدیر محترم نے صنف سخن ''حمد'' کی تاریخی، ادبی، سماجی اور دینی قدر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ عہد موجود میں ترویج حمد کی صورتوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ مدیر نعت بعض ادبی نقادوں کی اس روش کا گلہ بھی کرتے ہیں جس کے باعث وہ مذہبی

شاعری کو اس کے شایانِ شان توجہ نہ دے پائے۔''(۳۲)

نعت رنگ کے مدیر صبیح رحمانی کا تحریر کردہ ''ابتدائیہ'' حمدیہ ادب کے تناظر میں ہے۔انھوں نے حمدیہ ادب کے بارے میں بھی اپنی ماہرانہ رائے معلوماتی واستدلالی انداز میں صفحہ قرطاس پر نہیں بلکہ لوحِ دل پر رقم کی ہے۔ یہ قابل قدر اور مفید معلوماتی اداریہ ''ابتدائیہ'' من وعن صبیح رحمانی کی زبانی پیش ہے:

''شعر وادب کے جوخزینے ہمیں اپنے متقدمین کی میراث کی صورت میں ملے، ان میں حمد کا رنگ وآہنگ نہایت نمایاں ہے۔عربی وفارسی کے تناظر میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حمد کی ایک توانا روایت شعر وادب کا حصہ تھی۔اُردو کے تو خیر سبھی شعرانے اسے اپنا موضوع قرار دیتے ہوئے اپنے دواوین کا آغاز حمد سے کیا۔''(۳۳)

صبیح رحمانی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الحمدللہ! ہمارے عہد میں مذہبی شاعری سے کم اعتنائی کا یہ رویہ رفتہ رفتہ ختم ہوتا جارہا ہے۔اور ہمارے ارباب تنقید واہل تحقیق ان جواہر پاروں کی ادبی پرکھ کی جانب توجہ کر رہے ہیں۔نعت اور مرثیہ پر خاصا کام ہو چکا ہے، کئی تحقیقی وتنقیدی مقالے شائع ہو چکے ہیں جو ان اصناف کے ادبی خدوخال کو اجاگر کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔ان اصناف کے ساتھ ساتھ اب حمد پر بھی خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔کئی خالص حمدیہ مجموعے زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، کئی حمدیہ منتخبات منظرعام پر آچکے ہیں۔''(۳۴)

مدیر نعت رنگ سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی نے جس فاضلانہ، عالمانہ اور محققانہ انداز میں حمدیہ ادب کے گوشے نمایاں کیے ہیں اور حمدیہ مباحث چھیڑے ہیں، عصرِ حاضر میں نعتیہ ادب کے ساتھ ساتھ حمدیہ ادب پر بھی کام کی اشد ضرورت ہے۔ مدیر نعت رنگ صرف نعتیہ ادب ہی نہیں بلکہ حمدیہ ادب پر بھی بہت گہری نظر رکھتے ہیں۔نعت رنگ کے حمدیہ نمبر کی صورت میں اُنھوں نے اُردو کے حمدیہ ادب کو ایک لائق تقلید اور بے مثال تحفہ سے نوازا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ حمدیہ ادب کے متذکرہ گوشوں کی تشنگی کو سیراب کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ شعر وادب کا لازوال ذخیرہ جو ہمیں اپنے بزرگ ادبا وشعرا سے ورثہ میں منتقل ہوا ہے اس میں حمدیہ رنگ وآہنگ بہت توانا اور جاندار ہے۔عربی وفارسی کے تناظر میں بھی حمد کی جلوہ گری موجود ہے۔اُردو شاعری کا تو آغاز ہی حمد ونعت سے عبارت ہے۔ یہ امر بہت خوش آیند ہے کہ ہمارے عہد میں مذہبی شاعری سے بے اعتنائی کا روّیہ ختم ہو گیا ہے۔ ہمارے اربابِ تنقید واہل تحقیق ان جواہر پاروں کی ادبی پرکھ کو مثالی انداز میں اُجاگر کر رہے ہیں۔نعت اور مرثیہ پر خاطر خواہ کام ہو چکا ہے کئی تحقیقی وتنقیدی مقالے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر ان اصناف کے ادبی خدوخال کو اجاگر کرنے میں معاون ثابت ہوئے۔ان اصناف کے علاوہ اب صنف حمد پر بھی تحقیقی انداز میں کام ہو رہا ہے۔حمدیہ مجموعہ ہائے کلام کا تسلسل اور معتبر حمدیہ منتخبات کی اشاعت حمدیہ ادب میں تقویت کا باعث ہے۔

نعت رنگ کا آٹھواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۸، صبیح رحمانی کی ادارت میں ستمبر ۱۹۹۹ء میں طبع ہوا۔ واضح رہے کہ نعتیہ ادب کا یہ کتابی سلسلہ ساتویں شمارے اگست ۱۹۹۹ء کے ٹھیک ایک ماہ بعد یعنی ستمبر ۱۹۹۹ء کا شائع شدہ ہے۔اقلیم نعت شادمان ٹاؤن کراچی اس کے ناشر

ہیں۔۲۷۲صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔اس کی قیمت بھی ۱۰۰/روپے ہے۔

شمارہ میں مدیر نعت رنگ کا خوبصورت اور معلوماتی انتساب جو مدیر محترم کی نعت سے دلچسپی کا مظہر ہے۔''جامعاتی سطح پر پہلی ''نعت چیئر'' قائم کرنے والی محی الدین اسلامی یونی ورسٹی (نیریاں شریف آزاد کشمیر) کے چانسلر حضرت الحاج پیر محمد علاء الدین صدیقی اور وائس چانسلر محترم ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی مدظلۂ کے نام'' سے معنون ہے۔

نعت رنگ کے مدیر کا اداریہ ''ابتدائیہ'' کے زیر عنوان صرف ایک صفحہ پر مشتمل ہے۔جس میں مدیر موصوف نے ہمیشہ کی طرح اہم نعتیہ نکات کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے۔

ادیب رائے پوری اداریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''آٹھواں شمارہ ستمبر ۱۹۹۹ء میں ہی آ گیا۔ یہ اپنی جگہ ایک اور انفرادیت کا حامل تھا جس میں اس راہ میں سفر کرنے والے ساتھیوں کے ساتھ چھوٹ جانے کا کرب تھا جسے یادِ رفتگاں سے تعبیر کیا جانا چاہیے۔میری ذاتی خواہش بھی یہی رہی ہے کہ یادِ رفتگاں پر ایک خصوصی اشاعت ہوتی اور وہ ہوگئی۔ صبیح رحمانی نے اس جدائی کے ذکر کو آنسوؤں اور جدائی کی یادوں کی آمیزش سے سپرد قلم کیا ہے۔''(۳۵)

ادیب رائے پوری نے آٹھویں شمارے کے اداریے کو اس لحاظ سے ایک منفرد مقام دیا ہے کہ اس میں ان خدامِ نعت کا ذکر بہت احترام اور خصوصیت سے کیا گیا ہے جو اب اس دنیا میں نہیں رہے۔انھوں نے صبیح رحمانی کے ان جذبات واحساسات اور کرب کا ذکر بھی کیا ہے جو ان کے تحریری لہجے میں شامل تھا۔

ڈاکٹر افضال انور اس شمارے کی اشاعت میں شامل شبانہ روز محنت، سچی لگن اور ادارتے نصب العین کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''آٹھواں شمارہ ستمبر ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔ساتویں شمارے کے حمد نمبر کے محض ایک ماہ بعد ایک وقیع وضخیم نمبر کا شائع ہونا مدیر 'نعت رنگ' کی شبانہ روز اور تیز ترین مساعی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس میں مدیر محترم نے مجلّے کے نصب العین کو ایک بار پھر دہرایا ہے۔''(۳۶)

مدیر نعت رنگ کا اداریہ ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے تحریر کردہ ہے جس میں صبیح رحمانی نے اُردو میں علمی، ادبی اور دینی جرائد و رسائل کی اشاعت وترسیل سے متعلق مشکلات بیان کی ہیں۔

> ''الحمدللہ نعت رنگ نے اپنے اشاعتی سفر کا ایک اہم حصہ طے کرلیا ہے۔اُردو میں علمی، ادبی اور دینی جرائد و رسائل کی اشاعت کے مسائل سے کون واقف نہیں اور اگر رسالہ کسی خاص موضوع سے متعلق ہو تو دشواریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں کیونکہ اس رسالہ سے قارئین کا تعلق وفاداری سے زیادہ وضع داری اور ضرورتاً سے زیادہ اخلاقاً رہ جاتا ہے۔''نعت رنگ'' بھی ایک موضوعی رسالہ ہے لیکن اس کا موضوع ایسا نہیں جس سے دلچسپی رواروی میں لی جائے یہ اپنے قارئین سے پورے وقار و سنجیدگی کی رسد اور فکر وعمل کی کمک چاہتا ہے۔''(۳۷)

اس مختصر ترین اداریہ میں مدیر نعت رنگ نے اپنی مدیرانہ صلاحیتوں کا برملا اظہار کیا ہے۔ مدیر نے پہلے نعت رنگ کے اشاعتی سفر کے ایک حصے کی کامیاب تکمیل کی خوشخبری سنائی ہے تو ساتھ ہی قلبی دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے اُردو میں علمی، ادبی اور دینی

رسائل و جرائد کی بے پناہ مشکلات اور مسائل کی جانب توجہ دلائی ہے اور واضح کیا ہے کہ ایک موضوعاتی جریدہ کو کامیابی اور تسلسل سے اشاعتی سفر کی جانب رواں دواں رکھنا بے حد مشکل ہے جب تک قارئین اور خدام نعت کا تعاون نہ حاصل ہو۔ وہ قارئین سے تقاضا کرتے ہیں کہ نعت رنگ سے تعلق اور دلچسپی محظ رواداری نبھانے کے لیے نہیں ہونی چاہیے بلکہ فروغ نعت کے مقاصد کی تکمیل کو ذہن میں رکھ کر فکر و عمل کی کمک پہنچائی جائے تاکہ جریدہ کی اشاعت و ترسیل میں جو بھی رکاوٹیں اور مسائل ہیں ان کو دور کیا جا سکے۔

نعت رنگ کا نواں شمارہ

نعت رنگ کراچی شمارہ ۹، مارچ ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے مرتب سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی ہیں نعتیہ ادب کا یہ کتابی سلسلہ اقلیم نعت شادمان ٹاؤن کراچی کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے۔ ۲۵۶ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر شائع شدہ ہے۔ اس کی قیمت ۱۰۰ روپے ہے۔

اس شمارہ کا انتساب ''ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ریاض مجید اور ڈاکٹر عاصی کرنالی کی نعت شناسی کے نام'' سے عبارت ہے۔

نعت رنگ کا نواں شمارہ آٹھویں شمارے کے ٹھیک سات ماہ بعد شائع ہوا۔ شمارے کا اداریہ ابتدائیہ ہی کے نام سے مدیر نعت رنگ صبیح رحمانی نے قلم بند کیا ہے۔

اس اداریے کے آغاز میں ادبی ناقدری کے حوالے سے مدیر جن مسائل کو بے نقاب کرتے ہیں ان میں نعتیہ مجموعوں کی اشاعت اور بعد از اشاعت ان کی خریداری کے مسائل بھی شامل ہیں۔

صبیح رحمانی لکھتے ہیں:

> ''بلا شبہ نعتیہ مجموعوں کی اشاعت اور ان کی نکاسی ایک توجہ طلب مسئلہ ہے لیکن کیا صرف مسائل نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ہیں یا عام ادبی کتب کی مجموعی صورت حال یہی ہے؟ کیا غزل کے تمام مجموعے، افسانے، تنقید اور تحقیق کی تمام کتابیں فروخت ہو رہی ہیں؟ یقیناً ایسا نہیں ہے ایسا کیوں ہے یہ ایک الگ اور تفصیل طلب بحث ہے جس کا یہ موقع نہیں۔ عرض یہ کرنا ہے کہ نعت کے شائقین کی اتنی بڑی تعداد میں موجودگی کے باوجود نعتیہ کتب کی خریداری سے عدم دلچسپی اور بے اعتنائی کی شکایت کیوں؟'' (۳۸)

مدیر محترم اس سوال کا جواب خود ہی فراہم کرتے ہیں وہ اس حقیقت سے بھی پردہ اُٹھاتے ہیں کہ:

> ''ہمارے ہاں نعت کو وعظ ہی سے سماع کی چیز قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے ہاں نعت کو ذوق شوق سے سننے والے اور اس کی سماعت سے اپنے قلوب و اذہان کو جلا بخشنے والے لاکھوں افراد موجود ہیں لیکن نعت کی کتابیں یا نعتیہ مجموعے پڑھنے والوں کی تعداد بہت مختصر ہے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے جس پر نعت کے فروغ کے لیے کام کرنے والوں کو فوری توجہ کرنی چاہیے''۔ (۳۹)

مدیر لکھتے ہیں کہ نعتیہ مجموعوں کی مسلسل اشاعت اور ان کی نکاسی نہ ہونا ایک تکلیف دہ امر ہے۔ یہ مسئلہ صرف نعتیہ مجموعوں کا ہی نہیں بلکہ ادب کی دیگر اصناف میں بھی یہی روّیہ برقرار ہے۔ مدیر کا روئے سخن نعت شائقین کی جانب ہے وہ کہتے ہیں کہ

وابستگانِ نعت کی اتنی بڑی تعداد کے باوجود نعتیہ کتب کی خریداری سے عدم دلچسپی اور بے اعتنائی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ماحول میں نعت کو ہمیشہ سننے کی حد تک محدود کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعتیہ مجموعے اور نعتیہ ادب کا مطالعہ کرنے والوں کی تعداد کم ہے۔ ہمیں شوقِ مطالعۂ نعت اور خریداریٔ نعتیہ کتب پر خاص توجہ دینا ہے۔

ادیب رائے پوری نے اپنے مضمون ''نعت رنگ کے دس شمارے'' (ایک اجمالی جائزہ) میں ابتدائیہ کے اس فکر انگیز اقتباس پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

> ''......موصوف نے ایک سوال اُٹھایا جس کی ضرورت وقت کا اہم تقاضا تھی اور یہ اُس وقت تک رہے گی جب تک نعتیہ ادب کی ترویج کی خواہش رکھنے والے اس امر کی جانب توجہ اور کوشش میں شریک عمل نہ ہوں گے۔ یہ سوال تھا نعتیہ ادب کی اشاعت کثیر اور کتابوں کی نکاسی کا یعنی نعت نگار حضرات اور نقادانِ ادب اپنی تمام عقیدتوں اور صلاحیتوں کو روشنائی میں ڈبو کر قرطاس پر فکر و فن کی رنگ برنگی تصویر تقدیس و تکریم کی گل پاشی و عطر بیزی کے ساتھ اُبھارتے ہیں، لیکن کیا یہ عشق رسول کا ذکر کرنے والوں تک کتابی صورت میں پہنچتی ہے۔'' (۴۰)

ادیب رائے پوری نے نعتیہ ادب کا سب سے پہلا ماہنامہ نوائے نعت کراچی سے شائع کیا تھا۔ انھوں نے مدیر نعت رنگ کی فکر انگیزی کو بہت شدت سے محسوس کیا ہے وہ نعتیہ ادب کی اشاعت کثیر اور اس کی نکاسی کے ناکافی بندوبست پر فکر مند ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ نعتیہ ادب سے منسلک نعت گو شعرا و ادبا اپنے فن و فکر کی تمام شدتوں، سچائیوں اور صلاحیتوں کو کشید کر کے شاہکار تخلیق کرتے ہیں۔ اس لیے ایسی تخلیق کا عشاقِ رسول ؐ تک پہنچنا اور ان کے زیرِ مطالعہ رہنا فروغِ نعت کا تقاضا ہے لیکن مالی اور اخلاقی معاونت کے بغیر نعتیہ ادب کی ترسیل و تشہیر ممکن نہیں ہے۔ جو لوگ اس ادب کی ترویج و ترقی کے خواہشمند ہیں انھیں چاہیے کہ وقت کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اس تحریک میں شامل ہو جائیں تا کہ فروغِ نعت کا سلسلہ بغیر کسی رکاوٹ کے جاری و ساری رہے۔ اس اہم اور تکلیف دہ مسئلہ کے حل کے لیے ضروری ہے کہ اجتماعی انداز میں کام کو کیا جائے۔

صبیح رحمانی نہایت پُرخلوص انداز میں اپنی تجاویز قارئین کے سامنے رکھ کر اُنھیں ایک طرح سے فروغ نعت کے لیے سرگرم ہونے کی ترغیب دے رہے ہیں کیونکہ وہ خالص نیت سے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں لہٰذا وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ کتب بینی جو آج کے مصروف دور میں نہ ہونے کے برابر ہے جس کی وجہ سے شعور کی پختگی کم ہو کر رہ گئی ہے۔ صبیح رحمانی اس طرف بھی نظر رکھے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ قارئین میں مطالعے کا ذوق و شوق دن بدن بڑھتا جائے۔

صبیح رحمانی نے اہم شخصیات حافظ لدھیانوی، شریف الدین نیر اور آصف مظہر علی (نقیب محافل نعت) کے سانحہ ارتحال کی اطلاع دے کر اپنی ایک اہم ذمہ داری نبھائی ہے۔ ان شخصیات کی ادبی خدمات سے متعارف کرایا ہے اور ان کی بخشش کے لیے دُعا بھی کی ہے۔

نعت رنگ کا دسواں شمارہ

نعت رنگ کراچی شمارہ۔۱۰، اپریل ۲۰۰۰ء میں صبیح رحمانی کی ادارت میں شائع ہوا۔ نعتیہ ادب کا یہ کتابی سلسلہ نویں شمارے کے ٹھیک ایک ماہ بعد شائع ہوا۔ اس کی طباعت کا اہتمام بھی اقلیم نعت شادمان ٹاؤن کراچی کے زیر اہتمام عمل میں آیا۔

۲۵۶صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر ۱۰۰روپے قیمت کے ساتھ شائع ہوا۔

شمارے کا انتساب ’’نعت گوئی میں اپنے والہانہ آہنگ کے سبب شہرت پانے والے حضرت مولانا محمد اکبر وارثی، حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی، حضرت مولانا اختر الحامدی (بدایونی نہیں بلکہ جودھپوری مارواڑی تھے)، حضرت بہزاد لکھنوی، حضرت منور بدایونی اور حضرت شاہ ستار وارثی کے نام‘‘ سے منسوب ہے۔

ابتدائیہ مختصر ہے۔ آغاز میں ہی مدیر نعت رنگ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ممنون و مشکور نظر آتے ہیں کہ جس نے اپنے کرم خاص سے شمارہ کو ایک اہم مقام عطا کر دیا۔ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ خاص کا اعتراف بھی کرتے ہیں اور اپنے تمام قلمی معاونین اور قارئین کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔ یہ مدیر کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ انہوں نے نعت رنگ کے کامیاب اشاعتی سفر کو خدائے پاک کی مدد اور حضور اکرم کی نظر کرم کا مرہونِ منت قرار دیا ہے اور معاونین و قارئین کی حوصلہ افزائی کا ذکر بڑی فراخ دلی سے کیا ہے۔ نعت رنگ کو ایک معتبر مقام کس طرح حاصل ہوا ہے؟ اس حوالہ سے وہ لکھتے ہیں:

> ’’آج نعت رنگ کو علمی و ادبی دنیا میں جو اعتبار حاصل ہوا ہے وہ صرف اس لیے نہیں کہ یہ جریدہ ایک خاص موضوع سے متعلق ہے یا اس کا مقصد حب رسول کی تبلیغ و ترویج ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نعتیہ ادب میں موجود برسوں کے تنقیدی جمود کو توڑنے اور اس پر ہونے والی گفتگو کو ایک عام روایتی فضا سے نکال کر خالص ادبی و شعری معیارات کے تناظر اور شرعی مسلمات کی روشنی میں پرکھنے اور نعت کو ادبی سطح پر عام کرنے کی کوششوں کے سبب ہیں۔ (۴۱)

مدیر کہتے ہیں کہ آج نعت رنگ کو جو علم و ادب کے حوالے سے قرار واقعی حاصل ہے وہ صرف اس لیے نہیں کہ یہ ایک موضوعی جریدہ ہے بلکہ اس کا علمی و ادبی دنیا میں اعتبار حاصل کر لینا مقصد حب رسول کی تبلیغ و ترویج سے مشروط ہے۔ یہ نعت پاک صاحب لولاک کی برکات ہیں کہ نعت رنگ نے نعتیہ ادب میں قائم تنقیدی جمود کو بھی توڑا ہے۔ صنف نعت کو ایک عام روایتی فضا سے نکال کر خالصتاً ادبی و شعری معیارات کے مقابل کھڑا کر دیا ہے یہی سبب ہے کہ اب صنف نعت کو ادبی اور شرعی مسلمات کی روشنی میں پرکھا جا رہا ہے۔ نعت اب ایک ادبی سطح پر آ چکی ہے۔ جس کا مستقبل روشن ہے۔

بلاشبہ صبیح رحمانی نعتیہ ادب میں نعت رنگ کے ذریعے انقلاب لائے ہیں۔ ادبی سطح پر نعت کو اس قدر پزیرائی دی کہ وہ ایک صنف کے طور پر علمی و ادبی دنیا میں نمایاں مقام پا گئی۔

صبیح رحمانی لکھتے ہیں کہ:

> ’’نعتیہ ادب پر پہلے بھی بہت کچھ لکھا اور کہا جا تا رہا ہے اس کے آثار و نتائج سے انکار ممکن نہیں لیکن ادبی حیثیت سے اس کا جائزہ بہت کم نظر آتا ہے اور اگر کچھ کام ہوا بھی ہے تو وہ یکجا نہیں۔‘‘ (۴۲)

ڈاکٹر افضال انور اس اقتباس کے بارے میں رائے دیتے ہیں:

> ’’سطور بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مدیر نعت رنگ، اپنے مجلّے کی تحقیقی ساکھ سے واقف ہی نہیں بلکہ اس کے لیے ہر وقت کوشاں بھی رہتے ہیں۔ اڑھائی سو سے زاید صفحات پر مشتمل مجلّہ گزشتہ شمارے کے محض ایک مہینے

کے بعد شائع ہوا ہے۔اس مختصر سے عرصے میں اتنا وقیع اور معیاری مواد پیش کرنا بذاتِ خود کسی کارنامے سے کم نہیں۔ (۴۳)

شمارہ نعت رنگ کا اشاعتی سلسلہ تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے ایک مضبوط زنجیر کا کام دیتا ہے جو کڑی سے کڑی کی مانند اور یکجا بھی ہے اور تاریخی اور ادبی حوالوں سے مستند اور معتبر بھی۔اس کامیاب انقلابی مجلّہ کا سہرا یقیناً صبیح رحمانی کی سچی لگن، اَن تھک محنت اور ذہانت کے سر جاتا ہے۔

اس شمارے میں بچھڑ جانے والے خدام نعت کے حوالے سے کوئی خبر نہیں ہے۔

نعت رنگ کا گیارہواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ-۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء میں صبیح رحمانی کی ادارت میں مدوّن ہوا۔نعتیہ ادب کا یہ کتابی سلسلہ ٹھیک گیارہ ماہ بعد شائع ہوا۔اقلیم نعت شادمان ٹاؤن کراچی اس کے ناشر ہیں۔۴۱۶صفحات پر مشتمل شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا۔اس کی قیمت ۱۵۰/روپے ہے۔

مدیر نعت رنگ صبیح رحمانی نے انتساب کی وہی خوبصورت روایت برقرار رکھی ہے۔یہ انتساب ''ڈاکٹر طلحہٰ رضوی برق، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، پروفیسر محمد اقبال جاوید، پروفیسر شفقت رضوی اور ادیب رائے پوری کی نعت شناسی کے نام'' ہے۔

اس کا اداریہ بھی ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے ہے۔مدیر نعت رنگ اعتراف کرتے ہیں کہ یہ اکیسویں صدی نعت کے فروغ کی صدی ہے۔وہ ان امکانات پر نظر رکھے ہوئے پُر اُمید ہیں کہ آنے والے وقت میں صنف نعت کو وسعت اور ارتقاء کی معراج حاصل ہوگی۔مدیر محترم دلائل کے ساتھ وہ جائزے بھی پیش کرتے ہیں جو اس صدی میں نعت گوئی کے فروغ کے سلسلے میں ہوئے۔صبیح رحمانی لکھتے ہیں:

> ''بلاشبہ بیسویں صدی (جسے نعت کی صدی بھی کہا گیا ہے) میں نعت کے رجحان میں قابل رشک اضافہ ہوا اور نعت گوئی نے ایک تحریک کی شکل اختیار کی نعت کے موضوعات میں تنوع پیدا ہوا۔ہیئت میں تبدیلیاں ہوئیں۔ تخلیق نعت کے ساتھ ساتھ تحقیق نعت، تنقید نعت اور تدوین نعت کا شعور بھی پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں بے شمار نعتیہ مجموعے، کئی اہم تحقیقی مقالے، کچھ تنقیدی کتابیں، چند ادبی انتخاب اور نعت گو شعرا کے کئی اہم تذکرے سامنے آئے۔علاوہ ازیں رسائل و جرائد کے اہم نعت نمبر شائع ہوئے، پرنٹ میڈیا و الیکٹرانک میڈیا نے نعت کو اہمیت دی اور خود حمد و نعت سے متعلق کئی رسائل و جرائد اور کتابی سلسلوں کا اجراء ہو''۔ (۴۴)

نعت کے فروغ کا جائزہ پیش کرتے ہوئے صبیح رحمانی نئی مسرتوں اور نئی اُمنگوں کا اظہار بھی کرتے ہیں جو نعت کے بہترین مستقبل کی نشان دہی کرتی ہیں مگر اس سلسلے میں ہونے والے اجتماعی کام سے وہ مطمئن نظر نہیں آتے۔وہ سرکاری سرپرستی میں ہونے والے سیمیناروں اور کانفرنسوں کے اہتمام کو محض رسم نبھانا سمجھتے ہیں کیونکہ ان میں نہ تو کوئی نعتیہ انتخاب پیش کیا جاتا ہے اور نہ ہی ایسی کوئی کانفرنس جس کا موضوع نعت ہو۔وہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قومی سطح پر نعت کی بطور صنف کوئی اہمیت ہی نہیں یا پھر ان اداروں کے سربراہان میں کوئی ایسا نمائندہ موجود نہیں جو نعتیہ ادب سے حقیقی لگن رکھتا ہو۔

صبیح رحمانی نے سرکاری سطح پر نعتیہ ادب سے عدم دلچسپی اور صنف نعت کو نظر انداز کرنے کی جو حقیقی تصویر کشی کی ہے اس کے بارے میں ڈاکٹر افضال احمد انور لکھتے ہیں:

''یہ صورتحال یقیناً چشم کشا اور محبین نعت کے لیے پریشان کن ہے۔ یہاں صاف دکھائی دیتا ہے کہ مدیر نعت رنگ کے حوالہ سے عہد موجود کے ایک اہم مسئلہ کو چھیڑا ہے وہ صرف مسئلہ بیان ہی نہیں کرتے وہ اس کے حقیقی حل کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ (۴۵)

صبیح رحمانی نے انتہائی بے باکی سے نعت کے فروغ میں حائل رکاوٹوں کا ذکر کیا ہے اور پھر اپنے فطری جذب وشوق اور اخلاص سے ایسی تجاویز بھی پیش کی ہیں جو نہایت سادہ اور قابل عمل ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم فروغِ نعت کا کام انفرادی طور پر کرنے کے بجائے اجتماعی اور تحریک کی شکل میں کریں۔ملک کے طول وعرض میں بے شمار ادارے اور تنظیمیں فروغ نعت کے حوالے سے سرگرم عمل ہیں اگر ان اداروں اور تنظیموں کی ملک گیر فیڈریشن قائم کر کے لائحہ عمل مرتب کیا جائے تو ہم نعت کے حقیقی فروغ کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔نجی اور سرکاری اداروں کی توجہ حاصل کر کے نعتیہ شاعری کے رجحانات اور موضوعات کے حوالے سے معیاری انتخاب مرتب کروا سکتے ہیں۔نعتیہ شاعری کے فطری اور تجزیاتی مطالعات کی تنقیدی کتابیں قلم بند کروا سکتے ہیں اور ان کی ترویج واشاعت کا اہتمام کروا سکتے ہیں۔نعت گوئی کی تعریف اور نعت گو شعرا کے تذکرے قومی اور علاقائی زبانوں میں مرتب ہو سکتے ہیں۔سرکاری سطح پر ہونے والی ادبی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں نعتیہ ادب کے لیے خصوصی حصے کا تعین کروا سکتے ہیں اور سب سے اہم بات یہ کہ نعتیہ ادب کی ترویج واشاعت اور فروغ کا یہ کام ان ہی شرائط وضوابط پر کرانے کا مطالبہ کر سکتے ہیں جنھیں دیگر اصناف شعر وادب کے سلسلے میں پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

ادب اگر انسانی اقدار کی سربلندی کا نام ہے تو نعت ہمارے عقیدے کی اساس ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی اقدار کی نقیب بھی ہے۔اس لیے نعت کو ادب میں وہ جگہ ملنی چاہیے جس کی وہ مستحق ہے۔ادبی صنف کے اعتبار سے بھی اور ہماری ملی اور قومی شناخت کے وسیلے کے لحاظ سے بھی۔ڈاکٹر افضال احمد انور نے فن اداریہ نویسی اور نعت رنگ میں اداریے کے اس اقتباس پر یوں بحث کی ہے:

''اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ صبیح رحمانی کے بطور صنف سخن تسلیم کیے جانے کے کتنے حامی اور نعتیہ تنقید و تحقیق میں کس بلند آدرش کے حامل ہیں۔ وہ نعتیہ کام کو اجتماعی تحریک کی شکل دینے کے آرزومند ہیں اور نہ صرف نعتیہ ادب کی تخلیق، اصلاح اور تنقید وتحقیق کو اپنی مساعی کا مرکز بنائے ہوئے ہیں اس کی ترویج واشاعت کے لیے بھی فکر مند ہیں۔اداریہ نویسی کی اہم خصوصیات جن کا ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے، میں سے یہ بھی ہے کہ مدیر مجلّے اور عہد کے اہم موضوعات کی نہ صرف وضاحت کرتا ہے بلکہ اس سے متعلق مسائل اور ان کے حل کی طرف راہ نمائی دیتا ہے اس حوالے سے مدیر نعت رنگ کا یہ اداریہ بھی قابل تحسین وآفرین ہے۔''(۴۶)

صبیح رحمانی نے شمارہ ۱۰ اور ۱۱ کے درمیانی اشاعتی عرصہ میں وفات پا جانے والے اہم نعت نگاروں، اقبال عظیم، کلیم عثمانی، لطیف اثر، اختر ہوشیارپوری، مولانا سید ریاض الدین سہروردی، لالہ صحرائی، محمد علی ظہوری، اُستاد فدا خالدی دہلوی اور طاہر شادانی کے حق میں دُعائے مغفرت کی ہے۔

نعت رنگ کا بارھواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ-۱۲، اکتوبر ۲۰۰۱ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس کے مرتب صبیح رحمانی ہیں۔ نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ گیارھویں شمارے کے ٹھیک آٹھ ماہ بعد اشاعت پذیر ہوا۔ اقلیم نعت شاد مان ٹاؤن کراچی نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے۔ ۳۴۰ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا۔ اس کی قیمت ۱۵۰/روپے ہے۔

صبیح رحمانی نعت رنگ کراچی کے ایک ذمہ دار مدیر ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنے کام سے لوگوں کی نعتیہ خدمات کو اجاگر کرتے ہیں بلکہ اکثر اہم مقامات پر وہ اسے خراجِ عقیدت بھی پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ ماہنامہ نعت لاہور کے مدیر راجا رشید محمود کی بے مثال نعتیہ خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ صبیح رحمانی نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر ان کی خدمات کو سراہا ہے۔ انتساب بھی صبیح رحمانی نے ''راجا رشید محمود اور ان کے خانوادے کی نعتیہ خدمات کے نام'' سے رقم کیا ہے۔

''ابتدائیہ'' کے عنوان سے اداریہ کا آغاز کرتے ہوئے صبیح رحمانی کا کہنا ہے کہ جب مجلّہ نعت رنگ کی ابتدائی اشاعت ہوئی تو کچھ لوگوں نے سوال کیا کہ آیا صنف نعت میں اتنی وسعت ہے کہ وہ اس موضوع پر اشاعت کا سلسلہ جاری کیا جا سکے؟ صبیح رحمانی اس سوال کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

> ''اُس وقت اس سوال کا جواب میرے پاس نہ تھا لیکن آج کے سلسلے کی بارہویں کتاب اہل ادب کے سامنے پیش کرتے ہوئے میں ایک سرشاری اور اعتماد کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جہان معنی اس درجے وسعتوں کا حامل ہے جو چودہ سو سالوں سے تادم تحریر چلا آ رہا ہے۔ یہ سفر جو صرف عقیدت اور محبت کی ایک کیفیت میں شروع کیا گیا تھا، آج معنویت کی کئی منزلوں کو اپنے جلو میں لیے جاری و ساری ہے۔'' (۴۷)

مدیر نعت کا یہ مدلل جواب یقیناً قابل تحسین ہے۔ فروغ نعت کے وہ اقدامات جو نعت رنگ کے ذریعے شروع کیے گئے تھے ان کی بنیاد بے شک نبی کریم کی عقیدت و محبت کی سرشار کر دینے والی کیفیت تھی مگر جب اس عقیدت و محبت کو حقیقت کی کسوٹی پر پرکھا گیا تو مدیر محترم اس نتیجے پر پہنچے کہ نعت صرف ادب کی ایک صنف ہی نہیں بلکہ سیرت النبی کی روشنی میں ہمارے معاشرے کا سیاسی، سماجی، معاشی، مذہبی اور تاریخی ڈھانچہ اسی کا مرہونِ منت ہے۔

صبیح رحمانی نے شمارے میں نعت کے حوالے سے شامل ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کے مضمون کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اور قارئین کے لیے اسے غور طلب اور فکر انگیز تحریر قرار دیا ہے۔ مدیر نعت رنگ نے اداریہ میں غالبؔ کی شاعرانہ عظمت کا نہ صرف بطور خاص ذکر کیا ہے بلکہ شمارے میں ان کے نعتیہ کلام کو بھی نمایاں مقام دیا ہے۔ غالب کی نعت گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''یہ گوشہ غالبؔ نے عشق رسول، غالبؔ کی نعت گوئی، غالبؔ کی شاعری کے نعتیہ ادب پر اثرات کے کئی پہلوؤں سے ہمیں متعارف کرواتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ غالبؔ کے ہاں نعتیں تعداد میں کم ضرور ہیں لیکن معیاری شعر اور معیار نقد و تحقیق غالبؔ میں ان کی ایک خاص اہمیت ہے۔ جسے اب تک نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔'' (۴۸)

نعت رنگ نے مختلف شخصیات کے گاہے بگاہے گوشے مرتب کیے ہیں گوشۂ غالب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جس

میں غالب کے عشقِ رسول کی کارفرمائی، غالب کی نعت گوئی اور غالب کی شاعری کے نعتیہ ادب پر اثرات کو بیان کیا گیا ہے۔ غالب کی نعتیہ شاعری کی تعداد کم ہے لیکن جو معیارِ سخن اور معیارِ نقد غالب کی نعتیہ شاعری میں دکھائی دیتا ہے اُسے کسی بھی صورت میں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

خدام نعت کے حوالے سے صبیح رحمانی نے ادارہ اقلیم نعت کی طرف سے اہم نعت نگار شوکت ہاشمی کے لیے دُعائے مغفرت کی ہے۔

نعت رنگ کا تیرہواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۱۳، دسمبر ۲۰۰۲ء میں صبیح رحمانی کی ادارت و نگرانی میں مرتب ہوا۔ اس کے ناشر بھی اقلیم نعت کراچی ہیں۔ مگر یہ شمارہ صبیح رحمانی کے گھر تبدیل کرنے کی وجہ سے E-20 صائمہ ایونیو، سیکٹر بی-۱۴، شادمان ٹاؤن نمبر۲، نارتھ کراچی، کراچی سے شائع ہوا ہے۔ ۳۲۰ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔ اس کی قیمت ۱۵۰/روپے ہے۔

صبیح رحمانی نے نعت رنگ کے اس تیرہویں شمارے میں بھی نعتیہ ادب سے تعلق رکھنے والوں کو اپنے حسن انتساب میں شامل کیا ہے۔ انتساب کا عنوان ہے۔ ''ڈاکٹر عاصی کرنالی، ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط، ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری، ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر، ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی (شہید)، ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی، ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی، ڈاکٹر سراج احمد بستوی اور پروفیسر محمد اکرم رضا کی نعت شناسی کے نام''۔

اس انتساب میں شامل پاک و ہند کی یہ تمام مثالی شخصیات نعتیہ ادب کا سرمایہ ہیں۔ ہر ایک نے نعتیہ ادب کے لیے اپنی منفرد اور گراں قدر خدمات کو پیش کیا ہے۔ نعت رنگ کا اداریہ ''ابتدائیہ'' کے زیرِ عنوان صرف ایک صفحہ پر مشتمل ہے۔ دیگر باتوں کے علاوہ نعت رنگ کے قارئین کے لیے یہ خوش خبری بھی ہے کہ اس کے دو شمارے (۱۳، اور ۱۴) ایک ساتھ شائع ہوئے۔

نعت رنگ کے مدیر نے اپنے ابتدائیہ میں حقیقت کشا باتوں کا اعادہ کیا ہے۔ وہ ہمیشہ کی طرح اپنے اداریے میں بھی اپنے قاری کو نظرانداز نہیں کرتے۔ وہ اپنی تاخیر اور مشکلات کو بھی اپنے قارئین کے گوش گزار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مدیر نعت رنگ کے اداریوں کو بہت توجہ سے پڑھا جاتا ہے۔

> '' 'نعت رنگ' کے لیے جو نگارشات موصول ہوئیں، ان کی مقدار کو دیکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ پرچے کو دو الگ اور اپنی جگہ مکمل حصوں میں تقسیم کر دیا جائے چناں چہ ''نعت رنگ'' کے دو شمارے (نمبر ۱۳ اور ۱۴) ایک ساتھ قارئین کو پیش کیے جارہے ہیں۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ تاخیر کی جو کوفت قارئین نے اُٹھائی ہے اس کا کسی قدر ازالہ ہو سکے۔''(۴۹)

مدیر نعت رنگ کی کاوشیں لائق تحسین اور لائق عمل ہیں وہ ہر دم تازہ و توانا جذبوں کے ساتھ نعت رنگ کے اداریوں میں خوشبوئیں بکھیرتے ہیں۔ انھوں نے تیرہویں اور چودہویں شمارے کی ایک ساتھ اشاعت کی خوش خبری سنا کر قارئین کی اس کوفت کو رفع کرنے کی کوشش بھی کی ہے جس کا سامنا انھیں شمارے کی اشاعتی تاخیر کی وجہ سے کرنا پڑا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدیر ''نعت رنگ'' کو قارئین کے احساسات اور مطالبہ کو کس قدر اہمیت دیتے ہیں۔

نعت رنگ کا چودہواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۱۴ بھی دسمبر ۲۰۰۲ء میں صبیح رحمانی کی ادارت میں مرتب ہوا۔ واضح رہے کہ شمارہ ۱۳، اور ۱۴ بیک وقت طبع ہوئے۔ اس کے ناشر اقلیم نعت صائمہ ایونیو کراچی ہیں۔ ۲۳۲ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ بھی پیپر بیک پر طبع شدہ ہے۔ اس کی قیمت بھی ۱۵۰/روپے ہے۔

اس کا انتساب مدیر محترم نے ''عصر حاضر کے ناموراور صاحب طرز نعت گو عبدالعزیز خالد کے نام'' معنون کیا ہے۔

نعت رنگ کا اداریہ ''ابتدائیہ'' کے عنوانِ جلی سے رقم کیا گیا ہے۔ ڈیڑھ صفحے کا یہ اداریہ ہمیشہ کی طرح تحریکی اندازِ تحریر میں رقم ہے۔ مدیر نعت رنگ کم سطور میں بھی اپنی مکمل بات کہنے کے عادی ہیں۔ سطور کی کمی یا زیادتی ان کے آڑے نہیں آتی۔ وہ اپنی بات کو وضاحت کے ساتھ کہنے کے فن سے بخوبی واقف ہیں۔ مدیر نعت کا کم لکھا ہوا بھی زیادہ کے زمرے میں شامل ہے۔

ڈاکٹر افضال احمد انور نے نعت رنگ کے تیرہویں اور چودہویں شمارے پر یکساں تبصرہ کیا ہے۔

> تیرہواں اور چودہواں، دونوں شمارے بیک وقت دسمبر ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئے۔ چودہ ماہ کے بعد ان دونوں شماروں کا بیک وقت طلوع غیر حاضری کی طوالت کا کچھ مداوا بھی کرتا ہے اور مدیر نعت کی جدتِ فکر وعمل کی غمازی بھی۔ ان اداریوں میں مدیر نعت رنگ نے اشاعت کی تاخیر کے اسباب میں ذاتی مصروفیات خصوصاً بیرونِ ملک اسفار کا ذکر کر کے قارئین کو شریک حال کیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اداریہ نویس اپنے اور قارئین کے باہمی رشتہ محبت موانست کو نظر انداز نہیں کرتا۔'' (۵۰)

ڈاکٹر افضال انور مدیر نعت کی جدت وفکر کو داد دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صبیح رحمانی اپنی ذاتی مصروفیات کی بنا پر ملک سے باہر تھے لیکن اس کے باوجود جریدے کی بروقت اشاعت اور معیاری مواد کی فراہمی کے لیے انھوں نے کوششیں جاری رکھیں تا کہ قارئین نعت رنگ کا تسلسل مطالعہ برقرار رہے۔ بلاشبہ یہ سعی پرخلوص مدیر اور قارئین کے بین درمیان مضبوط رشتۂ محبت کا ثبوت ہے۔

صبیح رحمانی اپنے ابتدائیہ میں رقم طراز ہیں:

> ''الحمدللہ! کہ اب نعت رنگ کے لکھنے والوں کا حلقہ اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ ہمیں اچھے مواد کی تلاش میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دستیاب مواد کو فوراً قارئین نعت رنگ تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتے ہیں پھر کچھ مسائل فوری توجہ چاہتے ہیں جن پر مشتمل مواد کو روکنا بھی انھیں ضائع کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ ادھر کچھ عرصے سے میری ذاتی مصروفیات بھی کافی بڑھ گئی ہیں، اکثر ملکی اور بیرونِ ملک اسفار درپیش رہتے ہیں جن کے نتیجے میں نعت رنگ تاخیر کا شکار ہوتا ہے اور قارئین ''نعت رنگ'' کو فت کا۔ اس لیے ہماری درخواست ہے کہ ان دو اشاعتوں کو اس تاخیر کی تلافی تصور فرمائیں''۔ (۵۱)

مدیر نعت رنگ اب یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ نعت رنگ کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا ہے۔ انھیں اچھے اور بامقصد مواد کی دستیابی میں کسی مشکل کا سامنا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دستیاب مواد کو فوراً قارئین نعت رنگ تک پہنچانے کے جذبے سے سرشار رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کچھ مسائل فوری توجہ کے حامل ہوتے ہیں اگر ان کی بروقت اشاعت نہ ہو تو اس کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ مدیر نے اپنی بڑھتی ہوئی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے نعت رنگ کی اشاعتی تاخیر کے اسباب بھی بیان کیے ہیں۔

صبیح رحمانی نے نعت رنگ کو اُس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اب اس کے قارئین شدت کے ساتھ منتظر رہتے ہیں۔ صبیح رحمانی کی مصروفیات کو دیکھتے ہوئے نعت رنگ کے تسلسل کو صرف ایک معجزے سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ایک شخص جو بیک وقت ہزاروں مسائل سے نبرد آزما ہے، مگر اس کے باوجود اُس کا ہر کام لائقِ تحسین اور لائقِ داد ہوتا ہے۔ یہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کا کرم اور نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ عنایت ہے، جس نے صبیح رحمانی کو تازہ و توانا رکھا ہوا ہے۔

نعت رنگ کا پندرہواں شمارہ

کتابی سلسلہ نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۱۵، مئی ۲۰۰۳ء میں صبیح رحمانی کی ادارت میں مرتب ہوا۔ اس کے ناشر اقلیم نعت صائمہ ایونیو کراچی ہیں۔ ۴۹۸ صفحات پر مشتمل نعت رنگ کا پندرہواں شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔ اس ضخیم شمارے کی قیمت بھی ۱۵۰/روپے ہے۔

مدیر نعت رنگ صبیح رحمانی نے اپنے حصۂ انتساب میں اُن حضرات کو شامل کیا ہے جو فی زمانہ شعبہ نعت میں لائق توجہ اور گراں قدر نعتیہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ صبیح رحمانی نے پھولوں کی ایسی مالا پروئی ہے جس میں ہر رنگ کا پھول شامل ہے۔ ہر پھول کی مہک الگ ہے۔ بلاشبہ یہ مختلف رنگوں کی حسین کہکشاں ہے مگر ہر رنگ اور ہر پھول جانِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ابدی روشنی اور مہک سے عطر بیز و مشک ریز ہے۔ پھولوں کی اس مشک بو مالا کے گل رنگ پھول بصورت انتساب ملاحظہ کیجیے۔ ''نعتیہ ادب کے حوالے سے قابل ذکر اشاعتی خدمات سرانجام دینے والے ساجد صدیقی لکھنوی، شفیق بریلوی، خالد شفیق، حفیظ صدیقی، شہزاد احمد، غوث میاں، قمر وارثی، طاہر سلطانی، یامین وارثی اور عزیز الدین خاکی کے نام''۔

نعت رنگ کا اداریہ ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے مدیر نعت رنگ کی رشحات فکر کا آئینہ دار ہے۔ اب تک شائع ہونے والے تمام نعت رنگ کے اداریوں میں صفحات کے لحاظ سے یہ سب سے بڑا اداریہ ہے۔ جو چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس ابتدائیہ کے بارے میں ڈاکٹر افضال احمد انور کی لکھتے ہیں:

> ''ایک ماہر اداریہ نویس کی طرح صبیح نے اس شمارے کے اداریے میں بعض اہم مضامین و مقالات کا ان کے لکھنے والوں کے حوالے سے تعارف کرایا ہے اور مختصر طور پر ان کی اہمیت واضح کی ہے...... مدیر نعت نے نپی تلی، مختصر مگر جامع رائے دی ہے۔ اس طرح اداریہ نویس کی ایک اہم ذمہ داری کو پورا کیا ہے۔'' (۵۲)

مدیر نعت رنگ نے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پُر انوار ساعتوں میں اس کی اشاعت کو مکمل کیا ہے۔

> ''نعت رنگ کا پندرہواں شمارہ عید میلاد النبی ﷺ کی مبارک ساعتوں میں منظر عام پر آ رہا ہے کہ یہ مبارک ساعتیں اور مسرت و انبساط کے یہ رنگ ہماری زندگیوں اور ہماری خوشیوں میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ ویسے بھی ہماری خوشی کا ہر رنگ ''نعت رنگ'' ہی تو ہے۔
>
> نعت رنگ کے اجرا کے وقت ہم نے جن خواہشات کا اظہار کیا تھا وہ کافی حد تک پوری ہو رہی ہیں، تنقیدی جمود خاصی حد تک ٹوٹ چکا ہے اور نعتیہ ادب پر بے لاگ تبصروں اور تنقیدی مباحث کی ایک ایسی فضا بن چکی ہے جس نے اہل علم کو نعت کے ادبی پہلوؤں کی جانب نہ صرف متوجہ کر دیا ہے بلکہ وہ اس موضوع پر سنجیدگی سے غور

> کرنے اور لکھنے پر آمادہ ہو چکے ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں لکھنے والے ناموں میں اہلِ علم کا مسلسل اضافہ اور موضوعات کا تنوع ہمارے اس دعوے کی دلیل کے طور پر سامنے ہیں اور ہم اس کرمِ بے پایاں پر اپنے رب کے آگے سر بہ سجود ہیں۔'' (۵۳)

اس اداریہ میں نعت رنگ سے متعلق ضروری اور اہم باتیں تو شامل ہیں مگر اس کے ساتھ مدیر نعت رنگ سید صبیح الدین صبیح رحمانی نے اہم لکھنے والوں کے مضامین کی ایک تسلسل کے ساتھ شمولیت کو سراہا ہے۔ وہ اپنی اس خواہش کی قبولیت پر مطمئن اور مسرور ہیں جس کی تکمیل کے لیے نعت رنگ کا اجرا ہوا تھا۔ یہ خواہش نعتیہ ادب میں تنقیدی جمود کی ٹوٹنے کی ہے۔ نعت رنگ میں شامل بے لاگ تبصرے، تنقیدی اور سنجیدہ ادبی پہلوؤں کی نقاب کشائی اس امر کا بعین ثبوت ہے۔ مدیر شمارے کی کامیاب اور مسلسل اشاعت، نعتیہ ادب کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور وسعت پر اللہ تعالیٰ کے بے حد مشکور ہیں۔ صبیح رحمانی کی سوچ صرف فردِ واحد کی سوچ نہیں بلکہ اس سوچ میں اجتماعیت کا حسن بھی شامل ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی سوچ کو دوام ملے۔

نئے دُکھ کے عنوان سے مدیر نے وفات پا جانے والے حضرات کا ذکر کیا۔ مسرور کیفی، والی آسی، علی محمد واجد اور مشتاق قادری نمایاں ہیں۔

نعت رنگ کا سولہواں شمارہ

کتابی سلسلہ نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۱۶، فروری ۲۰۰۴ء کا طبع شدہ ہے۔ اس کے ناشر اور مرتب سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی ہیں۔ اقلیم نعت صائمہ ایونیو کراچی نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے۔ ۴۳۲ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔ اس شمارے کی قیمت بھی ۱۵۰/روپے ہے۔

نعت رنگ کے اس سولھویں شمارے میں مدیر محترم نے نعتیہ ادب کے معروف تذکرہ نگاروں کو بصورت انتساب خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ''نعت گو شعرا کے قابل ذکر تذکرہ نگاروں فانی مرادآبادی، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری، محمد الدین فوق، محمد محفوظ الرحمٰن، سید یونس شاہ گیلانی، گوہر ملسیانی، نور احمد میرٹھی، ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب، ڈاکٹر شمس بدایونی، علیم صبا نویدی، حمایت علی شاعر، سید محمد قاسم، محمد سلیم چوہدری، قمر رعینی، محمد صادق قصوری اور شاکر کنڈان کے نام''۔

اداریے کا عنوان ''ابتدائیہ'' ہے۔ یہ اداریہ تین صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں بہت سارے اہم مسائل پر گفتگو زیر بحث لائی گئی ہے۔ اس اداریے کا ایک شذرہ آرٹس کونسل آف پاکستان کراچی کی تحسین پر بھی مشتمل ہے۔

مدیر ''نعت رنگ'' لکھتے ہیں:

> ''مجھے کئی دوستوں نے خطوط، ٹیلی فون کالز اور بالمشافہ ملاقات پر ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے مضامین میں تکرار کی طرف متوجہ کروایا ہے۔ اور ان میں تنوع اور تازگی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ میں ایسے تمام دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں کہ وہ نہ صرف ''نعت رنگ'' کا سنجیدگی سے مطالعہ کرتے ہیں بلکہ اس کے موضوعات میں وسعت اور تنوع کے خواہاں بھی ہیں۔
>
> ''نعت کے آداب اور مسائل کے حوالے سے ہونے والی گفتگو سے لے کر نعت کے تاریخی، تہذیبی اور ارتقائی

جائزوں تک ہم نے جو کچھ بھی 'نعت رنگ' یا کسی اور جگہ تحریری شکل میں پیش کیا ہے اس میں تکرار اس وجہ سے سامنے آ رہی ہے کہ ہمارے لکھنے والوں کو نعتیہ ادب پر نثری سرمائے کی کمی کا احساس ہے اور اسی لیے وہ اس موضوع پر لکھتے وقت تاریخی تناظر کو بیان کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ قاری کو ایک ہی مضمون میں اجمالی ہی سہی ایک مکمل خاکہ نعتیہ ادب کے ارتقائی مراحل پر مل جائے۔'' (۵۴)

صبیح رحمانی نے اداریہ میں قارئین کے خطوط، بالمشافہ ملاقاتوں اور فون پر بات چیت کا تذکرہ بھی شامل کیا ہے۔ وہ ان تمام افراد کے شکر گزار ہیں جنھوں نے نعت رنگ کا باریک بینی سے مطالعہ کیا، اس کے موضوعات کو پرکھا، کھنگالا اور پھر بزریعہ تنقید یا رائے ان موضوعات میں تنوع ورنگا رنگی لانے کا مشورہ دیا۔ موضوعات میں یک رنگی یا تکرار کی موجودگی کی وجوہ بیان کرتے ہوئے مدیر محترم اس کا ایک سبب نعتیہ ادب میں نثری سرمائے کی کمی اور دوسرا سبب قارئین کو ایک ہی مضمون میں نعتیہ ادب کا مکمل خاکہ [بطور سہولت] مہیا کرنے کو گردانتے ہیں۔ نعتیہ ادب میں نثری سرمائے کی کمی کے باعث لکھنے والا چاہتا ہے کہ اس کی تحریر میں سیاق وسباق کے حوالے سے کوئی کمی نہ رہے اسی لیے وہ اس موضوع پر لکھتے ہوئے تاریخی تناظر کی کہکشاں بھی سجا دیتا ہے تاکہ قاری کو کسی دقت کا سامنا نہ رہے۔ یہ اداریہ نعت رنگ کے تنوع کے حوالے سے ایک مثالی دستاویز ہے جس میں مدیر کی فکرِ نعت پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

اداریے میں نئے دکھ کے عنوان سے وفات پانے والوں کی تفصیل بھی شامل ہے۔

''گزشتہ دنوں جن شخصیات کی جدائی ہمارے دلوں کا زخم بنی ان میں قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی (پاکستان)، مفتی ظفر علی نعمانی (پاکستان)، مولانا سید انوار اشرف عرف مثنی میاں (کچھوچھ شریف)، مولانا سید صفی العالم سجادہ نشین خانقاہ شہبازیہ (بھاگل پور)، علامہ شاہ تراب الحق قادری کے بڑے بھائی مولانا شاہ قاسم، ممتاز نعت گو شاعر حفیظ تائب کے والد ماجد، معتبر نعت شناس ڈاکٹر ریاض مجید (پاکستان) اور ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بھارت) کے جواں سال صاحبزادگان، معروف نعت خواں سید فصیح الدین سہروردی کی ہمشیرہ، ممتاز صحافی ونعت نگار خان آصف، ناظم القادری، ماہر علم عروض اور ثنا گو شارق جمال اور صبا اکبرآبادی کی اہلیہ محترمہ شامل ہیں۔'' (۵۵)

نعت رنگ کا سترہواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۱۷، نومبر ۲۰۰۴ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس کے مدیر سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی ہیں۔ اس کے ناشر اقلیم نعت بی۔۵۰ سیکٹر ۱۱۔اے نارتھ کراچی ہیں۔ واضح رہے کہ صبیح رحمانی کی رہائش اکثر گردش کا شکار رہی ہے، جس کی وجہ سے ان کا پوسٹل ایڈریس ہمیشہ تبدیل ہوتا رہا۔ ۵۱۲ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔ ضخامت کے باوجود اس کی قیمت بھی ۱۵۰/روپے ہے۔

اس شمارے کا انتساب مدیر نعت رنگ صبیح رحمانی نے ''امام شرف الدین بوصیری کے نام'' معنون کیا ہے۔

نعت رنگ کے اس سترہویں شمارے کا اداریہ بھی ''ابتدائیہ'' کے زیر عنوان ہے۔ ابتدائیہ چار صفحات پر محیط ہے۔ مدیر نعت رنگ اس ابتدائیہ میں بھی اہم مسائل پر گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح مدیر نے سوال از خود قائم کر کے اس کے

جواب اور جواز کے بارے میں صریحاً وضاحت کے طریقے کو اپنایا ہے۔ وہ ہمیشہ با مقصد اور ضروری نعتیہ مسائل زیر بحث لاتے ہیں۔

صبیح رحمانی اداریے میں اس طرح رقمطراز ہیں:

> ''نعت رنگ کے اجرا کے وقت سے لے کر آج تک میں نے ''نعت رنگ'' کو کسی مخصوص نقطۂ نظر کے نمائندہ رسالے کے مروجہ اصول وضوابط کا پابند نہیں رکھا۔ اس کا سبب صرف ایک تھا اور وہ یہ کہ اس انداز اور مزاج کے حامل نعت پر کئی جریدے شائع ہو چکے اور ہو رہے ہیں۔ میں نے ہمیشہ ''نعت رنگ'' کو ایک ایسی محفل بنانے کی کوشش کی ہے جہاں مختلف الخیال احباب اپنے اپنے مکتبِ فکر و اندازِ نظر کے ساتھ شریک ہو کر ذکرِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فکری، مذہبی، ادبی اور فنی پہلوؤں پر گفتگو کر سکیں۔''(۵۶)

مدیر نعت رنگ کے اس طویل اداریے ''ابتدائیہ'' کا موضوع وسیع ہے مگر صفحات کی قلت کی وجہ سے اختصار کو ملحوظ رکھا جا رہا ہے۔ اس اداریے کی بنیادی خاصیت یہ ہے کہ مدیر نے ہر سوال کو تشفی بخش جواب سے مزیّن کیا ہے۔ یہاں پر بھی مدیر کی مدیرانہ صلاحیتوں کا عمل عروج پر ہے۔ نعت رنگ نے اختلافِ رائے کے باوجود ہر تنقیدی تحریر کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کے معائب و محاسن کی جانب بھی توجہ دلائی ہے۔ مختلف تنقیدی نکتہ ہائے نظر کے باوجود نعت رنگ کے مدیر نے ہر صاحبِ مضمون کو خوش آمدید کہا۔ اس کی وجہ انھوں نے یہ بیان کی ہے کہ نعت رنگ کا معیارِ نقد تمام نعتیہ رسائل و جرائد سے مختلف ہے۔ نعت رنگ کسی خاص فرقہ، گروہ یا مکتبہ فکر کا ہی نہیں بلکہ ہر سچے عاشقِ رسولؐ کا جریدہ ہے جس کا مقصد اجتماعی طور پر رسول پاکؐ کے ذاتِ اقدس فنی، فکری، ادبی اور مذہبی پہلوؤں پر مبالغہ آرائی وغلو سے پاک سچی اور کھری تاریخی گفتگو ہے۔

سترہویں شمارے کے بارے میں ڈاکٹر افضال احمد انور لکھتے ہیں:

> ''سچی بات تو یہ ہے کہ وہ مضمون کے تعارف کے علاوہ مضمون نگار کے حوالے سے بھی نپی تلی رائے دیتے ہیں جو ایک طرف قارئین کے لیے معلومات افزا ہوتی ہے اور دوسری طرف لکھنے والوں کی عظمت کا اعتراف بھی، اس لحاظ سے مدیر ''نعت رنگ'' عام اداریہ نویسوں سے ایک قدم آگے نظر آتے ہیں۔''(۵۷)

نعت رنگ کا اٹھارواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۱۸، دسمبر ۲۰۰۵ء میں صبیح رحمانی کی ادارت میں شائع ہوا۔ نعت رنگ کا یہ ''اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی نمبر'' ہے۔ حسب سابق اس کے ناشر اقلیم نعت نارتھ کراچی ہیں۔ ۸۰۴ صفحات پر مشتمل یہ ضخیم شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔ اس ضخامت والے شمارے کی قیمت صرف ۲۰۰ روپے ہے۔ واضح رہے کہ نعت رنگ کراچی کے چوبیس شماروں میں اب تک یہ سب سے زیادہ ضخیم شمارہ ہے۔

صبیح رحمانی مدیر نعت رنگ کراچی نے یہاں پر بھی انتساب کرنے میں اپنی فکری جدت کی انفرادیت کو برقرار رکھا ہے۔ یہ صرف چند الفاظ کا انتساب نہیں ہے، بلکہ مدیر نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ '' کلام رضا کے ذریعے محبت رسول کو عام کرنے والوں کے نام''۔

کلام رضا نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام کرنے کا فرض بڑی عمدگی سے نبھایا ہے۔کلام رضا کے ذریعے محبت رسولؐ کو عام کرنے والوں کو''دبستانِ رضا'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

اٹھارویں شمارے کا اداریہ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے طبع شدہ ہے۔چار صفحات پر مشتمل یہ ابتدائیہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ خصوصیات پر مشتمل ہے۔مدیر موصوف نے کچھ ضروری مباحث کی جانب بھی توجہ دلائی ہے۔ مدیر نے اس ابتدائیہ کو کھلے دل کے ساتھ رقم کیا ہے۔

مدیر محترم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ارادے کا ذکر اپنے قریبی دوستوں سے کیا تو میرے دوست کے ایک سوال 'کیوں؟' نے مجھے سوچ میں ڈال دیا۔ابتدائیہ میں صبیح رحمانی نے مولانا کے درجنوں شخصی اوصاف میں سے صرف ان کی نعت گوئی کو خصوصیت سے بیان کیا ہے۔

> ''اعلیٰ حضرت شاہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہماری نعت گوئی کی ایک منفرد اور توانا آواز ہیں۔ایک ایسی آواز جس نے نعت گوئی میں ایک نئے مستقل دبستان کی بنیاد رکھی۔یہی نہیں بلکہ انہوں نے قرآن وسنت نبوی، آثار صحابہ واہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تاریخ وسیر کے موجود مواد سے اپنے شعری حسن کو ایک ایسا علمی نکھار عطا فرمایا جس نے نہ صرف اُردو زبان وادب کا نعتیہ سرمایہ باثروت بنا دیا بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی اس موضوع اور اس کے علمی وفکری پہلوؤں کی تفہیم آسان ہوگئی۔اتنی بڑی اور اہم خدمت سرانجام دینے والے نعت گو پر ایک خاص نمبر کی اشاعت کے حوالے سے یہ''کیوں؟'' میری سمجھ سے بالاتر ہے۔(۵۸)

صبیح رحمانی کا لہجہ مولانا احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت وشاعری کی وضاحت کرتے ہوئے کرب ودُکھ سے چور دکھائی دیتا ہے۔یہ دکھ اس بات کا نہیں کہ خدانخواستہ مولانا کی نعت گوئی میں کوئی کمی کجی ہے بلکہ اس بات کا ہے کہ جو لوگ نعت گوئی کے مشکل فن میں مولانا احمد رضا کی شاعری سے قدم قدم راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور اعتقادی طور پر بھی ان سے گہری وابستگی رکھتے ہیں، وہ ہی ان پر مقالات کی اشاعت سے اکتاہٹ وبیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔اس موقع پر صبیح رحمانی اُلجھ کر رہ گئے ہیں مگر ان کا حوصلہ باکمال کہ ان ہی ناقدین کے ممنون ومشکور بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے اس سلسلے میں بے زاری کا اظہار کر کے ان کی سوچ کو پرواز کی نئی سمت بخشی تاکہ وہ قارئین کی اس کیفیت کو کم یا ختم کرنے کے لیے ان اسباب کو تلاش کر کے سامنے لائیں جو اس بوریت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

صبیح رحمانی معترف ہیں کہ مولانا احمد رضا اُردو ادب کے وہ خوش نصیب نعت گو ہیں جن پر بہت لکھا گیا ساتھ ہی وہ ان تحاریر کی یکسانیت پر مطمئن نہیں۔اس کی ایک وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ لکھاریوں کی بڑی تعداد مولانا کے عقیدت مندوں کی ہے جنہوں نے صرف عقیدت ومحبت کے احساسات کو تحریر کی صورت دی ہے مولانا کے شعری محاسن کو تنقید وتحقیق کا موضوع نہیں بنایا۔ یہاں صبیح رحمانی قارئین اور مضامین نگاروں سے اس لیے بھی شکوہ کناں ہیں کہ انہوں نے مولانا احمد رضا کو بحیثیت عالم دین و مذہبی راہنما کے بہت توجہ دی ہے اور مولانا کے اس شخصی پہلو کو اپنی تحریروں، مضامین اور مقالوں کے ذریعے بہت نکھارا اور انفرادیت بخشی مگر بحیثیت شاعر ان کی صلاحیتوں کا اعتراف بہت مختصر رہا۔نہ ان کی نعتیہ شاعری کو ادبی نقطہ نظر سے سمجھا گیا اور نہ ہی ان کی شاعرانہ تخلیقی صلاحیتوں کو سمجھنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کی گئی۔صبیح رحمانی جانتے ہیں کہ یہ پہلو تہی نادانستہ نہیں بلکہ مولانا کے

عقیدت مندوں اور دیگر مضمون نگاروں کی خام خیالی ہے کہ شاید ایسا کرنے سے مولانا کی شخصیت پر کوئی آنچ آئے گی اور ان کی شخصی عظمت کا سحر کم پڑ جائے گا۔

مدیر محترم لکھتے ہیں:

''مولانا پر لکھے گئے بیش تر اہل علم کے مضامین پر ایک نظر ڈالیے آپ کو مولانا کی مذہبی خدمات، علمی حیثیت اور عشق رسول کے تذکرے تو خوب ملیں گے مگر شعری محاسن پر چند جملوں اور چند سطروں سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔ ایسا صرف اور صرف اس لیے ہے کہ ہم اب تک مولانا کو خود بحیثیت شاعر موضوع گفتگو نہیں بننے دے رہے کہ کوئی لسانی یا ادبی اختلاف سامنے نہ آجائے اور اگر کہیں ایسا ہوا بھی ہے تو ہم نے اسے مولانا کی شخصیت یا علمی مرتبہ پر حملہ تصور کرتے ہوئے برہمی کا اظہار کیا ہے۔ ہمارا یہی رویہ مولانا کی شعری عظمت کے وسیع تر اعتراف میں حائل رہا ہے۔ مولانا کی زندگی میں بھی اور آج بھی اور اس کا نقصان یہ ہوا کہ ایک عظیم نعت گو شاعر ہماری سنجیدہ اور مرکزی ادبی تاریخ کا حصہ نہ بن سکا۔''(۵۹)

صبیح رحمانی اپنے نقطہ نظر کو مزید مضبوطی فراہم کرنے کے لیے دلائل بھی پیش کرتے ہیں اور قارئین و مضمون نگاروں سے سوال کرتے ہیں:

''کیا سعدی، رومی اور جامی کی منظومات پر کسی ادبی و لسانی تنقید نے ان کی شخصی عظمت اور علمی مرتبت کی ضیا کم کی ہے۔''(۶۰)

صبیح رحمانی کے مطابق عربی و فارسی اور اُردو کے حوالے سے تمام معتبر اور عظیم لکھاریوں، شاعروں پر آزادی سے لکھے جانے کی صورت میں ادبی کاموں میں وسعت اور تیزی آئی جس سے زبان و ادب کو ناقابل فراموش پزیرائی حاصل ہوئی۔

پروفیسر محمد اکرم رضا اعلیٰ حضرت نمبر (فروغ نعت کے حوالے سے روشن دستاویز) کے نام سے اپنے مضمون میں 'نعت رنگ' کے ذریعے سے صبیح رحمانی کی لاجواب کاوش کو اس طرح خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

''آپ کی شخصیت پر سینکڑوں کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ ہزاروں مقالات شائع ہو چکے ہیں مگر ضرورت تھی تو آپ کی نعت گوئی پر ایک ضخیم اور علمی لحاظ سے وقیع تر اشاعت خاص کی۔ ایسی اشاعت خاص جو صرف نعت رضا کے لیے مخصوص ہو جس میں مدح سرائی ہی نہ ہو بلکہ آپ کے نعتیہ خصائص کو نقد و نظر کی میزان پر تولا گیا ہو۔''(۶۱)

ایک اور مقام پر پروفیسر محمد اکرم رضا لکھتے ہیں:

''نعت رنگ کے ''امام احمد رضا نمبر'' میں مضامین کے تنوع سے یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ محض چند گھسے پٹے توصیفیہ اُمور کو دہرائے جانا ہی تحریر و انشاء کا کمال نہیں بلکہ اصل کمال تو ''حدائق بخشش'' اور اعلیٰ حضرت کے علمی نوادرات سے نعتیہ خصائص کی جستجو ہے۔''(۶۲)

بے شک مولانا نظریاتی و علمی اعتبار سے نابغہ روزگار شخصیت تھے ایسی ہستیاں صدیوں میں ایک بار مانند آفتاب طلوع ہوتی ہیں۔ صبیح رحمانی نے نہ صرف خود مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت و فن کا بہت گہرا مطالعہ کیا اور ان کی نعت گوئی کے تمام پہلوؤں سے لے کر شعری محاسن، فصاحت و بلاغت، زبان کی مٹھاس، شدتِ احساس، استعارات و محاورات کے ماہرانہ استعمال

غرض پوری شعری حیات کے لمحہ لمحہ کو مشاہدہ کیا بلکہ مولانا کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے زیادہ تر پہلوؤں کا احاطہ اپنے وقت کے معتبر ناموں کی تحریروں سے بھی کروایا۔ بلاشبہ وہ اس ''کیوں؟'' کا جواب دینے میں کامیاب رہے اور ''اس لیے کہ'' ذریعے انہوں نے اپنی اُلجھن کے اسباب معلوم کر کے ان کا سدباب بھی کیا مگر وہ اپنی اسی اعلیٰ ظرفی کے طفیل پھر بھی کچھ غیر مطمئن سے دکھائی دیتے ہیں اپنی اس بے چینی کو صبیح رحمانی اداریے کے آخری اقتباس میں بیان کرتے ہیں:

''مجھے اعتراف ہے کہ میں اپنے ہی قائم کردہ معیار کے مطابق اس نمبر کی ترتیب وتدوین وتہذیب نہ کرسکا لیکن کم مائیگی کے اس احساس کے ساتھ ہی ساتھ مجھے خوشی ہے کہ اس نمبر کی وساطت سے میں کم ازکم یہ احساس آپ تک منتقل کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا کہ مولانا جتنے اہم اور مقبول شاعر ہیں ان پر اب تک ویسا کام نہیں ہوسکا۔'' (۶۳)

مدیر نعت رنگ انصاف پسند آدمی ہیں وہ اس حقیقت کے اعتراف میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ میں اِسے جس معیار پر شائع کرنا چاہتا تھا ویسا ممکن نہیں ہوسکا۔ میں اس نمبر کی ترتیب وتدوین اور تہذیب کماحقہٗ نہیں کرسکا۔ مگر میرے لیے یہ بات طمانیت کا باعث ضرور ہے کہ میں کم ازکم یہ احساس آپ تک منتقل کرنے میں ضرور کامیاب ہوں۔ مولانا جتنے اہم اور مقبولیت کے مقام پر فائز ہیں ان کے شایانِ شان کام کی اشد ضرورت ہے۔ صبیح رحمانی کی ادارت میں شائع ہونے والا ''مولانا احمد رضا بریلوی نمبر'' نعتیہ ادب کا ایک اہم اور عظیم سرمایہ ہے۔ جس کے اثرات جہانِ رضا اور جہانِ نعت میں ایک سنگ میل ثابت ہوں گے۔ اداریے کے ابتدائیہ میں ساری گفتگو مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار ونظریات کے حوالے سے رہی۔ اس میں نئے دُکھ یا وفیات نگاری کا کوئی ذکر نہیں۔

نعت رنگ کا اُنیسواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۱۹، دسمبر ۲۰۰۶ء کا طبع شدہ ہے اس کے مرتب سید صبیح الدین صبیح رحمانی ہیں۔ اس شمارے کو ''نعت ریسرچ سینٹر'' بی۔۵۰، سیکٹر 11/A، نارتھ کراچی کے زیر اہتمام شائع کیا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے پہلے اٹھارہ شمارے اقلیم نعت کراچی کے زیر اہتمام شائع ہوئے تھے۔ ۶۲۴ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔ اس کی قیمت بھی ۲۰۰ روپے ہے۔

اُنیسویں شمارے کا انتساب صبیح رحمانی نے بارگاہِ رسالت کی عظمت وحفاظت کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے والے شہید عامر چیمہ کے نام منسوب کیا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے صبیح رحمانی نے اپنی کہی نعت کا ایک شعر بھی درج کیا ہے۔ ''شہید ناموس رسالت عامر چیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام

بتلا دو گستاخِ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے
اُن پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے''

اس شمارے کا ''ابتدائیہ'' چار صفحات پر محیط ہے۔ مدیر نعت رنگ نے دیگر موضوعات پر گفتگو کے علاوہ دہشت گردی اسلام میں جائز نہیں کے موضوع پر بصیرت افروز خیالات کا اظہار کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ عصرِ حاضر کی مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے رُجحان کو رد کرنا ہے۔ پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کو حقیقی تنوع کے ساتھ روشناس کروانا ہے تاکہ

اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے حقیقی و آفاقی پیغام کے ذریعے دنیا کے ہر خطے اور ہر ملک کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنایا جا سکے۔ انہوں نے ''گلوبل نعت فاؤنڈیشن'' کا آفاقی پیغام بھی دیا ہے۔

ڈاکٹر افضال احمد انور اس اداریہ پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''مدیر ''نعت رنگ'' اس عالم گیریت کے جلو میں جو احساس مسلمانوں میں بیدار کرنا چاہتے ہیں وہ ان کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہر تو ہے ہی، وقت کی اہم ترین ضرورت بھی ہے۔ آج عالم اسلام کو ایک سازش کے تحت دہشت گردی کے حوالوں سے دیکھا جا رہا ہے۔'' (۶۴)

ڈاکٹر افضال احمد انور شمارہ کے مدیر صبیح رحمانی کے جذبۂ عشقِ رسولؐ کی ستائش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ رسول خدا کے عالمگیر پیغامِ امن کو نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری دنیا میں عام کرنا چاہتے ہیں تا کہ دینِ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بدامنی اور دہشتگردی کا جو تصویرِ بد ہے اس کی نفی ہو جائے اور اسلام کا پیغامِ امن اپنی پوری جزئیات کے ساتھ پوری دنیا خصوصاً غیر مسلموں پر آشکارا ہو سکے۔

مدیر نعت رنگ لکھتے ہیں:

''نعت رنگ کے انیسویں شمارے کی اشاعت پر میں یہ احساسِ ذمہ داری آپ تک منتقل کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے نعت کے ادبی فروغ کا جو سفر شروع کیا ہے وہ ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں ہے۔ ابھی ہمیں نعتیہ ادب کو اس کی تمام تر جہتوں کے تناظر میں تنقید کے اعلیٰ ترین معیاروں کے مطابق متعارف کروانا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ دورِ حاضر میں مذہبی انتہا پسندی کے رجحان کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو حقیقی تنوع کے ساتھ...... مسلمانوں کی عقیدت، محبت اور وابستگی کے حوالے سے عالمی ادب کی شعری اصناف مثلاً Epic اور Ode وغیرہ کی وساطت سے روشناس کروانے کی منزل بھی سر کرنی ہے اور اس منزل کو سر کرنے کے لیے ہمیں ضرورت ہے ایک ایسے ادارے اور پلیٹ فارم کی جو عالمی سطح پر اپنی شناخت اور دائرۂ عمل رکھتا ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

زمیں تو ہر طرف پھیلی ہوئی ہے
چلو گے تو کوئی رستہ بنے گا (۶۵)

صبیح رحمانی قارئین سے مخاطب ہو کر واضح کرتے ہیں کہ نعت کے ادبی فروغ کا سفر چونکہ ابتدائی مراحل میں ہے اس لیے فروغِ ادب کے لیے ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم تنقید کے اعلیٰ ترین معیاروں کو متعارف کروائیں اور حضورﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں مذہبِ اسلام کی اعتدال پسندی کا پرچار کریں تا کہ مسلمانوں سے منسوب مذہبی انتہا پسندی کے منفی رجحان کا تدارک ہو سکے۔ وہ نعت کے پیغام محبت کے ذریعے صرف مسلمانوں کو نہیں بلکہ اس کائنات میں بسنے والے ہر انسان کو پیغمبر امن و سلامتی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے سایۂ رحمت میں لانا چاہتے ہیں۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ ابھی ہم نے بین الاقوامی ادب کی شعری اصناف Epic اور Ode کے تناظر میں بھی نعتیہ شاعری کے کینوس کو وسعت دینی ہے۔ کیونکہ نعتیہ شاعری اور اس سے متعلق تنقیدی مواد کو بین الاقوامی سطح پر رائج تخلیقی اقدار اور معیاروں کے تناظر میں متعارف کروانے کی اشد ضرورت ہے۔ اداریے میں

وہ ایک ایسے پلیٹ فارم اور ادارے کے قیام کی ضرورت پر زور دیتے ہیں جو فروغِ نعت کے سلسلے میں تمام اقدامات کو ممکن بنا سکے۔ اس سلسلے میں وہ ''گلوبل نعت فاؤنڈیشن'' کے قیام کی تجویز بھی پیش کرتے ہیں۔''گلوبل نعت فاؤنڈیشن'' کے قیام کی تجویز دراصل طلوع نعت رنگ کی وہ تحریکی فکر ہے جس کا اظہار صبیح رحمانی اپریل ۱۹۹۵ء کے آغاز سے کر رہے ہیں۔۱۹۹۵ء میں فروغِ نعت کے لیے دیکھا گیا خواب اب ''گلوبل نعت فاؤنڈیشن'' کے ذریعے شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے۔

نعت رنگ کا بیسواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۲۰، اگست ۲۰۰۸ء میں صبیح رحمانی کی ادارت میں مرتب ہوا۔نعت ریسرچ سینٹر نارتھ کراچی نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے۔۵۹۲ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک کے انداز میں طبع ہوا ہے۔اس شمارے کی قیمت ۳۰۰ روپے ہے۔

مدیر نعت رنگ نے اس شمارے کا انتساب ممتاز ماہر تعلیم، معروف ادیب و نقاد اور سرپرست نعت رنگ ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کے نام معنون کیا ہے۔صبیح رحمانی لکھتے ہیں ''انتساب تحریک ''نعت رنگ'' کو اپنی سرپرستی سے اعتبار بخشنے والے ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی (مرحوم) کے نام۔''

صبیح رحمانی کا تحریر کردہ ''ابتدائیہ'' اس شمارے میں ایک مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔اس سے پہلے شائع شدہ نعت رنگ کے انیس شماروں میں چار صفحات سے زیادہ کوئی ابتدائیہ نہیں تھا۔مگر نعت رنگ کے بیسویں شمارے کا ''ابتدائیہ'' بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔نعت رنگ کے ''ابتدائیہ'' کے ابتدائی دو صفحات میں نعت رنگ سے متعلق ضروری امور زیر بحث آئے ہیں۔جب کہ باقی دس صفحات ''نئے دُکھ'' کے عنوان سے وفیات نگاری کے ضمن میں بیان کردہ ہیں۔یہ پہلا موقع ہے کہ خواب اجل سے آنکھیں موندنے والے لکھاریوں کی خدماتِ نعت کو مدیر نعت رنگ نے اس قدر اہتمام سے لکھا ہے۔اس شمارے میں یہ عنوان ایک الگ ہی کیفیت لیے ہوئے ہے۔''نئے دکھ'' کا ہر لفظ ان حضرات کی جدائی کے سبب چشمِ نم کی مانند دکھائی دیتا ہے۔

چونکہ نعت رنگ کا شمارہ بیس ایک طویل وقفے کے بعد منظر عام پر آیا ہے اس لیے اداریہ تحریر کرتے ہوئے صبیح رحمانی اس طویل غیر حاضری پر معذرت خواہ ہیں اور اس طویل غیر حاضری کی وضاحت بھی بڑے کھرے انداز میں پیش کر رہے ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

> ''ہمارے دین میں بھی فرائض کے بعد کسبِ رزقِ حلال کو فریضہ قرار دیا گیا ہے، سو مجھے بھی اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ دیوارِ رسک کو چاٹنے میں گزارنا پڑتا ہے اور اسی وجہ سے نعت رنگ تاخیر کا شکار ہو جاتا ہے''۔(٦٦)

صبیح رحمانی کا یہ کمال ہنر ہے کہ فکرِ معاش کو کبھی نعت رنگ کی اشاعت اور معیار کے آڑے نہیں آنے دیا۔تاخیر نے قارئین کی تشنگی کو بڑھایا تو سہی لیکن اس کی جامعیت، حسنِ ترتیب اور بہترین انتخاب نے سیر ہونے کا اہتمام بھی کیا۔

بیسویں شمارے کے ضمن میں ڈاکٹر افضال احمد انور رائے دیتے ہیں:

> ''نعت رنگ کا ہر سنجیدہ قاری صبیح رحمانی کو اس حال میں بھی بہر حال مجلّے کو جاری رکھنے پر دل سے ہدیہ تبریک پیش کرے گا۔ستم ہائے روزگار کیسے بھی ہوں، ثابت ہو گیا ہے کہ صبیح رحمانی کا عشق ہمت نہیں ہارتا بلکہ اپنی جدوجہد کو کچھ اور تیز کر دیتا ہے کہ بقول اقبال ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں۔''(٦٧)

ڈاکٹر افضال احمد انور دعویٰ کرتے ہیں کہ باوجود مشکل ترین حالات کے نعت رنگ کا تسلسل سے اجرا قارئین کے لیے اتنا خوشگوار ہے کہ وہ یقیناً دل کی گہرائیوں سے صبیح رحمانی کو شمارے کی عمدہ اشاعت پر مبارک باد پیش کریں گے۔ یہ شمارہ اس بات کا گواہ ہے کہ مدیر نعت رنگ کی مشکلاتِ زندگی سے ان کا جذبۂ عشق نعتِ نبیؐ قوی ہے جو نا مساعد حالات میں اور بھی قوی تر ہو جاتا ہے۔

صبیح رحمانی فروغِ نعت کے ضمن میں اکیسویں صدی کو ادبی طور پر نعت کی صدی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ نعت بھی صنف سخن ہے آج الحمدللہ نعت کی وہ فضا قائم ہو چکی ہے کہ آج یہ بات پورے یقین اور پختہ اعتماد سے کہی جا رہی ہے کہ نعت ہر صنف سخن میں موجود ہے اور خود ایک مستقل صنف ہے۔ یہ رفعت اور یہ عروج صرف اور صرف صنفِ نعت کو حاصل ہے دوسری کوئی بھی صنفِ سخن اس کے مماثل نہیں۔

صبیح کہتے ہیں کہ ماضی میں نعت کو صنف سخن کا درجہ دیا جانا یا نہ دیا جانا تنقید کا بنیادی مسئلہ تھا۔ جب کہ آج سب سے ضروری ہے کہ عمرانی اور سماجی بنیادوں کے پسِ منظر میں نعت کا مطالعہ کر کے اس کی جڑوں تک رسائی حاصل کی جائے۔ نعت کو تدریسی مراحل میں ایک موضوع کے طور پر شامل کرنا بھی بے حد ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر بعض دوسری اصناف مثلاً مثنوی اور غزل کا مطالعہ ممکن ہی نہیں۔ نعت نے بین الاقوامی سطح پر مشرق و مغرب کی زبانوں کی اصنافِ سخن کو بھی نیا رنگ و روپ عطا کیا ہے۔ صبیح رحمانی لکھتے ہیں کہ نعت کا مطالعہ انتخابی تنقید کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔

مدیر نعت رنگ نے نعت کے ناقدوں کو اپنے ویژن اور فکر میں توسیع کا پیغام دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اجتماعی لاشعور میں نعت کی جڑیں تلاش کرنا ہوں گی۔ اب ہمیں عمرانیات اور سماجیات کے پس منظر میں نعت کے مطالعے کی ضرورت ہے۔ صبیح رحمانی کہتے ہیں کہ نعت کا مطالعہ انتخابی تنقید کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اُنھوں نے تنقید کے تمام دبستانوں کو گنوانے کے بعد انتخابی تنقید کی غرض و غایت کو مسلّم کہا ہے۔

> ''فن شاعری اور صنائع و بدایع کے بارے میں مشرقی علوم اور مغربی زاویہ نگاہ کو بھی برتنے کی ضرورت ہے۔ صناع و بدایع کا خلاقانہ استعمال نعت میں کہاں کہاں کیا گیا ہے اس کی نشان دہی کا فرض ابھی ہمارے ناقدین پر قرض ہے۔ محض یہ کہہ دینے سے کہ کیا خوب تشبیہ ہے بات نہیں بنتی۔'' (۶۸)

مدیر نعت رنگ نے ناقدین کے فرض اور قرض کی جانب لطیف اشارہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب بس یہ کہہ دینے سے بات نہیں بنے گی کہ کیا خوب تشبیہ ہے بلکہ اب اس کی صریحاً وضاحت کرنا ہوگی۔ نعت میں کون سے نئے عوامل، موضوعات اور مسائل سامنے لانا ہوں گے۔

صبیح رحمانی مزید لکھتے ہیں کہ اگر نعت کا مطالعہ تنقید کی تمام دبستانوں کے اصولوں کی روشنی میں کیا جائے تو ماضی کے حالات اور ادوار کی کیفیت کا پتہ چلتا ہے کہ نعت کا رجحان کس وجہ سے پلا بڑھا، شاعروں کی ذہنی و نفسیاتی اور روحانی کیفیت، ان کا کیتھارسس پاکیزگی کے کس مقام پر تھا۔ وہ نعت کے مطالعہ کے لیے سیرت النبیؐ اور دین اسلام کے مطالعہ کو بہت لازمی خیال کرتے ہیں۔ صبیح رحمانی کے مطابق اہم بات یہ ہے کہ ایک شاعر کی نعت گوئی کو نعتوں کی تعداد سے نہیں بلکہ نعت کے اعلیٰ معیار سے

ناپا جاتا ہے۔ صبیح رحمانی نے دکھ اور احترام ومحبت کی گہرائیوں سے وفات پا جانے والے جن خدامِ نعت کا ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، آفتاب کریمی، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، الحاج خورشید احمد، شاہ انصار اِلٰہ آبادی، سید نفیس الحسینی، عابد بریلوی، شہریار قدوسی، قمر عینی، محمد فیروز شاہ، سید امین علی نقوی، زاہد الیاس رحمانی، بابا سیّد رفیق عزیزی، منصور تابش کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ان تمام احباب کی نعتیہ خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔

نعت رنگ کا اکیسواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۲۱، دسمبر ۲۰۰۹ء میں صبیح رحمانی کی ادارت میں مدوّن ہوا۔ اس کے ناشر اقلیم نعت نارتھ کراچی ہیں۔ ۷۰۴ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ حسب دستور پیپر بیک پر شائع ہوا۔ اس شمارے کی قیمت ۳۰۰/روپے ہے۔

نعت رنگ کے مدیر نے اس شمارے کا انتساب ایک قابل احترام اور نعت کے مشاہیر میں شامل خدمت گزار ''ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کی نعت شناسی کے نام'' کیا ہے۔ مدیر کی وسعت علمی ہے کہ اُردو کے نعتیہ ادب کے ساتھ ساتھ ان کی نظر عربی کے نعتیہ ادب پر بھی ہے۔ ''عربی میں نعتیہ کلام'' کے نام سے یہ مقالہ ۱۹۷۸ء میں میزانِ ادب کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

صبیح رحمانی کا تحریر کردہ اداریہ ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ بارہ صفحات پر مشتمل یہ تعارفی اور معلوماتی ابتدائیہ تحریک نعت کا ایک اجمالی جائزہ ہے۔ مدیر نعت رنگ نے اپنے اس معلوماتی اداریے کو تعارفی انداز میں تحریر کیا ہے۔ مدیر اور نعت رنگ کی خدمات سے واقفیت کے لیے ابتدائیہ کا مطالعہ لازمی ہے۔ مدیر نعت رنگ کہتے ہیں کہ پاکستان کا قیام تحریک پاکستان اور اسلامی اقدار کے تشخص کی تلاش کا دوسرا نام ہے۔ یہی حقیقت ہے کہ پاکستان میں احیائے اسلام کا فروغ بصورتِ نعت اس کے دوام کی ضمانت ہے۔ ہر تحریک اور ہر تنظیم دم توڑ سکتی ہے مگر قافلۂ نعت اور ذکرِ رسول کے لازوال چرچے اس سرزمین پاک کی آبیاری کرتے رہیں گے۔

نعت رنگ کے مدیر صبیح رحمانی ایک متحرک اور باعمل انسان ہیں ان کی سرشت میں خاموشی اور کام کو آگے نہ بڑھانا گناہ کے مترادف ہے۔ وہ شعری مجموعے اور محافل میلاد و محافل نعت کی وسیع پیمانے پر مقبولیت اور پذیرائی کے حامی بھی ہیں مگر وہ اس مقدس، معتبر اور مقبول عام نعتیہ شاعری کو اُردو کی دیگر شعری اصناف میں کوئی جداگانہ ادبی تشخص نہ ملنے پر مطمئن نہیں۔ وہ اس صنفِ سخن پر تنقیدی زاویوں سے کام کا نہ ہونا بتاتے ہیں۔ وہ نعت کو دیگر شعری اصناف سخن میں بہ اعتبار صنف سخن منوانے اور اس کی ادبی حیثیت کو اجاگر کرنے کے لیے تنقیدی بصیرت اور انتقادی اصابت رائے کی ضرورت کو اہمیت دیتے ہیں۔ ۱۹۹۴ء میں مدیر نے اس کمی کو محسوس کیا اور ۱۹۹۵ء سے اس کمی کو دور کرنے کا ارادہ کر لیا۔

مدیر نعت رنگ کے اس خواب کو حقیقت بنانے کے لیے ایک ایسی فعال اور مؤثر تنظیم نعت کی ضرورت تھی اور اُنھوں نے ۱۹۹۵ء میں ''اقلیم نعت'' کی بنیاد رکھ دی۔ واضح رہے کہ اس وقت بھی نعت کی بے شمار تنظیمیں اپنے اپنے انداز سے فروغِ نعت کے لیے تگ ودو کر رہی تھیں۔ مگر کسی کا بھی زاویہ فکر ونظر تنقید نعت نہیں تھا۔ یہ سعادت اور یہ عظمت صبیح رحمانی کی منتظر تھی کہ وہ اپنے کام کا آغاز کریں اور تنقید نعت کا تحریکی سہرا اُن کے سر باندھا جائے۔ نعت رنگ کے مدیر محترم نہ صرف اس شعبۂ تنقید نعت میں کامیاب

رہے بلکہ اب اس قافلۂ نعت اور دبستانِ تنقیدِ نعت کے شواہد و اثرات ملکی طور پر نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی محسوس کیے جا رہے ہیں۔ دبستانِ تنقیدِ نعت کا پرچم بلند کرنے والے صبیح رحمانی کے شکر گزار ہیں کہ اُنھوں نے نعتیہ شاعری کو رطب و یابس بچانے کے لیے تحریکی انداز میں مثالی کارنامے سرانجام دیے۔

''اقلیم نعت کے زیر اہتمام اپریل ۱۹۹۵ء میں ''نعت رنگ'' کے نام سے ایک ادبی سلسلہ جاری کیا گیا۔ ''نعت رنگ'' نے نعتیہ ادب میں تنقیدی بصیرت کی کمی کو پورا کرنے کی خواہش کے ساتھ اپنے اشاعتی سفر کا آغاز کیا اور اس کا پہلا شمارہ ہی ''تنقید نمبر'' کے عنوان سے سامنے آیا۔ اردو دنیا میں ''نعت رنگ'' کے اجرا سے قبل، اتنی ہمہ گیر تنقیدی آرا، کبھی پیش نہیں کی گئیں تھیں۔'' (۶۹)

صبیح رحمانی نے نعت شناسی اور نعت فہمی کے ذوق کو تعلیمی اداروں اور جامعات تک وسعت دی۔ یہی وجہ ہے کہ نعت پر تحقیقی اور تنقیدی انداز میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ-ڈی کی سطح پر مقالے تسلسل کے ساتھ سامنے آ رہے ہیں۔ صبیح رحمانی نے جزوی طور پر ہی سہی اپنے بڑے بڑے کاموں کو اس اداریے میں نمایاں کر دیا ہے۔ نعت رنگ کی ہمہ جہت اور صبیح رحمانی ناقابل فراموش خدمات کو اس اداریے میں بیک نظر دیکھا جا سکتا ہے۔

اس اداریے میں ''نئے دُکھ'' کے عنوان سے اوراقِ ہستی بکھرنے والوں میں پیر نصیرالدین، رشید وارثی، حنیف اخگر، نور بانو محجوب، عبدالغفور قمر، ناصر چشتی، زاہد نیازی اور افتخار حسین شامل ہیں۔

نعت رنگ کا بائیسواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۲۲، ستمبر ۲۰۱۱ء میں صبیح رحمانی کی ادارت میں اشاعت پذیر ہوا۔ نعت ریسرچ سینٹر نارتھ کراچی اس کے ناشر ہیں۔ ۵۶۰ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔ اس شمارے کی قیمت ۳۰۰/روپے ہے۔

اس بائیسویں شمارے کا انتساب مدیر نعت رنگ نے اس قابل احترام ہستی سے منسوب کیا ہے جس کی ہمہ جہت شخصیت نعتیہ شاعری، نعتیہ مقالات اور نعتیہ تنقید میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی تنقیدی بصارت، علمی وجاہت، شعری نسبت اور خاندانی وراثت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ صبیح رحمانی کے ان چند لفظوں کے انتساب نے نعتیہ تنقید نگاری کو طشت از بام کر دیا ہے۔ ''رشید وارثی (مرحوم) کی نعت شناسی کے نام''۔

نعت رنگ کے بائیسویں شمارے میں ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے مہمان مدیر ڈاکٹر ریاض مجید نے اداریہ لکھا ہے۔ مہمان مدیر کی اصطلاح بھی فکر صبیح کی جدت طبع کی غماز ہے۔ صبیح رحمانی نے ''اپنی بات'' کے عنوان سے ۱۴ صفحات میں نعت رنگ سے متعلق کچھ ضروری نکات اور وفیات کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید اپنے ابتدائیہ میں تحریر کرتے ہیں:

''نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فروغ کے حوالے سے ''نعت رنگ'' کو جو منفرد سعادت نصیب ہوئی ہے وہ اردو کے کسی اور جریدے کو حاصل نہیں ہوئی۔ بیسویں صدی کے آخری عشروں میں اس کا اجرا نعت کے رجحان ساز معیار اور تاریخ ساز اعتبار کا باعث بنا''۔ (۷۰)

ڈاکٹر ریاض مجید معترف ہیں کہ جریدہ نعت رنگ نعتیہ شاعری کے حوالے سے ایک منفرد اور معتبر مقام رکھتا ہے۔ ایک ایسا مقام جو اردو زبان کے کسی اور جریدہ کو نصیب نہیں ہوا۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ صنف نعت آغاز سے ہی اردو ادب و شاعری کا مقبول حصہ رہی ہے لیکن صنفی لوازمات کے ساتھ اس کو پیش کرنے کے عملی اہتمام کا آغاز بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں ہوا۔

ڈاکٹر ریاض مجید ،سید رفیع الدین اشفاق کے مقالہ ''اُردو نعتیہ شاعری'' (ناگ پور یونیورسٹی، بھارت ۱۹۷۸ء) کو بھی نعت کے ارتقاء کی ایک کڑی خیال کرتے ہیں۔ اور خاص طور پر لاہور سے ماہ نامہ ''نعت'' کے مدیر راجا رشید محمود اور کراچی سے جریدہ ''نعت رنگ'' کے مدیر صبیح رحمانی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں جنھوں نے ایک متوازن ادارتی مزاج کو برقرار رکھتے ہوئے نعت کی صنف کو فروغ دیا۔

''نعت رنگ'' کے اجراء کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

> ''نعت رنگ کے کچھ مقاصد، آغاز کار ہی سے اور طرح کے ہیں۔ تخلیق نعت اور تعارف شعرا و کتب نعت کے علاوہ اس جریدے نے تنقیدات نعت کے حوالے سے جو گراں قدر کام پیش نظر رکھا ہوا ہے ہمارے رسائل میں اس سے پہلے اس انداز کا تنقیدی کام اس تسلسل سے کہیں اور کبھی نہیں ہوا......نعت رنگ نے اخلاص اور توجہ سے اس باب میں نہ صرف یہ کہ سنجیدہ تنقیدات کو ایک فورم مہیا کیا بلکہ تاکید و توجہ سے ایسے مطالعات نعت کو ایک معیار نما صورت بھی عطا کی۔'' (۱۷)

نعت رنگ کا منشور بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر ریاض مجید کہتے ہیں کہ جریدہ نعت رنگ کا سب سے اہم کارنامہ تنقیداتِ نعت کے حوالے سے شائع کیے جانے والے مضامین و مقالہ جات ہیں۔ مدیر نعت رنگ کی مخلصانہ کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صبیح رحمانی نے نعت رنگ کے ذریعے نعتیہ تنقیدی مواد و مضامین کو نہ صرف جمع کیا بلکہ انھیں ایک معیاری شکل بھی عطا کی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ثنائے محمد کے ضمن میں ادب و احترام کے تقاضے کس طرح نبھائے جاتے ہیں اور اسے ادبی معیارات کے مقابل لانا کیسا ہنر ہے۔ دراصل یہ کام بہت اعلیٰ درجے کا ہے اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ مدیر نعت رنگ کی طرف سے اس اعلیٰ معیار کو قائم رکھنے کا اعادہ گزشتہ ۲۱ شماروں سے مسلسل ہو رہا ہے۔

(Devotional Poetry) یعنی عقیدت نگاری کے فنی لوازمات پر تبصرہ کرتے ہوئے مہمان مدیر لکھتے ہیں کہ اگرچہ عقیدت نگاری ہر زبان، عہد اور علاقے کی ہوسکتی ہے اور اس موضوع پر شاعری بڑے بڑے شاعروں کو توازن کے راستے سے بھٹکا دیتی ہے۔ البتہ غزل کی صنف میں ردیف اور قافیے کی بدولت موضوعات کے پھیلاؤ اور سمٹاؤ میں شاعر کو آسانی رہتی ہے۔ مگر اغلاط کے امکانات کا خدشہ بھی رہتا ہے ایسے شعرا کو اگر عقیدت نگاری میں قافیہ پیمائی کرنی پڑ جائے تو پھر چاہے حمد و نعت ہو یا منقبت و سلام وہ احتیاط و توازن سے دور چلے جاتے ہیں۔ نعت رنگ میں جو بھی تنقیدی مضامین چھپتے ہیں وہ نعت گو شعرا کو یہی آگاہی اور شعور دینے کا مقصد پورا کرتے ہیں۔ اس لیے نعتیہ ادب سے متعلقہ افراد کو اس سلسلے میں حد درجہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید مزید لکھتے ہیں:

> ''نعت کو محض ایک موضوع کے اظہار کا وسیلہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس اظہار کو سخن اور فن کا درجہ دینے کے لیے ہمہ

پہلو کوشاں بھی رہنا چاہیے اور اس صنف میں بین الاقوامی معیاراتِ فن اور ادبیات عالیہ کے حامل نمونے تخلیق کرنے کی خواہش رکھنی اور اس کے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے۔ مقدور بھر خواہش اور استعداد بھر کوشش...... کہ عقیدت نگاری کے راستوں کا رخت یہی خواہش اور کوشش ہے۔ یہ قدرت اور استعداد بھی عطائے ربی عطا کرتی ہے۔ اس رحمت کے حصول کے لیے اخلاص سے دعا گو بھی رہنا چاہیے۔''(۷۲)

دراصل مہمان مدیر نعت گو شعرا کو فن کی پختگی، بین الاقوامی معیاراتِ ادب عالیہ کے مطابق برتنے کا مشورہ دے رہے ہیں تاکہ ثنا گوئی سے متعلق ان کی تخلیقات مثالی درجات حاصل کر لیں۔ وہ عقیدت نگاروں کو نعتیہ شاعری میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے ''کوشش'' کا درس دیتے ہیں۔ اس کے لیے مہمان مدیر انھیں یہ مشورہ بھی فراہم کرتے ہیں کہ چونکہ نعت گوئی عطیۂ خداوندی ہے اس لیے اس انعام کا سلسلہ مزید وسیع کرنے اور اسے نکھار بخشنے کے لیے اللہ رب العزت سے پورے خلوص کے ساتھ دعا گو بھی رہنا چاہیے۔

ڈاکٹر ریاض مجید مدیر نعت رنگ کے جذبہ عمل کے نتیجے میں تکمیل پانے والے اور جاری و ساری ایک وقیع کام پر ان کے حوصلوں، اشاعتی تگ و دو اور مدیرانہ جدوجہد کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صبیح رحمانی کی محنت اور توجہ قابل تعریف ہے۔ انہوں نے اپنی ذہنی استعداد سے بڑھ کر کاوش کی ہے اور اپنی ذات میں ایک ادارے کا کام کیا ہے۔ تنقیدات نعت کے باب میں نعت رنگ کی کارکردگی دیکھ کر ان کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔''(۷۳)

مدیر محترم کے مطابق نعت رنگ کا ابتدائیہ اگرچہ صبیح رحمانی کا ذاتی صفحہ ہے مگر ان کی تمنا ہے کہ اس صفحہ پر بھی دیگر لکھاریوں کی گزارشات اور خیالات و محسوسات کو ایک مقام دیا جائے۔ اس بیان کا حقیقی ثبوت اسی شمارے میں خود ڈاکٹر ریاض مجید نے ابتدائیہ کے ذیلی عنوان اظہاریہ کی صورت میں سپرد قلم کیا ہے جس کا موضوع ہے ''نعت......موضوع محض سے معجزۂ فن تک''
میر تقی میرؔ کے شعر سے ''اظہاریہ'' کا آغاز کرتے ہوئے ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں کہ کوئی تحریر جو چاہے نظم کی صورت ہو یا نثر کی مقام دوام تک تبھی رسائی پاتی ہے جب اسے لفظوں کی صورت عطا کرنے والا ماہر فن اس میں اپنے خون جگر اور جذبوں کی آمیزش بھی کرے۔ اپنے نقطۂ نظر کو مزید تقویت دینے کے لیے وہ علامہ اقبال کے اس مصرعہ کا اضافہ کرتے ہیں:

''معجزۂ فن کی ہے خون جگر سے نمود''

ریاض مجید کے خیال میں اردو زبان میں نعت ہمیشہ سے شاعروں کی توجہ کا موضوع رہی ہے اور ہر زبان اور ہر علاقے کے شاعروں نے نعت کی صنف کو ضرور اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے مگر ''کارِ دُنیا کسے تمام نہ کرد'' کے مصداق آج تک اسے ارتقا کی معراج تک لے جانے کا دعویٰ کوئی شاعر نہ کر سکا اس بارے میں وہ اپنی رائے ان الفاظ میں دیتے ہیں:

''نعت کے باب میں اظہار عجز کے باوجود ہر نعت نگار کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ اپنے مطالعے، مشاہدے اور محسوسات سے حاصل ہونے والے نتائج، تجربے، زبان و بیان کی بہترین صلاحیتوں، اپنی نعت گوئی کے تخلیقی ماحول کو پُر تاثیر بنانے کی کوشش کرے اور نعت نگاری کے فکری و فنی پہلوؤں کو ہر زاویے سے نکھارنے اور سنوارنے کے لیے نہ صرف تخلیقی صلاحیت دستیاب لسانی و اسلوبیاتی وسائل کو پوری توجہ اور اخلاص سے بروئے

کارلانے کی کوشش کرے بلکہ اپنی سعی ومشکور خواہ اسے اپنے نعت پارے کو ایک معجزہ فن بنادے۔مگر ایسا ہوا کم کم ہے ہماری نعت میں زیادہ تر رسمی تذکارِ سیرت وروایتی اظہارِ محبت کی تکرار محسوس ہوتی ہے۔''(۷۴)

اس لیے ڈاکٹر ریاض مجید ثنا گوئی کے لیے سادگی اور اخلاص کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ کیونکہ محض جذبوں سے خالی لفاظی قارئین وسامعین کے لیے نہ پسندیدہ ہوتی ہے نہ پُر تاثیر۔ اپنے ہم عصر نعت نگاری کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی اس بات کے خواہش مند ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وعقیدت کے اظہار کو کمالِ فن کی بلندیوں تک لے جائیں لیکن وہ اس سلسلے میں شائع ہونے والی کئی نعتوں کے اندر رسمی اور سرسری انداز کی کوتاہی پر دُکھ کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

ابتدائیہ کے ذیلی عنوان ''اپنی بات'' میں نعت رنگ کے میزبان مدیر سید صبیح الدین صبیح رحمانی نعت رنگ کی اشاعتی تاخیر پر معذرت کے بعد لکھتے ہیں:

نعت رنگ ایک موضوعی جریدہ ہے۔سواس کے مشمولات میں تنوع پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں لیکن ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ نعت رنگ میں ہر بار تازگی کا کوئی نہ کوئی پہلو ایسا سامنے آتا رہے جس میں قارئین کا تجسس برقرار رہے۔''(۷۵)

صبیح رحمانی کے مطابق ''نعت رنگ'' میں نعت شناسی کے سلسلے کو اسی مقصد کے لیے شامل کیا گیا کہ اسے اہمیت دے کر نعتیہ میدان کے شہ سواروں کو پزیرائی سے تر وتازہ کر دیا جائے تاکہ وہ نئے حوصلے اور عزم سے اپنی توانائیاں اس کام میں صرف کریں اور نئے لکھنے والے بھی اپنے بڑوں کے جوش وجذبے اور قابلیت کو دیکھ کر اس رستے پر قدم بڑھائیں۔ سلسلہ نعت شناسی کی قارئین میں پسندیدگی پر وہ مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ صبیح رحمانی نے ''اپنی بات'' میں ایک اور خوشگوار انکشاف یہ بھی کیا ہے کہ ہر شمارے میں ایک مہمان مدیر کو بطور خاص ''نعت رنگ'' کی محفل میں شامل کیا جائے گا اور ان سے درخواست کی جائے کہ وہ ''نعت رنگ'' کے اب تک کے سفر کو سامنے رکھتے ہوئے ہماری راہنمائی فرمائیں کہ نعت گوئی بر تنقید، تحقیق اور تخلیق کے کارواں کو مستقبل میں کن بلند منازل کی جانب پیش قدمی کرنی چاہیے، کون سے مسائل ہماری فوری توجہ چاہتے ہیں اور کن پہلوؤں پر خصوصی توجہ سے نعت فہمی کا دائرہ مزید وسیع کیا جاسکتا ہے۔''

صبیح رحمانی وسعت کائنات نعت کے لیے اپنے ہم قلم وہم پیشہ شخصیات سے طالب راہنمائی ہیں۔ وہ اس مقصد میں فتح یاب ہونے کے لیے ہر پہلو پر سیر حاصل مواد چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر ریاض مجید کی بطور مہمان مدیر ''نعت رنگ'' میں شمولیت ان کے لیے بے حد باعث مسرت ہے۔ ریاض مجید نعت شناسی کی دنیا میں ایک معتبر اور قابل احترام شخصیت ہیں۔ انہوں نے موجودہ دور کے نعت کاروں کی توجہ جن اُمور کی طرف دلائی ہے ان پر سنجیدگی سے غور وعمل کرنا صنف نعت کے لیے بے حد سود مند ہے۔ ان کی اس راہنمائی پر بھی صبیح رحمانی مشکور وممنون ہیں۔ شمارے کے دیگر مصنّفین اور سلسلوں کا ذکر کرتے ہوئے صبیح رحمانی لکھتے ہیں کہ ان سب سے قارئین اب اس قدر مانوس ہیں کہ کسی تعارف یا وضاحت کی ضرورت باقی نہیں۔ نعت رنگ میں پہلی بار شریک ہونے والے مذہبی اسکالر ڈاکٹر شعیب نگرامی کے مضمون ''نعت نبوی اور توحید رسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' پر تبصرہ کرتے ہوئے صبیح رحمانی نے سخت الفاظ کے استعمال اور ایک خاص مسلک کی طرف داری کے باوجود اہم قرار دیا ہے۔ اس اہمیت کی وجہ وہ یہ بیان

کرتے ہیں کہ ایسے مضامین شائع کرنے کا مقصد مختلف مسالک اور مکاتیب فکر کے درمیان ایک با مقصد اور صحت مند مکالماتی فضا پیدا کرنا ہے۔اس حوالے سے صبیح رحمانی اپنے آپ کو اس مقصد میں کامیاب پاتے ہیں۔

وفیات کے ضمن میں صبیح رحمانی نے دارِ فانی سے کوچ کر جانے والی اہم ہستیوں کی خدمات کو خاصی تفصیل سے تحریر کیا ہے۔ اہم ناموں میں پروفیسر شفقت رضوی، مظفر وارثی، پروفیسر جعفر بلوچ، ڈاکٹر عاصی کرنالی، عبدالعزیز خالد، شبنم رومانی، راغب مرادآبادی، خواجہ شوق، نوراحمد میرٹھی، ڈاکٹر جمیل عظیم آبادی، سجاد سخن اور ڈاکٹر شوکت زرّیں چغتائی شامل ہیں۔

صبیح نے وفات پا جانے والوں کے لیے قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست کی ہے اور گلزار بخاری کے اس شعر سے ''اپنی بات'' کو اختتام بخشا ہے:

جانے والوں کی کمی پوری کبھی نہیں ہوتی
آنے والے آئیں گے پھر بھی خلا رہ جائے گا
(۷۶)

نعت رنگ کا تیئسواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۲۳، اگست ۲۰۱۲ء میں صبیح رحمانی کی نگرانی و ادارت میں مکمل ہوا۔ نعت ریسرچ سینٹر ناتھ کراچی نے اس کی حسن طباعت کا اہتمام کیا ہے۔ ۶۴۰ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے اس کی قیمت ۲۰۰/روپے ہے۔

شمارہ تیئیس کا انتساب شعبہ نعت کے معروف خدمت گزار، صاحب طرز انشاء پرداز۔''پروفیسر محمد اکرم رضا (مرحوم) کی نعت شناسی کے نام''۔

نعت رنگ کا ''ابتدائیہ'' مہمان مدیر نعت رنگ پروفیسر انواراحمد زئی کا تحریر کردہ ہے۔ مہمان مدیر نے اس ابتدائیہ میں اپنی طرزِ نگارش کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔ مہمان مدیر صرف لکھتے ہی نہیں بلکہ اپنے خوبصورت لکھنے پر کمال رکھتے ہیں۔ قدرت نے ان کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وافر دولت عطا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تقریر ہو یا تحریر ہر ہر لفظ محبت رسول کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

''اپنی بات'' کے عنوان سے میزبان مدیر صبیح رحمانی نے اپنی قلمی نگارشات پیش کی ہیں۔ مہمان مدیر اور میزبان مدیر کی اداریہ نویسی نے نعت رنگ کا آغاز دلچسپ ودلکش بنا دیا ہے۔ مہمان مدیر اور صاحب ِطرز ادیب پروفیسر انواراحمد زئی کی رائے میں:

> ''اس تحریک کا اب تقاضا یہ ہے کہ بات کو آگے بڑھایا جائے۔ اس مقصد کے لیے ایک ٹرسٹ کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ جس کے مقاصد میں شامل ہے کہ نعت فہمی، نعت گوئی، نعت شناسی اور نعت خوانی کو موجودہ فضا سے آگے بڑھایا جائے اور باقاعدگی سے اسکولوں، کالجوں، جامعات اور دیگر تعلیمی اداروں میں مؤثر التزام اور انضباطی اہتمام کے ساتھ نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں کے طور پر رائج و راسخ کیا جائے۔''(۷۷)

مہمان مدیر پروفیسر انواراحمد زئی کا ابتدائیہ آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کا ہر صفحہ اور ہر پیراگراف توجہ کا طالب ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تحریکِ نعت رنگ ایک ایسے مقام تک رسائی حاصل کر چکی ہے کہ اب اسے روایت کی محدود فضا کے دائرے سے نکل کر مزید بلندیوں کا سفر طے کرنا ہے۔ وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ نعت کو تمام سرکاری اداروں (اعلیٰ ثانوی و پرائمری وغیرہ) میں بطور ہم

نصابی سرگرمی کے رائج کیا جائے تا کہ نعت کے ذریعے اسوۂ حسنہ اور مکارم اخلاق کے حوالے سے طالب علم روشناس ہوسکیں اور اپنی عملی زندگی میں رسولؐ کی سیرت طیبہ اور تعلیمات کا اطلاق کر سکیں۔ مہمان مدیر نے یہ صرف چند صفحات رقم نہیں کیے بلکہ تاریخ نعت کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ بعض لکھنے والوں کی تحریر اس قدر گنجلک اور پیچیدہ ہوتی ہے کہ اُس کی تشریح یا وضاحت بھی جان جوکھوں کا کام بن جاتی ہے۔ مگر یہ عشقِ رسالت کا فیض اور نعتِ پاک کی برکت ہے کہ پروفیسر انوار احمد زئی کا ہر لفظ، ہر جملہ، ہر پیراگراف اور صفحہ ازخود وضاحت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ پروفیسر انوار احمد زئی ممتاز ماہر تعلیم ہیں درس وتدریس آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ آپ کا یہ پورا پیراگراف تعلیمی حوالے سے درج ہے۔ موصوف نعت فہمی، نعت گوئی، نعت شناسی اور نعت خوانی کو اسکولوں، کالجوں، جامعات اور دیگر تعلیمی اداروں میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے نعت کے پھیلاؤ اور فروغ کے لیے تعلیمی نفسیات کے حوالے سے نثر کے مقابلے میں نظم اور نظم کے مقابلے میں ترنم کی جادو اثری پر زور دیا ہے۔ نعتیہ ترنم ماحول اور معاشرے کو پاکیزہ بنانے کے علاوہ قلوب واذہان کے زنگ کو بھی دور کرتا ہے۔

مہمان مدیر مزید لکھتے ہیں:

''کوئی مانے نہ یا مانے...... مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ اس پرچے نے تحریکی انداز میں ان عناصر کی ہمت شکنی کی ہے جو مذہب سے دُوری یا عشق رسالت کے بغیر مذہب کے تقاضوں کی تکمیل میں دلیلیں دے کر اپنی ترقی پسندی کی دھاک بٹھاتے تھے۔ یہاں یہ بات بھی سامنے لانا ضروری ہے کہ آج بھی گلوبلائزیشن کی چھتری تلے ایسے عناصر اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں جو مذہب سے دُوری کو روشن خیالی سے تعبیر کرتے ہیں۔''(۷۸)

پروفیسر انوار احمد زئی نے نعت رنگ اور مدیر نعت رنگ کی مثالی اور ہمہ جہد خدماتِ نعت کو نہ صرف عام کیا ہے بلکہ دین پر چلنے والوں کے دل سے شمع رسالت کی لو کم کرنے والوں کی بھی نشان دہی کی ہے۔ وہ نعت رنگ کی اس تحریک کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مربوط سمجھتے ہیں۔ نعت رنگ کی مسلسل اشاعت، نعت رنگ کی مستقل استقامت کو فیضانِ عشقِ رسول سے ہی تعبیر کرتے ہیں۔ یہی درست بھی ہے کہ نعت رنگ صرف ایک کتابی سلسلہ ہی نہیں بلکہ عشق رسول کی عظیم تحریک ہے۔

صبیح رحمانی نے درج ذیل سطور میں اپنے تحریکی کام کی تفصیلات سے آگاہ کیا ہے۔

''نعت ریسرچ سینٹر انٹرنیشنل نے بہت کم وقت میں نعتیہ ادب پر کام کی تحقیقی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے حوالہ جاتی کتب کی اشاعت کا خاطر خواہ کام سرانجام دیا۔ صرف چند برسوں میں چالیس سے زیادہ کتب کی اشاعت جن میں تحقیقی مقالہ جات، کتابیات، اشاریہ سازی اور نعتیہ ادب کی دیگر جہتوں پر علاحدہ علاحدہ مطالعاتی جائزوں کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں جس سے تنقید وتحقیق کے مزید زاویوں پر کام میں تیزی کے امکانات نمایاں ہور ہے ہیں۔''(۷۹)

اقلیم نعت، نعت ریسرچ سینٹر، نعت رنگ اور مدیر نعت رنگ سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی کی یہ بات بھی تاریخ کا عظیم ورثہ کہلائے گی جو آپ نے پاکستان کی مختلف اور قابل قدر جامعات کے شیوخ کے ذریعے ''نعت چیئرز'' کے قیام کے لیے مسلسل جدوجہد کا آغاز کیا ہے۔ مدیر چاہتے ہیں کہ وہ اپنی اپنی جامعات میں نعت چیئر کا آغاز کریں اور نصابِ تعلیم میں نعت کو بطور صنفِ

ادب وہ مقام دیں جس کی وہ حقدار ہے۔ نعت رنگ کی جیسے جیسے تعداد بڑھ رہی ہے مدیر نعت رنگ کے اداریوں کے صفحات میں بھی وسیع معلوماتِ نعت کے دریا موجزن ہورہے ہیں۔

وفیات نگاری کا موضوع مدیر نعت رنگ کی قلبی کیفیات کا آئینہ دار ہے۔ مدیر نعت رنگ ان نئے دُکھوں کو نعتیہ خدمات سے مشروط کردیتے ہیں۔ جس سے یہ تمام حضرات یادِ رفتگاں کے حوالے سے تاریخ نعت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ خوابِ اجل سے دوچار ہونے والوں میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، اقبال باہو، ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن، آصف بشیر چشتی، بشیر حسین ناظم، پروفیسر آفاق صدیقی اور پروفیسر محمد اکرم رضا کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

نعت رنگ کا چوبیسواں شمارہ

نعت رنگ کراچی کا شمارہ ۲۴، جولائی ۲۰۱۴ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس کے مرتب سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی ہیں۔ بی۔۳۶۰، بلاک ۱۴، گلستانِ جوہر کراچی کے نعت ریسرچ سینٹر سے یہ شمارہ شائع ہوا ہے۔ آج کل خط و کتابت کے لیے یہی پتہ استعمال ہوتا ہے۔ ۵۶۰ صفحات پر مشتمل یہ خوبصورت اور دیدہ زیب شمارہ پیپر بیک پر شائع ہوا ہے۔ اس کی قیمت =/۳۰۰ روپے ہے۔

اس شمارے کا انتساب بھی شعبہ نعت کی قابل فخر اور لائق احترام شخصیات سے منسوب ہے۔ ''راجا رشید محمود، خالد شفیق، ڈاکٹر افضال احمد انور کی نعت شناسی کے نام''۔

نعت رنگ کے چوبیسویں شمارے کے مہمان مدیر ڈاکٹر معین الدین عقیل نے اردو زبان و ادب، نعتیہ ادب کی تاریخ، جدید نعتیہ شاعری و ادب پر نو صفحات کے ''ابتدائیہ'' میں اپنے خیالات و نظریات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل کہتے ہیں کہ نعت نگاری نے جنوبی ایشیا میں ایک طویل اور صبر آزما کوشش کے بعد اپنے آپ کو بطور صنف منوالیا۔ اس موضوع پر ہر دور میں مختلف شکلوں میں لکھا گیا جس میں سیرت طیبہ کے جزوی پہلو کو بھی سامنے لایا گیا۔ اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے شعرا سے بہت سی بے احتیاطیاں بھی سرزد ہوئیں۔ ماضی میں غزل و دیگر اصناف کی طرح نعت نگاری جہاں مغربی علوم و جدید فلسفے کی آمد، سیاسی تبدیلیوں، اصلاح و بیداری کی تحریکوں اور مذہبی مسالک کی کشمکشوں سے متاثر ہوئی وہاں اس نے ہندوستان کے ہندوانہ ماحول سے بھی اثر قبول کیا۔ اسی طرح حضور پاکؐ سے عقیدتمندانہ جذبات کی مقبولیت نے شعرا کے نعتیہ کلام کو مبالغہ آرائی، غلو اور کچھ حد تک شرک سے بھی ہم آمیز کردیا۔ اسی تبدیلی کی وجہ سے اردو اور عربی و فارسی شاعری میں صوری و معنوی فرق نمایاں ہے۔

شعرا سے یہ فنی و فکری کوتاہیاں دانستہ و نادانستہ یا غیر شعوری طور پر سرزد ہوئیں کیونکہ انھوں نے بھی کلام میں حسن و رنگینی اور تاثیر پیدا کرنے کے لیے ایسا کیا۔ ڈاکٹر معین الدین نے اس پسِ منظر میں کی جانے والی نعتیہ شاعری کی چند مثالیں بھی پیش کی ہیں:

> ''متعدد شعرا نے عشقِ محمدی سے مطلوب ہوکر مقامِ رسالت، رفعت عبدیت کے اظہار میں توازن کو پار کرنے میں تکلف نہ کیا۔ اس کی یہاں محض ایک مثال حروف اور الفاظ کی قطع برید میں دیکھی جاسکتی ہے، جب نعت کے

سب سے معروف وممتاز شاعر محسن کاکوروی نے اپنے ایک شعر میں میم کے پردے کو ہٹا کر عرب کے عین کو لفظ سے جدا کر کے احمد کو احد اور رسولِ عربی کو عرب سے بڑھا کر رب کی شان میں جلوہ گر دکھانے کی کوشش کی ہے۔

عینیت غیر رب کو رب سے — غیریت عین کو عرب سے

ذات ِ احمد تھی یا خدا تھا — سایہ کیا میم تک جدا تھا

(۸۰)

مہمان مدیر نعت نگاری میں غلط روایات وتاثیر کے ضم ہو جانے کی مزید وجوہات تحریر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنوبی ایشیا میں مسلمانوں نے دیگر مذاہب کے مقبول رواج وروایات کو ان کی شادی و ماتم کی تقریبات اور مجالس میں دیکھا۔ ان کی منظومات کی تاثیر اور پیش کیے جانے کے انداز ملاحظہ کیے۔ دیوی دیوتاؤں کے مافوق الفطرت واقعات وحالات اور کارناموں کو سنا تو لکنے پڑھنے کے اسی انداز کو اپنا لیا۔ بہت ممکن ہے کہ اس طرزِ شاعری کا مدعا یہ ہو کہ ایک عام مسلمان جو اس طرح کی باتوں سے بہت اثر قبول کرتا ہیکہیں ہندوؤں یا دیگر غیر مسلموں کا طریقہ نہ اختیار کر لے۔ ان اثرات کی کاٹ کے طور پر مسلمان شعرا نے حضورؐ کی ذات اقدس سے بھی مافوق الفطرت اور تصوراتی معجزے منسوب کر لیے۔ اس سے مثبت نتائج بھی حاصل ہوئے ہونگے لیکن ایک منفی اثر بارحال عام مسلمانوں کی فکر اور عقیدے پر ضرور پڑا۔

ڈاکٹر معین الدین لکھتے ہیں:

''آغاز میں یہ عمل اور طریقہ ممکن ہے اس خیال ومقصد سے اختیار کیا گیا ہو کہ وہ لوگ جو ہندو دیوتوؤں کے مافوق الفطرت کارناموں اور محیر العقول واقعات کو سن کر ان کے تابع فرمان بن جاتے تھے، آں حضورؐ کی عظمت وفضیلت ان کے دلوں پر بھی ثبت ہو جائے اور وہ اسلام قبول کر لیں یا اگر مسلمان ہیں تو ہندوؤں کے اثر میں نہ جائیں اور اسلام سے قریب رہیں۔ نور نامے اور شمائل نامے اس تاثیر میں مزید اضافے کا سبب بنے۔ نیت اور مقصد چاہے جتنا بھی مثبت ہو لیکن اس کا لیکن اس کا ایک منفی نتیجہ بہر حال یہ بھی سامنے ہے کہ متعدد غلط روایات اور حکایات نے جگہ پالی اور عوام ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور یہ سب ان میں سے اکثر کے عقیدے کا جزو بھی بن گئے''۔(۸۱)

ڈاکٹر معین الدین کے خیال میں ایک نعتیہ شاعر کو اپنے کلام میں سچائی، حقیقت اور احتیاط کو حسن و جاذبیت کے مقابلے میں خصوصی اہمیت دینی چاہیے کیونکہ یہ ہمارے عقیدے اور مضبوط ایمان کا تقاضا ہے۔

''قدرے اطمینان کی بات یہ ہے کہ اب یہ احساس وشعور ہمارے نعت گو شعرا میں کچھ فروغ پا رہا ہے اور نعت کے چند نقادوں اور تجزیہ نگاروں نے بھی ایسے پہلوؤں کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے کہ جس کے تحت وہ نعت کے حقیقی مفہوم کے مطابق تخلیق ہونے والی نعتوں کے مطالعے اور جائزے میں کہیں گرفت اور کہیں حوصلہ افزائی سے کام لے رہے ہیں''۔(۸۲)

ڈاکٹر معین الدین دورِ جدید کے شعرا و ناقدین کے احساس وشعور میں مثبت تبدیلیوں سے مطمئن نظر آتے ہیں اور اس بات کو نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے باعثِ خوشبختی خیال کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں نعت رنگ کی خدمات کو سراہتے ہوئے پر امید ہیں

کہ اسے ایسے ناقدین میسر ہیں جو نعتیہ ادب کے مطالعے اور جائزے میں بہت سنجیدگی سے پیش پیش ہیں۔ وہ نعت رنگ کے ذریعے اپنے تجزیاتی و تحقیقی اور تنقیدی نقطۂ نظر کو غیر جانبداری سے بیان کر رہے ہیں۔ نعت ونثر کے قابلِ گرفت پہلوؤں کا احاطہ بھی کر رہے ہیں اور مثبت پہلوؤں کی حوصلہ افزائی کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر معین الدین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ سلسلہ ایک تحریک کے طور پر جاری رہنا چاہیے تاکہ صنفِ نعت اور نعتیہ ادب مکمل طور پر اسلامی شعائر اور مسلمہ حقائق میں سانچے میں ڈھل سکے اور اس کی پاکیزگی پر آنچ نہ آئے۔

ابتدائی کے ذیلی عنوان ''اپنی بات'' میں صبیح رحمانی اپنی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک سال کا عرصہ بیرون ملک گزارا جس سے نعت رنگ کا اشاعتی وقفہ بھی طویل ہوا اور لکھاری حضرات سے رابطہ بھی متاثر ہوا۔ یہاں وہ ڈاکٹر عزیز احسن کے بے حد مشکور نظر آتے ہیں جنھوں نے مدیر نعت رنگ کی غیر موجودگی میں نہ صرف اشاعتی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے سنبھالا دیا بلکہ نعت رنگ کے اس شمارے کے لیے اہم مضامین بھی تحریر کیے۔

صبیح رحمانی نے شمارے کی ''دھنک رنگ'' فہرست میں شامل مضمون نگاروں اور شعرا کو ان کی اہم تحریروں کی وجہ سے تحسین و تعریف سے نوازا ہے اور نئے مضمون نگاروں کو خوش آمدید کہا ہے۔ صبیح رحمانی مہمان مدیر ڈاکٹر معین الدین عقیل کے بے حد مشکور ہیں کہ انھوں نے نعتیہ شاعری پر ایک سیر حاصل تبصرہ کیا اور اصلاح کا نقطہ بھی بیان کیا۔

> ''ڈاکٹر معین الدین عقیل ہماری علمی و تحقیقی دنیا کی قد آور شخصیات میں شامل ہیں۔ آپ نے بنعت رنگ کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ زیرِ نظر شمارے میں بحیثیت مہمان مدیر انھوں نے اپنے اداریے میں نعتیہ شاعری میں جن عمومی بے احتیاطیوں کی طرف اشارہ فرمایا اور نعت رنگ کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا وہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ان کا نعت رنگ کی تحریری سرپرستی کرنا ہی ہمارے لیے باعث افتخار ہے''۔(۸۳)

صبیح رحمانی نے ان تین حضرات کا ذکر بھی پرمسرت انداز میں کیا ہے جنھوں نے نعتیہ ادب کے حوالے سے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے مکمل کیے ہیں۔ شمارے کے اشاعتی وقفہ میں وفات پا جانے والے خدام نعت کے چند نام تحریر کیے ہیں اور ان کی لیے دعائے مغفرت کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر افضال احمد انور، ''فنِ اداریہ نویسی اور نعت رنگ''نعت ریسرچ سنٹر کراچی، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۲۳

۲۔ ایضاً،ص۲۶

۳۔ ایضاً،ص۲۶

۴۔ ایضاً،ص۲۶

۵۔ ایضاً،ص۲۴

۶۔ ایضاً،ص۲۷

۷۔ ایضاً،ص۲۸

۸۔ ڈاکٹر شبیر احمد قادری،نعت رنگ اہل علم کی نظر میں،نعت ریسرچ سینٹر،نارتھ کراچی،کراچی،۲۰۰۹ء،ص۸۰

۹۔ ڈاکٹر افضال احمد انور،''فنِ اداریہ نویسی اور نعت رنگ''نعت ریسرچ سنٹر کراچی،مارچ ۲۰۱۰ء،ص۳۳

۱۰۔ ڈاکٹر شبیر احمد قادری،نعت رنگ اہل علم کی نظر میں،نعت ریسرچ سینٹر،نارتھ کراچی،کراچی،۲۰۰۹ء،ص۳۷

۱۱۔ ڈاکٹر افضال احمد انور،''فنِ اداریہ نویسی اور نعت رنگ''نعت ریسرچ سنٹر کراچی،مارچ ۲۰۱۰ء،ص۸۲

۱۲ِ۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید،فن صحافت،مکتبہ کارواں،کچہری روڈ،لاہور،(سن ندارد)ص۲۰۵

۱۳۔ ڈاکٹر شبیر احمد قادری،نعت رنگ اہل علم کی نظر میں،نعت ریسرچ سینٹر،نارتھ کراچی،کراچی،۲۰۰۹ء،ص۳۲

۱۴۔ صبیح رحمانی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبرا،اپریل ۱۹۹۵ء،ص۸

۱۵۔ ڈاکٹر شبیر احمد قادری،نعت رنگ اہل علم کی نظر میں،نعت ریسرچ سینٹر،نارتھ کراچی،کراچی،۲۰۰۹ء،ص۲۶۶

۱۶۔ پروفیسر شفقت رضوی،نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ،مہر منیر اکیڈمی،کراچی،۲۰۰۴ء،ص۱۱

۱۷۔ ڈاکٹر افضال احمد انور،''فنِ اداریہ نویسی اور نعت رنگ''نعت ریسرچ سنٹر کراچی،مارچ ۲۰۱۰ء،ص۳۳

۱۸۔ صبیح رحمانی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبر۲،دسمبر ۱۹۹۵ء،ص۹تا۱۱

۱۹۔ ڈاکٹر افضال احمد انور،'' فنِ اداریہ نویسی اور نعت رنگ''نعت ریسرچ سنٹر کراچی،مارچ ۲۰۱۰ء،ص۹۸

۲۰۔ ڈاکٹر شبیر احمد قادری،نعت رنگ اہل علم کی نظر میں،نعت ریسرچ سینٹر،نارتھ کراچی،کراچی،۲۰۰۹ء،ص۲۶۶

۲۱۔ ایضاً،ص۳۶

۲۲۔ صبیح رحمانی،''احوال''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبر۳،ستمبر ۱۹۹۶ء،ص۹

۲۳۔ صبیح رحمانی،''احوال''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبر۴،مئی ۱۹۹۷ء،ص۹

۲۴۔ ڈاکٹر افضال احمد انور،''فنِ اداریہ نویسی اور نعت رنگ''نعت ریسرچ سنٹر کراچی،مارچ ۲۰۱۰ء،ص۱۰۶

۲۵۔ ایضاً،ص۱۰۶

۲۶۔ ایضاً،ص۱۰۷

۲۷۔ ایضاً،ص۱۰۸

۲۸۔ صبیح رحمانی، ''نقشِ اوّل''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۵، فروری ۱۹۹۸ء، ص۱۱

۲۹۔ ایضاً، ص۱۲

۳۰۔ صبیح رحمانی، ''حرفِ اوّل''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۶، ستمبر ۱۹۹۸ء، ص۱۱

۳۱۔ ڈاکٹر شبیر احمد قادری، نعت رنگ اہل علم کی نظر میں، نعت ریسرچ سینٹر، نارتھ کراچی، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص۴۳

۳۲۔ ایضاً، ص۴۳

۳۳۔ صبیح رحمانی، ''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۷، اگست ۱۹۹۹ء، ص۹

۳۴۔ ایضاً، ص۱۵

۳۵۔ ڈاکٹر شبیر احمد قادری، نعت رنگ اہل علم کی نظر میں، نعت ریسرچ سینٹر، نارتھ کراچی، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص۲۶۷

۳۶۔ ایضاً، ص۴۴

۳۷۔ صبیح رحمانی، ''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۸، ستمبر ۱۹۹۹ء، ص۱۱

۳۸۔ صبیح رحمانی، ''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۹، مارچ ۲۰۰۰ء، ص۱۱

۳۹۔ ایضاً، ص۱۱

۴۰۔ نعت رنگ اہل علم کی نظر میں، ص۲۶۸

۴۱۔ صبیح رحمانی، ''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۱۰، اپریل ۲۰۰۰ء، ص۹

۴۲۔ ایضاً، ص۹

۴۳۔ نعت رنگ اہل علم کی نظر میں، ص۴۷

۴۴۔ صبیح رحمانی، ''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء، ص۱۱

۴۵۔ ڈاکٹر افضال احمد انور، ''فنِ اداریہ نویسی اور نعت رنگ''نعت ریسرچ سنٹر کراچی، مارچ ۲۰۱۰ء، ص۵۳

۴۶۔ ایضاً، ص۵۴

۴۷۔ صبیح رحمانی، ''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۱۲، اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص۱۱

۴۸۔ ایضاً، ص۱۲

۴۹۔ صبیح رحمانی، ''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۱۳، دسمبر ۲۰۰۲ء، ص۱۴

۵۰۔ نعت رنگ اہل علم کی نظر میں، ص۵۲

۵۱۔ صبیح رحمانی، ''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۱۴، دسمبر ۲۰۰۲ء، ص۹ تا ۱۰

۵۲۔ نعت رنگ اہل علم کی نظر میں، ص۵۴

۵۳۔ صبیح رحمانی، ''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر۱۵، مئی ۲۰۰۳ء، ص۹

۵۴۔ صبیح رحمانی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبر۱۶،فروری۲۰۰۴ء،ص۱۲تا۱۳

۵۵۔ ایضاً،ص۱۴

۵۶۔ صبیح رحمانی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبر۱۷،نومبر۲۰۰۴ء،ص۹

۵۷۔ نعت رنگ اہل علم کی نظر میں،ص۵۸

۵۸۔ ایضاً،ص۱۳

۵۹۔ ایضاً،ص۱۵

۶۰۔ ایضاً،ص۱۶

۶۱۔ پروفیسر محمد اکرم رضا،اعلیٰ حضرت نمبر،مشمولہ نعت رنگ کراچی شمارہ نمبر۱۹،دسمبر۲۰۰۶ء،ص۵۰۷

۶۲۔ ایضاً،ص۵۰۷

۶۳۔ صبیح رحمانی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی شمارہ ۱۸،دسمبر۲۰۰۵ء،ص۱۶

۶۴۔ نعت رنگ اہل علم کی نظر میں،ص۶۵

۶۵۔ صبیح رحمانی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبر۱۸،دسمبر۲۰۰۵ء،ص۱۶

۶۶۔ صبیح رحمانی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۲۰،اگست۲۰۰۸ء،ص۹

۶۷۔ نعت رنگ اہل علم کی نظر میں،ص۶۸

۶۸۔ صبیح رحمانی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبر۲۰،اگست۲۰۰۸ء،ص۱۰

۶۹۔ صبیح رحمانی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،،شمارہ نمبر۲۱،دسمبر۲۰۰۹ء،ص۱۰

۷۰۔ ڈاکٹر ریاض مجید،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبر۲۲،ستمبر۲۰۱۱،ص۷

۷۱۔ ایضاً،ص۷تا۸

۷۲۔ ایضاً،ص۸تا۹

۷۳۔ ایضاً،ص۹

۷۴۔ ایضاً،ص۱۰تا۱۱

۷۵۔ صبیح رحمانی''اپنی بات''شمارہ نمبر۲۲،ص۱۵

۷۶۔ ایضاً،ص۲۸

۷۷۔ پروفیسر انوار احمد زئی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبر۲۳،اگست۲۰۱۲ء،ص۱۱

۷۸۔ پروفیسر انوار احمد زئی،''ابتدائیہ''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ نمبر۲۳،اگست۲۰۱۲ء،ص۱۴

۷۹۔ صبیح رحمانی''اپنی بات''شمارہ نمبر۲۳،ص۱۷تا۱۸

۸۰۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل، ''ابتدائیہ'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر ۲۴، جولائی ۲۰۱۴ء، ص ۱۲

۸۱۔ ایضاً، ص ۱۳

۸۲۔ ایضاً، ص ۱۴ تا ۱۵

۸۳۔ صبیح رحمانی ''اپنی بات'' شمارہ نمبر ۲۴، ص ۱۷

☆☆☆

باب سوم

نعت رنگ میں تنقیدی مقالات: شمارہ وار مطالعات

تیسرے باب کے آغاز میں ''تنقید'' اور تنقیدی مباحث کے سلسلے میں کچھ بنیادی باتیں پیش خدمت ہیں۔تنقید اور تنقیص کے فرق کو بھی واضح کیا جارہا ہے تاکہ نعتیہ ادب میں تنقید اور تنقیص کے مابین فرق کو بھی بطورِ خاص محسوس کیا جا سکے۔آج کل نعتیہ ادب میں تنقید کے نام پر تنقیص کا عمل شد و مد سے جاری ہے۔تنقید نگاری کے ضمن میں صرف چند نفوس ایسے ہیں جو تنقیدی مباحث کو صرف اور صرف متن و موضوع کے حوالے سے زیر بحث لاتے ہیں۔ان کے ہاں عقیدے اور مسلک کی جنگ نہیں ہوتی۔وہ مغربی تصورات تنقید کو بھی مشرقی تنقید پر لاگو نہیں کرتے۔وہ صرف متن کی روشنی میں معنوی تنقید برائے اصلاح کے عمل پر گامزن رہتے ہیں۔وہ تنقیص اور تنقیصی پہلوؤں کو اجاگر نہیں کرتے۔یہی وجہ ہے کہ تنقید نگاری کے شعبے میں ایسے افراد کو صرف انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔معنوی تنقیدی سے روگردانی تنقید نگار کو وادیٔ تنقیص نگاری میں دھکیل دیتی ہے۔

تنقیص، (تن قیص)(ع۔ا۔مث)(الف) کم کرنا، گھٹانا (ب) نقصان، کمی (ج) اعتراض، نقص نکالنا۔ (۱)

تنقید (تن قِید)(ع۔ا۔مث)(الف) جانچ، پرکھ، تمیز، ایسی جانچ جو اچھے بُرے کھرے کھوٹے میں تمیز کرے۔
(ب) تبصرہ، نقد، نکتہ چینی (۲)

مشہور تنقید نگار ڈاکٹر عبادت بریلوی اپنی کتاب ''اُردو تنقید کا ارتقاء'' کے پیش لفظ میں تنقید اور تنقیص کے مابین فرق کو نمایاں کررہے ہیں۔

> ''......اُردو تنقید سے متعلق کوئی اہم بات چھوٹ نہ جائے۔البتہ بعض ایسے لکھنے والوں کی تنقیدوں کو اس میں شامل نہیں کیا گیا ہے، جن کی بنیادیں نفرت اور بغض و عناد پر قائم ہیں۔دل آزارانہ جو مضحکہ اُڑانے اور پھبتیاں کسنے کو تنقید سمجھتے ہیں، مثلاً اس میں معرکہ شرر و چکبست اور اودھ پنچ کی دل آزارانہ تنقیدوں کا ذکر نہیں ملے گا، کیوں کہ اس سلسلے کی تمام تنقیدوں کا شمار تنقیص کے تحت ہونا چاہیے، اور ظاہر ہے کہ تنقیص کی کوئی تنقیدی اہمیت ہو نہیں ہو سکتی۔تنقیص کا یہ سلسلہ آج بھی ختم نہیں ہوا ہے، کیونکہ کبھی کبھی اخبارات و رسائل میں ایسی تنقیدی کاوشیں آج بھی نظر آجاتی ہیں جن سے ان دل آزارانہ تنقیدوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔'' (۳)

ڈاکٹر عبادت بریلوی کے اقتباس کا اہم نکتہ یہ ہے کہ جب عام تنقید میں نفرت، بغض و عناد، دل آزاری، مضحکہ خیزی اور پھبتیاں کسنے کی اجازت نہیں تو تنقید نعت میں یہ روایت کیسے پسندیدہ ہو سکتی ہے۔آج کل زیادہ تر تنقید نعت میں ان ہی عوامل کی کارفرمائی نمایاں ہے جس سے تنقید اور تنقید نعت کی روح متاثر ہو رہی ہے۔دبستانِ تنقید نعت میں ایسے تنقید نگاروں کی ضرورت ہے جو صائب، جائز اور مثبت تنقید نعت کے فرائض دیانت داری اور خوش اسلوبی سے انجام دے سکیں۔

تنقید سے مراد ہے کسی کام کی جانچ، پرکھ اور تمیز۔یہ ایسی جانچ ہے جو اچھے برے اور کھرے کھوٹے کے درمیان فرق کو نمایاں کرتی ہے۔جسے تبصرہ، نقد اور نکتہ چینی کے زمرے میں بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔تنقید اور تنقیص کے مابین ایک باریک سا فرق ہے جو مستقبل کے تنقید نگار کو ذرا سی دیر میں تنقیص نگار بنا دیتا ہے۔تنقیص کا مطلب ہے کم کرنا اور گھٹانا، جب کہ یہ نقصان، کمی، اعتراض اور نقص نکالنے کے کام بھی آتا ہے۔تنقید اور تنقیص کے درمیان فرق کی وضاحت کے بعد اب مختلف مشاہرین تنقید کی اُن آراء کو پیش کیا جارہا ہے جو تنقیدی مباحث کے لیے راہ نمائی کا باعث ہیں۔

سید عابد علی عابد اپنی کتاب ''اصول انتقاد ادبیات'' میں رقم طراز ہیں:

''اس کا ماخذ عربی لفظ 'غربال' ہے جس سے انگریزی کلمہ Grable برآمد ہوا ہے۔ غربال کی اصل لاطینی ہے اور اس لاطینی اصل کا تعلق کلمہ Cret سے ہے۔ Cret کے معنی ہیں پھٹکنا، چھان پھٹک کرنا''(۴)

ایڈمنڈ گوس کے نزدیک کسی فن پارے کے خصائص اور قیمت کے بارے میں محاکمہ یا فیصلہ صادر کرنے کا فن ''تنقید'' ہے۔ کسی ادب پارے یا فن پارے کے اوصاف کا لکھا ہوا اور چھپا ہوا ''تجزیہ'' تنقید کہلاتا ہے۔(۵)

عربی میں ''نقد الٹ'' کے لفظ کو تنقید کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ فارسی زبان میں اسی لفظ کو 'دادوسخن' کے معنوں میں لیا گیا ہے۔ ان دونوں زبانوں کے لحاظ سے اس لفظ کا استعمال شاعرانہ کلام کے معیار کی چھان پھٹک کر کے اس کو ایک مقام دے کر اس کے بارے میں پختہ رائے قائم کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سیّد عبداللہ نے اپنی کتاب ''اشارات تنقید'' میں تنقید کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

''تنقید اس عمل یا ذہنی حرکت کا نام ہے، جو کسی شے یا ادب پارے کی ان خصائل کا امتیاز کرے جو ''قیمت'' (Value) رکھتی ہیں، بخلاف ان کے جن میں Value نہیں ہے''۔(۶)

عصر حاضر کے قابل ذکر نقاد پروفیسر سیّد عابد علی عابد اپنی کتاب ''اُصولِ انتقادِ ادبیات'' کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

''اصطلاح میں ادبی تخلیقات کو پرکھنا اور ان کی قدر و قیمت کو متعین کرنا انتقاد کہلاتا ہے۔ نقاد کا منصب یہ ہے کہ ادبی (یا فنی) کاوشوں پر غور کرنے کے بعد ان کی قدر و قیمت کے متعلق دیانت داری سے صحیح فیصلے صادر کرے۔ ظاہر ہے کہ اس قدر و قیمت کی تعیین میں اسلوب، ہیئت، پیکر یا تکنیک کے کوائف کا تجزیہ بھی شامل ہے۔(۷)

پروفیسر عابد علی نے بہت جامعیت کے ساتھ انتقاد اور نقاد کے منصب کی وضاحت فرمائی ہے۔ مختلف تنقیدی نظریات کی روشنی میں اب یہ بات مسلّم ہو چکی ہے کہ تنقید فی زمانہ ہی نہیں ہر زمانے میں ضروری رہی ہے۔ تاکہ کھرے اور کھوٹے، اچھے اور بُرے کی با آسانی تمیز کی جا سکے۔ بہترین نقاد کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ کسی فن پارے کو تمام فنی اور تحقیقی لوازمات کے سانچے میں ڈھال کر اس کا باریک بینی سے تجزیہ کرے تاکہ تنقیدی نقطہ نظر سے کوئی چیز اوجھل نہ رہ جائے۔

حمد و نعت کی تحقیق اور تنقید کے حوالے سے ایک معتبر نام ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت) کا ہے۔ نقد نعت کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی جس گراں قدر اور مثبت رائے کا اظہار فرمایا ہے اس رائے کے توسط سے نعتیہ ادب میں پائی جانے والی بہت سی مغربی غلط فہمیاں رفع ہو سکتی ہیں۔ مغرب زدہ اقوال و امثال سے نعتیہ ادب کو بوجھل کرنا درست نہیں۔ یہ کلیتاً مشرقی ادب ہے جس کے لیے خالصتاً ادب اسلامی کا مطالعہ از بس ضروری ہے تاکہ فکر نقد اسلامی خطوط پر گامزن ہو سکے۔ ڈاکٹر یحییٰ نشیط کہتے ہیں:

''......نعت کے تقدس اور تقدیسی ادب کے تقاضوں کا لحاظ اور نعت کے فنی لوازمات کا خیال رکھتے ہوئے نعتیہ شعر و ادب کو میزان نقد پر تولنا، شستہ و شائستہ تنقید کی عمدہ مثال ہے۔ نقد نعت کی بدترین مثال اسے مغربی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش ہے۔ نعت نہ صرف یہ کہ مشرقی ادب کی نمائندگی کرتی ہے بلکہ خالصتاً ادب اسلامی کی ایک صنف کی حیثیت سے اپنا وجود منوا لیتی ہے۔ اس لیے اس پر نقد و جرح کے لیے فکر نقد کا اسلامی ہونا ضروری

ہے،وگرنہ تنقیدِ نعت کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔(۸)

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط نے اپنی صائب اور مضبوط رائے میں نقدِ نعت کی بدترین مثال اسے مغرب کسوٹی پر پرکھنا بتایا ہے۔ایک صنفِ سخن جس علاقے اور ماحول میں پروان چڑھتی ہے اسی ماحول میں اس کو پرکھنے والے، سمجھنے والے بے شمار قارئین موجود ہوتے ہیں جو بہترین ناقدین کا کردار بھی بخوبی نبھاتے ہیں۔لہٰذا نقادانِ نعت کو اب نقد و قدح کے انداز کو مغربی فکرِ نقد سے دور رکھنا ہوگا تاکہ اسلامی ادب کے تناظر میں نقدِ نعت کی جداگانہ اہمیت برقرار رہے۔

صفِ اوّل کے ناقدینِ نعت میں رشید وارثی مرحوم کا شمار ہوتا ہے۔رشید وارثی نقدِ نعت میں مغربی تنقیدی روّیوں کے حامی نہیں تھے۔اُنھوں نے ہمیشہ عربی نقد کے اُصولوں کو نعت کی تنقید و اصلاح کے لیے استعمال کیا۔رشید وارثی تنقیدی بصیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جس طرح مختلف اشیاء کی لطافت اور کثافت کے اعتبار سے ان کی پیمائش اور پرکھ کے تقاضے اور پیمانے مختلف ہیں اسی طرح دیگر اصنافِ سخن سے قطع نظر نعت نگاری جیسی لطیف اور رفیع الشان مقاصد کی حامل صنف کسی روایتی تنقید کے بجائے ''معنوی تنقید'' کی متقاضی ہے۔''(۹)

فکرِ رشید کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ صنفِ نعت کو اُردو ادبیات میں اس کے شایانِ شان مقام حاصل ہو۔اس کی تخلیقی بنیادوں کو اسلام کے اساسی عقاید اور فلسفہ شریعت کی آفاقی سطح پر استوار کیا جائے تاکہ اس کا دائرہ تحقیق شریعت اسلامیہ کے مآخذ تک دراز رہے۔وہ چاہتے ہیں کہ تنقیدی دبستانِ نعت روایتی تنقید کے حصار سے نکل کر ''معنوی تنقید'' کے اُصولوں کو بروئے کار لائے تاکہ نقدِ نعت کی صحیح فکر کو دوام حاصل ہو۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۱، اپریل ۱۹۹۵ء:

نعت رنگ کراچی کا سب سے پہلا شمارہ اپریل ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔نعت رنگ کا یہ اوّلین شمارہ (تنقید نمبر) کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔نعت رنگ کی فہرست کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔اجمال، تحقیق نعت، تنقیدِ نعت اور فکر و فن کے عنوانات کے تحت نعت رنگ کو دھنک رنگ کیا ہے۔''تنقیداتِ نعت'' سے متعلق پانچ مضامین ہیں جب کہ ادارہ کی جانب سے ایک صفحے کی وضاحتی ''گفتنی'' بھی ہے۔

نعت رنگ کے اس شمارے میں تنقیدِ نعت کے مضامین کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ نعت سرورِ کائنات، ایک منفرد صنفِ سخن	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۲۔ ممنوعاتِ نعت	عاصی کرنالی
۳۔ نعتیہ ادب میں تنقیدی جمود	ادیب رائے پوری
۴۔ نعت نگاری میں ذم کے پہلو	رشید وارثی
۵۔ نعت نبی میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں	عزیز احسن

گفتنی میں تنقیدِ نعت سے متعلق مضامین کی وضاحت کی گئی ہے پہلے تین قابلِ ذکر تنقید نگاروں ڈاکٹر اسحاق قریشی، عاصی

کرنالی (ڈاکٹر) اورادیب رائے پوری کے نام شامل ہیں۔ان مضمون نگاروں نے نعتیہ ادب میں تنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ بعد کے دو مضامین میں خصوصیت کے ساتھ رشید وارثی اور عزیز احسن (اب ڈاکٹر) نے عملی تنقید نعت کو اپنایا ہے۔

مدیر نعت رنگ کا اوّلین ابتدائیہ اور اداریہ گفتنی موضوع کی تقویت کا باعث ہیں۔مدیر لکھتے ہیں:

''اس کتابی سلسلے میں موضوعات نعت کی ایک ایسی دھنک پھیلی ہوئی ہے جو کئی رنگوں کے امتزاج کی مظہر ہے۔ یہ رنگ تحقیق وتنقید کی دھوپ سے کشید کیے گئے ہیں۔''(۱۰)

اس کے بعد ''ادارہ'' کی جانب سے یہ وضاحتی ''گفتنی'' بھی قابل غور ہے۔

''اب تک جو مضامین آپ کی نظر سے گزرے ان میں نعتیہ ادب میں تنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اب جو دو مضامین پیش کیے جارہے ہیں ان میں عملی تنقید (Practical Criticism) ہے۔ یہ مضامین محض تحسین نعت پر مبنی نہیں ہیں کیونکہ اُردو نعتیہ ادب میں نعت کی تحسین (Appreciation) کا پہلو کسی بھی اعتبار سے تشنہ نہیں رہا ہے۔البتہ محتاط رویوں کے اظہار کی روایت کے نشانات بڑے دھندلے ہیں۔سو مذکورہ مضامین اس روایت کے احیاء کی پُرخلوص کوشش کا حصہ ہیں۔امید ہے کہ اہل فکر ونظر اس صحت مند تنقیدی سلسلے کو سراہیں گے۔''(۱۱)

مدیر صبیح رحمانی شمارے میں شائع تنقیدی مضامین کے حوالے سے بہت پرامید اور مطمئن ہیں۔وہ جانتے ہیں کہ نعت ارتقا کی جن بلندیوں میں محو سفر ہے اس کے لیے عملی تنقید کی حد درجہ ضرورت ہے کیونکہ تحسین نعت پر سیر حاصل تحریروں کی کمی جبکہ تنقیدات نعت میں صحت مند تنقیدی روایت کو ترقی دینا وقت کا اہم تقاضا ہے جسے اہل فکر ونظر داد دیں گے۔

ڈاکٹر اسحاق قریشی ایک معروف تحقیق وتنقید نگار ہیں جن کا مقالہ پی ایچ۔ڈی ''برصغیر پاک وہند میں عربی نعتیہ شاعری'' ۲۰۰۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔وہ نعت رنگ کے شمارہ اول میں اپنے مضمون ''نعت سرورِ کائنات ایک منفرد صنف سخن'' میں رقم طراز ہیں؛

''اسلامی تعلیمات میں مدح کے حدود متعین ہیں، یہ موافق واقعہ، غلو سے مبرا حسین الفاظ کا مرقع، بلاغت کا پیکر اور مدح نگاروں کے دل کی آواز ہے۔نعت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صداقت شعاری ضروری ہی نہیں فرض ہے کیونکہ یہ تذکرہ سب سے بڑے صادق کا ہے جس کی ساری زندگی نورِ صداقت سے مستنیر ہے، جو صداقت کا اعلیٰ اسوہ بھی ہے اور اس کا پیغام بر بھی، نعت گو کے لیے احتیاط لازم ہے کہ یہاں صرف ایک صنف سخن کے تقاضوں کے ملحوظ رکھنے کا ہی مسئلہ نہیں ایمان کی سالمیت کا سوال بھی ہے۔''(۱۲)

فاضل مضمون نگار ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے تنقید کی اہمیت پر صرف روشنی ہی نہیں ڈالی بلکہ تنقید نعت کی اصل روح سے بھی آگاہ کیا ہے۔ان کے مطابق نعت میں صداقت شعاری ضروری ہی نہیں فرض ہے۔غلو سے مبرا اور بلاغت کا پیکر والی نعتیں ہی مدح نگاروں کے دل کی آواز بن جاتی ہیں۔نعت گوئی سب سے بڑے صادق کا تذکرہ ہے جس کی ساری زندگی سچائی اور صداقت کی آئینہ دار ہے جو ایسا پیکر صداقت تھا کہ اپنے قول وفعل کی سچائی کا نور پوری دنیا میں پھیلا دیا لہٰذا نعت گو کے لیے لازم ہے کہ وہ ایسی پاک ہستی کے بارے میں قلم اٹھاتے ہوئے احتیاط کا دامن ملحوظ خاطر رکھے کیونکہ ذرا سی لغزش بھی ایمان کی سلامتی کو متزلزل کرسکتی

ہے۔محض صنف سخن کے تقاضوں کو نبھانا ہی نعت گو شاعر کا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔نہ صرف صداقت کا اعلیٰ اسوہ ہی نہیں بلکہ اس کا پیغام بر بھی ہے۔نعت گو کے لیے حد درجہ احتیاط لازم ہے۔کیوں کہ یہ صرف صنف سخن کا مسئلہ نہیں بلکہ ایمان کی سلامتی کی بھی علامت ہے۔

اسے شمارہ میں ایک اور نعت گو و محقق ڈاکٹر عاصی کرنالی اپنے مضمون ''ممنوعاتِ نعت'' کے توسط سے ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

''نعت کے بارے میں ایک عمومی احساس یا رویہ یہ ہے کہ نعت تمام تر عقیدت کی پیداوار ہے اور عقیدت کا اظہار ہے اس لیے عقیدت کے اس مال میں کسی ''معیار'' کی کوئی شرط نہیں ہے، جیسی بُری بھلی، کمزور، پھسپھسی تخلیق ہوگی سرکار، اسے پسند فرمالیں گے''۔(۱۳)

مضمون نگار نے جس اہم مسئلہ کی جانب توجہ دلائی ہے عصر حاضر میں اس روایت کا چلن بہت عام ہے۔نعت کے لیے ایک عام روّیہ ہے کہ یہ کلیتاً عقیدت کی بنا پر تخلیق ہوئی ہے اس لیے عقیدت کے اس سرمائے میں کسی معیار کی ضرورت نہیں۔جیسی بھی نعت ہوگی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے پسند فرمالیں گے۔جتنی بڑی اور عظمت والی وہ سرکار ہے اُس کے لیے عقیدت بھی اعلیٰ معیار کی ہونا شرط ہے۔ڈاکٹر عاصی کرنالی بھی شعبہ حمد و نعت کے موضوع پر ''اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر'' کے عنوان سے ''ڈاکٹریٹ'' کے لیے مقالہ سپردِ قلم کر چکے ہیں۔

شعبہ نعت کے ایک اور نعتیہ خدمت گزار حضرت ادیب رائے پوری مرحوم بھی اس تنقیدی بزم میں شامل ہیں۔ادیب رائے پوری اپنے مضمون ''نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کا جمود'' میں تنقید نعت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور جمود کا شکار ہے جس میں سنجیدگی کے ساتھ تیز عمل کی ضرورت ہے، بعض حضرات یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ نعتیہ شاعری پر تنقید کے سبب مختلف عقائد کی فکر سے تصادم ہوگا ہمارے سامنے اُردو شاعری اور ادب کی مثال ہے جس پر آہستہ آہستہ تنقیدی عمل ہوتا رہا مختلف نظریات سامنے آئے، تصادم فکر بھی ہوا اور رہے گا لیکن ادب جمود کے دائرے اور روایت پرستی کے خول سے باہر آ گیا ہے، نعتیہ شاعری کے لیے بھی ضروری ہے کہ تنقید کا عمل جاری و ساری رہے اور اس کے نتائج سامنے آئیں تا کہ تنقید اپنے ارتقاء کی منزلیں طے کرے۔''(۱۴)

مضمون نگار کہتے ہیں کہ نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور جمود کا شکار نظر آتا ہے۔اس جمود کو توڑنے کے لیے سنجیدگی کے ساتھ اپنے عمل کو تیز کرنے کی ضرورت ہے۔مختلف حضرات کی رائے یہ ہے کہ نعتیہ شاعری پر تنقیدی عمل سے مختلف عقائد رکھنے والوں میں فکری تصادم شروع ہوجائے گا۔جب کہ اردو ادب و شاعری کا تنقیدی ارتقا اس بات کا ثبوت ہے کہ تنقیدی عمل میں فکری تصادم حرکت و بہتری کا ذریعہ بنے اور اردو ادب روایت پرستی سے دور ہوگیا اسی طرح نعتیہ شاعری کے لئے بھی تنقیدی عمل کا جاری رہنا بہت ضروری ہے۔

حضرت ادیب رائے پوری، معروف نعت گو، عالمی نعت کانفرنسوں کے اوّلین داعی، نعت اکیڈمی کے بانی و روحِ رواں،

بالغ نظر نقاد اور کئی اہم نعتیہ نثری کتب کے مولف بھی تھے۔ وہ واحد تنقید نگار ہیں کہ جنھوں نے تنقید نعت کے موضوع پر ایک باضابطہ کتاب ''نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلاتِ تنقید'' ۱۹۹۹ء میں لکھی۔ تنقید نعت کی زیادہ تر کتب مختلف اوقات میں لکھے گیے مضامین کا مجموعہ ہیں۔ جن میں ایک تنقیدی مضمون لکھ کر مکمل مضامین کو تنقیدی کتاب بنا دیا گیا ہے۔ ادیب کی کتاب کا اعزاز یہ ہے کہ کتاب کا پہلے عنوان منتخب کیا گیا ہے اور پھر اس کے تناظر میں کتاب لکھی گئی ہے۔ دیگر تنقید نگاروں کا حال یہ ہے کہ پہلے مختلف النوع مضامین لکھے جاتے ہیں، بعد ازاں اُنھیں تنقید نعت کے عنوان سے موسوم کر دیا جاتا ہے۔ ادیب رائے پوری کے کئی نعتیہ مجموعہ ہائے کلام اور ایک نعتیہ کلیات طبع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اہم نعتیہ نثری کتب میں ''مدارج النعت''، مشکوٰۃ النعت (عربی کی نعتیہ شاعری)، درودِ تاج (تحقیق و تشریح) اور قرآنی مضامین پر مشتمل کتاب ''موجِ اضطراب'' شامل ہے۔

عملی تنقید کا سب سے پہلا مضمون ''نعت نگاری میں ذم کے پہلو'' رشید وارثی کی تحریر کا عملی شاہکار ہے۔ رشید وارثی صفِ اوّل کے ناقدین نعت میں شامل ہیں۔ انھوں نے فن نعت گوئی پر کئی زاویوں سے قابل قدر تحقیقی و علمی کارنامے سرانجام دیے۔ تحقیق نعت، تخلیق نعت اور تنقید نعت کے دائروں میں نعتیہ ادب پر ان کے کام کی افادیت اور اہمیت مُسلّم ہے۔ مستقبل میں ادب کے مورخ کی یہ مجبوری ہوگی کہ وہ ان کے مُسلّمہ کام سے استفادہ کرے وہ چاہتے ہوئے بھی ان کے کام کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ رشید وارثی اپنے مضمون کے شروع میں اس بات کی صراحت کرتے نظر آتے ہیں جو ان کے تنقیدی مضامین کی اساس ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''......تاہم اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے۔ لہٰذا سہواً یا قرآن و حدیث کے مضامین سے بے خبری کی بناء پر ان کے اشعار میں جو معنوی لغزشیں سامنے آئیں ان کی نہایت ادب و احترام کے ساتھ نشاندہی کر دی جائے تا کہ موجودہ اور آئندہ نسل کے نعت نگار ان اغلاط کو دہراتے نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر التفات سے کیا بعید کہ مجھ جیسا بے علم اور بے مایہ شخص اس فرض کفایہ کی ادائیگی میں کسی حد تک کامیاب ہو جائے اور روزِ محشر اپنی کوتاہی عمل کا ازالہ کر سکے۔''(۱۵)

رشید وارثی نے فطرت انسانی کی لغزشوں کے حوالے سے قرآن و حدیث میں معنویت کے لحاظ سے اغلاط کی نشاندہی کی تلقین کی ہے۔ ان غلطیوں کی اصلاح کے لیے بصد احترام رائے بھی دی ہے تا کہ آئندہ نسلوں کی سوچ و فکر کے زاویے درست مقام متعین کر سکیں۔

رشید وارثی کی عملی تنقیدی تحریر میں اسلوب کی خوبصورتی کے ساتھ متانت اور سنجیدگی کا دریا بھی موجزن ہے۔

> ''یعنی میں اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو درجہ کمال تک پہنچاؤں۔'' چنانچہ صدق و صفا، جود و سخا، عدل و انصاف، شجاعت و استقامت، حلم و کرم اور ایثار و احسان جیسے مکارم اخلاق کے ارفع و اعلیٰ مضامین اگر آپ کی مدح میں بیان کیے جائیں تو یہ بلاشبہ سنت الٰہیہ کے مطابق آپ کے اُسوۂ حسنہ کا بیان ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر کوئی صاحب مدحت ممدوح خدا میں اس طرح اظہار عقیدت فرمائیں:
>
> اس محسن اعظم کے یوں تو .... یہ ہزاروں احساں ہیں
> قربان مگر اس احساں کے، احساں بھی کیا تو جتایا نہیں
>
> تو یہ نعت کے بجائے مدحت مذموم ہوگی کیونکہ احسان جتانا رذائل اخلاق میں آتا ہے اور رذائل وہ اخلاق

ذمیمہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے اور ان سے بچنے کا اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔ بصورت دیگر وہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔ ترجمہ'جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس خرچ کا نہ کسی پر احسان رکھتے ہیں اور نہ احسان جتا کر کسی کو تکلیف دیتے ہیں، ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے۔ مومنو! اپنے صدقات احسان رکھنے اور ایزا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کردینا جو لوگوں کے دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور خدا و روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔'' (البقرہ، ۲۶۴-۲۶۲) اسی طرح صاحب درمنثور نے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''چند آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے ان میں سے ایک وہ ہے جو اپنے دیئے ہوئے پر احسان جتائے۔''

قرآن وحدیث کی اس وعید سے قطع نظر اگر ایک معتدل مزاج عام انسان کے معیار پر بھی دیکھیں تو وہ احسان جتانا پسند نہیں کرتا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ مذہبی مزاج نہ رکھنے والے مہذب افراد بھی حسن سلوک کے بعد شکریہ سننا پسند نہیں کرتے اور اگر کوئی ان کا شکریہ ادا کرے تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ''شکریہ کس بات کا یہ تو میرا فرض تھا۔''

یہ معیار سخاوت ہے حدود فہم سے بالا
وہ سب کچھ دے کے بھی احسان جتلایا نہیں کرتے

حالانکہ احسان جتانے جیسے مذموم فعل کی ہم اپنے کسی شریف النفس دوست سے بھی توقع نہیں کرتے کجا یہ کہ (نعوذ باللہ) رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں ایسی مذموم بات کہی جائے۔ (۱۶)

ابتدائی سطور میں رشید وارثی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی غرض وغایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس کی صفات وخصوصیات کو مدنظر رکھ کر جو نعتیہ شاعری کی جاتی ہے دراصل وہ سنت الٰہی کے لحاظ سے اسوہ حسنہ رسول ﷺ اور یہی اصل مدح اور نعت رسولؐ ہیں مگر انسانیت پر ان کی کسی کرم نوازی کو احسان کہہ کر شعر کہنا مدح مضمون کے زمرے میں آتا ہے۔ احسان جتانا رذائل اخلاق میں سے ہے فضائل اخلاق میں سے نہیں۔ اسی کا ذکر قرآن وحدیث میں بھی آتا ہے ایک عام آدمی بھی احسان کر کے اسے جتانا پسند نہیں کرتا تو کجا حضور پاکؐ کی عظیم ترین ہستی سے ایسی بات منسوب کرنا۔ وہ کسی بھی نعت گو شاعر کی معمولی سے معمولی بات بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ مگر احتیاط کا پہلو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اوّلین شعر میں آپ نے نعت گو شاعر کا نام دینے سے گریز کیا ہے۔ رشید وارثی اور دیگر بزعم خود تنقید نگاروں میں یہی ایک بنیادی فرق ہے۔ ادب واحترام کی یہی فضا اوّل سے آخر تک رشید وارثی کی صائب تنقید میں برقرار رہتی ہے۔ رشید وارثی ہمیشہ اپنی تحریر میں متین اور قابل احترام الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ آپ کی تنقید میں پھوہڑ پن، مضحکہ خیزی اور پھبتیاں کسنے کی روایت موجود نہیں ہے۔

عملی تنقید کے دوسرے تنقید نگار ڈاکٹر عزیز احسن ہیں۔ ''نعت نبی میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں'' عزیز احسن کا موضوع ہے۔ عزیز احسن اپنے مضمون میں پہلے تو عمومی شاعری اور نعتیہ شاعری کے مابین فرق کو ظاہر کرتے ہیں۔

''جب ہم نعتیہ شاعری کے بنیادی عناصر پر غور کریں تو نعت گو شعراء پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا خاکہ بنانے سے قبل ہمیں نعت گوئی کو عمومی شاعری سے ممیّز کرنے کے لیے نعتیہ شاعری اور عمومی شاعری کے درمیان خط امتیاز کھینچنا ہوگا۔'' (۱۷)

ڈاکٹرعزیزاحسن نے نعتیہ شاعری کے بنیادی عناصر کو مدنظر رکھتے ہوئے نعتیہ شاعری اور عمومی شاعری کے مابین فرق کو نمایاں انداز سے ثابت کیا ہے۔ان کا یہ مضمون ''نعت نبی میں زبان و بیان کی بےاحتیاطیاں'' اس کی بہترین اور واضح مثال ہے۔ نقد نعت کے حوالے سے عزیز احسن کسی بھی معمولی فروگذاشت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔اکثر اور کہیں کہیں ان کا لہجہ سخت بھی ہو جاتا ہے۔عزیز احسن نے عملی تنقید کے لیے کس رویہ کا سہارا لیا ہے اُس کی وضاحت ہو جائے۔تا کہ موصوف کی تنقید نگاری با آسانی سمجھ میں آ سکے۔عزیز احسن لکھتے ہیں:

''......لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ نعت کے موضوع پر قلم اُٹھانے کے لیے ان دبستانوں میں سے کس دبستان کا سہارا لینا مناسب ہوگا۔میرے خیال میں فی الوقت نعت پر تنقید کا وہی انداز اپنانا مناسب ہوگا جو اُردو غزل کا روایتی اندازِ نقد ہے۔''(۱۸)

عزیز احسن کے مطابق فی الوقت نعت پر تنقید کا یہی انداز مناسب ہے۔اس بات سے اندازا ہوتا ہے کہ موصوف بعد میں نقد نعت کے لیے کسی اور بھی دبستان کا سہارا لے سکتے ہیں۔عزیز احسن نے اپنی نقد نعت کے لیے اُردو غزل کا روایتی اندازِ نقد اختیار کیا ہے۔

نعت رنگ کراچی کے اوّلین شمارۂ تنقید کے حوالے سے عملی تنقید کے ضمن میں دو تنقید 'گل چیدہ'' اور'' حاصل مطالعہ'' کو بھی تنقید نعت کے عنوان سے ظاہر کیا گیا ہے۔

رشید وارثی اور عزیز احسن نعت رنگ کے وہ اوّلین تنقید نگار ہیں جن کی تحریریں اس شمارے میں سب سے پہلے شائع ہوئیں۔

نعت رنگ کراچی کا یہ اعزاز ہے کہ اسے ابتدا سے ہی معروف ومقبول شعرا وادبا کی معیّت حاصل رہی۔جس کی وجہ سے نعت رنگ کا معیارِ تنقید و تحقیق بلند سے بلند تر ہوتا رہا۔نعت رنگ کا آغاز مسائل و آزمائش سے عبارت ہے۔مگر اس کے مدیر کی غیر متزلزل شخصیت نے اپنی انفرادی محنت اور روز وشب کی تگ و دو سے اسے دوام بخشا ہے۔نعتیہ ادب میں نعت رنگ کے توسط سے مثالی اور لازوال کام سامنے آ رہے ہیں۔نعتیہ کاموں کی آمد کا تسلسل بھر پور انداز سے جاری ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر۲، دسمبر ۱۹۹۵ء:

نعت رنگ کراچی کا دوسرا شمارہ دسمبر ۱۹۹۵ء میں اشاعت پذیر ہوا۔علمی و تحقیقی کتابی سلسلہ نمبر۲ کے اوپر ''جدید تر نعتیہ ادب کا اشاریہ'' والی سرخی موجود ہے۔اس شمارے میں تنقید نعت اور تحقیق نعت کے مضامین کو علیحدہ علیحدہ نہیں ایک ساتھ کر دیا گیا ہے۔

نعت رنگ کے اس شمارے میں تنقید نعت والے مضامین کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کے اثرات — عاصی کرنالی
۲۔ اُردو نعت میں شانِ الوہیت کا استخفاف — رشید وارثی

۳۔ نعت اور شعریت　　　　　　　　　عزیز احسن

عاصی کرنالی کے اس مضمون کا عنوان ''اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کے اثرات'' ہے۔ عاصی کرنالی کہتے ہیں:

''جب اُردو کی پوری شاعری فارسی شعری روایت کی گرفت میں تھی تو اُردو حمد و نعت اس سے کیسے بچی رہتی۔
چنانچہ نعت گو شعرا نے بھی بیشتر لوازم و اسالیب فارسی شاعری ہی سے قبول کیے۔''(۱۹)

عاصی کرنالی کا یہ مضمون تنقید سے زیادہ تحقیق نعت پر مشتمل ہے جس میں فارسی شعری روایت کے اثرات اُردو حمد و نعت پر دکھائے گئے ہیں۔ وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اُردو کی مکمل شاعری فارسی شعری روایت کے گرد گھومتی ہے۔ یہی تمام تر اثرات اُردو حمد و نعت میں بھی بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ نعت گو شعراء کے یہاں بھی بیشتر لوازم و اسالیب فارسی شاعری ہی کی مرہونِ منت ہیں۔ موصوف نے اُردو اور فارسی کے نظامِ اوزان و بحور کو تحقیقی نوعیت سے بیان کیا ہے۔ دیگر اُمور بھی زیرِ بحث آئے ہیں۔

رشید وارثی کا مضمون ''اردو نعت میں شان الوہیت کا استخفاف'' پر مشتمل ہے۔ جس میں موصوف نے ذات و صفات باری تعالیٰ کے استخفاف یعنی خفت سبکی اور ہلکا سمجھنا کو واضح کیا ہے۔ رشید وارثی وہ قابل ذکر اور ثقہ تنقید نگار ہیں جو نعت کے علاوہ حمد باری تعالیٰ کی شانِ الوہیت پر بھی گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنے اندازِ نقد میں کسی بھی شاعر کی حمد و نعت میں کی گئی فروگزاشت کو برداشت نہیں کرتے۔ اس کی ایک مثال پیش ہے:

''...... حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جن صفات سے متصف فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ لہٰذا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات مبارکہ سے آپ کی عبدیت کامل اور شان محبوبیت کا اثبات ہوتا ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات سے شان الوہیت کا۔''(۲۰)

ذاتِ صفات باری تعالیٰ کے ضمن میں یہ تنقیدی مضمون نعت کے تناظر، حمد یہ ادب میں گراں قدر اور نایاب اضافہ ہے۔ جس میں رب کی شان ربوبیت اور محبوب خدا کی کامل ابدیت کی وضاحت بڑی خوبصورتی سے کی گئی ہے۔ محمدؐ اللہ پاک کے بندے اور محبوب ہیں اور ذات باری تعالیٰ پوری کائنات کی خالق و مالک اور بلند و بالا ہستی۔

عزیز احسن کا تنقید نعت پر مضمون ''نعت اور شعریت'' کے عنوان سے طبع شدہ ہے۔ یہ کافی طویل مضمون ہے جس میں تمہیدی مباحث بھی شامل ہیں۔ انھوں نے ڈاکٹر ریاض مجید کے کئی اشعار کو اپنی گرفت میں لیا ہے۔ مثال کے طور پر:

''ملتجی تیرے وسیلے کے ہیں روضہ پہ کھڑے
ہے دُعا اللہ سے اور آنکھ ہے جالی کی طرف

اس شعر کی وضاحت وہ اس طرح کرتے ہیں۔ ''اس شعر کے دوسرے مصرعے میں ''دعا'' کے ع اور الف دونوں تقطیع میں نہیں آتے۔ ''ہے دعا اللہ سے اور آنکھ ہے جالی کی طرف'' پڑھا جاتا ہے۔ (بحر کے ارکان ہیں فلاعاتن، فعلاتن، فعلاتن، فعلن)
اس طرح کے مصروں سے شاعر کا وقار مجروح ہوتا ہے۔''(۲۱)

نعت رنگ شمارہ نمبر ۳، ستمبر ۱۹۹۶ء:

اس شمارے میں تنقید نعت پر مشتمل مضامین کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اُردو نعت میں انبیائے سابقین کی رفعت شان کا استقصار	رشید وارثی
۲۔ نعت پر تنقید (دوسرا رُخ)	پروفیسر عاصی کرنالی
۳۔ اُردو نعت گوئی میں عقیدت و محبت کا اظہار	ڈاکٹر عصمت جاوید
۴۔ امام احمد رضا و محسن کاکوروی	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
۵۔ بانگ درا کی نعتیہ تب و تاب	پروفیسر محمد اقبال جاوید

رشید وارثی کا مضمون ''اُردو نعت میں انبیائے سابقین کی رفعت شان کا استقصار'' سے مشروط ہے۔ اس مضمون میں رشید وارثی نے نعت کے تناظر میں انبیائے سابقین کے ساتھ روا رکھی جانے والی شعری جسارت کی نشاندہی کی ہے۔ شعرا کی یہ موشگافیاں درحقیقت خارج از ایمان ہیں۔ موضوع سخت ہونے کے باوجود رشید وارثی کا اندازِ نقد اپنے دامن میں نرمی کی سوغات سجائے ہوئے انبیائے سابقین کی شان و عظمت و بزرگی بیان کرنے میں رواں دواں ہے۔ رشید وارثی کہتے ہیں:

> ''تمام انبیائے سابقین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سب سے زیادہ قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں، اور ہمارے شعرائے کرام نے سب سے زیادہ ان ہی کے بارے میں نہایت غیر ذمہ دارانہ اور غیر مؤدبانہ خیال آفرینی کی ہے۔ جس کا اندازہ بتدریج ذیل میں (تبصرہ کے ساتھ) دیے ہوئے اشعار سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً
>
> آ تو جاتی سامنے اس کی تجلی کم سے کم
> حضرت موسیٰ نے شاید کھو دیا سب کا بھرم
>
> چنانچہ یہ کہنا کہ حضرت موسیٰ نے سب کا بھرم کھو دیا، کتنی بڑی جسارت بلکہ گستاخی ہے۔ اسلامی عقاید کے ذیل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب کفر ہے۔ (بہارِ شریعت)۔ لہٰذا ایسے اشعار کو مضامین نعت سے کیا سروکار ہے۔؟''(۲۲)

رشید وارثی نے اس اقتباس میں اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے کہ تمام انبیائے سابقین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ واحد نبی ہیں جن کے بارے میں سب سے زیادہ قرآنی آیات نازل ہوئیں۔ یہ بھی المیہ ہے کہ شعرا نے سب سے زیادہ اور نہایت غیر ذمہ داری سے آپ کے بارے میں جسارت شعری اختیار کی ہے اور سوچ و فکر کو بے لگام چھوڑ کر احتیاط کی حدود پار کر لیں جو قرین کفر ہے۔

''نعت پر تنقید (دوسرا رُخ)'' پروفیسر عاصی کرنالی کا ایک قابل توجہ اور لائق ستائش مضمون ہے۔ جس میں نعت رنگ کی تنقیدی خدمات کو سراہا گیا ہے۔ وہیں ناقدین نعت کی بھی سرزنش کا فریضہ انجام دیا ہے۔ عاصی کرنالی نے اپنے اس مفید تنقیدی مضمون میں ناقدوں کے لیے ایک عجیب نکتہ دیا ہے جس سے آج کا نقاد صریحاً عاری ہے۔ نعت پر تنقید نعت یعنی پہلا رُخ سے زیادہ توانا اور مفید تنقید نعت کا یہ دوسرا رُخ ہے جو تنقید نگاروں کی اصلاح کا ضامن ہے۔

> ''یہاں میں خود ہی اس بات کی وضاحت کر دوں کہ جس طرح ہر شاعر جذبہ نعت گوئی کی فراوانی اور اضطراب شوق کے باوجود اعلیٰ درجے کا نعت گو نہیں ہو سکتا، اسی طرح نقد و نظر کا ہر مدعی بھی ایک معتبر نقاد نہیں بن سکتا۔''(۲۳)

نعت پرتنقید کا پہلا رُخ شعرائے کرام کے کلام پرتنقید ہے اور عاصی کرنالی کا نعت پرتنقید کے دوسرے رُخ سے مراد ناقدین کی سرزنش اور اصلاح ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح ہر شاعر کے لیے عشق رسول سے لبریز جذبات رکھنے کے باوجود اعلیٰ معیار کی شاعری کرنا ممکن نہیں اسی طرح تمام قارئین شاعری ونثر بھی باوجود اسی مطالعے کے تنقید کے معتبر مقام کو نہیں پاسکتے۔ بزمِ نعت رنگ کے تنقیدی دبستان میں ڈاکٹر عصمت جاوید (بھارت) کی یہ پہلی حاضری ہے۔''اردو نعت گوئی میں عقیدت ومحبت کا اظہار''ان کے مضمون کا عنوان ہے جس میں انھوں نے شعرائے کرام کی عقیدت ومحبت کے اظہار میں فروغ پانے والی غلط باتوں کی نشان دہی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

> ''نعت کی دنیا ہی ایسی ہے جس میں ہر دیوانہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ جوشِ عقیدت میں ان حدود سے تجاوز نہ کر جائے جو اسلام نے مقرر کیے ہیں۔ نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔''(۲۴)

عصمت جاوید کا یہ مضمون جوشِ عقیدت میں حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے لمحہ فکر یہ ہے۔ وہ کہتے ہیں نعت کی دنیا اس قدر حساس اور ذمہ داری کی حامل ہے کہ یہاں ہر دیوانے کو فرزانہ ہونا بھی لازم ہے۔ یہاں جوشِ عقیدت کی ہی نہیں بلکہ ہوش حقیقت کی بھی ضرورت ہے۔ اسلامی فکر کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی عقیدت کو پیش کیا جائے۔ نعت بلاشبہ جادۂ رحمت ہے مگر نعت کا راستہ بہت زیادہ احتیاط کا ضامن ہے۔ ایک معتبر نعت گو شاعری کے دوران گویا پلِ صراط سے گزر رہا ہوتا ہے۔ یہ صراط اس قدر نازک اور پرخطر ہے کہ ذرا سے بے احتیاطی، غفلت اور کوتاہی اسے پاتال میں گراسکتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بھارت) کی بھی بزم نعت رنگ میں اوّلین حاضری ہے۔''امام احمد رضا اور محسن کاکوروی''ان کے مضمون کا عنوان ہے۔ اس مضمون میں مقالہ نگار نے محسن رضا کی نعتیہ شاعری کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے محسن ورضا کے خلاصہ کلام میں یہ بات کہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''سیّد محسن کاکوروی نے بلاشبہ نعت کو فن وادب کے مقام پر پہنچا کر اسے ایک اعلیٰ شاعری کا درجہ دیا۔ یہ فن پہلی بار انہیں کے یہاں تکمیل آشنا ہوتا نظر آتا ہے۔ لیکن امام احمد رضا نے نعت کو نئی سمتوں اور جہتوں سے آشنا کیا۔ اسے علمی وشرعی وقار کا حامل بنادیا۔''(۲۵)

صاحب مضمون نے اپنے اس مضمون میں دو بزرگوں کے شاعرانہ مرتبہ ومقام کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محسن کاکوروی نے نعت کو فن وادب کا مقام دے کر اسے ایک صنف سخن بنا کر اس کی تکمیل کردی۔ وہ پہلے خوش نصیب ہیں جن کے ہاں نعت کا فن بالکلیتاً تکمیل آشنا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن امام احمد رضا نے نعت کو نئی دنیا عطا کی ہے۔ نعت کے نئے موضوعات، اسلوب اور جہتیں اپنی شاعری کے ذریعے متعارف کروا کر ثبوت فراہم کیے ہیں۔ نعت کو علم وشعریت کی حدود کا تحفظ فراہم کر کے وقار بخشا۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید ایک معروف اور صاحب طرز ادیب ہیں۔ ان کے روز وشب فکر نعت کی خوشبو سے مہک رہے ہیں۔ وہ صف اوّل کے وہ خوش نصیب قلم کار ہیں جن کے سامنے الفاظ ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کی تحریر آنکھ کو نور، قلب کو سرور اور روح کو مسرور ہی نہیں بلکہ مسحور کرتی ہے۔''بانگ درا کی نعتیہ تب وتاب''ان کا ایک لائق توجہ مضمون ہے جس میں

علامہ اقبال کی نعتیہ تب وتاب بیان ہوئی ہے۔وہ کہتے ہیں:

''نعت گو کا قلم ان خوش نصیب اصحاب کے حضور میں بھی سجدۂ نیاز پیش کرتا ہے جنھوں نے انوار رسالت کو چشم سر سے دیکھا۔ وہ ان فضاؤں کو بھی سلام کہتا ہے، جن میں ممدوح کے سانسوں کی مہک رچی ہوئی ہے۔ وہ ریت کے ان ذرّوں کو بھی اپنی بھیگی ہوئی پلکوں سے چومتا ہے جنھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے خرام ناز کی وجہ سے ریشم کا لوچ عطا ہو چکا ہے۔''(۲۶)

اقبال جاوید نے نعت گوئی کی صنف کو صنف خوش بخت قرار دیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ نعت گو کا قلم ان خوش نصیب اصحاب کے حضور بھی نذرانہ عقیدت پیش کر رہا ہے جنھوں نے وجود اقدس کو اپنی خوش بخت نظروں سے دیکھا۔ وہ ان فضاؤں اور ہواؤں کو بھی سلام پیش کر رہا ہے جن میں ممدوح پاک کی سانسوں کی مہک رچی ہوئی ہے۔ وہ ان ذرّات کو بھی چوم لینا چاہتا ہے جس پر اس کے محبوب خرام ناز کے چلنے سے ریشم جیسی ملائمت اور لوچ در آیا ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر۴، مئی ۱۹۹۷ء:

چوتھے شمارے میں دنیائے ادب کے معروف نقادوں کی تحریریں موجود ہیں:

۱۔ نعت اور گنجینۂ معنی کا طلسم	ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی
۲۔ اردو نعت اور شاعرانہ تعلّی	رشید وارثی
۳۔ اُردو نعت اور جدید اسالیب	عزیز احسن
۴۔ اُردو نعت گوئی میں ہیئت کے تجربوں کی ضرورت	ڈاکٹر فرمان فتح پوری
۵۔ محرکات نعت	ڈاکٹر سلیم اختر
۶۔ جدید اُردو نعت اور علامت نگاری	احمد ہمدانی
۷۔ نعت کہیے مگر احتیاط کے ساتھ	پروفیسر محمد اقبال جاوید
۸۔ نعت خوانی کے آداب (کچھ معروضات)	رشید وارثی

یوں تو نعت رنگ کا ہر شمارہ ہی تنقیدی روایت کا حامل ہے مگر اُنھی تنقیدی نوعیت کے مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے جہاں تنقید نعت بالصراحت موجود ہے۔ وگرنہ تنقیدی نوعیت کے چند جملے تو ہر مضمون سے نکالے جا سکتے ہیں۔ مضمون نگار کے اندازِ تحریر میں اندازِ نقد کہیں نہ کہیں جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

''نعت اور گنجینۂ معنیٰ طلسم'' کے عنوان سے ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کا مضمون نعت رنگ میں پہلی مرتبہ باصرہ نواز ہوا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی ممتاز ماہر تعلیم اور صاحب طرز ادیب ونقاد تھے۔ وہ نعت رنگ اور نعت رنگ کے مدیر صبیح رحمانی کو بہت پسند کیا کرتے تھے۔ ان کا اثاثۂ تحریر نعتیہ ادب میں ایک گراں بہا اضافہ ہے۔ اس مضمون میں کئی جہات بیان ہوئی ہیں مگر یہاں تنقید نعت کی روایت کو بیان کیا جائے گا وہ لکھتے ہیں:

''اب ذرا قتیل شفائی صاحب کے اس شعر پر غور فرمائیے کہ سرورِ کائنات کی عنایت نے انہیں ''بے باک''

کردیا۔ غالباً بے باک کا لفظ حوصلہ اظہار صدق کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ مگر اس سے فیضان نبوت کے تصور پر کیسی ضرب لگتی ہے۔''(۲۷)

مضمون نگار نے قتیل شفائی کے شعر کو موضوع بحث بناتے ہوئے گفتگو کی ہے۔ سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ''بے باک'' کا لفظ درست نہیں ہے۔ اس کے باوجود یہ لفظ حوصلہ اظہار صدق کے لیے بیان ہوا ہے مگر اس کے باوجود یہ لفظ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایانِ شان نہیں۔ شعرائے کرام کو اس بے باکی اور بے خوفی سے بچنا چاہیے تاکہ توہین انبیاء علیہم السلام کا کوئی پہلو سامنے نہ آئے۔

نعت رنگ کے مستقل تنقید نگاروں میں اوّلیت کا شرف رشید وارثی کو ہی حاصل ہے۔ ''اُردو نعت اور شاعرانہ تعلّی'' کے عنوان سے رشید وارثی کا تفصیلی مضمون شائع ہوا ہے۔ تعلّی جس میں شعرا کی از خود بلندی، ترقی، برتری، بزرگی بیان ہوتی ہے۔ اس کی واضح تعریف ہے شیخی اور ڈینگ مارنا۔ رشید وارثی نے ایسے شعرا کی گرفت کی ہے جنھوں نے نعت جیسی پاکیزہ اور مقدس صنف سخن میں شیخی بگھاری اور ڈینگیں ماری ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

''حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربان ہونے کا بے حقیقت دعویٰ یوں تو اکثر شعرائے کرام کے کلام میں نظر آتا ہے، لیکن شاید ہی کسی نے یہ دل آزار انداز اختیار کیا ہو:

در کے آگے قدم رکھوں کیسے ان کا دربان ہوں مکیں تو نہیں

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ روضہ اقدس پر سرکاری طور پر پاسبانی کے فرائض انجام دینے والے موجودہ افراد کو بھی معنوی اعتبار سے دربان رسول نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہ قابل احترام لوگ دربان رسول ہونے کے بجائے روضہ اقدس کے دربان ہیں اور دربان رسول ہونے کا اعزاز صرف زمانہ رسالت کے پاسبانوں کے لیے مخصوص ہے۔''(۲۸)

رشید وارثی نے اپنے مضمون میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربان کا ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ دربان ہونے کا بے حقیقت دعویٰ یوں تو اکثر شعرا بیان کرتے رہے ہیں۔ ایک شعر مثال کے طور پر پیش کرکے انھوں نے اس دل آزاری کا ذکر کیا ہے۔ فکر رشید نے یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ روضۂ اقدس پر مقرر سرکاری طور پر پاسبان بھی دربان رسول کہلانے کے حق دار نہیں، کیونکہ ان قابل عزت افراد کو دربان رسول ہونے کا شرف حاصل ہے۔ دربانِ رسول کا منصب صرف اور صرف زمانہ رسالت کے پاسبانوں کے لیے مختص ہے۔ اب اس اعزاز کا حق دار کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔

عزیز احسن کا مضمون ''اُردو نعت اور جدید اسالیب'' کے عنوان سے شامل ہے۔ جس میں مضمون نگار نے اُردو نعت کے نئے اور جدید اسالیب کو خوبصورتی اور تسلسل سے پیش کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں:

راعنا کو یہودی راعینا کہتے ہیں جس کا مطلب تھا ''اے ہمارے چرواہے'' گویا عمومی گفتگو میں بھی ذو معنی الفاظ کی ممانعت فرمادی گئی ہے۔ شعرائے کرام کو تو نعت لکھتے وقت ان باتوں کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔''(۲۹)

عزیز احسن ایک اہم قرآنی حوالے کا ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں راعنا کو یہودی راعینا کہتے تھے جس کا مطلب ہے ''اے ہمارے چرواہے'' یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ عمومی گفتگو میں بھی ذو معنی الفاظ کی گنجائش نہیں چہ جائے کہ شعرائے کرام ان باتوں

کو نعتوں میں منظوم کریں۔اس لیے اس کی ممانعت فرمادی گئی۔

پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی نعت رنگ میں آمد خوش آیند ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری وہ خوش نصیب انسان ہیں جنھوں نے ''اُردو کی نعتیہ شاعری'' کے موضوع پر پاکستان میں ۱۹۷۴ء میں سب سے پہلی کتاب لکھی۔ اُردو کے نعتیہ ادب میں اس کتاب کی قدر و قیمت اور اہمیت مسلّم ہے۔تحریکی انداز میں لکھی جانے والی یہ اولین کتاب نعت کے موضوع پر لکھے جانے والے مقالات کے حوالوں سے سرفہرست رہتی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا یہ مضمون ''اُردو نعت گوئی میں ہیئت کے تجربوں کی ضرورت'' بہت ہی مختصر ہے۔مگر اس کا معنوی پھیلاؤ بہت وسیع ہے۔اُردو نعت گوئی میں ہیئتی تنوع اور تجربوں کے ضمن میں فاضل مضمون نگار نے حد درجہ اہم اور قیمتی نکات پیش کیے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

> ''رواں صدی کی چوتھی دہائی میں اور اس کے بعد جب نظم جدید نے بالعموم جدید تر پابند نظم اور بلینک ورس یا نظم آزاد کی شکل اختیار کی تو نعت نے نہ جانے کیوں اس کا کوئی قابل ذکر اثر قبل نہ کیا اور یہ کیفیت وصورت ابھی تک باقی ہے۔ حالاں کہ نعت کا موضوع اس امر کا متقاضی تھا کہ اسے جدید ہیئتوں میں زیادہ سے زیادہ برتا جاتا۔لیکن ایسا نہیں ہوا اور ہمارے شعرا عموماً قدیم ہیئتوں خصوصاً غزل کی ہیئت کو اپنائے ہوئے ہیں۔''(۳۰)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا یہ مضمون درحقیقت تحقیقی نوعیت کا ہے لیکن چوں کہ اس میں شعری اصناف کی ہیئت کے حوالے سے نعتیہ ادب کا ذکر ہوا ہے اس لیے اس مضمون کی تنقیدی حیثیت بھی مسلّم ہے۔وہ کہتے ہیں کہ موجودہ صدی کی چوتھی دہائی میں اور اس کے بعد جب نظم جدید نے نظم آزاد کی راہ لی تو نعت نے اس کے اثرات کو قبول نہیں کیا۔ یہ کیفیت وصورت ہنوز موجود ہے۔ حالاں کہ نعت کے موضوع میں ان جدید ہیئتوں کی خوب پذیرائی کی جاتی۔لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ہمارے شعرا عموماً قدیم ہیئتوں خصوصاً غزل کی پاسداری میں مصروف ہیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر کا یہ مضمون ''محرکاتِ نعت'' بہت مختصر ہونے کے باوجود تنقیدی اہمیت کا حامل ہے۔ بزم نعت رنگ کی اس محفل تنقید نعت میں آپ کی یہ پہلی حاضری ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''نعت گوئی کے ان چند محرکات کے بیان کا یہ مطلب نہیں کہ تمام نعت گو صرف ان ہی کے مطابق نعت کہتے ہیں۔نعت شاعر کی اسلامی اور تخلیقی شخصیت کے امتزاج کا فن کارانہ نمونہ ہوتی ہے۔اس لیے اظہار میں اتنا ہی تنوع ملتا ہے جتنا کہ خود مسلمانوں کے تخلیقی مزاج میں۔''(۳۱)

مضمون نگار نے نعت گوئی کے چند محرکات بیان کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ تمام نعت گو صرف ان ہی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نعت کہتے ہیں ایسا نہیں ہے۔نعت شاعر کی اسلامی اور تخلیقی شخصیت کے امتزاج کا فنکارانہ اظہار ہے۔اس کے اظہار میں تنوع اتنا ہی ہے کہ جتنا خود مسلمانوں کے تخلیقی مزاج میں ہے۔

احمد ہمدانی معروف ادبی شخصیت کے حامل ہیں۔ان کا تحریر کردہ مضمون ''جدید اُردو نعت اور علامات نگاری'' اپنے موضوع کے اعتبار سے نعتیہ شاعری میں ایک خوش گوار اضافہ ہے۔اس میں انتہائی درجہ کی تنقیدی قدروں کا بیان ہے۔وہ کہتے ہیں:

> ''راقم الحروف حد سے زیادہ ذاتی اور اشاریت سے خالی علامتوں کا بالکل قائل نہیں ہے۔ لیکن اشاریت سے آراستہ علامتیں جدید ترین اسلوب کی قابل قدر خصوصیت ہیں۔ ہر چند ابھی ہماری نعتیہ شاعری میں علامتوں کا استعمال بہت زیادہ نہیں ہے لیکن بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر ہماری نعتیہ شاعری میں بھی علامتی طرز اظہار کے رواج پانے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔'' (۳۲)

احمد ہمدانی نے اپنے مضمون میں حد سے زیادہ ذاتی اور اشاریت سے عاری علامتوں کو رد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اشاریت سے آراستہ علامتیں جدید ترین اسلوب کی نمائندہ اور بنیادی خصوصیات میں شامل ہیں۔ ہماری نعتیہ شاعری نے ابھی تک اس کے اثرات کو قبول نہیں کیا۔ لیکن وہ دن بھی دور نہیں کہ جب ہماری نعتیہ شاعری میں بھی علامتی طرز کے استعمال کا رواج زور پکڑ جائے گا۔ یہ حقیقت کا اعتراف ہے۔

''نعت کہیے مگر احتیاط کے ساتھ'' پروفیسر محمد اقبال جاوید کا ایک فکر انگیز تنقیدی نوعیت کا مضمون ہے۔ جس میں بعض اہم خامیوں کی جانب لطیف اشارے کیے گئے ہیں۔

> ''مجھے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاعروں میں ایک دوڑ شروع ہوگئی ہے اور ہر 'صاحب تخلص' نعت گو بننے کی سعی کر رہا ہے، گویا ہر بوالہوس نے حسن پرستی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک اس ذات والا صفات سے قلبی تعلق نہ ہو، بات بنتی نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اکثر نعتیں یا تو بے کیف ہیں یا غزل کا چربہ۔'' (۳۳)

پروفیسر اقبال جاوید کی تنقیدی بصیرت اور اندازِ نقد لفظ لفظ سے ظاہر ہے۔ موصوف نے اس بگاڑ اور اس مسلسل فروغ پاتی خرابی کی جانب توجہ دلائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ شاعروں میں ایک جنگ چھڑ چکی ہے۔ ہر صاحب تخلص نعت گو بننے کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقے استعمال کر رہا ہے۔ جیسے ہر بوالہوس نے حسن پرستی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ذات والا سے جب کہ قلبی کیفیات کا رشتہ استوار نہ ہو شاعری میں تاثیر ہو ہی نہیں سکتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر نعتیں کیفیت سے عاری اور غزل کا چربہ لگتی ہیں۔

رشید وارثی ایک صاحب بصیرت تنقید نگار تھے۔ انھوں نے صرف شعرائے کرام کی اصلاح کا بیڑا نہیں اُٹھایا بلکہ معاشرے میں فروغ پانے والی نعت خوانی پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ ''نعت خوانی کے آداب (کچھ معروضات'' کی روشنی میں انھوں نے بیان کیے ہیں۔ یہ مضمون درحقیقت پروفیسر افضال احمد انور کے اس مضمون ''نعت خوانی کے آداب اور اصلاح و متعلقات'' کا جواب ہے جس میں رشید وارثی نے پروفیسر افضال انور کی بعض باتوں پر سخت گرفت فرمائی ہے۔ رشید وارثی کا یہ مکمل مضمون پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جس میں محافل نعت کی اصلاح، نعت خوانوں کی تربیت اور منتظم محفل پر توجہ مبذول کرائی ہے تا کہ نعت خوانی کی محافل کو اس کے صحیح آداب کے ساتھ منعقد کیا جاسکے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۵، فروری ۱۹۹۸ء:

نعت رنگ کتابی سلسلے کے شمارہ پانچ میں تنقیدی نوعیت کے درج ذیل مضامین موجود ہیں۔

۱۔ نعت کے عناصر — ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی

۲۔ اُردو نعت گوئی کے موضوعات — ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط

۳۔ مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت — رشید وارثی

۴۔ اُردو نعت اور شاعرانہ رویہ — عزیز احسن

نعت کے عناصر (ایک طویل مطالعے کی تلخیص) ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کا مضمون ہے۔ یہ تحریر ایک اعتبار سے پچھلے شمارے میں شائع ہونے والے اہم مضمون ''نعت اور گنجینہ معنی کا طلسم'' سے ماخوذ ہے۔

عناصر نعت کے تناظر میں کشفی صاحب کا اندازِ نقد حقیقت سے کتنا قریب ہے۔اس اقتباس سے ظاہر ہے:

''بے جہت آرائش اور لفظی بازی گری کا شاعری سے کوئی تعلق نہیں۔ بہت سے شاعر اور بعض نقاد جدت، نئے پن، تازہ اسلوب کو نئے الفاظ تک محدود سمجھتے ہیں، گزشتہ تیس چالیس سال سے سینوں میں سورج اُگائے جا رہے ہیں اور چاند کے بجھ جانے کا چلن عام ہو گیا ہے۔شب گزیدہ سحر کے بعد گزیدگی کا مرض عام ہو گیا ہے۔''(۳۴)

ڈاکٹر کشفی کہتے ہیں معنویت سے کنارہ کشی اختیار کر کے محض خوبصورت الفاظ کی سجاوٹ سے قافیہ پیمائی کرنا شاعری نہیں کہلاتا لیکن آج نئے اسلوب کا لبادہ اوڑھا کر الفاظ کو محدود کر دیا گیا ہے اور یہ سب اسی دور کے جدت پسند ناقدین اور شعرا کی طرف سے ہے۔ وہ شاعری کو سورج کی چکا چوند تو عطا کر رہے ہیں مگر ساتھ ہی شاعری کے حسن سادہ کو بے رونق کرنے کا سامان بھی کر رہے ہیں۔

''اُردو نعت گوئی کے موضوعات'' ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت) کا مضمون تحقیقی نوعیت کا ہے۔ تاہم اس میں کوئی تنقیدی اشارے بھی موجود ہیں۔ موصوف نے اپنے انداز نقد میں سخت تنقیدی لہجے کو روا رکھا ہے:

''ہندو مذہب میں پیغمبروں کے متعلق یہ تصور عام ہے کہ وہ انسانی شکل میں ''ایشور'' ہیں۔ ہمارے نعت گو شعراء نے اس تصور کو بڑی حد تک قبول کیا ہے اور اسی کے مطابق عقائد اسلامیہ کو بالائے طاق رکھ کر نعت نبی کو جزو ایمان سمجھ لیا ہے۔ افسوس کہ علماء و فضلاء بھی اس بدعت قبیحہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔''(۳۵)

ڈاکٹر یحییٰ نشیط کا یہ اقتباس حقیقت سے قریب نہیں۔ نعت نبی کو بدعت قبیحہ سے جوڑنا موصوف کی قلبی کیفیات اور نظریاتی تصورات کا بین اظہار ہے۔ موصوف نے اس ضمن میں چودہ سو سال کے جلیل القدر علماء و فضلاء جو علمائے ربّانیین کے منصب پر فائز ہیں، اُنھیں بھی اپنی قائم کردہ بدعت قبیحہ کا مجرم گردانا ہے۔ موصوف نعت گوئی کے موضوعات کی آڑ میں اپنے عقائد کا بھی پرچار کر رہے ہیں۔ جو کسی بھی تنقید نگار کو زیب نہیں دیتا۔

رشید وارثی کا تنقیدی نوعیت کا مضمون ''مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت'' سے مربوط ہے۔ رشید وارثی نے اپنے اس مضمون میں سیر حاصل اور تسلی بخش گفتگو فرمائی ہے۔ صحابہ کرام کے اشعار میں یثرب، شعرائے متقدمین کی تقلید میں ''یثرب'' کا استعمال، نعت نگاری میں لفظ یثرب کے غلط استعمال کی مثالیں اور یثرب کے استعمال کی مستحسن صورتیں بھی نقل کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''میثاق مدینہ میں لفظ یثرب اس معاہدے کے ایک اہم فریق یعنی یہودیوں کی دل جوئی کے لیے لکھا گیا تھا تا کہ یہ معاملہ وجہ تنازع بن کر معاہدے کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ ورنہ مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت

خدااور سول کے حکم سے ثابت ہے۔''(۳۶)

اپنے موضوع کی مناسبت سے رشید وارثی کا یہ مضمون شرحِ صدر کا باعث ہے۔وہ کہتے ہیں کہ میثاق مدینہ میں لفظ یثرب کا استعمال یہودیوں کا دل رکھنے کے لیے روا رکھا گیا تھا تا کہ یہ معاملہ نزاعی صورت اختیار نہ کر لے اور معاملات بگڑنے کے بجائے سدھر جائیں لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ مدینہ کے لیے یثرب کا لفظ استعمال کرنے کو خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے نا پسند فرمایا ہے۔

''اُردو نعت اور شاعرانہ روّیہ'' عزیز احسن کا تنقیدی نوعیت کا مضمون ہے۔جس میں موصوف نے معلوماتی انداز میں اُردو نعت میں شاعرانہ روّیوں کو بیان کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں:

> ''اُردو کی نعتیہ شاعری میں شاعرانہ روّیے کا شروع ہی سے فقدان ہے یہی وجہ ہے کہ اس میدان میں بڑی شاعری اب تک صرف ایک خواب ہے۔جو شرمندۂ تعبیر ہونے کے لیے شعرا کو مسلسل دعوت دے رہا ہے۔
>
> کون ہوتا ہے حریف مئے مردافگن عشق؟
>
> اب تک اُردو نعت کے سرمائے میں اچھی اور مقبول شاعری کے نمونے تو سامنے آئے ہیں لیکن بڑی شاعری کا نمونہ دیکھنے کے لیے بہت تحقیق و تلاش اور گہرے تنقیدی شعور کے ساتھ کڑے انتخاب کی ضرورت ہے۔''(۳۷)

عزیز احسن کہتے ہیں کہ اُردو کی نعتیہ شاعری میں شاعرانہ روّیے کی کمی شروع سے ہی موجود ہے۔وہ بڑی شاعری سے مراد اعلیٰ معیار کی نعتیہ شاعری لیتے ہیں جو ان کے خیال میں ایک ایسا خواب ہے جسے شرمندہ تعبیر ہونے کی ضرورت ہے۔وہ اس بات کے تو معترف ہیں کہ اُردو نعت کے سرمائے میں اچھی اور مقبول شاعری کے نمونے تو موجود ہیں لیکن بڑی شاعری کے لیے بہت تحقیق و جستجو اور گہرے تنقیدی شعور کی ضرورت ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۶، ستمبر ۱۹۹۸ء:

اس شمارے میں تنقیدی نوعیت کے مضامین کی فہرست حسب ذیل ہے:

۱۔ نعت کے موضوعات	ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی
۲۔ نعت گوئی کا تصورِ انسان	جمال پانی پتی
۳۔ اُردو نعت میں تلمیحات کا غیر محتاط استعمال	رشید وارثی
۴۔ اُردو نعت میں آفاقی قدروں کی تلاش	عزیز احسن

ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی کا مضمون ''نعت کے موضوعات'' سے متعلق ہے۔فاضل مقالہ نگار کا تعلق شعبہ درس و تدریس سے تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کا ہر مضمون مثالی اندازِ تحریر سے مزین ہوتا ہے۔وہ کہتے ہیں:

> ''آپ کے مرتبے کو سمجھنے میں غلو کرنے والے بہت سے شاعر آپ کی رسالت اور بشیرت کے نکتوں سے خوب واقف تھے اور واقف ہیں۔مگر شعر کہتے ہوئے ہم شاعری کی رو میں بہہ جاتے ہیں اور شاید اسی سبب سے شاعر کو بہت محمود قرار نہیں دیا گیا......کم سے کم یہ تو مسلم ہے کہ شاعری میں غرق رہنے والے عمل کی میزان پر پوری

طرح پورے نہیں اُترتے۔،،(۳۸)

مضمون نگار کہتے ہیں کہ نعتیہ شاعری میں مبالغہ آرائی کا سہارا لینے والے شعرا حضور اکرمؐ کی بشری خصوصیات اور رسالت کے فرائض سے بہت اچھی طرح آ گاہ تھے مگر شاعری کی قافیہ پیمائی میں وہ احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھنا فراموش کر جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و مرتبے میں غلو کرنے والے بہت سے شعراء آپ کی رسالت اور بشریت کے نکتوں سے بخوبی واقف تھے مگر شعری روانی میں وہ بھول جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ شاعر اور شاعری کو بہت زیادہ مستحسن نہیں سمجھا گیا۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ ہمہ وقت شاعری میں غرق رہنے والے عمل کی میزان پر پورے نہیں اُترتے۔ ان کے قول و فعل میں تضاد کی کیفیت شامل ہے۔

ڈاکٹر کشفی نے اس مضمون کا اختتامیہ بہت دل نشین انداز میں تحریر کیا ہے۔

''صحابہ کرام سے نعت گوئی کے آداب جس طرح بوصیری، سعدی اور جامی و قدسی اور اقبال و ظفر علی خاں نے سیکھے، اسے سامنے رکھ کر ہی سفینۂ نعت آ گے اور آ گے گہرے پانیوں میں سفر کرسکتا ہے۔''(۳۹)

ڈاکٹر کشفی نے قدیم شعرا کو سفینۂ نعت کا مانجھی قرار دیا ہے جن کی شاعری نے نعت کا ابتدائی سفر آسان کر دیا۔

نعت رنگ کی بزمِ تنقید میں جمال پانی پتی اپنا مضمون ''نعت گوئی کا تصور انسان'' لیے حاضر ہیں۔ انھوں نے اپنے اس مضمون میں فلسفیانہ سنجیدگی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے بشری اور نوری پہلوؤں کو مدنظر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''...... بعد میں آنے والوں نے مذہب کے دُم چھلے کو غیر ضروری سمجھا اور صاف اعلان کر دیا کہ اخلاقیات کیے لیے عقل انسانی ہی کافی ہے۔ یہ سیکولر اخلاق کا نقطۂ آغاز تھا مگر ہمیں یہاں اخلاقیات سے نہیں، اس تصور انسان سے غرض ہے جو نعت گوئی کی روایت کے قدیم و جدید ادوار میں تمام نعت گو شعراء کا موضوعِ سخن رہا ہے اور جس کے محامد و محاسن کا تذکرہ ہر نعت گو شاعر کا سرمایہ دین و ایمان ہے۔،،(۴۰)

مضمون نگار نے اپنے مضمون میں لادینی نظریہ رکھنے والوں کا نقطۂ نظر بیان کیا ہے۔ جس میں وہ مذہب سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ وہ اخلاقیات کے لیے عقل انسانی کو ہی کافی گردانتے ہیں۔ مضمون نگار کہتے ہیں کہ یہاں معاملہ اخلاقیات کا نہیں بلکہ انسانی تصور کا ہے جو ہر دور میں نعت گوئی کا موضوع رہا ہے اور اس کی خوبیاں اور خصوصیات بیان کرنا ہر نعت گو شاعر اپنا دینی فریضہ سمجھتا ہے۔

مضمون نگار کی فکر کا محور اور مقصد ''حقیقت محمدیہ'' کے گرد گھومتا ہے۔ اسی تناظر میں انھوں نے اپنے مضمون کی تکمیل کی ہے۔

''اُردو نعت میں تلمیحات کا غیر محتاط استعمال'' کے عنوان سے رشید وارثی نے تلمیح کی تعریف، تلمیح کی شعری اہمیت اور اُردو شاعری میں تلمیحات کی خوبصورت اور غیر محتاط استعمال کی جانب بھی نشاندہی فرمائی ہے۔ اُردو شاعری میں تلمیحات کی خوبصورت اور مثبت مثال:

ابن مریم ہوا کرے کوئی میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی (غالب)

عجیب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم نہایت جس کی حسین ابتدا ہے اسمٰعیل (اقبال)(۴۱)

سابقہ انبیائے کرام کے صحائف کے حوالے سے غیر محتاط تلمیحات کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔

''قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات کے برعکس بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم گزشتہ تمام کتب سماویہ کا ناسخ ہے جیسا کہ ایک بڑے وسیع المطالعہ صف اوّل کے نعت گوشاعر فرماتے ہیں:

رسولانِ پیشیں کے سارے صحیفے

کلام مبیں مسترد کر چکا ہے

یہاں آسمانی صحیفوں کے مسترد کیے جانے کی بات بے محل ہے کیونکہ ہر آسمانی صحیفہ کلام الٰہی ہے اس نسبت سے تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل کی جانے والی کتابوں پر ایمان لانا بھی شرطِ اوّل ہے۔''(۴۲)

مضمون نگار نے پہلے تو اپنے مضمون میں اُردو شاعری کے حوالے سے تلمیحات کی خوبصورت اور مثبت مثالیں پیش کی ہیں۔ پھر اس کے بعد شعرا کی غیر محتاط تلمیحات پر گرفت کی ہے۔ ایک وسیع المطالعہ صف اوّل کے نعت گوشاعر کے شعر کے بعد اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے کہ قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات کے برعکس بعض حضرات یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ قرآن کریم گزشتہ تمام کتب سماویہ کا ناسخ ہے۔ ایسا نہیں ہے ہر آسمانی صحیفہ کلامِ الٰہی ہے اس تعلق کی بنا پر تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل کی جانے والی کتب پر ایمان لانا بھی ضروری ہے بلکہ اسے شرط اوّل قرار دیا گیا ہے۔

عزیز احسن کے مضمون کا عنوان ''اُردو نعت میں آفاقی قدروں کی تلاش'' پر مشتمل ہے۔ موصوف خود فرماتے ہیں کہ ''اقتباس ذرا طویل ہو گیا ہے'' مقالہ نگار اپنے چار صفحات کے مختلف اقتباسات کو فرما رہے ہیں کہ اقتباس ذرا طویل ہو گیا ہے۔ قربان جایے اس سادگی کے، اقتباس اور ذرا پر۔ اگر ذرا یہ ہے تو عزیز احسن کا بہت کیا ہوگا۔ عزیز احسن نے شروع کے صفحات میں تمہید بیان کی ہے اور بعد کے صفحات میں معروف نقاد و شاعر قمر جمیل کے (عزیز احسن) پر کیے گئے اعتراضات کی وضاحتیں شامل ہیں۔ ''اُردو نعت میں آفاقی قدروں کی تلاش'' کے علاوہ دیگر باتیں اس مضمون میں موجود ہیں۔ عزیز احسن لکھتے ہیں:

''......اس کے باوجود یہ صنف سخن تنقید سے بالا سمجھی جاتی ہے محض اس لیے کہ خیال کے تمام دھارے، لفظوں کے تمام عکس اور معانی کی تمام لمعات کا رُخ سوئے حجاز ہوتا ہے اور نعت کے متن کی نسبت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو جاتی ہے۔''(۴۳)

صنف نعت کا تقدس اور وقار اپنی جگہ مسلّم ہے مگر اس صنف سخن کو تنقید سے بالاتر سمجھنا زیادتی کے مترادف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نعت نگار کا روئے سخن ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت ہوتا ہے۔ مبادا سہواً یا انجانے میں کوئی غلطی سرزد ہو جائے جس کا اُسے ادراک نہ ہو سکے۔ اگر اس صنف سخن پر شروع سے تنقیدی نظر رہتی تو آج صورتِ حال اس کے بالکل برعکس ہوتی۔ نعتیہ شاعری کا قبلہ درست کرنے کے لیے تنقید نعت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ نعت رنگ کی تحریک تنقید نعت نے تنقیدی نقوش اجالنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

یہ نعت رنگ کے شمارہ ۶ کے تنقیدی نوعیت کے مضامین تھے جس میں تنقید نگاروں نے اپنے اپنے انداز میں نقد و قدح کی روایت کو اپنایا۔ تنقیدی مضامین نعت کا تسلسل شمارہ وار مطالعات کے حوالے سے جاری ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۷، اگست ۱۹۹۹ء:

نعت رنگ کا ساتواں شمارہ یوں تو مکمل ہی تحقیق حمد سے عبارت ہے۔لیکن پیشِ نظر صرف وہ مضامین حمد یہ ہیں جو اندازِ نقد کی صورت میں لکھے گئے ہیں۔

۱۔ حمد ومناجات کی دینی وادبی قدر و قیمت — مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

۲۔ مبادیاتِ حمد — رشید وارثی

۳۔ حمد یہ شاعری پر تنقید — ڈاکٹر عاصی کرنالی

''حمد ومناجات کی دینی وادبی قدر و قیمت'' کے عنوان سے مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کا تحقیقی مضمون ہے جس میں تنقید حمد کے اشارے بھی ملتے ہیں۔مولانا ابوالحسن ندوی نے اپنے اس مضمون میں نہ صرف حمد ومناجات کی دینی وادبی قدر و قیمت کو اجاگر کیا ہے بلکہ اس موضوع کو وسعت تحقیق سے بھی مالا مال کیا ہے۔حمد ومناجات کی قدر و قیمت سے آ گاہی اور اللہ رب العزت کی شان و بڑائی کے حوالے سے یہ مضمون لائق مطالعہ اور قابل غور ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''ادب کا ایک اہم عنصر جس کو اکثر ناقدین فن نے نظر انداز کیا ہے اور جو ادب میں حقیقی روح اور طاقت پیدا کرتا ہے اور اس کو بقائے دوام بخشتا ہے، صداقت اور خلوص ہے اور اس عنصر کی جیسی نمود ''دعا و مناجات'' میں پائی جاتی ہے، ادب کی کسی اور صنف میں نہیں پائی جاسکتی ہے۔پھر جب صاحب دعا، صاحب درد بھی ہو اور اس کو اپنے دردِ دل کے اظہار پر اعلیٰ درجہ کی قدرت بھی ہو تو پھر اس کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ ادب کا معجزہ بن جاتے ہیں اور وہ الفاظ نہیں ہوتے بلکہ دل کے ٹکڑے اور آنکھ کے آنسو ہوتے ہیں۔اور وہ صدیوں تک ہزاروں انسانوں کو تڑپاتے رہتے ہیں، پھر جب ان مطالب کو ادا کرنے والی زبان وہ ہو جو وحی کی گزرگاہ اور فصاحت و بلاغت کی بادشاہ ہو، تو پھر ان کی تاثیر و اعجاز کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔''(۴۴)

مضمون نگار نے حمد ومناجات اور دعا کی اہمیت واضح کی ہے۔اس شکوے کو بھی روا رکھا ہے کہ اکثر ناقدین فن نے شعرا کے لیے حمد ومناجات کو شاعری کا جزو لازم قرار دیا ہے۔اس میں شامل صداقت وخلوص کا عنصر شاعری کو بقا و دوام عطا کرتا ہے۔یہی اخلاص ادب کی حقیقی روح ہے اور بیداریٔ فکر ونظر میں طاقت اور بالیدگی کا سبب ہے۔اسی کی بدولت بے جان لفظ دل کے ٹکڑوں اور آنکھ کے آنسوؤں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور صدیوں انسان کے قلب و ذہن میں تڑپ بن کر زندہ رہتے ہیں۔دعا و مناجات کرنے والی زبان اقدس رسول کریمؐ کی ہو تو الفاظ کی قوت و تاثیر قبولیت کی حدود میں ٹھکانا کر لیتی ہے۔

مضمون کی آخری چند سطور میں وہ رقمطراز ہیں:

> ''کتنی خوش قسمت ہے وہ اُمت جس کو نبوت کی وراثت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میں دین و دنیا کا خزانہ اور غیب کی نعمتوں اور دولتوں کی یہ کنجیاں ملیں اور کتنی بد قسمتی اور پست ہمتی ہے، اگر اس سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے۔''(۴۵)

حمد یہ ادب کے حوالے سے رشید وارثی کا مضمون ''مبادیاتِ حمد'' ایک بصیرت افروز تحقیقی کاوش ہے۔جس میں حمد باری

تعالیٰ کے ارتقائی ادوار جلوہ گر ہیں۔رشید وارثی نے اپنے مقالے میں اللہ رب العزت کی دی ہوئی توفیق سے حمد پروردگار اور ثنائے کردگار کے تمام عوامل وعناصر کو تحقیقی انداز میں پیش کیا ہے۔مضمون نگار نے حمد یہ حقائق کو اس طرح بیان کیا ہے۔

''مشرکین اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے قائل تھے لہٰذا انھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی طرح اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسے نازیبا اشعار نہیں کہے جن کے جواب دینے کے لیے حمد یہ شاعری کو ضروری سمجھا جاتا۔اس لیے دورِ رسالت میں حمد یہ شاعری کی مثالیں نہیں ملتیں......ان حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مروجہ حمد نگاری نہ فرض ہے نہ واجب ہے اور نہ سنت موکدہ۔فقہی اعتبار سے یہ مستحب ہے۔اور اس کی بنیاد استحسان پر ہے۔(واللہ اعلم)......(لہٰذا جو حضرات اپنے مضامین میں حمد گوئی کو فرض قرار دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ فقہی اصطلاحات استعمال کرتے ہوئے وہ محتاط رویہ اختیار کریں۔''(۴۶)

رشید وارثی نے اللہ رب العزت جلّ جلالہٗ کی الوہیت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نازیبا اشعار نہیں کہے۔جس کے لیے حمد یہ شاعری پروان چڑھتی۔اسی لیے زمانہ رسالت مآب میں حمد یہ شاعری کی مثالیں ناپید ہیں۔انھوں نے حمد یہ شاعری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسے وجہ نزاع نہ بنایا جائے۔اپنے رب سے محبت کا اظہار،اس کی نعمتوں کا شکر اور اس کی عظمت کا بیان مستحب ہے۔اس کے لیے شاعری یا نثر جو بھی راستہ اپنایا جائے اس سے خدا کی خوشنودی کا حصول لازم ہوتا ہے۔اس سلسلے میں کسی بندے پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا جاسکتا۔

اس مضمون میں حمد یہ شاعری کے حوالے سے رشید وارثی نے سیر حاصل معلومات فراہم کی ہیں۔اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ جو چند لوگ حمد باری تعالیٰ کہہ رہے ہیں صرف وہ ہی حمد رب کا حق ادا نہیں کر رہے بلکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ، پتہ پتہ، چپہ چپہ، قریہ قریہ،اور بستی بستی اللہ کی حمد وثنا کے سزاوار ہیں۔انسان کی ہر سانس آتی اور جاتی اللہ کی بے پایاں حمد کا اظہار ہے جہاں نظر عاجز ہو اور ذہن قاصر ہو اس کے بعد سرحد حمد کا آغاز ہوتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی کا مضمون ''حمد یہ شاعری پر تنقید'' ایک لائق مطالعہ تنقیدی کاوش ہے۔مضمون مختصر ہونے کے باوجود جامعیت سے پُر ہے۔عاصی کرنالی کا یہ مضمون اُن کے طویل مشاہدات کا مظہر ہے۔کم آمیزی کے باوجود یہ مضمون اثر پذیری کا مرقع ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''......مسلمان شاعر کے اجتماعی معتقدات درست ہونے چاہئیں۔اگر وہ غزل میں راہ استقامت سے ہٹ کر گمراہ کن خیالات لاتا ہے تو قدرتی بات ہے کہ اس کی حمد میں بھی اس فکری سمجھ کی جھلک آسکتی ہے۔شخصیت اور شاعری کا تعلق آئینہ وعکس جیسا ہے،اس لیے وہ جن بھی اصناف میں بشمول حمد، اشعار کہے اس کی شخصیت ریزہ ریزہ ہو کر نہیں بلکہ مجتمع ہو کر عکس پذیر ہو۔''(۴۷)

عاصی کرنالی یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مسلمان شاعر صنف غزل میں بے اعتدالی کی راہ اختیار کرتا ہے تو اس کے متزلزل خیالات کے اثرات اس کی حمد میں بھی نمایاں ہوں گے۔شخصیت اگر آئینہ ہے تو شاعری اس آئینے کا عکس ہے۔اس لیے

شاعر حمد سمیت جس صنف سخن پر قلم اٹھاتا ہے اس کی شخصیت مجسم ہو کر شاعری میں عکس پزیر ہونی چاہیے تاکہ قارئین شاعری سے بھی لطف اندوز ہوں اور شاعر کی شخصیت کا ایک اچھا تاثر بھی سامنے آئے۔

عاصی کرنالی اختتامی سطور میں بیان کرتے ہیں:

''جب ایک شاعر ایک محبوب مجازی کے لیے غزل کہتے ہوئے اور کسی سلطان و امیر کے لیے قصیدہ کہتے ہوئے سارے کمالات صرف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ وارفع ہستی تو اس امر کی سزاوار ہے کہ اس کی بارگاہِ عُلا میں جو نذرانۂ عقیدت پیش کیا جائے وہ کمالات و جمالات کا ایک مرقع کامل ہو۔'' (۴۸)

مضمون نگار حمدیہ شاعری کو شاعرانہ کمالات کی معراج تک لے جانے کی بات کرتے ہیں کیونکہ خالق کائنات ہی سب سے زیادہ قابل تعریف ہستی ہے جس نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۸، ستمبر ۱۹۹۹ء:

اس شمارے میں درج ذیل تنقیدی مضامین شامل ہیں:

۱۔ نعت میں طنز کی شمولیت	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
۲۔ اُردو نعت اور جدید اسالیب پر ایک نظر	مبین مرزا

نعت رنگ کے شمارہ اوّل سے شمارہ سات تک تسلسل کے ساتھ معروف تنقید نگار رشید وارثی کے تنقیدی مضامین نعت رنگ کی رونق ہیں۔ شمارہ ۸ میں رشید وارثی کے تنقیدی مضمون کی غیر حاضری سے ایک خلا محسوس ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی علم و ادب کی معروف شخصیت ہیں۔ صاحب طرز ادیب و نقاد ہیں۔ ان کا مضمون ''نعت میں طنز کی شمولیت'' اپنے موضوع کا واضح اظہار ہے۔ مضمون کا عنوان ہی مضمون کا تعارف بھی ہے۔ مضمون نگار نے عربی شاعری میں نعت گوئی کے باقاعدہ آغاز کو ہجرت مدینہ کے واقعہ سے متصل کر کے زیرِ تحریر لایا ہے جب دشمنانِ اسلام کی ہجو گوئی اور بدزبانی حد سے تجاوز کر گئی تو حضور اکرم سیّدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق اجلّہ صحابہ کبار حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک نے اس لسانی جہاد کا آغاز کیا جسے دفاعی نعتیہ شاعری سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ابتدائی دور کی نعتیہ شاعری کا انداز اور رنگ سخن عصر حاضر کی نعتیہ شاعری سے قطعی مختلف ہے۔ پیغمبر اسلام کی شان و عظمت اور بزرگی و بڑائی بیان کرنا، دین اسلام کی حقانیت اور سچائی سے کفار کو آگاہ کرنا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب و نسب کی رفعت کا اظہار اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت اور اطاعت کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا جسے جذبہ جہاد کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے اس موضوع پر بصیرت آمیز گفتگو کی ہے:

''نعت گوئی کی ابتدا توصیف رسول علیہ السلام کے ساتھ ساتھ کفار و مشرکین کے ہجو سے بھی ہوئی۔ صحابہ کرام بالخصوص شعرائے رسول الثقلین نے کفار و مشرکین کی ہجو کی، رد کیا اور ان پر طنز کے تیر برسائے...... فارسی اور اُردو نعت نگاروں نے بھی شعرائے رسول الثقلین اور صحابہ کرام کی اس سنت پر عمل کیا اور آج بھی اس سنت پر عمل جاری ہے''۔ (۴۹)

مضمون نگار نے نعت گوئی کی ابتدائی کیفیات کو بیان کرتے ہوئے اس بات کا برملا اظہار کیا ہے توصیفِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ کفار ومشرکین کی ہجو اور مذمت بھی نعت گوئی کا حصہ تھی۔ شاعرانِ دربارِ رسالت نے کفار ومشرکین کی ہجو بیان کی اور ان پر طعن وطنز کے تیر برساتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی اس سنت پر عمل پیرا ہو کر بعد کے فارسی اور اردو شعرائے کرام نے اس روایت کو زندہ رکھا۔

نعت رنگ کا یہ اوج کمال ہے کہ اس نے اپنے لکھنے والوں کی شہرت کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ تحریک تنقیدِ نعت کی صورت میں کئی قابل ذکر اور ثقہ تنقید نگاروں کی ایک فوج ظفر موج تیار کر دی۔ نعت رنگ کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے تنقیدِ نعت کے دوسرے رُخ کو بھی فروغ دیا۔ تنقیدِ نعت کا دوسرا رُخ سے مراد نعت رنگ کے مستقل تنقید نگاروں پر بھی تنقید کو رواج دیا۔ یہ اس قدر صائب اور بھرپور اقدام ہے کہ اس سے خود ساختہ اور بزعم خود تنقید نگاروں کی اصلاح کا عمل بھی شروع ہو گیا۔ تنقید اور تنقیص کے مابین فرق کی بھی وضاحتیں ہونے لگیں۔ جو تنقید نگار از خود اپنے آپ کو تنقید سے مبرا سمجھتے تھے۔ وہ یہ زُعم بھی رکھتے تھے کہ مستند ہے میرا فرمایا ہوا۔ ان کی اصلاح کا عمل بھی شروع ہو گیا۔ شعبہ نعتیہ صحافت میں یہ افتخار واعزاز صرف اور صرف نعت رنگ کو حاصل ہے کہ اس نے تنقید در تنقید کی تہذیبی روایت کو پروان چڑھایا۔ تنقید نگاروں کی اصلاح کا عمل جاری ہے مدیر نعت رنگ اس سلسلے میں مبین مرزا ہمارے عہد کے ایک قابل ذکر اور معروف ادیب وتنقید نگار ہیں۔ ان کی تنقیدی نہج کا بنیادی وصف یہ ہے کہ وہ محاسن اور معائب دونوں بیان کرتے ہیں۔ فنی وشعری محاسن بھی برملا گنواتے ہیں اور معائب سخن پر بھی گرفت سخت رکھتے ہیں۔ جس میں تربیت واصلاح کا پہلو بھی ہاتھ سے نہیں جاتا۔ مبین مرزا کی تحریر وتنقید کا یہ وصف ہے کہ وہ جس بات سے بات شروع کرتے ہیں اُسی دائرے میں رہتے ہوئے اپنی بات کو بتمام وکمال مکمل کرتے ہیں۔ بے جا لمبی لمبی تمہید اور بے مقصد باتوں سے گریز کرتے ہیں۔ مبین مرزا نے ''اُردو نعت اور جدید اسالیب'' کو اپنی فکر کا موضوع بنا کر بہت کام کی باتیں کی ہیں۔ عزیز احسن کے محامد ومحاسن بیان کرنے کے بعد مضمون نگار نے ان کے تنقیدی روّیوں کی جانب تنقیدی اشارے کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''عزیز احسن نے جو تنقیدی اسلوب اور ناقدانہ منہاج اختیار کیا ہے وہ قدرے گنجلک اور ناہموار محسوس ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نقاد کا موقف پوری وضاحت اور شدت کے ساتھ دوٹوک انداز میں قاری تک منتقل نہیں ہوتا۔ ان کے وسیع المطالعہ اور ذہین قارئین کو تو شاید یہ مسئلہ درپیش نہ ہو، لیکن مجھ ایسے کم علم لوگ ان کے طرزِ اظہار کے ابہام اور خیال کی پریشاں خاطری سے ضرور اُلجھتے ہوں گے۔ وہ اپنی گفتگو میں غیر متعلق مسائل اور اضافی حوالوں میں جس قدر رزورِ قلم صرف کرتے ہیں، وہ ان کی تحریر کے تاثر کو نہ صرف متاثر کرتا ہے بلکہ موضوع زیرِ بحث سے بھی ہماری توجہ ہٹا دیتا ہے یہ ایک ایسی کمزوری ہے جو اچھی خاصی تنقیدی کاوش کو بھی ایک غیر مرتب مجلّہ بنا کر رکھ دیتی ہے۔''(۵۰)

مبین مرزا نے عزیز احسن کے تنقیدی اسلوب کو موضوع بنا کر اس کی پیچیدگیوں کی جانب توجہ دلائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صاحب مضمون اپنے مقاصد کو واضح طور پر قاری کے سامنے پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ وہ اپنی گفتگو میں طوالت کے علاوہ غیر متعلق مسائل اور اضافی حوالوں کی بھرمار کر دیتے ہیں۔ جس سے اصل موضوع کا حسن متاثر ہو جاتا ہے۔ یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ

موصوف کا زاویہ نظر کہاں مرتکز ہے۔ان کے طرزِ اظہار میں ابہام اور خیال کی پریشاں خاطری قارئین کو الجھا کے رکھ دیتی ہے۔

مبین مرزا نے عزیز احسن کی دیگر کمزوریوں کی جانب لطیف سے اشارے کیے ہیں۔مغربی شعر و تنقید کے حوالے سے انگریزی زبان و ادب کی اصطلاحوں کا بھی ذکر کیا ہے۔تنقید در تنقید کی یہ مستحکم اور مربوط روایت نعت رنگ کے مقصد اور مشن کا برجستہ اظہار ہے۔نعت رنگ کی یہ خصوصیات اسے نعتیہ ادب میں شائع ہونے والے دیگر نعتیہ رسائل و جرائد سے ممیّز کرتی ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۹، مارچ ۲۰۰۰ء:

نعت رنگ کے شمارہ ۹ میں زیادہ تر مضامین تحقیقی نہج لیے ہوئے ہیں۔یہ مضامین منہاجِ تنقید پر گامزن ہیں۔

۱۔ غزل میں نعت کی جلوہ گری	ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی
۲۔ اُردو نعتیہ شاعری میں شمائل النبی	ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط
۳۔ اُردو حمد و نعت کی روایت کے چند اساسی محرکات اور ان کے فروغ کی عملی صورتیں	ڈاکٹر عاصی کرنالی
۴۔ نعت گوئی کا تصور انسان اور مولانا کوکب نورانی	جمال پانی پتی

ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی معروف ماہر تعلیم اور ممتاز و محترم شاعر و ادیب تھے۔نعت رنگ کے رنگ نعت میں آپ کی خدمات کو ہمیشہ سراہا جاتا رہے گا۔کشفی صاحب نے اپنے مضمون کو''غزل میں نعت کی جلوہ گری'' سے خوب گرمایا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''نعت پر اپنے مضامین میں، میں نے اکثر یہ نکتہ پیش کیا ہے کہ جب بھی شاعر محدود سے لامحدود کی طرف سفر کرتا ہے تو وہ حمد اور نعت کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔اکثر تو شاعر کو خود بھی اپنے اس سفر کی خبر نہیں ہوتی۔''(۵۱)

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی اکثر اپنے مضامین میں اس نکتے کو پیش کرتے رہے ہیں کہ شاعر جب بھی محدود سے لامحدود کے سفر کی سمت گامزن ہوتا ہے تو وہ وادیٔ حمد و نعت میں جا پہنچتا ہے۔یہ ایسی وارفتگیٔ شوق ہے کہ جس کی خبر شاعر کو بھی محسوس نہیں ہوتی۔اس کا قلب و ذہن اور ہر احساس حمدیہ و نعتیہ شاعری کی ایسی وسعتوں سے ہمکنار ہو جاتا ہے کہ کائنات میں پایا جانے والا ہر وجود اور ہر نظارہ اس کو ہیچ نظر آتا ہے۔

کشفی صاحب مزید کہتے ہیں:

> ''عہد حاضر کے کئی نمایاں اور صاحب طرزِ شاعروں نے غزل کے پیکر میں نہایت اعلیٰ نعتیں لکھی ہیں جو شعر و ادب کے کڑے سے کڑے معیار پر بھی پوری اُتریں گی۔''(۵۲)

ڈاکٹر کشفی آگے چل کر غزل کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اس بات کو بھی بیان کر رہے ہیں کہ عصر حاضر کے کئی نمایاں اور صاحبِ طرز شعرا نے غزل کے پیرہن میں بہت معیاری اور بلند پایہ نعتیں کہی ہیں جو شعر و سخن اور علم و ادب کی کڑی تنقیدی آزمائشوں پر کامیاب و کامران اتریں گی۔

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت) نعت رنگ کے لکھاریوں میں شامل ہیں۔ان کے اکثر مضامین تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کے حامل ہوا کرتے ہیں۔ان کا زیر بحث مضمون''اُردو نعتیہ شاعری میں شمائل النبی''ایک قابل غور مضمون ہے۔جس میں انھوں نے اُردو نعت میں استعمال کیے جانے والے شمائل النبی کا تنقیدی انداز میں ذکر کیا ہے۔عموماً ان کا تنقیدی لہجہ سخت ہوا کرتا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''شمائل النبی کے بیان میں بہت سی باتیں تو یقیناً کتب احادیث میں مل جاتی ہیں اور تواتر کے ساتھ ملتی ہیں، لیکن بعض واقعات ایسے بھی ان میں شامل کر دیے گئے ہیں جن کا حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں یا ہے بھی تو کسی دوسرے مذہب یا اشخاص سے متعلق اور کھینچ تان کر انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ یہ قصص و روایات غیر مستند ہوتی ہیں یا اساطیریت کے گھنے کُہر میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان روایات کو جوشِ عقیدت میں بھی کبھی درایت پر پرکھنے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ اُنھیں بالائے تنقید سمجھا جاتا ہے۔ اُردو میں ایسے مستند و غیر مستند روایات کے ہالے میں ترتیب دیئے ہوئے کئی ''شمائل نامے'' ملتے ہیں۔ (۵۳)

شمائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے مضمون نگار نے کچھ ایسی روایتوں اور واقعات کا ذکر کیا ہے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ موصوف کی گفتگو کا محور دیگر مذاہب یا اشخاص ہیں جن کی باتوں کو ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ یہ قصص و روایات غیر معتبر اور غیر مستند ہیں۔ ان روایات کو کبھی بھی درایت کے اُصولوں پر نہیں پرکھا گیا۔ بلکہ ستم یہ ہے کہ اس روایات کو تنقید سے بھی بالاتر سمجھا جاتا ہے۔ اُردو میں ایسے غیر معتبر روایات کے انداز میں بعض شمائل نامے پیش کیے جاتے ہیں لیکن ضروری امر یہ ہے کہ وہ یہ شمائل نامے معتبر اور قابل مطالعہ قرار دیے جائیں جن کی تاریخی حیثیت مستند ہو۔

ڈاکٹر عاصی کرنالی کے مضامین تحقیق و تنقید نعت کا اصلاحی مرقع و مجموعہ ہوتے ہیں۔ وہ ایک باریک بیں اور نکتہ سنج نقاد تھے۔ ''اُردو حمد و نعت کی روایت کے چند اساسی محرکات اور ان کے فروغ کی عملی صورتیں'' ان کا ایک طویل الاعنوان مضمون ہے۔ اس مضمون میں مقالہ نگار کا انداز تنقیدی سے زیادہ تحقیقی رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''نفسیاتی دھچکوں اور ماحولیاتی ناسازگاری کے دور میں حمد و نعت فریاد و استغاثہ اور مناجات و ترحم طلبی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ تب یہ اصناف ایک طرح سے آشوب اُمت کا منظر نامہ بن جاتی ہے۔ اللہ سے اپنی لغزشوں، کوتاہیوں اور اعمالِ سوء کی معافی اور اس کے دربار سے عفو و کرم کی طلبی......اسی طرح نعت جہاں نالہ خوں چکاں بن کر اپنے دُکھ بارگاہِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتی ہے، وہیں ایسے مواقع پر نعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ اور اسوۂ حسنہ کی تجلیات عام کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش و عمل کے اتباع پر مائل کرتی ہے۔ فریاد اُمت کو احتساب عمل کی جانب ملتفت کرتی ہے اس طرح نعت سیرت مبارکہ کا ابلاغ و تبلیغ کر کے گم کردہ راہ قوم کو اس کے مرکز و محور حقیقی کی طرف مائل سفر کرتی ہے۔''(۵۴)

عاصی کرنالی حمد و نعت کی روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں جب ماحول سازگار نہ ہو اور نفسیاتی اُلجھنیں قوم کو بے دست و پا کر دیں تو ان کیفیات میں جو شاعری معرض وجود میں آئے گی وہ ایک طرح سے تباہ حال قوم کی عکاس ہوگی۔ ہر صنف نفسیاتی و ماحولیاتی رویوں کی غماز ہوگی۔ ایسی صورت حال میں حمد و نعت اور مناجات اپنی حقیقی روح کے ساتھ جلوہ گر نہیں ہوتیں بلکہ شاعر کی ذہنی و قلبی کیفیت زیادہ نمایاں نظر آتی ہے۔ حالانکہ نعت گوئی کا تقاضا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے مکارم اخلاق اور سیر مبارکہ کو موضوع بنائے کیونکہ نعت گوئی و نعت خوانی اور نعت فہمی ایک ایسا عمل ہے جو گم کردہ راہ قوم کو بھی سوئے منزل لے آتا ہے۔

جمال پانی پتی کا ایک مضمون نعت رنگ کے چھٹے شمارے میں ''نعت گوئی کا تصورِ انسان'' شائع ہوا تھا۔ جس کے شمارہ آٹھ میں مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی نے اپنے مکتوب میں جمال پانی پتی کے مضمون کے بارے میں اظہارِ خیال کیا تھا۔ جس کا جواب

جمال پانی پتی کا یہ مضمون ''نعت گوئی کا تصورِ انسان اور مولانا کوکب نورانی'' ہے۔ اس طرح نعت رنگ نے تنقید در تنقید کی روایت کو بھی تقویت فراہم کی ہے۔ یہ مضمون بھی اسی روایت تازہ کا حامل ہے۔ بے شک مضمون نگار نے ادب کے ساتھ مولانا کوکب نورانی کے مکتوبِ گرامی کے بارے میں اظہارِ خیال کیا ہے، مگر مضمون نگار کی یہ اعلیٰ ظرفی بھی سامنے آ رہی ہے کہ اُنھوں نے غفلت یا سہواً ہونے والی غلطی کا بھی اعتراف کیا ہے اور مولانا نے محترم کے حد درجہ شکر گزار بھی ہوئے ہیں۔ جمال پانی پتی کہتے ہیں:

> ''حضرت مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کا شکر گزار ہوں کہ میرے لیے ان کا مکتوب اس غلطی سے آگاہی کا سبب بنا۔ اس لیے کہ ان کے مکتوب کے حوالے سے اپنا مضمون دوبارہ پڑھنے کا موقع نہ ملتا تو مجھے اس غلطی کی خبر نہ ہوتی اور نتیجہ اس کا یہ ہوتا کہ ''افہام و تفہیم'' کے نام سے میری جو تنقیدی کتاب بہت جلد شائع ہو کر آنے والی ہے اس میں یہ غلطی جوں کی توں برقرار رہتی۔ لیکن مولانا کے مکتوب نے میرے لیے بہت بروقت اس غلطی سے خبر دار ہونے اور کتاب میں اس کی تصحیح کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔ یہ کتنا بڑا فائدہ ہے جو ان کے مکتوب سے حاصل ہوا۔ لہٰذا میں ان کا جس قدر بھی شکریہ ادا کروں، کم ہے۔'' (۵۵)

مضمون نگار اعتراف کرتے ہیں کہ نعتیہ تنقید کا عمل ہمیشہ راہِ صراط عطا کرتا ہے۔ اسی تنقیدی عمل کے سبب وہ مولانا کوکب اوکاڑوی کے مشکور دکھائی دیتے ہیں جن کی مثبت تنقید نے انھیں اپنی غلطی کی اصلاح کا موقع فراہم کر دیا۔ اس طرح مولانا صاحب کا مکتوب گرامی صاحب مضمون کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔

صاحب مضمون جمال پانی پتی کی کشادہ قلبی اس تحریر سے عیاں ہے۔ نعت رنگ اور مدیر نعت رنگ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اُنھوں نے ''تنقید در تنقید'' والی روایت کو زندہ کیا۔ اس روایت تازہ کی زندگی ہی اصل میں نعت رنگ کے مقصد میں کامیابی کی روشن دلیل ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۰، اپریل ۲۰۰۰ء:

نعت رنگ کے شمارہ ۱۰ میں تنقیدی نوعیت کے دو اہم مضامین شامل ہیں۔ دو شماروں میں غیر حاضری کے بعد رشید وارثی کا اہم اور بنیادی مضمون تقویت کا باعث ہے جبکہ بے باک اور نڈر نقاد پروفیسر شفقت رضوی اپنے مضمون کے ساتھ حاضر ہیں۔

۱۔ اُردو نعت میں ادب رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں — رشید وارثی

۲۔ اُردو نعت پر تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب (تعارف و تجزیہ) — پروفیسر شفقت رضوی

رشید وارثی کا تنقیدی مضمون ''اُردو نعت میں ادب رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں'' ہے۔ انھوں نے ''ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں'' اپنی اسی دیرینہ روایت کی پاسداری کی ہے۔ موصوف نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب واحترام کو اپنے اس مضمون میں انتہائی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بارگاہِ رسالت سے ان کا قلبی تعلق اور ادب واحترام اس مضمون کے ہر ہر لفظ اور جملے سے آشکارا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''......ہم اس روح فرسا حقیقت کو بھی فراموش نہیں کر سکتے کہ اُردو کے نعتیہ ادب میں ایسے اشعار کی بھی کمی نہیں

جو بارگاہِ محبوب وممدوح کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان اور آپ کے ادب واحترام کو ہر آن پیش نظر رکھنے کے حوالے سے کتاب وسنت کی واضح تعلیمات کے نہ صرف منافی ہیں بلکہ ان میں سے بعض اشعار میں تو غیر مؤدب اظہار کی ایسی مثالیں بھی ہمارے سامنے آتی ہیں جن میں موجود رکیک، سوقیانہ و عامیانہ بلکہ معاذ اللہ گستاخانہ حد تک گرے ہوئے الفاظ و معانی اور اندازِ بیان سے کسی طور چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ فقہی اعتبار سے یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں کسی شخص کی غلطیوں کی پردہ پوشی کرنے کے بجائے ان کی نشاندہی ہر صاحب علم پر واجب ہو جاتی ہے۔'' (۵۶)

اُردو نعت میں شانِ رسالت سے فروتر اشعار کی جانب صاحب مضمون نے توجہ دلائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بہت سے اشعار ایسے ہیں جن میں رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان متاثر دکھائی دیتی ہے۔ بعض شعراء کا یہ عمل کتاب وسنت کی واضح تعلیمات کے تناظر میں غیر مناسب ہے۔ رشید وارثی نے جو سب سے زیادہ اہم نکتہ بیان کیا ہے کہ ایسے الفاظ و معانی اور اندازِ بیان سے چشم پوشی ہرگز نہ برتی جائے جو حضور ﷺ کی رفعت شان میں کسی کمی کا باعث بنے۔ جو صاحبانِ علم و ادب ہیں وہ غلطیوں کی پردہ پوشی کے بجائے ان کی واضح نشان دہی کریں۔ رشید وارثی اس کی مثال پیش کرتے ہوئے ایک شاعر کا شعر پیش کرتے ہیں۔

''آدمی کو لباسِ تمدن دیا اس نے بابِ جہالت میں تحریف کی

اس شعر کے مصرعہ ثانی کا انداز بہت رکیک ہے۔ جس میں شاعر صاحب نے شاید اپنی لاعلمی کی بناء پر تحریف جیسے منفی اور مذموم روّیے کو ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا ہے حالانکہ تحریف ایک ایسا فعل ہے جو رذائل اخلاق میں شمار ہوتا ہے۔'' (۵۷)

رشید وارثی نے اس شعر کے مصرعہ ثانی کی کم مائیگی اور رکیک پن پر بحث کی ہے۔ شاعر نے لفظ تحریف کو نبی پاکؐ سے کس سوچ کے تحت منسوب کیا۔ اس غیر محتاط رویے کی وجہ شاعر کی اس لفظ کے بارے میں کم علمی یا لاعلمی بھی ہو سکتی ہے مگر قصداً ایسے الفاظ کا استعمال نبی پاکؐ کی عظمت شان کے سخت خلاف ہے۔ رذائل اخلاق کی ایک اور مثال پیش کرتے ہوئے شاعر کے رکیک پنے کو ظاہر کیا ہے جس میں شاعر موصوف نے شاید اپنی لاعلمی کی وجہ سے تحریف جیسے منفی اور مذموم روّیے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مربوط کیا ہے۔ شعراء کو شعر نظم کرتے وقت بہت احتیاط اور حد درجہ ادب واحترام کی ضرورت ہے۔

پروفیسر شفقت رضوی ایک صائب اور ثقہ تنقید نگار ہیں۔ بظاہر شعبہ نعت سے آپ کی وابستگی نہیں، مگر اس کے باوجود اُردو کے نعتیہ ادب میں ان کی تحریر و تنقید کو بلند تر مقام حاصل ہے۔ ساری زندگی ادب کے گیسو سنوارے اور فضل الحسن حسرت موہانی کے افکار و نظریات کو بھی دوام بخشتے رہے۔ ان کی تنقید نعت کا شعور بہت بلند اور دوٹوک ہے۔ وہ صرف نفس مضمون کو سامنے رکھتے ہوئے بے لاگ گفتگو فرماتے ہیں۔ شفقت رضوی کا قلم مذہبی چپقلش سے کوسوں دور رہتا ہے۔ وہ تنقیدی مباحث کے بعد جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں وہ بہت بلند پایہ اور انفرادیت کا حامل ہوتا ہے۔ قدرت نے ان کو بے شمار تنقیدی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ جس کا بیّن اظہار ان کی تنقید و تحریر سے عیاں ہے۔ ان کا مضمون ''اُردو نعت پر تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب (تعارف و تجزیہ)'' پر مشتمل

ہے۔اسی حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب ''اُردو کی نعتیہ شاعری'' کی بابت وہ لکھتے ہیں:

''......کتاب بہت سی خوبیوں اور کچھ خامیوں کے ساتھ اس لیے بھی اہم ہے کہ ایک اہم علمی، مذہبی، ادبی موضوع پر اظہارِ خیال کی راہیں اس کے ذریعے کھلیں۔ذہن کے دریچے وا ہوئے۔فکر ونقد ونظر کے امکانات بڑھے۔اگر یہ کتاب منظر عام پر نہ آئی ہوتی تو مابعد جو کام ہوا ہے وہ شاید اس تیزی سے نہ ہوتا۔''(۵۸)

پروفیسر شفقت رضوی نے مذکورہ کتاب کی خوبیوں اور خامیوں پر اظہارِ خیال کیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اس کتاب نے اہم علمی، مذہبی، ادبی موضوع پر تنقید و تحریر کی نئی راہیں کھولی ہیں۔اذہان کو وسعت ملی اور سوچ و فکر کے نئے زاویوں کی نشاندہی ہوئی ہے۔اگر یہ کتاب صاحبانِ نقد ونظر کے زیرِ مطالعہ نہ آتی تو بعد میں ہونے والا کام اس قدر تیزی سے نہ ہوتا۔اس کتاب نے نعتیہ ادب میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا ہے۔

پروفیسر شفقت رضوی ڈاکٹر ریاض مجید کی کتاب ''اُردو میں نعت گوئی'' کی بابت رقم طراز ہیں:

''......پورے مقالہ میں چند ہی مقامات ایسے ہیں جہاں انھوں نے اپنی رائے قلم بند کرنے کے بجائے کسی کے فرمودہ پر انحصار کیا ہے۔یہ صورت بھی آخری حصے میں ہے جہاں ان کے قلم پر تھکن طاری ہوتی دکھائی دیتی ہے۔(۵۹)

پروفیسر شفقت رضوی نے ڈاکٹر ریاض مجید کی کتاب کو حد درجہ سراہا ہے جگہ جگہ اس کی تعریف و توصیف کی ہے۔دیگر محققین کی کتب سے زیادہ اُنھوں نے ریاض مجید کی کتاب کو اوّلیت کا درجہ دیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ پوری کتاب میں چند ہی مقامات ایسے ہیں جہاں اُنھوں نے اپنی رائے کو نہیں بلکہ دوسروں کے فرمودات کو ترجیح دی ہے۔یہ صورت حال کتاب کے آخری حصے میں نمایاں دکھائی دیتی ہے جہاں ان کے قلم پر تھکن کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔

پروفیسر شفقت رضوی نے نعتیہ ادب کی کل آٹھ کتب پر تنقیدی اور تعمیری تبصرہ کیا ہے۔موصوف کی تحریر میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن سے اختلافِ رائے بھی ممکن ہے۔ان سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔مگر ان تمام باتوں کے باوجود ان کی تنقیدی بصیرت اور تحقیقی گرفت قابلِ داد ہے۔شفقت رضوی صاحب ادب کے شناور تھے۔معاشرت اور معاشرے کی ہر اچھائی اور بُرائی سے خوب واقف تھے۔ان کی یہ رائے اپنے دامن میں استثنا لیے ہوئے ہے۔لکھتے ہیں:

''اس سے قبل بھی تحریر میں آ چکا ہے ایک دو نعتیں لکھ کر جو رسمی خانہ پُری کرتے ہیں، مشاعرہ لوٹنے کے لیے چند نعتیہ اشعار کہہ لیتے ہیں یا ٹیلی ویژن میں رونمائی اور حصول چیک کے لیے اس صنف میں زور آزمائی کرتے ہیں ان کو نعت گویوں کے قابلِ احترام گروہ میں شامل کرنا زیادتی ہے۔وہ لوگ ہرگز نعت گو کہلانے کے مستحق نہیں جن کا ظاہر قرآن، حدیث، اسوۂ حسنہ کے برخلاف رہا ہے اور اپنی گمراہی پر فخر کرتے رہے ہیں۔لیکن مقالہ نگاروں کی مجبوری یہ ہے کہ ان کو ڈگری اعلیٰ درجہ کے مواد پر نہیں مقالہ کی ضخامت اور اسم شماری پر ملتی ہے۔(۶۰)

مندرجہ بالا مختصر سے اقتباس میں مضمون نگار نے ہمہ جہت گفتگو فرمائی ہے۔جس سے موصوف کی قلبی عقیدت اور تنقیدی بصارت ظاہر ہے۔پروفیسر صاحب کا شمار سخت اور بے لاگ تنقید نگاروں میں ہوتا ہے۔وہ ایک دو نعتیں لکھ کر رسمی خانہ پُری کرنے والوں سے سخت نالاں ہیں جو صرف ظاہری لفاظی کے زور سے سستی شہرت، مالی منافعت کے آرزومند ہیں۔ یہ انداز سراسر اس صنف لطیف کے اعلیٰ و ارفع مقاصد کے منافی ہے۔ایسے حضرات کو نعت گو کہلانے کے مستحق بھی نہیں جن کا طرز عمل اور

شخصیت سیرت و اسوہ حسنہ سے متصادم ہو مگر وہ اپنے قول و فعل کے اس تضاد پر نازاں بھی دکھائی دیتے ہوں۔ مقالہ نگاری کے ساتھ دیگر مسائل کے علاوہ یہ مسئلہ بھی ہے کہ زیادہ تر مقالے کے مواد کو اس بنا پر اہمیت نہیں دی جاتی کہ وہ اعلیٰ پائے کا ہے یا نہیں بلکہ مقالہ کی ضخامت اور اسم شماری کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء:

۱۔ اُردو نعت میں ''صلعم'' کا استعمال اور اس کے مضمرات	رشید وارثی
۲۔ نعت اور احترام بارگاہِ رسالت	پروفیسر محمد اکرم رضا
۳۔ نعت کے موضوعات	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری
۴۔ نعتیہ شاعری کے لوازمات	ظہیر غازی پوری
۵۔ گفتنی ناگفتنی	پروفیسر شفقت رضوی
۶۔ غزل میں نعت کی جلوہ گری (ایک جائزہ)	احمد صغیر صدیقی

نعت رنگ کے گیارہویں شمارے میں تنقیدی نوعیت کے مضامین زیادہ ہیں۔

اس گیارہویں شمارے میں بھی رشید وارثی کے تنقیدی مضمون کو اوّلیت حاصل ہے۔ رشید وارثی نے اپنے مضمون ''اُردو نعت میں ''صلعم'' کا استعمال اور اس کے مضمرات'' سے عوام و خواص کو آگاہ کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''...... ''صلعم'' کی حیثیت (املا و تلفظ کے اعتبار سے) ایک لفظ کی ہے اور اس مہمل لفظ کی ادائیگی سے ایک عام مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اقدس کے ساتھ درود شریف ادا کیا ہے اور اس طرح وہ درود شریف کی سعادت و برکات سے محروم رہ کر ترکِ واجب کا مرتکب ہو جاتا ہے۔'' (۶۱)

رشید وارثی اسی حوالے سے مزید وضاحتی انداز میں کہتے ہیں:

> ''اُردو کے نثری ادب کی حدود کو عبور کر کے بعض نعت گو شعرائے کرام میں بھی اس روّیے کو اپنانے کی شروعات ہو چکی ہیں جس کی ایک مثال اُردو کی ایک طویل نعتیہ نظم میں شامل یہ شعر ہے:
>
> مطاعِ آدم و انجم متاعِ لوح و قلم   محمد اُمّی محبوب کبریا ''صلعم'' (۶۲)

رشید وارثی کا متذکرہ مضمون ایک خوبصورت کاوش ہے جس میں فاضل مضمون نگار نے ''صلعم'' کی غلط روایات کے حوالے سے بصیرت افروز تحریر سپردِ قلم کی ہے۔ اس کے مضمرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے۔ ایک عام مسلمان صلعم لکھ کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود شریف کا نذرانہ پیش کیا ہے مگر ایسا نہیں ہے۔۔ وہ یہ لفظ لکھ کر درود شریف کی سعادت و برکت سے محروم رہ جاتا ہے۔ یہ روایت کہیں عام نہ ہو جائے اس لیے اُنھوں نے کمالِ احتیاط کے ساتھ اس کے مضمرات کو دلائل و براہین کی روشنی میں پیش کیا ہے تا کہ عام قارئین سے لے کر صاحبان علم و ادب تک تمام لوگ اس لفظ کو محض لفظ مہمل سمجھیں اور حضور پاکؐ کے ذکر پاک کے ساتھ درود شریف کا ورد کر کے اس کے اجر سے فیض یاب ہوں۔

پروفیسر محمد اکرم رضا اُردو نعت کے صاحب طرز ادیب اور معروف شاعر و نقاد ہیں۔ نظم کے ساتھ ساتھ نثر بھی لاجواب

تحریر کرتے ہیں۔آپ کا طرزِ نگارش دلوں کو مسخر کرتا ہے۔آپ کا قلم قرطاس پر نہیں دل پر دستک دیتا ہے۔آپ کا اسلوبیاتی انداز نعتیہ ادب میں بہت معروف ہے۔آپ کا مضمون ''نعت اور احترام بارگاہِ رسالت'' خاصہ کی چیز ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''جدّتِ طبع کے نام پر بعض شعرا کی ایسی نعتیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں جن کا عنوان نعت رسول نہ ہو تو معلوم ہی نہ ہو کہ یہ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ارمغانِ عقیدت پیش کر رہے ہیں یا کسی محبوب مجازی کے حسن اور اپنے عشق کی واردات بیان کر رہے ہیں۔ادب واحترام اور سوزِ عقیدت سے خالی یہ نعتیں محض رسمیات کا درجہ رکھتی ہیں۔''(٦٣)

اکرم رضا جدت پسند شاعروں کی نعت پر طبع آزمائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان شعرا کا انداز نعت گوئی ایسا ہے کہ جیسے شاعر اپنے محبوب مجازی کے حسن وعشق کی وارداتیں بیان کر رہا ہے کیونکہ اس نعتیہ کلام میں نہ ادب واحترام کا پہلو ہے نہ نبیؐ سے عقیدت ومحبت کا تقدس دکھائی دیتا ہے۔ایسی نعتیں حضورؐ کی تحسین وتوصیف کے امکانات سے بے روح دکھائی دیتی ہیں۔اگر ایسی شاعری پہ نعت رسولؐ کا عنوان نہ ہو تو اس کے رسمی انداز کی وجہ سے نعت سمجھنے میں دقت پیش آسکتی ہے۔

پروفیسر اکرم رضا نے اس طویل اور کارآمد مضمون میں صرف اُردو کی نعتیہ شاعری کو موضوع نہیں بنایا بلکہ عربی اور فارسی کی نعتوں سے احترام بارگاہِ رسالت کی بے شمار مثالیں پیش کی ہیں۔فاضل مضمون نگار ساری زندگی نعت کے احیا اور احترامِ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عملی طور پر کوشاں رہے۔

''نعت کے موضوعات'' ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری (بھارت) کا یہ مضمون تحقیق وتنقید سے عبارت ہے۔ڈاکٹر محمد اسماعیل نے اپنے اس مضمون کو سیر حاصل انداز میں رقم کیا ہے۔نعت کے موضوعات کی بالصراحت وضاحت کی گئی ہے۔ موضوعات نعت کے اس اجمالی جائزہ کو دو بنیادی شقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔اولاً اساسی موضوعات اور ثانیاً ثانوی موضوعات۔ اساسی موضوعات میں مولود نامہ یا میلاد نامہ،نور نامہ،معراج نامہ، وفات نامہ،حلیہ شریف،سلام نگاری وغیرہ کو پیش کیا ہے۔ مضمون نگار نے مختلف عنوانات کے تحت پچیس ثانوی موضوعات بھی گنوائے ہیں۔موصوف ''نعت میں مقامی رنگ'' کے انداز کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''اُردو نعت کے فن اور اُردو نعت کے مضامین پر جو بھی مقامی اثرات نظر آتے ہیں،وہ درحقیقت ہندوستان کی صنم پرست ذہنیت کے عکوس ونقوش ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی ہندوستان میں آکر ان اصنام یا دیوتاؤں کی مدح طرازی سے خاصی متاثر ہوئی،جن کے گیت بھجنوں میں گائے جاتے ہیں۔یہاں اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ میں رسول کو شامل کر کے دونوں کو ذاتِ واحد بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔''(٦٤)

مضمون نگار کہتے ہیں اُردو نعت کے فن اور اُردو نعت کے مضامین پر جو بھی مقامی اثرات دکھائی دیتے ہیں وہ دراصل ہندوستان میں صنم پرستی کی روایتی علامات ہیں۔نعت نگاری نے جب ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا تو یہاں صنم پرستی عام تھی۔ دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے ان کی مدح میں شعر تحریر کیے جاتے تھے اور پھر انھیں سازوں کے ساتھ ملا کر گیتوں کی شکل دی جاتی تھی۔ مدح سرائی کے اس انداز سے مسلمان شعرا نے بھی اثر قبول کیا۔ جیسے صنم پرستی میں شاعر ایک بت کی خصوصیات کو

دوسرے بت کی خصوصیات میں شامل کر لیتا تھا اسی طریقہ سے بعض نعت گو مسلمان شعرا نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں نبی پاکؐ کی صفات کو اس طرح شامل کیا گیا ہے کہ نعت پر حمد کا اور حمد پر نعت کا گماں ہوتا ہے۔

ظہیر غازی پوری (بھارت) کا مضمون ''نعتیہ شاعری کے لوازمات'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس میں انھوں نے شعرا کی فکری اور اظہاری اغلاط کی جانب اشارے کیے ہیں۔ مضمون نگار نے اپنے مضمون میں کچھ اشعار میں عروضی اسقام کی نشان دہی بھی کی ہے۔ اُنھوں نے نعتیہ شاعری کو فنی و فکری لحاظ سے زیادہ معیاری بنانے کا مشورہ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''نعتیہ شاعری میں ایسے اشعار کی بھی کمی نہیں جن میں ''ذرا سی لغزش''، ''ذرا سا غلو''، ''ذرا سا عجز'' ہی نہیں عملاً اور قصداً ایسا جارحانہ طرز اختیار کیا گیا ہے جس میں ''کفر و ضلالت'' سے تعبیر نہ بھی کروں تو گستاخانہ اندازِ بیان اور سخت قابل اعتراض تخاطب میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔''(۶۵)

ڈاکٹر محمد اسماعیل کہتے ہیں نعتیہ شاعری میں ایسے اشعار کثرت سے ملتے ہیں جن میں لغزش و غلو اور عجز قصداً شامل کیے گئے ہیں اور یہ طرز تحریر ایسا ہے کہ اسے کفر و ضلالت سے تعبیر نہ بھی کیا جائے تو شاعر کا انداز اس قدر گستاخانہ اور قابل اعتراض ہے کہ جسے بیان کرنا میرے لیے باعث تکلیف ہے۔ کیونکہ ایسے اندازِ بیاں کی نشاندہی کرنا اور سخت ترین الفاظ میں مذمت کرنا بے حد ضروری ہے۔

پروفیسر شفقت رضوی کا مضمون ''گفتنی ناگفتنی'' کے عنوان سے طبع ہوا ہے۔ موصوف کی نظر میں وسعت اور اندازِ نقد میں سخت گرفت کا عنصر شامل ہے۔ مضمون نگار اپنے مضمون میں مصلحت کوشی سے پردہ اُٹھاتے نظر آتے ہیں۔ ان کے وسیع مشاہدات اور ذاتی تجربات تحریر سے بھی عیاں ہوتے ہیں۔ پروفیسر شفقت رضوی کہتے ہیں۔

> ''عام شعری انتخاب میں چاہے کتنی ہی آزادروی سے کام لیا جائے، حمد و نعت کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے کیوں کہ جب قاری کے سامنے کسی شاعر کی گھناؤنی تصویر موجود ہو اور وہی شاعر چہرہ بدل کر حمد گو یا نعت گو بن کر سامنے آتا ہے تو قاری اسے ''منافق'' قرار دیتے ہوئے اس کے کلام کو پڑھنے کا بھی روادار نہیں ہوتا۔''(۶۶)

پروفیسر شفقت رضوی عام شاعری کے حوالے سے شاعر کی آزادانہ سوچ کے حامی نظر آتے ہیں لیکن حمد و نعت کے باب میں سخت احتیاط و احترام کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ موصوف اپنے طویل مشاہدات کی روشنی میں کہتے ہیں کہ حمد و نعت گو شاعر شخصی و کرداری پہلوؤں سے شفافیت کا حامل ہو۔ کیونکہ ایسے شعرا جو متضاد کردار و عمل رکھتے ہیں قارئین انھیں ان کے کلام سمیت رد کر دیتے ہیں۔

''غزل میں نعت کی جلوہ گری (ایک جائزہ)'' احمد صغیر صدیقی کا مضمون ہے۔ نعت کے نویں شمارے میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا ایک مضمون بعنوان ''غزل میں نعت کی جلوہ گری'' شائع ہوا تھا جس میں ڈاکٹر کشفی نے بہت سے غزل کے اشعار میں نعتیہ شاعری کے معنیاتی رنگ ظاہر کیے تھے۔ احمد صغیر صدیقی نے ڈاکٹر کشفی کے اخذِ مطالب کے طریقِ کار سے اختلاف کیا ہے۔ احسان دانش کے ایک شعر کو ڈاکٹر صاحب نے غزل کے بجائے نعت کا شعر کہنے پر اصرار کیا تھا۔ مضمون نگار نے اس خیال سے اختلاف کو روا رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ہوائیں ماری ماری پھر رہی ہیں ترا نقشِ کفِ پا ڈھونڈنے کو

''جناب کشفی نے اسے نعت کا بہت اچھا شعر قرار دیا ہے۔ میں ان کی پسندیدگی کی تہہ تک نہیں پہنچ سکا۔ حضور اکرم کا نقش کف پا تو اس کائنات کے ذرّے ذرّے پر مرتسم ہے۔ مگر مندرجہ بالا شعر میں جو الفاظ ہیں ان کے وسیلے سے مطلب نکالا جائے تو اندازا ہوتا ہے کہ یہ نقش عنقا ہے اور صورت یہ ہے کہ ہوائیں (جو اس کرۂ ارض کو محیط کیے ہوئے ہیں) وہ بھی اس کی تلاش میں بولائی ہوئی ہیں۔ ماری ماری پھر رہی ہیں۔ (گویا کہیں نظر نہیں آ رہا ہے) کم از کم مجھ کم فہم کی سمجھ میں یہی آ رہا ہے۔ اسے نعت کا شعر ہی نہیں کہا جا سکتا چہ جائے کہ ''بہت اچھا''۔ (٦٧)

احمد صغیر صدیقی کہتے ہیں کہ متذکرہ شعر کو ڈاکٹر کشفی نے نعت کا بہت اچھا شعر قرار دیا ہے۔ موصوف نے ڈاکٹر کشفی کی رائے اور سوچ سے سخت اختلاف کرتے ہوئے اس بات کو حقیقت سے بعید قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقش کف پا تو اس کائنات کے ذرّے ذرّے پر نقش ہے جب کہ شاعر کے مطابق اس کفِ پا کی تلاش میں ہوائیں ماری ماری پھر رہی ہیں۔

نعت رنگ شمارہ نمبر۱۲، اکتوبر ۲۰۰۱ء

اس شمارے میں تنقیدی نوعیت کے مضامین کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ نعتیہ شاعر خارج از نصاب کیوں؟ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری (بھارت)

۲۔ کیا نعت ایک صنف سخن ہے؟ سیّد حسین احمد (بھارت)

۳۔ تقاضائے نعت محمد ملک الظفر سہسرامی (بھارت)

۴۔ نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلات تنقید (ایک مطالعہ) عزیز احسن

''نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں؟'' ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری (بھارت) کا ایک لائق مطالعہ مضمون ہے۔ اس تفصیلی مضمون میں موصوف نے نعت کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے نعتیہ شاعری کے وہ عوامل بیان فرمائے ہیں جس کی وجہ سے نعتیہ شاعری ہمیشہ نصاب سے خارج رہی۔ نعت کے علاوہ دیگر اصناف کو داخل نصاب کر لینے اور اس گراں مایہ صنف سے اغماض برتنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس مقدس صنف کو اظہارِ عقیدت اور تحصیل برکت کا محض ایک وسیلہ سمجھا گیا اور اس کی علمی و فنی حیثیت سے آنکھ بند کر لی گئی۔ وہ لکھتے ہیں۔

''اس درس وتدریس میں حزم واحتیاط اور بیداریٔ ذہن وقلب کی حیثیت شرطِ اوّل کی ہے ورنہ دورانِ درس ہر شے کا مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔ احتیاط وحزم کا مطلب قطعی طور پر یہ نہیں کہ اس تخلیق کو پڑھانے سے گریز کیا جائے۔ جس میں حزم واحتیاط کی زیادہ ضرورت ہو۔ عرفیؔ نے نعت کی بابت کہا ہے اور درست کہا ہے:

عرفیؔ مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا ست

آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

لیکن کیا بہ تقاضائے حزم واحتیاط تخلیق نعت کے دروازے بند کر دیے گئے؟ ظاہر ہے ایسا نہیں کیا گیا تو پھر

نصاب میں اشتمال نعت کے بارے میں اخراج کا رویہ کیوں؟ جب نعت خوانی اور تخلیق نعت کا سلسلہ بہ حسن و خوبی (ماشاءاللہ) چل رہا ہے اور ان شاءاللہ ابدالآباد تک چلتا رہے گا تو پھر نصاب کے ساتھ یہ برخلاف اور متضاد سلوک کیسا؟

سابقہ معروضات کا ماحصل یہ ہے کہ نعت کو تنقید سے بالاتر سمجھنا، نعت کے کینوس کا بہت زیادہ وسیع ہونا، نعت کے لیے وسیع و عمیق مطالعے کی احتیاج، نعت کی عسیرالفہمی اور دقت پسندی، اساتذہ کی سہل پسندی، لائق و فائق اور مجتہد اساتذہ کی کم یابی، حزم و احتیاط اور بیداریٔ ذہن و قلب کے تقاضے، معاشرے کی مذہب بیزاری، نعت کو تحصیل برکت اور اظہار عقیدت کا محض ایک وسیلہ سمجھنا اور کفر کے فتوؤں کا خوف...... مختصراً یہی وہ وجہیں ہیں جن کے باعث نعت نصاب سے خارج ہے۔''(۶۸)

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد نے درس و تدریس کے حوالے سے انتہائی اہم موضوع کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے۔ حزم و احتیاط ذہن رسا اور قلب وسیع تدریس نعت کی ابتدائی اساس ہیں۔ انھیں ساتھ لے کر چلنا ہے نہ کہ ان سے پہلو تہی کرنے کے لیے نعت کی تدریس ہی سے گریز کرلیا جائے۔ نعت خوانی اور تخلیق نعت کا سلسلہ حسن و اہتمام کے ساتھ جاری ہے اور یہ سلسلہ بفضلِ خدا قیامت تک جاری و ساری رہے گا تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے شامل نصاب نہ کیا جائے۔ اس شعبہ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود اسے نصاب تعلیم میں شامل نہیں کیا جا رہا ہے جبکہ دیگر اصناف سخن جن کا دائرہ کار محدود ہے اس کے باوجود اُنہیں نصاب کا حصہ قرار دیا جا چکا ہے جب کہ صنف نعت کا تعلق بنیادی طور پر درس و تدریس سے ہی ہے۔ نعت کی درس و تدریس شخصیت کے نکھار، علم و ادب کے وقار کو دوبالا کرتی ہے۔ نعت صرف شخصیت کی تعمیر ہی نہیں کرتی بلکہ یہ معاشرے اور ماحول کو بھی پاکیزہ تر کرتی ہے۔ نعت کا کینوس بہت وسیع ہے جس کے لیے بہت گہرے مطالعے کی ضرورت ہے۔ قابل اساتذہ کی کمی اور دستیاب اساتذہ کی تن آسانی معاشرے کی مذہب سے عدم توجہی اور نعت کو محض مطالعے اور سننے کی حد تک محدود کر کے ذریعہ عقیدت بنانا، جذبات و احساسات کے تقاضوں میں بے جا احتیاط برتنا ایسی وجوہات ہیں جن پر متضاد رویوں نے نعت کو نصاب کا حصہ بننے سے روک رکھا ہے۔

سیّد حسین احمد (بھارت) کا ایک مضمون ''کیا نعت ایک صنف سخن ہے؟'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ الحمدللہ! نعت موضوعاتی شاعری ہونے کے باوجود ایک صنف سخن ہے۔ مصنف کی رائے سے اختلاف ممکن ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''عربی، فارسی اور اُردو زبان کے تقریباً تمام شاعروں نے نعت نبی لکھنا اپنا جزوِ ایمان سمجھا ہے اور ان میں سے اکثر نے معیاری نعتیں بھی لکھی ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی عمر تقریباً ساڑھے چودہ سو سال ہے اور خود زبان اُردو میں اب تک کی تحقیق کے مطابق اس کی تاریخ ملک محمد جائسی کی مشہور نظم پدماوت سے ملتی ہے۔ چودھویں صدی ہجری کے تقریباً وسط کی تصنیف ہے لیکن نعتیہ شاعری کی اتنی طویل عمر ہونے کے باوجود اسے موضوعاتی شاعری کا ہی درجہ حاصل رہا۔ اسے صنف سخن نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ نہ ابھی تک اس کا فارم مقرر ہوا ہے اور نہ اجزائے ترکیبی۔ آپ دیکھیں نعت غزل کے فارم میں بھی لکھی جاتی ہے، قصیدے کے فارم میں بھی، مسدس، قطعہ اور رباعی کے فارم میں بھی۔ نعت کے علاوہ غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی اور رباعی کا فارم مقرر

ہے۔اس کے اجزائے ترکیبی متعین ہیں۔''

''نعت لکھنے والوں کو اتنا کوتاہ دل نہیں ہونا چاہیے۔نعت صرف توشئہ آخرت نہیں ہے بلکہ ادب بھی ہے، اسے پرکھنے اور اس کی ادبی قدر و قیمت متعین کرنے کا ناقد کو پورا پورا اختیار ہے۔اس پرنعت گو کو چیں بہ چیں نہیں ہونا چاہیے۔''(۶۹)

سیّد حسین احمد نے بہت وقت گزرنے کے بعد اس سوال کو دوبارہ اُٹھایا ہے وہ حضرات جو نعت کو صنف سخن نہیں تسلیم کرتے تھے، وہ بھی آج یہ بات کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ بلاشبہ صنف نعت کا تعلق ایک موضوعاتی شاعری کے زمرے میں ہوتا ہے۔مگر اس کے باوجود تمام اصنافِ سخن کی یک جائی اور جلوہ گری صرف اور صرف صنف نعت میں دکھائی دیتی ہے۔دیگر اصناف سخن اس خصوصیت سے عاری ہیں۔فن شاعری میں اگر تمام اصناف سخن کا تنوع دیکھنا ہے تو صرف نعت کا مطالعہ ضروری ہے۔نعت صرف صنف سخن ہی نہیں بلکہ وہ اصناف سخن کا گلدستہ ہے کہ جس نے اپنے دامن میں تمام سخن کی اصناف کو سمیٹ لیا ہے۔صنف نعت کی یہ وسعت ہے کہ باقی ماندہ اصناف نعت کے دامن میں پناہ ڈھونڈ رہی ہیں۔قدیم سے قدیم اور جدید سے جدید اصناف سخن کی بقا کی ضامن صرف نعت اور صرف نعت ہے۔دیگر اصناف کے فارم اور اجزائے ترکیبی مقرر ہونے کے باوجود وہ نعت جیسی مقبولیت سے دور ہیں۔فی زمانہ نعت صرف توشئہ آخرت ہی نہیں بلکہ یہ زندہ ترین ادب کی پہچان اور علامت ہے۔

مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی نے اپنے مضمون ''تقاضائے نعت'' کے آخر میں شبلی نعمانی کے حوالے سے ڈاکٹر عارف بیدار کا ایک دل دہلانے والا اقتباس نقل کیا ہے۔

''ناقدین اُردو ادب (نعوذ باللہ من ذالک) ان دقیانوس علماء کی شاعری کی تاریخ سے اُردو ادب کی تاریخ کو داغدار کرنا کب گوارہ کرتے۔آپ حیرتوں کے ساتھ ڈاکٹر عارف بیدار کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو انھوں نے ''غزلیات شبلی'' میں تحریر کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ ''ہمارے مکرم اولاد صاحب نے توجہ دلائی کہ اتنا خوب صورت شاعر (شبلی نعمانی) مدت سے چھپا پڑا ہے ہمیں اس پاداش میں کہ وہ ''الفاروق'' اور ''سیرۃ النبی'' کا بھی مصنف ہے اور صرف اس جرم میں کہ باریش تھا اور مولانا علامہ کا ایک الگ امیج بن چکا تھا حالاں کہ اس کے تخلیقی ذہن کا حسین ترین حصہ فارسی شاعری میں چھپا پڑا ہے۔'' (غزلیات شبلی) مذکورہ اقتباس نے تو ناقدین اردو ادب کی عصبیت کو بیچ چوراہے پر ننگا کر دیا گویا اس کا باریش و باوضع ہونا ہی ناقابل معافی جرم ہے۔(العیاذ باللہ)''(۷۰)

ڈاکٹر عارف بیدار نے ناقدین اردو ادب کی تنگ نظری اور تنگ دلی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شاعری میں تقاضائے نعت کو کبھی بھی اہمیت نہیں دی گئی۔جس کی وجہ سے یہ تکلیف دہ صورت حال ہمارے سامنے ہے۔یہ صنف نعت کی قوت و عظمت ہے کہ جس نے ہر دور میں تقاضائے نعت کی اہمیت و افادیت کو منوایا ہے۔اس تنگ نظری کے باوجود بھی لوگ نعت کے پاکیزہ تصور اور نعت کے تقدس کو پامال نہ کر سکے۔یہ اعزاز صرف صنف نعت کو حاصل ہے۔اُس نے ہر دور میں تقاضائے نعت کے تقاضوں کو پورا کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج اسے صنف سخن تسلیم نہ کرنے والے بھی اس کی اہمیت کے گُن گا رہے ہیں۔

نعت ادب میں تنقید اور مشکلات تنقید (ایک مطالعہ) عزیز احسن کا مضمون ہے۔جس میں مضمون نگار نے ادیب رائے

پوری کی کتاب کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''ادیب رائے پوری کا مطالعہ بڑا وسیع ہے۔ اس بات کا اندازہ تو اس کتاب کے حرف حرف سے ہو رہا ہے۔ لیکن اپنے مطالعے سے درست علمی مواد اخذ کرنا اور نتائج کو رطب و یابس سے محفوظ رکھتے ہوئے موزوں طریقے سے موزوں الفاظ میں پیش کرنا (اس مقالے کی حد تک) ممکن نہ ہو سکا۔ ''تنقید اور مشکلات تنقید'' کے سیاق کو انھوں نے غیر ضروری طوالت سے ہم کنار کر دیا ہے۔ اس کے باوجود دُرِ مقصود ان کے ہاتھ نہیں آ سکا۔'' (۷۱)

عزیز احسن ادیب رائے پوری کے وسیع مطالعے کے معترف تو دکھائی دیتے ہیں لیکن ادب کے موضوع پر ان کے طویل تبصرے کو انھوں نے غیر ضروری طوالت قرار دیا گیا ہے جس سے اس تصنیف کے مقاصد پھر بھی کھل کر سامنے نہیں آ سکے۔ یہاں عزیز احسن کی رائے سے اختلاف ممکن ہے۔ تنقید نعت کے ضمن میں یہ وہ واحد کتاب ہے جو متفرق موضوعات پر مضامین کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ پہلے اس کا عنوان منتخب ہوا اور پھر کتاب تحریری وجود میں آئی۔ وگرنہ عام تنقید نعت پر شائع ہونے والی کتب مختلف اوقات میں لکھے گئے متفرق مضامین کا انتخاب ہوتی ہیں جس میں ایک تنقیدی مضمون ڈال کر پوری کتاب کو تنقید نعت بنا دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہر کتاب کو تنقید نعت سے موسوم کیا جا رہا ہے۔ فی زمانہ یہ چلن تنقید نعت کے لیے سازگار نہیں۔ ہمیں ایسی نقد نعت کی کتب کی حوصلہ افزائی کرنا ہو گی جو بالالتزام اور بالقصد موضوع کے انتخاب کے بعد معرضِ وجود میں آئی ہیں۔ کتاب میں مواد کا ہلکا یا بھاری ہونا یہ ایک الگ مسئلہ ہے اور اپنے اپنے زاویۂ نظر کی بھی بات ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۳، دسمبر ۲۰۰۲ء

اس شمارے میں تنقیدی جہت لیے ہوئے یہ مضامین شائع ہوئے ہیں:

مضمون	مصنف
۱۔ نعت کے اشعار میں فنی سقم	شارق جمال (بھارت)
۲۔ حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی میں مضمون آفرینی	ڈاکٹر صابر سنبھلی (بھارت)
۳۔ کہف الوریٰ میری نظر میں	ڈاکٹر سیّد طلحہ رضوی برق (بھارت)

''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' شارق جمال کا تحریر کردہ مضمون ہے۔ پہلے ظہیر غازی پوری نے ایک مضمون لکھا تو اس کا جواب ڈاکٹر صابر سنبھلی نے دیا۔ اب شارق جمال نے اپنے اس مضمون میں دونوں کا جواب دیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے رد میں اور ظہیر غازی پوری کا دفاع کرتے ہوئے دوسرے شاعر کے اشعار کو اعلیٰ حضرت سے منسوب کر دیا۔ صفحہ ۱۶۶ اور ۱۶۷ پر یہ کیفیت دیکھی جا سکتی ہے۔

> ''یہاں میں عرض کروں گا کہ جب ہم شعر سازی کے وقت خواہ وہ نعتیہ ہی شاعری ہو، وزن اور بحر کے ساتھ ردیف اور قوافی کا التزام فرض سمجھتے ہیں، خود پر لازم کرتے ہیں، تو یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اس میں در آنے والے سقم اور تسامح کو بھی شاعری کا عیب مان کر اس سے بچیں۔ فاضل بریلوی کے دو شعر:

حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے	سلام کے لیے حاضر غلام ہو جائے
حضور آپ جو سن لیں تو بات بن جائے	حضور آپ جو کہہ دیں تو کام ہو جائے

......فاضل بریلوی کے نقل شدہ مندرجہ بالا شعروں میں بھی تقابل ردیفیں موجود ہیں۔

ان شعروں کے مصرعے: حضور آپ جو سن لیں تو بات بن جائے

کو اگر یوں کر لیں: حضور آپ جو سن لیں تو میری بات بنے

تو مصرعے کی چستی اور تاثر کی بات بھی برقرار رہے گی اور کہنے والا اپنے ہی لیے کہہ رہا ہے (یعنی ضمیر) ظاہر ہو جائے گا۔'' (۷۲)

شارق جمال کے مطابق شعر سازی کے وقت جس طرح شاعری کے تمام لوازمات کو ساتھ لے کر چلا جاتا ہے بالکل اسی طرح اس کے ممنوعات سے بھی بچ کر چلنا چاہیے۔ وہ شاعر کے اشعار کے مصرعوں میں بھی ذرا سا ردو بدل کر کے مصرعوں کی چستی اور تاثیر کو بڑھانے کی بات کرتے ہیں۔ یہاں شارق جمال نے جو اشعار مولانا احمد رضا خاں سے منسوب کیے ہیں دراصل یہ اشعار مولانا احمد رضا خان کے نہیں۔ مدیر نعت رنگ سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی کے ہیں۔ اس غلطی سے اندازہ ہوتا ہے کہ مضمون نگار کا مطالعہ محدود ہے۔ حضور آپ جو سن لیں کی جگہ سن میں لکھا ہے۔ اب جو دوسری بات اس سے زیادہ اہم ہے کہ مدیر نعت رنگ اور ان کے رفقاء سے ایسی غلطی کیسے سرزد ہوئی۔ کیا صرف چھاپنا ہی ان سب کی ذمہ داری ہے۔ کیا چھپ رہا ہے اسے کون دیکھے گا۔ کیا اس سلسلے میں کوئی ''اعتذار'' نعت رنگ کی جانب سے شائع ہوا۔ اگر نہیں تو یہ اغلاط اب صدیوں سفر کریں گی۔ کسی دوسرے کی اغلاط اعلیٰ حضرت کے نام سے موسوم رہیں گی۔

''حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی میں مضمون آفرینی'' ڈاکٹر صابر سنبھلی کا ایک لائق مطالعہ مضمون ہے جس میں موصوف نے رضا بریلوی کی نعت گوئی کے بہت سے پہلوؤں پر گفتگو کی ہے جس میں مضمون آفرینی کی مثالیں زیادہ موجود ہیں۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی لکھتے ہیں:

''تخیل کی بلند پروازی بھی کسی کلام کو بہترین شعر بنا سکتی ہے اس لیے شاعری کے لیے یہ قوت ازبس ضروری ہے ورنہ شاعری تک بندی بن کر رہ جاتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مضمون آفرینی قوتِ متخیّلہ کا ہی جز ہے، مگر نعت میں اس کے استعمال میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ غزل کی طرح نعت میں ہر جگہ اور ہر موقع پر اس کا استعمال نہیں ہو سکتا۔ امام احمد رضا کو قصیدۂ معراجیہ میں اس کے اظہار کا موقع مل گیا اس لیے اس قصیدے میں نو بہ نو مضامین کے انبار نظر آتے ہیں۔ چند اشعار بطور مثال پیش ہیں:

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ، نکھر کے سنورا، سنور کے نکھرا

حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

یہ جھومنا میزاب زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر

پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر، حطیم کی گود میں بھرے تھے (۷۳)

صابر سنبھلی نے قوت متخیلہ کو مضمون آفرینی کا جز قرار دیا ہے۔ یہ قوت جتنی بلند پرواز ہوگی کلام اتنا ہی اعلیٰ اور معیاری ہوگا ورنہ شاعری صرف تک بندی اور قافیہ پیمائی تک ہی محدود ہو کر رہ جاتی ہے مگر تخیل کی بلند پروازی صنف نعت میں حد درجہ احتیاط کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ انھوں نے امام احمد رضا کے ''قصیدہ معراجیہ'' کے چند اشعار کو قوت متخیلہ کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی وہ خوش نصیب شاعر ہیں کہ جن کے بارے میں سب سے زیادہ مضامین نعت رنگ میں شائع ہوئے۔نعت رنگ نے ایک ضخیم اور قیمتی دستاویز''اعلیٰ حضرت رضا بریلوی نمبر'' کے عنوان سے بھی شائع کی جسے جہانِ رضا کے علمی حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔نعت رنگ کی اس انفرادی خدمت کو ہمیشہ بلند مقام حاصل رہے گا۔اس نمبر میں نعت رنگ کے مدیر نے ذاتی کاوشوں سے اسے بامِ عروج عطا کیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر سیّد طلحہ رضوی برق داناپوری نے قمر وارثی کے کلام نعتیہ''کہف الوریٰ'' کا جائزہ پیش کیا ہے۔برق رضوی وہ خوش نصیب ادیب و نقاد اور صاحب طرز شاعر ہیں کہ آپ نے نعت کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب''ہندوستان میں اُردو کی نعتیہ شاعری''نعتیہ ادب میں پیش کی۔جس کی دھاک آج تک بیٹھی ہوئی ہے۔وہ لکھتے ہیں۔

> ''کہف الوریٰ'' حضرت قمر وارثی کی ایک حمد اور باسٹھ نعتوں کا نہایت خوب صورت اور دیدہ زیب مجموعہ ہے۔ اس سے قبل آپ کا پہلا مجموعہ نعت بعنوان''شمس الضحیٰ''۱۴۰۷ھ میں منظر عام پر آچکا ہے۔افسوس کہ مجھے اس کی زیارت کا شرف حاصل نہیں۔مجلّہ''لیلۃ النعت''میں جناب شہزاد احمد صاحب کے مضمون''کراچی کے نعت گو شعرا''میں قمر وارثی کا مختصر تعارف اور پروفیسر منظر ایوبی کا مضمون''قمر وارثی کی نعت گوئی''نظر سے گزرا۔
>
> شمس الضحیٰ کے مقتبس نعتیہ اشعار سے محظوظ و مکیف ہوا اور جناب قمر کی نسبت و فیضان وارث پاکؒ کا معترف بھی:
>
> جس قدر جنبش قلم دیکھوں مدحت مصطفیٰ رقم دیکھوں
>
> یہ دراصل لرزش تارِ رگِ جاں ہے۔بربط حیات کی ہر صدا اسی زخمۂ عشق نبی پر موقوف ہے۔جناب قمر نے اپنی نعتوں میں فکر و فن کے جوہر دکھانے کی پوری کوشش کی ہے۔مگر ان کی نعتوں کا رواں دواں سادہ و سلیس اور سہل ممتنع کا انداز بڑا دل نشیں ہے۔
>
> وابستہ رکھ حضور سے دامن حیات کا اے دل یہی ہے ایک ذریعہ نجات کا
> (۷۴)

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق اُردو کے ساتھ ساتھ فارسی ادب کے بھی شناور ہیں۔یہی وجہ ہے کہان کے اکثر مضامین وسیع فکر کے غماز ہوتے ہیں۔ان کا شمار نعت کے موضوع پر مستقل لکھنے والوں میں ہوتا ہے۔ان کی تحریر کی کاٹ ایسی ہے کہ اُس سے ہر کسی کا بچنا محال ہے۔وہ صرف معائب سخن ہی نہیں بلکہ معارف سخن بھی شدومد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔اکثر تنقید نگار اس وصف خاص سے عاری ہیں۔اس اقتباس میں ڈاکٹر برق نے قمر وارثی کی نعتیہ شاعری کے محامد و محاسن بیان کیے ہیں۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۴، دسمبر ۲۰۰۲ء

۱۔ اُردو میں نعت گوئی کا فن	ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کچھوچھوی
۲۔ نعت کا ادبی مقام	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری
۳۔ نعت اور رشید احمد صدیقی	ادارہ

نعت رنگ کی بزمِ تنقید میں ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی کا مضمون ہے۔''اُردو میں نعت گوئی کا فن'' لائق مطالعہ تنقیدی مضمون ہے۔وہ کہتے ہیں:

''میری اپنی پتلیاں اُن پتلیوں میں ڈوب جائیں
زیر لب جن پتلیوں میں مسکرائے مصطفیٰ

''پتلیوں میں پتلیاں ڈالنا'' کون سا محاورہ ہے؟ اس میں مدح کا کون سا پہلو ہے؟ جس ہستی کی خاکِ پا کو مومن اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کا آرزومند ہوتا ہے، شاعر بجائے ان کی خاک پا کو اپنی آنکھوں میں لگانے کے اپنی آنکھوں کو ان کی آنکھوں میں ڈبونا چاہتا ہے ایسا کیوں ہے؟ کہنے والا ہی سمجھے۔
یہ بھی شعر دیکھئے:

تیرگی کی بھیڑ سے باہر نکلنا ہے مجھے
میرے آگے ضو فشاں ہے نقش پائے مصطفیٰ

قرآن میں ہے ''اللّٰہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور'' یعنی اللہ ان کا دوست ہے جو ایمان لائے۔انھیں وہ (کفر کی) تاریکی سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے۔قرآن میں یہاں تیرگی سے مراد کفر کی تیرگی ہے کیوں کہ ایمان لانے والا کفر چھوڑ کر ہی ایمان لاتا ہے۔
لیکن یہاں شاعر لکھتا ہے کہ اُسے ابھی تیرگی سے باہر نکلنا ہے۔گویا ابھی اسے ایمان کی روشنی نہیں ملی۔اگر یہاں تیرگی سے مراد کفر کے علاوہ کچھ اور ہے تو شاعر کو یہاں صراحت سے کام لینا چاہیے تھا۔پہلا مصرع یوں ہوتا تو یہ اعتراض جاتا رہتا:

تیرگی کی بھیڑ سے شکر خدا میں بچ گیا

یوں یہاں لفظ ''بھیڑ'' بھی حشو ہے۔''(۷۵)

ڈاکٹر وحید اشرف کا یہ مضمون شعرائے کرام کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔نعتیہ شعر سازی میں لغزشوں، بے احتیاطیوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں اور ان کی اصلاح کے لیے رائے بھی دے رہے ہیں۔جس لفظ یا خیال کو وہ شان مصطفیٰ کے منافی قرار دیتے ہیں اس کی استعمال کے لحاظ سے تشریح بھی کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری نے ''نعت کا ادبی مقام'' انتہائی شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا ہے۔موصوف نے ''اُردو شاعری میں نعت'' کے موضوع پر دو جلدوں میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''نعت عالمی ادب کی سب سے مفید اور کارآمد صنف سخن ہے۔اگر کوئی شخص صرف ایک صنف سے شعر و شاعری کے تمام اشکال و ہیات سے آگاہی چاہتا ہے تو اس کو یہ آگاہی اسی صنف نعت سے حاصل ہو سکتی ہے۔نعت کا یہ ایسا امتیازی وصف ہے جس میں کوئی دوسری صنف اس کی سہیم و شریک نہیں ہے۔''(۷۶)

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد نے نعت کو عالمی ادب کی سب سے مفید صنف سخن قرار دیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ یہ افتخار صرف صنف

نعت کو ہی حاصل ہے کہ شعر و شاعری کی تمام اشکال و ہیئات اسی مقام پر سربہ سجود ہیں۔ اگر کوئی صرف ایک صنف سے شعر و شاعری کی تمام اصناف سے آگاہی حاصل کرنا چاہے تو وہ نعت کا مطالعہ کر لے اُس کی تشفی ہو جائے گی۔ آخری بات جو سب سے زیادہ اہم کہی ہے کہ کسی دوسری صنف سخن کو یہ افتخار و اعزا حاصل ہی نہیں کہ وہ تمام اصناف سے یک جائی کر لے۔

نعت نثر میں بھی ہو سکتی ہے اور نظم میں بھی۔ لیکن بطور اصطلاح شعر ہی کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اچھے اشعار اور نعتیہ اشعار کو پسند فرمایا۔ کیوں کہ مصنوع کی تعریف اصل میں صانع کی تعریف ہے اور اسی لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ تعریف کے مستحق ہیں۔ مضمون نگار نے اُردو میں نعتیہ شاعری کے فن کو نمایاں کرتے ہوئے تعریف و توصیف مصطفیٰ کے تسلسل کو برقرار رکھا ہے اور بعض اغلاط کی نشان دہی بھی کی ہے۔ مضمون نگار نے حقیقت پسندانہ انداز میں نقد نعت کا فریضہ انجام دیا ہے۔

رشید احمد صدیقی اردو علم و ادب کا ایک معتبر نام ہے۔ آپ کا یہ مضمون ''نعت اور رشید احمد صدیقی'' نوادرات میں شامل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''آج سے پہلے حمد و نعت میں کچھ نہ کچھ کہنا ہر شاعر کے لیے ضروری ہوتا تھا، ظاہر ہے اس کا نتیجہ کیا ہوتا۔ خدا ہو، رسول ہوں، کوئی ہو، جب شاعر کو اس سے شخصی شغف نہ ہو گا بات نہ بنے گی۔ کبھی بہت زیادہ اب بہت کم۔ نعتیہ شاعری پر وجد یا رقص کرنا بعضوں کے نزدیک عبادت، ورنہ خوش اطواری یا وضع داری سمجھی جاتی تھی۔ سماع کی محفلوں میں آپ نے کیسے کیسے بے سر و پا گانوں یا اشعار پر لوگوں کو ''دست افشاں و پائے کوباں'' دیکھا ہو گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ نغمہ یا نعت کا اثر نہیں ہوتا، میں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ لایعنی اشعار یا گانے پر سر دُھننا کوئی سلیقے کی بات نہیں ہے، خواہ وہ اشعار یا نغمے خدا ہی کے سامنے کیوں نہ پڑھے یا گائے جائیں۔ میرا تو یہاں تک خیال ہے کہ گھٹیا شعر بڑھیا سے بڑھیا گانے کو چوپٹ کر دیتا ہے۔ ایسے اشعار یا ایسے گانے پر بھی اگر کوئی رقص یا وجد کرے اور یہ بتائے کہ یہ عبادت ہے، تو پھر میں کچھ نہ کہوں گا، سوا اس کے کہ عبادت کا میں بھی قائل ہوں، لیکن اس پر تیار نہیں ہوں کہ عبادت آپ کریں اور خوں بہا میں ادا کروں۔''(۷۷)

رشید صدیقی کے یہ نکات عصر حاضر کی نعتیہ صورت حال کا ایک بصیرت افروز جائزہ ہیں۔ ان نکات میں بچنے کی راہ بھی موجود ہے۔ جسے ہم نعتیہ صورت حال کی بہتری سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ نعت خوانی کے حلقوں اور گانوں کی طرزوں پر نعت کہنے والے شعراء کے لیے یہ تحریر لمحہ فکریہ ہے۔ پوری قوم کو محافل سماع کو نعتیہ مشاعروں میں کیسا طرز عمل اختیار کرنا ہے رشید احمد کی سیر حاصل بحث سے ظاہر ہے۔ رشید احمد اس بات کا قائل ہیں کہ صوفیانہ کلام یا نعت انسان کی روحانی کیفیات میں سرور لانے کا باعث ہے لیکن یہ سرور اشعار کی پر کیف معنویت سے رقص و وجد میں تبدیل ہو جائے تو شاعری اعلیٰ و ارفع کہلائی جا سکتی ہے ورنہ بے سر و پا شاعری و موسیقی پر سر دھننا کوئی سلیقے کی بات نہیں۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۵، مئی ۲۰۰۳ء

اس شمارے میں تنقیدی رنگ لیے ہوئے یہ مضامین شامل ہیں۔

۱۔ نعت اور نقدِ نعت...... چند گزارشات | ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۲۔ تنقیدِ نعت کی اہمیت اور اس کی مثبت جہتیں | پروفیسر افضال احمد نور
۳۔ دیارِ نعت......ایک مطالعہ | ڈاکٹر سیّد شمیم احمد گوہر

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے اپنے مضمون ''نعت اور نقدِ نعت...... چند گزارشات'' میں اہم نکات کی جانب توجہ دلائی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''نعت ایک صنفِ سخن ہی نہیں، تطہیرِ جذبات، تکمیلِ انسانیت اور تقویم عقائد کا ذریعہ بھی ہے۔ حیرت ہوتی ہے جب یہ آواز اُٹھتی ہے کہ نعت میں مبالغہ ہو رہا ہے، تجاوز کیا جا رہا ہے۔ میری دانست میں تو اب بھی کمی کا احساس ہی اُبھرتا ہے۔ یہ افراط کا مسئلہ نہیں تفریط کا ہے۔ ذاتِ ممدوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفعتوں کا جتنا ادراک ہوگا اُسی قدر ملت کی سرافرازیوں کی سبیل نکلے گی۔ اس لیے کہ تمام عظمتیں اسی وجودِ گرامی کی خیرات ہیں اور جس کسی کو بلندیاں تلاش کرنا ہیں اُسے اُسی ذاتِ گرامی کے راہ گزر کے ذرّات شمار کرنا ہیں۔''(۷۸)

مقالہ نگار نے مندرجہ بالا پیراگراف میں چند اہم باتوں کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نعت صرف ایک صنفِ سخن ہی نہیں بلکہ جذبات کی تطہیری کیفیت، انسانیت کی تکمیل اور عقائد کی تقویم کا فریضہ بھی انجام دیتی ہے، ایک اہم نکتہ بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ مجھے حیرت ہوتی ہے جب کوئی یہ کہتا ہے نعت میں مبالغہ آرائی جنم لے رہی ہے، حدود کی پابندیاں بالائے طاق رکھی جا رہی ہیں۔ حالانکہ میری فکرِ رسا کے مطابق تو اب بھی کمی کا احساس ہی دامن گیر رہتا ہے کہ جو تعریف و توصیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہونا چاہیے وہ نہیں ہو رہی ہے۔ مضمون نگار اس بات پر بھی حیرت زدہ ہیں کہ قابلِ غور مسئلہ تو صنفِ نعت کے ارتقا میں کمی کا ہے بیشی کا نہیں۔ یہ افراط کا مسئلہ نہیں معاملہ تفریط کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفعتوں کا ادراک جتنا وسیع ہوگا اُسی قدر ملتِ مسلمہ سرفرازی و کامرانی سے ہم کنار ہوگی۔ جو چاہتا ہے کہ اُسے بلندیاں حاصل ہوں اُسے درِ رسالت پر اپنا سر جھکانا ہوگا کیوں کہ عزت و عظمت اسی در سے منسوب ہے۔

''تنقیدِ نعت کی اہمیت اور اس کی مثبت جہتیں'' پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور کے مضمون کا عنوان ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اسی طرح مولانا ظفر علی خان کا شعر ہے:

وہ شمع اُجالا جس نے کیا، چالس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

اس شعر سے خیال ہوتا ہے کہ شاید حضور نبی کریم مسلسل چالیس برس تک غاروں میں تشریف لے جاتے رہے، یہ تاریخی حقائق سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ کیوں کہ آپ نے اعلانِ نبوت سے تھوڑا عرصہ پہلے غارِ حرا میں جانا شروع کیا تھا۔ پیہم چالیس برس تک نہیں۔

ایک شعر ہے:

تنہا رسول پاک ملے ہیں خدا کے ساتھ
ایسا کبھی ہوا ہے؟ کسی انبیاء کے ساتھ

(انبیاء نبی کی جمع ہے اس کے ساتھ ''کسی'' کا استعمال خلاف اصول ہے ''کسی نبی'' ہونا چاہیے تھا۔)

ایک شعر ہے:

زباں ملی ہے ثنائے محمدی کے لیے
میں کیوں نہ مدحت سلطان انبیا نہ کروں

(میں کیوں نہ مدحت سلطانِ انبیاء نہ کرو میں پہلا نہ زائد اور لایعنی ہے۔)

ایک اور شعر دیکھئے:

یا زمل یا مدثر کون ہے میرے حضور
کون ہے لیس و طٰہٰ آپ ہیں بس آپ ہیں

(اس شعر میں مزمل اور مدثر کا تلفظ غلط دیا گیا ہے۔ یہ قرآنی عبارت میں تحریف وخطا میں بھی آتا ہے۔)(۷۹)

پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور شاعر وادیب اور نقاد ہیں۔ نعت کے ہیئتی تنوع کے موضوع پر ''ڈاکٹریٹ'' کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ انھوں نے تحقیق نعت کے ساتھ ہی نقدِ نعت پر بھی خصوصی توجہ دی ہے۔ بلاشبہ وہ تنقید نعت کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ تنقید نعت کی مثبت جہتیں بھی ان کے پیش نظر ہوتی ہیں۔ انھوں نے شعرا کی معنوی اغلاط اور تاریخی حقائق سے روگردانی کو بیان کیا ہے اور یہ بیان اتنا صریح ہے کہ قارئین خود بات کی تہہ تک پہنچ کر ان کے ہمنوا بن جاتے ہیں۔

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر ابوالعلائی کا مضمون ''دیارِ نعت......ایک مطالعہ) شائع ہوا۔ دیارِ نعت راجا رشید محمود کا مجموعہ کلام ہے جو ماہنامہ نعت لاہور کے خصوصی شمارے دسمبر ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔ واضح رہے کہ راجا رشید محمود نے اُستادِ سخن میر تقی میر کی ۵۳ غزل کی زمینوں پر نعتیہ کلام کے ضمن میں طبع آزمائی کی ہے۔

''دیارِ نعت'' میں راجا صاحب نے احتیاط واجتناب اور فنی قباحتوں کو متعدد مقامات پر بے لگام چھوڑ دیا جن سے مطلع کرنا ضروری ہے جب کہ وہ خود کہتے ہیں: ''نعت میں فنی محاسن کا بڑا درجہ ہے۔''

ع کون ہے وہ سوائے آقا ''سوائے آقا'' ہونا چاہیے یا پھر ''سوا آقا کے''۔ اس کی تصدیق ایک جگہ وہ خود اپنے مصرعے میں کرتے ہیں: ع سوا محمود مدحِ مصطفےٰ کے

اس نوعیت کی غلطیاں کئی مقامات پر ہیں:

وہ خدا ہیں نہ ہم سے بندے ہیں
راستا درمیان سے نکلا

قافیے کی رعایت سے تو الف ہوسکتا ہے مگر یہاں پر راستہ کی بجائے راستا لکھنا نہ مروج ہے نہ مستعمل۔

دیکھ لو انتہائیں کیا کیا ہیں

انتہا کی جمع انتہائیں کہیں مستعمل نہیں ہے اور نہ ہی یہ اجتہادی عمل قابل قبول ہے۔

پہلے پہل نگاہیں چکاچوند آ گئیں

آنکھوں کا چکاچوند ہونا محاورہ تو جانتا ہوں، ''چکاچوند آ گئیں'' کی مجھے کوئی خبر نہیں۔

میں ان کی بارگاہ میں ہوں التجا کناں

التجا کناں تو جمع ہے یہاں پر التجا کن ہونا چاہیے تھا۔

توڑے گا طائر روح کا جب حجلۂ قفس

نئی نویلی دلہن کے حجرے کو حجلہ کہا جاتا ہے۔ جو یہاں پر کسی طرح مناسب نہیں۔ حجلہ قفس کی ترکیب بھی درست نہیں اس کے علاوہ طائر کی ''ز'' گرنے کے سبب مصرع خارج از بحر۔''(۸۰)

مضمون نگار نے راجا رشید محمود کے کلام نعتیہ دیارِ نعت پر سخت گرفت کی ہے۔ شاعر کے عیوب اور نقائص شعر کو سامنے رکھ کر بیان کیے ہیں۔ راجا رشید محمود کی نعتیہ خدمات سے انکار ممکن نہیں مگر جو ان کے اشعار میں قابل گرفت باتیں ہیں ان کی نشان دہی مضمون نگار نے اپنے انداز میں کی ہے اور اس کے لیے انھوں نے راجا رشید کے شعری مصرعوں پر تنقیدی نقطہ نظر سے بھر پور بحث کی ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۶، فروری ۲۰۰۴ء

نعت رنگ کے موجودہ شمارے میں تحقیقی مضامین زیادہ ہیں۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا ہے۔ ''مقبول نقش کا نقش عقیدت'' جس میں نقد نعت کے شواہد موجود ہیں۔ جب کہ راجا رشید محمود نے دیارِ نعت پر اعتراضات کا تجزیہ پیش کیا ہے۔

۱۔ ''دیارِ نعت'' پر اعتراضات کا تجزیہ — راجا رشید محمود

۲۔ مقبول نقش کا نقش عقیدت — ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی

راجا رشید محمود کا مضمون ''دیارِ نعت پر اعتراضات کا تجزیہ'' شائع ہوا جس میں ڈاکٹر شمیم گوہر کی نعت کا مطالعہ بھی شامل ہے۔ واضح رہے کہ نعت رنگ کے پندرہویں شمارے میں ڈاکٹر سید شمیم گوہر کا مضمون راجا رشید محمود کے مجموعے کلام ''دیارِ نعت...... ایک مطالعہ'' کے حوالے سے شائع ہو چکا ہے۔ راجا رشید نے جارحانہ انداز میں یہ مضمون لکھا ہے۔ یہ واحد مضمون ہے جس کے بارے میں مدیر نعت رنگ نے ''ادارتی نوٹ'' کے ضمن میں تین صفحات تحریر کیے ہیں۔

''ہمیں کسی نقاد کی نیت میں کھوٹ تلاش کرنے کے بجائے اس کی اپنی رائے کو علمی استدلال اور شائستگی سے رد کرنے کی روایت کو مضبوط بنانا چاہیے۔ کہ یہی تنقید کا مثبت اور صحت مند رویہ ہے۔ نعت کہنے، پڑھنے اور اس پر غور و فکر کرنے والوں کو ضرور احساس ہوگا کہ اب نعت کے ادبی پہلوؤں پر بے لاگ گفتگو کی ضرورت اپنی جگہ اہم ہے۔ راجا صاحب نے مذکورہ مضمون میں مرتب ''نعت رنگ'' (راقم الحروف) کو بھی خصوصی توجہ سے نوازا ہے اور کچھ اعتراضات اور بدگمانیوں کا بھی اظہار فرمایا ہے۔''(۸۱)

نعت رنگ کے مدیر صبیح رحمانی نے اس ادارتی نوٹ میں اپنی بھر پور مدیرانہ صلاحیتوں کا استعمال کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدیر نعت رنگ اگر کسی موضوع پر لکھنا چاہیں تو بے تکان لکھتے ہیں۔ مدیر نعت رنگ نے مضمون نگار کی سخت سے سخت بات کا جواب تحمل اور بردباری سے دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ذاتی اور ادبی خدمات پر کیے جانے والے اعتراضات کی وضاحت بھی معتدل مزاجی سے فراہم کرتے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے مضمون نگار کی بدگمانیوں کو بھی رفع کرنے کی سعی کی ہے۔ صبیح رحمانی نے نعت گو، نعت خواں اور قارئین کی سوچ و شعور کا رخ نعت کے ادبی پہلوؤں پر رواج پانے والی بے لاگ گفتگو کی سمت بھی موڑ دیا ہے

تا کہ وہ تنقید نعت کے مثبت اور صحت مند رویہ کو قبول کرنے اور اسے مزید آگے بڑھانے میں مددگار ثابت ہوں اور نعتیہ ادب میں تنقید برائے تنقید کی بجائے علمی استدلال کو بنیاد بنا کر کسی بھی مضمون نگار کی رائے کو رد کرنے کی روایت رواج پا سکے۔

راجا رشید محمود شعبہ نعت کے ایک ثقہ اور قابل ذکر خدمت گزار ہیں۔ ان کی خدمات سے انکار کی گنجائش ممکن نہیں۔ راجا رشید محمود نے زیر موضوع مضمون میں سخت ترین تنقیدی لب ولہجہ استعمال کیا ہے مگر کہیں کہیں ان کا انداز کم جارحانہ ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

> ''ڈاکٹر شمیم گوہر نے اپنے تمہیدی پیراگراف میں یہ تاثر دیا کہ انھیں میرے متعدد مجموعوں کے مطالعے کا موقع ملتا رہا۔ لیکن اغلاط انھیں ''دیارِ نعت'' میں نظر آئیں جن کی بنیاد پر انھوں نے مضمون لکھ ڈالا۔ میں تو ان کی اس تاثراتی رائے سے بھی متفق نہیں ہوں کہ میرے پہلے مجموعے اغلاط سے پاک تھے اگر مجھے یہ خوش گمانی ہوتی تو میں بھی مدیر ''نعت رنگ'' کی طرح اپنے نعتیہ کلام پر تعریفی مضمون لکھوا کر ماہنامہ ''نعت'' میں چھاپتا رہتا۔''(۸۲)

یہ مضمون نگار کا وہ پیراگراف ہے جس میں صاحب مضمون نے کم سخت لہجہ استعمال کیا ہے، وگرنہ پورا مضمون ہی سخت لہجے اور جارحانہ انداز میں تحریر ہے۔ مندرجہ بالا پیراگراف میں مضمون نگار نے ڈاکٹر شمیم گوہر اور مدیر نعت رنگ دونوں کی رائے کا بھی کم سخت انداز میں رد کیا ہے۔ راجا رشید نے ڈاکٹر شمیم گوہر کے تنقیدی انداز بیاں سے سخت اختلاف کیا ہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے ڈاکٹر شمیم گوہر کی تاثراتی رائے کو بھی رد کر دیا ہے۔ ڈاکٹر شمیم نے اپنے مضمون میں ہر جگہ غیر جانبداری کو بروئے کار لانے کی کوشش کی ہے۔ اس پیراگراف میں مضمون نگار نے مدیر نعت رنگ کی خوش گمانی کا ذکر طنزیہ انداز میں کیا ہے۔ لہجے کی سختی نے راجا رشید کی بات کے تاثر کو ختم کر دیا ہے۔

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی شاعر و ادیب اور نقاد ہیں۔ زیر نظر مضمون ''مقبول نقش کا نقش عقیدت'' میں رقم طراز ہیں:

> ''غزلوں میں بھی حقیقت و مجاز کی یہی ہم آغوشی نظر آتی ہے۔ غزل میں نعت اور حقیقت کی جلوہ گری پر میں نے تفصیل سے لکھا ہے۔ اس لیے اس سے گریز کرتا ہوں اور مقبول نقش صاحب کے چند شعر پیش کرتا ہوں اور اس درخواست کے ساتھ کہ ان کی تہ داری اور پہلوؤں پر غور فرمایئے:
>
> جب ہاتھوں میں پتھر بولتے ہیں   تب لوگ پیمبر بولتے ہیں
>
> دوام تجھ کو ہے لیکن ترا سراغ ہوں میں   ہوا کے سامنے جلتا ہوا چراغ ہوں میں
>
> مری نظر کو، مری فکر کی رسائی دے   کہ مجھ کو چہرۂ آئندہ بھی دکھائی دے
>
> پچاس، ساٹھ سال کی سخن آرائی کے بعد جناب مقبول نقش اپنا حمدیہ نعتیہ مجموعہ ''حرفِ ثبات'' پیش کر رہے ہیں۔ یہ تعارفی تحریر اس جگہ بھی ختم ہو سکتی ہے کہ میں نے ان کی حمدیہ نعتیہ شاعری کے پس منظر اور ان کے اندازِ نظر سے متعلق کچھ اشارے آپ کی خدمت میں پیش کر دیے اور ان کی شاعری پر اختصار سے کچھ باتیں عرض کر دی ہیں۔''(۸۳)

مضمون نگار سیّد ابوالخیر کشفی نے مقبول نقش کی نعتیہ شاعری کے ضمن میں کچھ ضروری باتیں تحریر کی ہیں۔ جس سے شاعر کی شاعری کا بخوبی اندازا ہوتا ہے۔ بعض اشعار پر شاعر کی توجہ بھی مبذول کرائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی اپنے انداز نقد میں تہ داری کے قائل تھے۔ وہ بہت سی باتیں ذو معنی انداز میں کہتے تھے جو حضرات ڈاکٹر صاحب کی اس فکر سے واقف ہیں وہ موصوف کی تحریر

سے خوب حظ اُٹھاتے ہیں۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۷، نومبر ۲۰۰۴ء

متذکرہ شمارے میں تحقیق کے حوالے سے مضامین کی تعداد زیادہ ہے۔تنقید نعت میں صرف دو مضامین ہیں۔

۱۔ شاعر جہاد......رحمٰن کیانی — شاہ مصباح الدین شکیل

۲۔ حنیف نازش قادری کی نعتیہ شاعری — پروفیسر غلام رسول عدیؔم

شاہ مصباح الدین شکیل معروف سیرت نگار ہیں۔سیرتِ طیبہ کے حوالے سے آپ کی گراں قدر خدمات لائق تحسین ہیں۔آپ نے اپنے اس مضمون ''شاعر جہاد......رحمٰن کیانی'' کی نعتیہ شاعری کو موضوع بنایا ہے۔وہ تحریر کرتے ہیں:

> ''سراپا کے بیان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دوڑ شروع ہوئی۔نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ، رسول اللہ ''معشوق'' بن گئے۔شاعر بزعم خود ''عاشق'' اس میں تقدیس کا عنصر شامل ہو گیا اور ''عاشق رسول'' کا لاحقہ یا سابقہ بلند درجات کی علامت بن گیا۔ایک لمحہ کے لیے ذرا غور کر لیجیے کسی درجہ میں اس ذات اقدس واطہر سے قربت کی یہ نسبت ممکن ہو سکتی ہے؟ کیا یہ ''نادانستہ گستاخی'' تو نہیں جس کے ہم مرتکب ہو رہے ہیں۔اس میں ''ذم'' کا پہلو تو نہیں نکلتا؟''(۸۴)

شاہ مصباح الدین شکیل نے سراپا نگاری کے حوالے سے جو گفتگو فرمائی ہے وہ توجہ طلب اور اصلاح طلب ہے۔سراپا نگاری کی اس دوڑ میں عاشق و معشوق کی جو تصریح مضمون نگار نے کی ہے وہ اہمیت کی حامل ہے۔عاشق رسول کا سابقہ یا لاحقہ کسی بھی طور اُس ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت ممکن نہیں۔کہاں وہ عظیم ہستی جس کی تعریف و توصیف خود خالق و مالک عزوجل بیان کرے اور کہاں ہم ایسے عاجز بیاں اور تہی دست و داماں اور گنہگار بندے کہ بلند و بانگ دعوے کریں۔

پروفیسر غلام رسول عدیؔم کا مضمون ''حنیف نازش قادری کی نعتیہ شاعری'' ایک قابل قدر تحریر ہے جس میں موصوف نے حنیف نازش کی شاعری کے ضمن میں دیگر نعت گو شعراء کو اپنے اندازِ نقد سے نوازا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> '' 'آبرو' میں وہ اپنے فکر و فن کے حوالے سے عروج پر نظر آتے ہیں۔فنی طور پر ''سخن سخن خوش بو' سے'' آبرو'' تک آتے آتے نازشؔ نے اپنے معاصرِ نعت نگاروں میں بہت سوں کو کالے کوسوں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ایک ہوتا ہے دیکھا دیکھی کسی صنفِ سخن میں طبع آزمائی کرنا اور زمانے کے تیور دیکھ کر پینترے بدلنا اور اس صنف کے نظری و عملی تقاضوں سے پہلو تہی کیے رکھنا ایسا شخص کہنے کو سرکارِ رسالت پناہ کی توصیف و ستائش میں لفظوں کا آڑھتی تو ہو سکتا ہے جوہری نہیں۔یوں وہ متشاعر ناعت تو ہو سکتا ہے حقیقی نعت گو یا نعت نگار نہیں۔''(۸۵)

پروفیسر غلام رسول عدیؔم نعتیہ شاعری کے حوالے سے حنیف نازش کے بہترین فکر و فن کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔وہ ایسے شعرا کو لفظی بازیگر قرار دیتے ہیں جو سستی شہرت اور ذاتی منافعت کے لیے پینترے بدلتے ہیں اور اس کوشش میں وہ صنف نعت کے عملی و نظری تقاضوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔الفاظ کی گہرائیوں میں کس خلوص کے ساتھ اترنا ہے وہ نہیں جانتے۔اس لیے ایسے شعرا حقیقی نعت گو شعرا نہیں کہلائے جا سکتے۔

نعت رنگ کا یہ شمارہ ''اعلیٰ حضرت احمد رضا شاہ بریلوی نمبر'' ہے جس کے تمام مضامین مولانا احمد رضا بریلوی کے فکر و فن کے حوالے سے شامل تحریر ہیں۔

۱۔ کلامِ رضا میں توحید کی ضیاباریاں	پروفیسر فاروق احمد صدیقی
۲۔ رضا بریلوی کی نثتریت کے اساسی محرکات	محمد امجد رضا خاں (بھارت)
۳۔ رضا کی زباں تمہارے لیے	علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی

''کلام رضا میں توحید کی ضیاباریاں'' پروفیسر فاروق احمد صدیقی کا ایک لائق توجہ مضمون ہے جس میں انھوں نے مولانا احمد رضا کے کلام نعتیہ میں توحید کی اثر انگیزی اور ضیاباری کو بیان کیا ہے:

> '' پیش نظر وہ نو بہار، سجدے کو دل ہے بے قرار روکیے سر کو روکیے! ہاں یہی امتحان ہے
> 'نو بہار' سے مراد، ذاتِ رسالت مآب ﷺ ہے۔ عشاق کی تسکین و تسلی قدم ناز پر سجدہ ریز ہونے سے کم پر نہیں ہو رہی ہے لیکن یہاں بھی حکم شریعت کا پاس و لحاظ دل کی اضطراری کیفیت پر پہرے بٹھائے ہوئے ہے۔ قربان جائیے، توحید الٰہی کے بارے میں حضرت رضا بریلوی کی غایت درجہ احتیاط پسندی پر، کس طرح وہ ہر جگہ توحید کا پرچم بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔''(۸۶)

پروفیسر فاروق احمد صدیقی کے مطابق توحید و رسالت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں موضوعات ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں۔ مولانا احمد رضا بریلوی نے ساری زندگی تحفظ توحید و رسالت کے انتظام و انصرام میں گزاری۔ آپ کی زندگی کا روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ توحید و رسالت کے مابین فرق کو نہ صرف واضح کیا بلکہ اس ضمن میں حتی الوسع عملی و تحریری خدمات بھی انجام دی ہیں۔ مندرجہ بالا شعر نے حکم شریعت کو ملحوظ خاطر رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ یہی حکم شریعت ان کی مکمل شاعری میں جابہ جا نظر آتا ہے۔

محمد امجد رضا خاں ''رضا بریلوی کی نثتریت کے اساسی محرکات'' میں بیان کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ مولانا احمد رضا بریلوی کی ہر تحریر مقامِ مصطفیٰ کا تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ سے مشروط ہے۔ اسی سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> '' 'حدایق بخشش' اور ردّ عقاید باطلہ، اس موضوع پر کچھ لکھنے سے پہلے ہمیں رضا بریلوی کے زمانے کا جو ایک بحرانی دور تھا جائزہ لینا ہوگا۔ ان کا دور سیاسی غلامی کے ساتھ مسلکی انتشار اور اختلافِ عقاید کا بھی شکار تھا۔ جس سے مذہب کی روح مجروح ہو رہی تھی۔ کہیں امکانِ کذب باری کے شوشے چھوڑے جا رہے تھے، کہیں تنقیص انبیا کو شعار بنایا جا رہا تھا۔ نبی کی بے علمی و غیر مختاری پر ثابت کرنے کے لیے زبان و قلم کے اثاثے صرف ہو رہے تھے اور ان کے علم پر شیطان کے علم کو فوقیت دی جا رہی تھی اور کہیں رسول کو اپنے جیسا بشر کہہ کر تقدس رسالت کو پامال کیا جا رہا تھا۔''(۸۷)

مضمون نگار امجد رضا نے اعلیٰ حضرت کی نثتریت کے بنیادی اور اساسی محرکات پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ پیراگراف

بہت مختصر ہونے کے باوجود زمانہ رضا کے تمام تر انتشار اور افتراق کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ فرنگی سامراج نے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں میں مسلکی انتشار اور اختلافِ عقاید کا بیج بو دیا تھا۔ جس سے اسلام و پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آفاقیت اور مرکزیت متاثر ہو رہی تھی۔ پیغمبران اسلام کی عظمت و شان کو گھٹانے کے لیے دروغ گوئی کا سلسلہ جاری و ساری تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مختلف انداز سے بے توقیری و بے علمی ثابت کی جا رہی تھی۔ علما اپنے فرائض ادا کرنے کے بجائے علمائے سو کا کردار ادا کر رہے تھے۔ ایسے وقت میں ہمیں صرف ایک ہی شخصیت مولانا احمد رضا بریلوی کی صورت میں نظر آتی ہے جس نے اپنی تحریر و تقریر سے اللہ کے رسول کی عظمت و عزت کی بھرپور پاسداری کی۔

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی ایک صاحب نظر عالم دین اور ایک صاحب بصیرت نقاد ہیں۔ آپ شاعر نہیں مگر اس کے باوجود فن شاعری پر سخت گرفت رکھتے ہیں۔ اپنے مضمون ''رضا کی زباں تمہارے لیے'' میں اس کے حقیقت کشا مظاہر موجود ہیں۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

> ''حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تذکروں میں درج ہے کہ وہ حدیث شریف لکھتے ہوئے خوش بو کا اہتمام کرتے تھے، یہ اہتمام بتاتا ہے کہ انھیں رسول کریم سے غایت درجہ محبت تھی۔ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ وہ جو روشنائی نعت شریف لکھنے میں استعمال کرتے اس میں زعفران ملا کر خوش بو کا اہتمام کرتے، اس اہتمام کو اہل محبت ہی سراہ سکتے ہیں۔
>
> اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کو عطا ہونے والی ہر خوبی سے میرے ربّ کریم جل شانہٗ اور میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت شان ہی کا اظہار ہونا ہی اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کا اعزاز و امتیاز ہے اور ان کی تمام زندگی اسی اعزاز و امتیاز کے تحفظ میں گزری ہے، وہ تمنا بھی اسی کی کرتے رہے۔
>
> کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود(۸۸)

نعت رنگ کے توسط سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ عصر حاضر کے علمائے دین فن شعر سے اس قدر رغبت نہیں رکھتے۔ جب کہ حسن لطیف یعنی فن شاعری علمائے کرام کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ مولانا کوکب نورانی وہ واحد عالم دین ہیں کہ آپ نے نعتیہ شاعری کو اپنی توجہ کا نہ صرف مرکز بنایا ہے بلکہ اس سلسلے میں تنقیدی کتاب بھی پیش کی ہے۔ مولانا کوکب نے اپنے اس ضمن میں بزرگوں کی خوشبو والی روایت رقم کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری میں زعفران کا استعمال بیان کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی تمام زندگی نبی کریم کی عظمت شان بیان کرتے ہوئے گزاری۔ مگر اس کے باوجود وہ یہی کہتے رہے کہ احمد رضا سے کوئی ایسا کام لے لیجیے جو آپ کو راضی کر سکے۔ شاید اسی کے صدقے میں احمد رضا کا نام بھی ٹھیک ہو جائے۔ اور میں آپ پر کروڑوں درود و سلام پیش کرتا رہوں۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۹، دسمبر ۲۰۰۶ء

نعت رنگ کے انیسویں شمارے میں اندازِ نقد لیے یہ مضامین شامل ہیں:

۱۔ افصح العرب کے حضور میں — عزیز احسن

۲۔ نعت گوئی کا تقدس اوراس کی تنقیدی قدریں — ڈاکٹر سراج احمد قادری

۳۔ نعتیہ ادب پر تنقید یا تنقیص — ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

۴۔ زبانِ خامہ ندارد سر بیان فراق، کا تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر سیّد شمیم احمد گوہر

عزیز احسن نعت رنگ کے مستقل تنقید نگار ہیں۔ ان کی تنقید نگاری ہی دراصل ان کی شہرت کا حوالہ بنی ہے۔ اپنے مضمون ''افصح العرب کے حضور میں'' وہ اس طرح رقمطراز ہیں:

> ''میں نے شعروں کی پرکھ کے لیے خاص طبقے، شخصیت یا گروہ کے شعرا کا انتخاب نہیں کیا ہے بلکہ دوست دشمن کی بھی کوئی قید نہیں لگائی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عرض ہے کہ میں نے نعتیہ اشعار کو حتی المقدور معروضی انداز سے پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم تنقیدی بصیرت، سخن فہمی اور عروض، لغت اور متن شعر کو پرکھنے کا معیار میرا ذاتی ہے۔ اس لیے اپنے نتائج ہائے فکر کسی دعوے کے ساتھ نہیں بلکہ اس استدعا کے ساتھ پیش کر رہا ہوں کہ اگر میں کسی شعر کو سمجھنے میں چوک جاؤں تو قارئین اور خود شعرا بھی میری رہنمائی فرمائیں''۔ (۸۹)

عزیز احسن نے اس مضمون میں اپنے انداز نقد کی توضیح بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ شعروں کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے مکمل غیر جانبداری سے کام لیتا ہوں۔ کوئی گروہ، طبقہ یا شخص میرا مطمع نظر نہیں ہوتا اور خاص طور پر نعتیہ اشعار کی پرکھ کے لیے تو انھوں نے معروضیت کو ضروری قرار دیا ہے۔ اس معروضیت کو وہ ہر نعتیہ تنقید نگار پر لاگو قرار دیتے ہیں جبکہ دیگر لوازمات تنقید اور میدان تنقید کے لیے ان کا انداز تنقید ذاتی اور منفرد ہے۔ وہ نہایت عاجزی سے قارئین سے درخواست گزار ہیں کہ دوران تنقید شعر فہمی میں ان کی بھول چوک کی رہنمائی فرمائیں۔ موصوف تنقیدی بصیرت، سخن فہمی، عروض و لُغت اور متنِ شعر کو پرکھنے کے لیے ذاتی معیار قرار دیتے ہیں۔

ڈاکٹر سراج احمد بستوی اپنے مضمون ''نعت گوئی کا تقدس اوراس کی تنقیدی قدریں'' میں کچھ تنقیدی قدروں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''جس طرح نعت گوئی کے لیے سیرتِ رسول اکرم قرآن واحادیث اور عربی و فارسی کے مستند متقدمین نعت گو شعرا کے کلام کا علم ضروری ہے، ٹھیک اسی طرح نعتیہ ادب کے تنقید نگار کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ جس شعر کی توضیح وتشریح یا تنقید پر قلم اُٹھانے جا رہا ہے اس کے بارے میں قرآن واحادیث، مفسرین ومحدثین، سیرت نگار اور متقدمین نعت گو شعرا کے اقوال وارشاد کو پیش نظر رکھ کر ہی اپنا موقف واضح کرے۔ میرے اپنے خیال میں اگر اس طرح تنقید نعت کا کام کیا جائے گا تو یقیناً تنقید نعت کی سمتیں اور جہتیں روشن ہوں گی۔ لیکن اگر من مانی طور پر تنقید نعت کا کام کیا گیا تو لازمی طور پر مشکلات در پیش آئیں گی۔''(۹۰)

ڈاکٹر سراج بستوی نے تنقید نعت کا دوسرا رُخ اختیار کرتے ہوئے تنقید نگار کو کچھ صائب مشوروں سے نوازا ہے۔ جب کہ اکثر تنقید نگار اِن خصوصیات اور صفات سے عاری ہیں۔ جن تنقید نگاروں میں یہ صفات موجود ہیں ان کی تنقیدی بصیرت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ اپنے تیئں من مانی تنقید کرنے والے ہمیشہ لوگوں کی تنقید کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے تنقید نگار، نعتیہ ادب میں کوئی معتبر مقام حاصل نہیں کر پاتے۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی معروف تنقید نگار ہیں۔ اپنے مضمون ''نعتیہ ادب پر تنقید یا تنقیص'' میں کہتے ہیں:

''بقول پروفیسر قیصر نجفی: آج سے تین دہائی قبل اُردو شعرائے نعت کا قبلہ درست نہیں تھا۔ نماز میں اگر قبلہ درست نہ ہو تو نماز نادرست ہوتی ہے لہٰذا جب تین دہائی قبل کے نعت گویانِ اُردو کا قبلہ نادرست تھا تو ان کی نعت گوئی بھی نادرست قرار پائی۔ لہٰذا قیصر صاحب کے اس فتوے کی رو سے محسن، امیر، رضا، شہیدی، اقبال، حفیظ جالندھری، ظفر علی خان ظفر نیز تین دہائی قبل کے تمام شعرا کی نعت گوئی نادرست قرار پائی۔
اب محترم قیصر صاحب ہی فرمائیں نعت کا درست قبلہ کیا ہے اور کس زاویے تک درست رہ سکتا ہے؟'' (۹۱)

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی پروفیسر قیصر نجفی کی تحریر پر تنقید کرتے ہوئے رائے دیتے ہیں کہ یہ کہنا سراسر زیادتی ہے کہ آج سے تین دہائی قبل اُردو شعرائے نعت کا قبلہ درست نہیں تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تین دہائی قبل قبلہ درست نہیں ہے تو اس سے پہلے کے بارے میں کیا رائے ہے۔ اس طرح تو پورے نعتیہ ادب یعنی عہد رسالت سے شروع ہونے والی نعتیہ شاعری ہمارے سامنے سوالیہ نشان بن جائے گی۔ اگر قیصر نجفی نے تنقید برائے اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے تو انھیں نعتیہ ادب کے تقدس کو برقرار رکھتے ہوئے قبلہ کی درست سمت و زاویہ کو بھی ثابت کرنا چاہیے۔

''زبانِ خامہ ندارد سر بیان فراق کا تنقیدی جائزہ'' ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر کا ایک تنقیدی مضمون ہے جس میں موصوف لکھتے ہیں:

''نعتیہ شاعری کی بابت بالخصوص تنقیدی عمل کی ضرورت ہے۔ یہ عمل ہمدردی نعت میں روشن ضمانت ہے۔ طویل عرصہ گزرا کہ لحاظ و احترام میں نعتیہ شعر و ادب پر اصلاحی ذمہ داریاں نبھانے کا ماحول سازگار نہیں تھا مگر اب تنقیدی ضرورت نے خود ہی فضا ہموار کر لی کہ نعتیہ ادب کی خامیوں اور غلطیوں کا بے باکانہ طور پر محاسبہ کرتے ہوئے آئندہ کے لیے اصلاحی مقصد کو مزید تابناک بنایا جا سکے۔ (۹۲)

ڈاکٹر شمیم کہتے ہیں کہ صرف عزیز احسن ہی کیا کوئی بھی نعتیہ شاعری کو تنقید سے بالا صنف سخن ماننے پر آمادہ نہیں۔ بلکہ صنف نعت کی تقدس مآبی کو مدنظر رکھتے ہوئے پوری نعتیہ شاعری کو تنقیدی عمل کی سخت ضرورت ہے۔ مگر شان رسولؐ کی نزاکت کو مد نظر رکھتے ہوئے ترش و کرخت لب و لہجہ نہ اپنایا جائے۔ بہت پہلے اس تنقیدی عمل کی پذیرائی نہ ہونے کے برابر تھی۔ مگر اب نعت کے فروغ و ارتقا کی روشنی میں نعتیہ ادب کے شعبے انداز نقد نعت کو حد درجہ اہمیت حاصل ہے اور اس کے مثبت نتائج سامنے آ رہے ہیں۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۲۰، اگست ۲۰۰۸ء

نعت رنگ کے مندرجہ ذیل مضامین تنقیدی نوعیت کے ہیں۔

۱۔ ثنائے رسول روایت سے درایت تک	ڈاکٹر سیّد محمد یحییٰ نشیط
۲۔ اُردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات	محمد شہزاد مجدّدی
۳۔ نعت نگاری میں احتیاط کے تقاضے	پروفیسر محمد اکرم رضا
۴۔ کچھ آداب نعت کے بارے میں	ڈاکٹر صابر سنبھلی

ڈاکٹر سیّد محمد یحییٰ نشیط اپنے مضمون ''ثنائے رسول روایت سے درایت تک'' میں مذہبی شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''مذہبی شاعری میں علوئے عقیدت کے تحت بعض فرضی اور بے بنیاد روایتیں بھی در آئی ہیں۔ایسی روایتیں ادبی حسن کو تو دوبالا کرتی ہیں لیکن کسی بھی زبان کا ادب ان پر اپنی اجارہ داری ثابت نہیں کر سکتا۔بعض وقت یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی روایت معمولی سے فرق کے ساتھ دوسرے مذہبی ادب میں پائی جاتی ہے۔اس کی وجہ مختلف تہذیبوں کے باہمی ارتباط و اختلاط میں تلاش کی جاسکتی ہے۔ایسی روایتیں درایت کی کسوٹی پر پوری نہیں اُترتیں۔''(۹۳)

ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے مذہبی شاعری میں علوئے عقیدت کے راستے فروغ پانے والی بعض فرضی اور بے بنیاد روایتوں پر بحث کی ہے۔ڈاکٹر یحییٰ کے مطابق مذہبی شاعری میں عقیدت نگاری کو بہت اہمیت حاصل ہے۔اسی وجہ سے بہت سی فرضی اور بے بنیاد روایتیں بھی موضوع بن جاتی ہیں۔ان کا مقصد شاعری نہیں محض ادبی حسن کو دوبالا کرنا ہے۔یہ روایتیں کسی خاص زبان و ادب تک محدود نہیں بلکہ ذرا سے ردو بدل کے ساتھ ہر زبان کے مذہبی ادب میں پائی جاتی ہیں۔ان کو درایت کی کسوٹی پر پرکھنا ممکن نہیں۔

محمد شہزاد مجددی کا مضمون ''اردو شاعری میں موضوع روایات'' ایک اچھی کاوش ہے۔موضوع کی مناسبت سے مضمون نگار نے تحقیق کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔مضمون نگار لکھتے ہیں۔

> ''ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہٗ من النار، ترجمہ: جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیا۔(متفق علیہ)
>
> ایک دوسرے مقام پر فرمایا: من قال عنی مالم اقل ..... جس نے میری طرف سے وہ بیان کیا جو میں نے نہیں کہا تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔
>
> آج کل تقریر و تحریر میں اس بے احتیاطی کی بھرمار ہے۔واعظین اور قصہ گو قسم کے مقررین کا یہ عام وطیرہ ہے کہ وہ بغیر علم کے احادیث بیان کر رہے ہوتے ہیں۔محافل میلاد میں اسٹیج سیکریٹری اور نقیب قسم کے لوگ تو اس قسم کے خرفات پر چل رہے ہیں۔
>
> حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفیٰ بالحرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع ......ترجمہ: کسی شخص کو جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔ایک روایت میں ''کفیٰ بالحرء اثماً'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔
>
> افراطِ تجاہل کی موجدہ فضا میں ہم آئمہ محدثین کی رہنمائی میں ایسی روایات کی نشان دہی کا فریضہ سرانجام دینا وقت کی اہم ضرورت سمجھتے ہیں۔جو نبی کریم کے ارشادات نہیں ہیں اور انھیں احادیث کہہ کر سنا سنایا اور لکھا پڑھا جاتا ہے۔(۹۴)

شہزاد مجددی عالم دین ہونے کے علاوہ نعتیہ شاعری کی حسِ لطیف بھی رکھتے ہیں۔انھوں نے اپنی شاعری میں ہمیشہ احتیاط کے تقاضوں کو پورا کیا ہے۔مندرجہ بالا اقتباس اسی بات کا غماز ہے کہ انھوں نے دینی علوم کا مطالعہ عرق ریزی سے کیا ہے۔نعتیہ شاعری میں موضوع روایت کا ایک سیل بیکراں جاری ہے جس کی روک تھام کے لیے ضروری ہے کہ علمائے دین اس جانب

خصوصیت سے توجہ فرمائیں تاکہ نعتیہ شاعری میں درست روایت کا چلن عام ہو۔ موصوف محراب ومنبر کے علاوہ محافل نعت کے انتظام وانصرام سے کما حقہ واقف ہیں یہی وجہ ہے کہ تحریر وتقریر، واعظین اور قصہ گو حضرات کی کرشمہ سازی کو جانتے ہیں۔ وہ محافل میلاد کے بھی اداشناس ہیں وہاں موجود اسٹیج سیکریٹری اور نقیبان محافل کی غلط بیانی بھی ان کے سامنے رہتی ہے۔ یہ حضرات محفل میں رنگ بھرنے کے لیے غیر مستند باتوں سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ مجددّی کا یہ مضمون عصر حاضر کی محافل کا عکاس ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا کا مضمون ''نعت نگاری میں احتیاط کے تقاضے'' ایک عمدہ کاوش ہے جسے انھوں نے حقیقت کشا باتوں سے سجایا ہے۔ وہ نعتیہ ادب کے غواص ہیں یہی سبب ہے کہ ان کی تحریر وتقریر مشاہدات وتجربات کا مجموعہ ہوا کرتی ہے۔

> ''نعت کہیے! بڑے شوق سے کہتے رہیے، مگر خدارا ادب واحترام سے منھ نہ موڑیے کہ ادھر تو غزلیہ مشاعرے میں اپنی تازہ غزل پر واہ واہ کرالی اور اس سے ملتے جلتے اشعار لکھ کر نعت کی سرخی جما کر داد سمیٹنے کے لیے نعتیہ تقاریب میں بھی چلے آئے۔ آپ غزل بے شک لکھئے، کیوں کہ اکثر اچھے غزل گوشعرا نے ہی میدانِ نعت میں حسن تغزل کے گلاب بکھیرے ہیں۔ مگر یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ غزل کے حسن تغزل اور نعت کے حسن تغزل میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایک طرف بوالہوسی ہے تو دوسری طرف عشق رسول۔'' (۹۵)

یہاں پروفیسر اکرم رضا نے موجودہ دور کے ایسے تلخ حقائق کا ذکر کیا ہے جو کہ فی زمانہ بہت تیزی سے عام ہورہے ہیں۔ وہ ایسے شعرائے کرام کو متنبہ کررہے ہیں جو غزل کے مشاعرے میں واہ واہ کروانے کے بعد اسی غزل سے ملتے جلتے اشعار پر نعت کی سرخی جما کر محافل نعت میں بھی داد وتحسین وصول کرتے ہیں۔ صنف غزل کی اہمیت سے انکار نہیں بہت سارے اچھے غزل گو آخری عمر میں نعت سے وابستہ ہوجاتے ہیں۔ وہ اپنے وسیع تجربات اور قوی مشاہدات کی روشنی میں جب نعتیہ شاعری کی جانب آتے ہیں تو ان کا بھرپور استقبال ہوتا ہے۔ بعض خوش نصیب غزل گو شعرا ایسے ہیں کہ جن کی نعت اور غزل کے درمیان واضح فرق ہوتا ہے۔ غزل کی لفظیات کا تعلق حسن وعشق مجازی کی وارداتوں سے ہے جس میں لفظی آلائشوں کی ملاوٹ لازمی جزو ہے جب کہ نعت کا تعلق خالصتاً عشق رسولؐ سے ہے جہاں تقدس الفاظ وخیالات کا دھیان رکھنا نعتیہ شاعری کی بنیادی شرط ہے۔

'' کچھ آدابِ نعت کے بارے میں'' یہ عنوان ڈاکٹر صابر سنبھلی کے مضمون کا ہے۔ اس میں مضمون نگار نے آدابِ نعت کے بارے میں تصریحات پیش کی ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

> ''بہت سے نعت گوشعرا سچے معنوں میں عاشق رسول بلکہ فنا فی العشق الرسول بھی ہوئے ہیں۔ نہ تو ان کے ذہنوں میں گستاخی رسول کا خیال آسکتا تھا اور نہ ہی وہ رسول اللہ کے اعلیٰ ترین مقام ومرتبے اور نعت گوئی کے آداب سے غافل ہوتے تھے۔ اگر ایسوں کے کلام میں یہ طرزِ تخاطب پایا جاتا ہے تو اس کو اعتراض کا ہدف بنانا درست نہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو عشق کی دنیا کی زینت تھے اپنے آقا کے عشق میں ایسے وارفتہ تھے کہ باوجود ہزار احتیاط کے نعت شریف کہتے وقت اُن کی حیثیت ایک مجذوب کی ہوجاتی تھی۔ اس لیے ان حضرات کو آج کل کے نعت گویوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیے''۔ (۹۶)

ڈاکٹر صابر سنبھلی نعتیہ ادب کے شناور ہیں۔ نعت رنگ کے کئی شماروں میں ان کے تنقیدی مضامین نعت پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی نے اس تنقیدی مضمون میں نعت گو شعرا کے کئی طبقات کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بہت سے نعت گو

شعرا سچے معنوں میں عاشق رسول بلکہ فنا فی الرسول کے منصب پر بھی فائز ہوتے ہیں۔شعرا کا یہ طبقہ ہر لحاظ سے مقامِ رسولؐ اور عظمت رسولؐ کا شناسا ہوتا ہے۔اس سے گستاخی رسولؐ کا گمان بھی سرزد نہیں ہوسکتا کیونکہ نعت کہتے وقت ان کی حالت مجذوبانہ ہوتی ہے مگر اس کے باوجود وہ حزم واحتیاط کے دامن کو تھامے ہوتے ہیں۔ان حضرات کی اس وجدانی کیفیت کو آج کل کے نعت گو شعرا کی کیفیت پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۲۱، دسمبر ۲۰۰۹ء

اس شمارے کے تنقیدی مضامین درج ذیل ہیں:

۱۔ اُردو نعت میں ضمائر کا استعمال	رشید وارثی
۲۔ تخلیقی ادب اور نعتیہ ادب کی موجودہ صورتِ حال	عزیز احسن
۳۔ اُردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات	محمد شہزاد مجددّی
۴۔ نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش	پروفیسر محمد اکرم رضا

''اُردو نعت میں ضمائر کا استعمال'' رشید وارثی کا ایک قابل توجہ مضمون ہے جس میں مضمون نگار نے اُردو نعت میں مستعمل ضمائر کا ذکر کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''دراصل اُردو زبان میں تمام ضمائر اور مصادر ہندی زبان سے لیے گئے ہیں۔اس لیے جو لوگ ہندی زبان کے زیر اثر شعر کہتے ہیں ان کے یہاں تعظیم کے لیے آپ یا تم جیسی ضمیروں کا استعمال نظر آتا ہے۔اس کے برعکس جو شعرائے کرام عربی زبان کے زیر اثر نعت کہتے ہیں ان کے یہاں ضمائر کی بجائے قرآن وحدیث کی پیروی میں تعظیم کے لیے کنیت یا القاب کا استعمال عام ہے۔''(۹۷)

رشید وارثی کے تنقیدی مضامین شعبہ نعت میں اہمیت کے حامل ہیں۔آپ کی ہر تحریر کو دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے۔نعتیہ ادب میں آپ کے اندازِ نقد کی پذیرائی سب سے سوا ہے۔موصوف نے اس مضمون میں ضمائر کی حقیقت اور اس کے استعمال پر بصیرت افروز گفتگو کی ہے۔آپ کہتے ہیں کہ اردو زبان میں تمام مصادر ہندی زبان سے مستعار ہیں۔اس لیے جو شعرائے کرام ہندی زبان کے زیر اثر شاعری کرتے ہیں ان کے یہاں تعظیم کے لیے آپ یا تم جیسے ضمائر کی جلوہ گری دکھائی دیتی ہے۔اس کے بالکل برعکس جو شعرائے کرام عربی زبان کے زیر اثر نعت کہتے ہیں ان کے یہاں ضمائر کی بجائے قرآن وحدیث کی تطبوع میں تعظیم کے لیے کنیت یا القاب کا استعمال رائج ہے۔

عزیز احسن کا مضمون ''تخلیقی ادب اور نعتیہ ادب کی موجودہ صورتِ حال'' ایک لائق مطالعہ کاوش ہے۔جس میں مضمون نگار نے موضوع سے متعلق مفید باتیں تحریر کی ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

> ''یہ صدی نعتیہ ادب کے حوالے سے ''نعت صدی'' کہے جانے کے قابل ہے۔اس کے باوجود ادبی معیارات پر پورا اُترنے والی شاعری کم کیوں ہے۔اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ شہرت طلب شعرا عوامی رجحان یعنی سہل و سادہ پسندی کو معیار بنا کر شعر کہہ رہے ہیں اور مگن ہیں۔ان کے اشعار کی تشہیر میں بصری میڈیا بھی پیش پیش

ہے،جس کا مقصد زیادہ تر کاروباری ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ نعت کاغذ پر کم پڑھی جاتی ہے بصری میڈیا پر زیادہ سنی جاتی ہے جس میں نیم زنانہ لباس میں ملبوس نعت خواں (یا باریش گویے) اپنی چھب دکھلا کر عوامی مقبولیت حاصل کر لیتے ہیں اور تخلیق نعت میں بھی اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہیں اور اسی جہالت کے باعث عوامی مقبولیت حاصل کر لیتے ہیں۔کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہندو پاکستان میں مجازی محبوب کے لیے مروج لفظ ''پیا......حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لیے استعمال ہونے لگا ہے اور اس پر لکھاری اور نعت خواں بڑا فخر محسوس کر رہا ہے۔میں نے سنا ''میرے حمزہؓ پیا''...... سچ پوچھئے تو میری جان ہی نکل گئی اس گھٹیا سوچ پر اور ان کے پروموٹرز کی فکری نہج کی پستی کا سوچ سوچ کے۔''(۹۸)

عزیز احسن نے اس صدی کو نعت کی صدی سے تعبیر کرتے ہوئے اس کے معائب ومحاسن کی جانب توجہ دلائی ہے۔لہجہ سخت ہونے کے باوجود حقیقت سے قریب ہے۔وہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جب نعت اتنے تواتر اور تسلسل سے کہی جارہی ہے تو نعت ادبی معیارات پر پوری کیوں نہیں اُتر رہی۔اس سوال کا جواب وہ عصر حاضر کے شعرا کی سہل پسندی اور شہرت پسندی کے حوالے سے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ شہرت طلب شعرا عوامی نمائندگی کرتے ہوئے سہل پسندی کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور اپنی اسی دھن میں مگن ہیں۔ان کے اشعار کی تشہیر میں دیگر عوامل کے ساتھ ہی بصری میڈیا بھی پیش پیش ہے۔جس کے زیادہ تر مقاصد کاروباری ہیں۔نعت کا مطالعہ کم ہو کر رہ گیا ہے جب کہ اسے سننے اور دیکھنے کا رجحان بصری میڈیا کی بدولت بڑھ گیا ہے جس میں نیم زنانہ لباس پہنے نعت خواں یا باریش گویے اپنی ادائیں دکھلا کر عوامی شہرت حاصل کر لیتے ہیں اور تخلیق نعت میں بھی اپنی جہالت کو پیش پیش رکھتے ہیں۔لفظ ''پیا'' کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں کہ یہ لفظ محبوب مجازی کے ساتھ تو نبھ سکتا ہے لیکن نعتیہ شاعری یا منقبت میں اس کو استعمال کرنا مذہبی و نعتیہ شاعری کے مقام اور معیار کو کم کرنے کے مترادف ہے۔وہ افراد جو اس قسم کی شاعری کو بڑے فخر سے میڈیا پر متعارف کروار ہے ہیں ان کی عقلیں بینائی سے محروم ہیں۔اگر نعتیہ شاعری کے فروغ کے لیے ایک واضح اور بلند موَقف کو لے کر میدانِ شاعری میں اترا جائے تو ادبی معیارات کبھی مجروح نہیں ہوتے۔

محمد شہزاد مجدّدی ''اُردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات'' کے حوالے سے پہلے بھی مضمون لکھ چکے ہیں یہ بھی اُسی سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔مضمون نگار کہتے ہیں:

''ایسی روایات کے فروغ میں غیر مستند اور بے سروپا حکایات پر مشتمل لٹریچر اور کتب رسائل کا بڑا ہاتھ ہے۔اس سلسلے میں چند مشہور کتابوں کے نام لیے جا سکتے ہیں۔مثلاً نزہت المجالس، معارج النبوۃ، وعظ بے نظیر بارہ تقریریں، صوفیائے کرام سے غلط طور پر منسوب تذکرے، ملفوظات کے مجموعے اور فضائل اعمال کے نام سے مختلف موضوعات پر شائع ہونے والی غیر علمی کتابیں اور حصول ثواب کے لیے مفت تقسیم کیے جانے والے کتابچے اس قسم کے مواد سے بھرے ہوتے ہیں۔''(۹۹)

شہزاد مجدّدی کہتے ہیں کہ غیر معیاری اور بے سروپا حکایات پر مشتمل لٹریچر اور کتب و رسائل غیر مستند روایات کو بڑی دیدہ دلیری سے جگہ دے رہے ہیں جس کی وجہ سے ایک عام قاری کی فکری آبیاری ایک غلط نہج پر ہو رہی ہے۔ایسا ادب چونکہ کم قیمت پر

یا مفت مہیا ہو جاتا ہے لہذا آسانی سے قارئین کو میسر رہتا ہے اور یہی ادب موضوع روایات کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ صوفیائے کرام سے منسوب تذکرے، ملفوظات کے مجموعے اور فضائل و اعمال کے نام سے شائع شدہ مختلف کتب بھی اس میں ہراول دستے کا کردار ادا کرتی ہیں۔

پروفیسر محمد اکرم رضا عہد جدید کے ایک قابل ذکر نعتیہ خدمت گزار تھے۔ ''نعتیہ ادب میں تنقیدی نقوش'' ان کا ایک مفید مطلب مضمون ہے جس میں اندازِ نقد کو احسن طور پر پیش کیا گیا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں۔

> ''وہ کیسا عظیم دور تھا کہ نہ اصلاح و تنقید فرمانے والے کو کوئی خوف تھا اور نہ اصلاح کروانے والے کے دل میں غم و غصہ تھا۔ دونوں اپنی جگہ شاداں و فرحاں تھے مگر زمانے نے ایک کروٹ بدلی تو ایک ایک شاعر کے درجنوں شعری مجموعے آنے لگے۔ نہ کسی استاد کو سنانے کی خواہش، نہ تنقید کا خوف۔ اگر کوئی کسر رہ جائے گی تو اپنی شان میں تعارفی تقریب کا انعقاد کر کے پوری کر لیں گے اور اس میں وہی ناقدین مدعو کیے جائیں گے جن کے متعلق سو فی صد یقین ہوگا کہ وہ صرف خوبیاں ہی بیان کریں گے بلکہ شاعر موصوف کو بھی علم نہیں جن خوبیوں کا وہ سراغ لگائیں گے۔ اس دورِ ناپرساں میں وہ ناقدین لائق صد تحسین کہ ستائش کی تمنا اور صلے کی ہوس سے بے نیاز ہو کر اپنا کام کیے جا رہے ہیں۔''(۱۰۰)

پروفیسر اکرم رضا دورِ ماقبل اور دورِ حاضر کا موازنہ پیش کرتے ہوئے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔ وہ شاعری کے اس سنہری دور کا ذکر کرتے ہیں جب شاعری مقدار میں کم اور معیار میں اعلیٰ ترین ہوتی تھی قابل شعرا کی شاگردگی اختیار کی جاتی تھی اور ایک ایک مصرعے پر اصلاح لی جاتی تھی مگر آج شاعری کی بھرمار نے شعری حسن کو غارت کر دیا ہے۔ نہ کوئی اُستاد ہے جو اس کی نوک پلک سنوارے بلکہ ہر شاعر کی اپنے بارے میں یہی رائے ہے کہ ''مستند ہے میرا فرمایا ہوا''۔ ایسے شعرا کے ارد گرد ان ہی جیسے ناقدین کی بھیڑ ہے جو صرف خوبیاں بیان کرنا ہی اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ پروفیسر اکرم رضا نے شہرت کی ہوس پرستی کے اس دور میں موجود ان تمام شعرا کو خراجِ عقیدت و تحسین پیش کیا ہے جو تعریف و صلہ کی طلب سے بے نیاز محنت اور محبت سے صنف نعت کی خدمت میں مصروف ہیں۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۲۲، ستمبر ۲۰۱۱ء

کتابی سلسلہ نعت رنگ کے بائیسویں شمارے میں درج ذیل مضامین تنقیدی نوعیت کے حامل ہیں:

۱۔ نعت نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت	ڈاکٹر شعیب نگرامی
۲۔ اُردو نعت میں ضمائر کا استعمال (ایک تنقیدی جائزہ)	ڈاکٹر اشفاق انجم
۳۔ نعتیہ شاعری میں متنی رشتوں کی تلاش	عزیز احسن

ڈاکٹر شعیب نگرامی کا نعت رنگ میں پہلا مضمون ''نعت نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' شائع ہوا تو نعت رنگ کے حلقے میں کافی بے چینی محسوس کی گئی جس کا اظہار مدیر نے اپنے اداریے میں بھی کیا تھا۔ مضمون کے ایک پیراگراف میں وہ اس طرح رقمطراز ہیں:

''اقبال جنھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے عمر بھر قرآنی تعلیمات کی ترجمانی کی انھوں نے رحمت عالم کی عقیدت ومحبت میں غلو کرتے ہوئے یہ رُباعی (یہ رباعی نہیں ہے، نظم کے دو اشعار ہیں، ادارہ) کہہ ڈالی:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

اس رباعی کا تیسرا مصرع محل نظر ہے جس میں رحمت عالم کو وہی اوّل وہی آخر کہا گیا ہے جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اوّلیت و آخریت کی نسبت اپنی ذات والا صفات کی طرف کی ہے۔ آیت شریفہ ہے ''ھوالاوّل والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم'' (۱۰۱)

ڈاکٹر شعیب نگرامی ایک مخصوص فکر کے حامل مضمون نگار ہیں۔ موصوف نے اپنی فکر کے تناظر میں مضمون میں سخت نہیں بلکہ بہت زیادہ سخت زبان استعمال کی ہے۔ جس کا ایک ایک لفظ نعتیہ حلقوں کی دل آزاری کا باعث ہے۔ مدیر نعت رنگ کا یہ اقدام بھی قابل تعریف ہے کہ انھوں نے اتنے سخت مضمون کو بھی شائع کیا اور مخصوص فکر کے حامل لوگوں کے نعتیہ تاثرات بھی سامنے آئے کہ وہ نعت سے کس قدر نالاں ہیں۔ مضمون نگار نے علامہ اقبال کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ عمر بھر قرآنی تعلیمات کو اپنی شاعری کے ذریعے عام کرتے رہے مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عقیدت ومحبت میں غلو کرتے ہوئے اس رباعی یا نظم (یہ رباعی نہیں ہے نظم کے دو اشعار ہیں) کہہ ڈالی۔ مضمون نگار نے اس رباعی کے تیسرے مصرعے کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے جس میں نبی اکرم کو نگاہ عشق ومستی میں اوّل وآخر قرار دیا گیا ہے۔ مضمون نگار اس بات سے متفق نہیں وہ صرف ذات باری تعالیٰ کی عبدیت، اوّلیت اور آخریت کے حامی ہیں اور اس کے لیے انھوں نے قرآن پاک کی آیت کریمہ کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ شعیب نگرامی کے اس مضمون کا جواب اگلے شمارے میں ڈاکٹر طلحہ رضوی برق نے ایک مضمون کے ذریعے دیا ہے۔

ڈاکٹر اشفاق انجم کا مضمون ''اُردو نعت میں ضمائر کا استعمال (ایک تنقیدی جائزہ)'' رشید وارثی کے مضمون کے حوالے سے تحریر کیا گیا۔ مضمون نگار کہتے ہیں۔

''ہمارا سماج کئی طبقات میں بٹا ہوا ہے، اعلیٰ طبقہ جو زبان وتہذیب کا معیار سمجھا جاتا ہے ان کے درمیان ''آپ اور ہم'' کی ضمیریں استعمال ہوتی ہیں، اس میں چھوٹے بڑے کی قید نہیں ہے۔ دوسرا متوسط طبقہ ہے جو دوسروں کے لیے تو ''آپ'' کی ضمیر لیکن خود اپنے لیے ''میں'' کی ضمیر استعمال کرتا ہے۔ تیسرا طبقہ جو نسبتاً کم علم اور جہلا پر مشتمل ہے وہ ''تو، تیرا، تیری'' جیسی ضمیریں استعمال کرتا ہے''۔ (۱۰۲)

ڈاکٹر اشفاق انجم نے اپنی سوچ کے مطابق اس مضمون کو آگے بڑھایا ہے ورگرنہ اس موضوع پر قابل قدر حضرات کے مضامین موافقت اور مخالفت میں شائع ہو چکے ہیں۔ نعتیہ ادب کا عام قاری بھی ان مضامین کے اثرات سے واقف ہو چکا ہے۔ مضمون نگار نے اپنے مضمون میں جگہ جگہ رشید وارثی کی فکر کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ موصوف کا مندرجہ بالا پیراگراف بھی ان کی فکری

اُتیج کو ظاہر کررہا ہے۔مضمون نگار نے ضمائر آپ ،تم ،تو کے استعمال کو طبقاتی فرق کے حوالے سے واضح کیا ہے۔

''نعتیہ شاعری میں متنی رشتوں کی تلاش'' عزیز احسن کا ایک منفرد مضمون ہے جس میں مضمون نگار نے نعتیہ شاعری کے حوالے سے متن کو موضوع بحث بنایا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''نعتیہ شاعری کے گلشن میں ایک متن کے ہزار ہا پھول کھلے ہوئے ہیں جو اس بات کی دلیل فراہم کرتے ہیں کہ ''ماترک الاول للاخر شیاء'' (پہلوں نے دوسروں (بعد میں آنے والوں) کے لیے کچھ نہیں چھوڑا''۔ہاں جودت طبع سے رائج متون میں اسلوبیاتی اور فکری سطح پر اضافے ممکن ہیں اور یہی رشتے تلاش کرنے کے لیے میں نے نعتیہ ادب کا کچھ مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ہوسکتا ہے مستقبل میں نئ تھیوری کی روشنی میں مجھ سے بہتر نقاد کچھ زیادہ گہرے نتائج فکر پیش کرنے کے قابل ہو جائیں اور یوں نعتیہ ادب میں بھی سنجیدہ مسائل پر غور وفکر کی طرح ڈالی جا سکے۔''(۱۰۳)

عزیز احسن نے نعتیہ شاعری کے ضمن میں متن کے بارے میں مفید گفتگو کی ہے۔نعت چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے۔یہ موضوعاتی شاعری ہے مگر اس کے باوجود متون میں یکسانیت نہیں ہمہ جہت رنگا رنگی کی اس فضا میں مزید دلکشی اور نکھار پیدا کرنے کے لیے اسلوب وفکر کے حوالے سے نئے اضافے کیے جا سکتے ہیں۔متن کے نت نئے پہلوؤں کی جستجو نے مضمون نگار کو نعتیہ ادب کے مطالعے پر آمادہ کیا ہے لیکن وہ اپنی اس جستجو کو حتمی خیال نہیں کرتے۔وہ مستقبل کے ناقدین سے امید رکھتے ہیں کہ اپنے مطالعے کی گہرائی اور گیرائی کی بنیاد پر سوچ وفکر کے نئے در وا کریں گے جس سے نعتیہ ادب کا یہ سنجیدہ کینوس مزید وسعت اختیار کرے گا۔

نعت رنگ شمارہ نمبر۲۳،اگست۲۰۱۲ء

اس شمارہ میں درج ذیل تنقیدی مضامین شامل ہیں۔

۱۔ صحابہ کرام کی نعتیہ شاعری اور ہم	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۲۔ فروغ نعت میں ''سیارہ'' کا کردار	گوہر ملسیانی
۳۔ غزل کاسہ بکف ساکت کھڑی ہے اُن کی گلیوں میں	ریاض حسین چودھری
۴۔ اُردو مرثیے میں نعت نگاری	پروفیسر قیصر نجفی
۵۔ اذکار وانوارِ حدائق بخشش	شہزاد احمد

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ایک بالغ نظر نقاد و محقق ہیں۔ان کا تحریر کردہ مضمون ''صحابہ کرام کی نعتیہ شاعری اور ہم'' ایک سبق آموز مضمون ہے۔وہ تحریر کرتے ہیں:

> ''برصغیر میں یہ پکار ہر جانب سے اُٹھی اور اس تیزی سے اُٹھی کہ سارا برصغیر سراپا گداز بن گیا،ایسے پُر جوش ماحول میں جذبے بھی بے ترتیب ہوئے اور آوازیں بھی بے آہنگ ہوئیں۔یہی وہ دور تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معیار ہاتھوں سے چھوٹا اور قدرے بے راہ روی پیدا ہوئی۔ضرورت اب بھی یہی ہے کہ ہر نعت گو، سیرت کے تقاضوں کو سمجھے،قیام رسالت سے آگاہ رہنے کے لیے علمائے حق کی راہنمائی سے پابند آداب

رہنے کی کوشش کرے، یہ کبھی خیال نہ آئے کہ عصرِ حاضر کے جذبے دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبوں سے زیادہ قوی ہیں بلکہ محبت کا ہر مظہر قرونِ اولیٰ کے مظاہر سے ہم رنگ رہنا چاہیے، تقابل کا کوئی جوش بے ترتیب نہ ہونے دے، کوشش یہی رہنی چاہیے کہ خیالات کو پاکیزگی کا وہی حصار حاصل رہے جو دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں قائم ہوا تھا۔'' (۱۰۴)

ڈاکٹر اسحاق قریشی نے اس مضمون میں ۱۸۵۷ء کی تباہی و بربادی کا ذکر کیا ہے۔ غلامی ایک عذاب بن کر مسلمانوں کا خون چوستی رہی۔ اُمت مسلمہ نے اس مشکل گھڑی میں اللہ ربّ العزت کی بارگاہ اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے رشتوں کو مضبوط سے مضبوط تر بنائے رکھا۔ برصغیر میں ہر چہار جانب اس بیداری کی تحریک نے سارے برصغیر کو سراپا گداز بنا دیا۔ اسی سیلِ رواں میں جذبے بھی بے ترتیب اور آوازیں بھی بے ہنگم ہوئیں اور صبر واستقامت کا دامن ہاتھوں سے چھوٹا اور وہ انتشار و افتراق کی دلدل میں دھنسے مسلمانوں سے احتیاط واحترام کا دامن چھوٹا جس سے صحابہ کرامؓ کی شان اور سیرت طیبہ کے تقاضوں کو دھچکا لگا۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی نے مسلمانوں کو یہ درس دیا ہے کہ ہر صورت میں صحابہ کرام سے مضبوط رشتہ استوار رہنا چاہیے۔ امت مسلم اس سوچ کو کبھی اپنے اذہان میں جگہ نہ دے کہ عصر حاضر میں دین اور رسولؐ سے محبت کے جذبات زمانہ ماضی سے برح کر ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے عظیم ترین دور اور ان کے عشقِ رسولؐ کا ذکر ہمیشہ احترام سے کیا جائے۔ ایسا کرنا اس پاکیزہ ومقدس حصار کو مضبوط کرنے کے برابر ہے جو صحابہ کرامؓ کے دور میں امت مسلم کو اپنی لپیٹ میں محفوظ رکھے ہوئے تھا۔

گوہر ملسیانی نے اپنے مضمون ''فروغِ نعت میں سیارہ کا کردار'' پر بصیرت افروز انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''سیارہ نے اسلامی ادب کو جلا کے حمد ونعت کو تو فوقیت دی مگر نعت کو معیاری نعت بنانے کے لیے تنقیدی نظر استعمال نہ کی۔ بلکہ نعت کے فروغ کے لیے اور اُردو ادب میں دیگر اصناف سخن کے مقابلے میں لانے کے لیے ایسا تخلیقی، تنقیدی لائحہ عمل اختیار نہ کیا جو اصنافِ حمد ونعت کو وقار عطا کرتا اور نعت کو ادب میں باافتخار بناتا۔ کوئی تحقیقی اور تنقیدی مقالہ ان چالیس سال کی اشاعتوں میں سامنے نہیں آیا۔'' (۱۰۵)

گوہر ملسیانی نے اپنے اس مضمون میں سیارہ کی خدمات کو سراہنے کے ساتھ اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا ہے کہ سیارہ نے اسلامی ادب کی ترویج کے لیے تو حمد ونعت کو اوّلیت دی مگر صنف نعت کو معیاری نعت بنانے کے لیے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا بلکہ تنقید نعت کی اہمیت سے بھی گریزاں رہے۔ غرض یہ کہ کوئی ایسا معیاری اور لائق توجہ نعتیہ کام نہیں کیا جس کی گونج برسوں سنائی دیتی۔ اسلامی ادب کی تشہیر وترویج کے لیے سیارہ کی خدمات بے حساب ہیں۔ مگر تنقید نعت اور تحقیق نعت کے شعبوں میں کوئی بھی کام سامنے نہیں آیا۔ گوہر ملسیانی کا یہ مضمون اسی شکوہ کا آئینہ دار ہے۔

''غزل کاسہ بکف ساکت کھڑی ہے اُن کی گلیوں میں''، ریاض حسین چودھری کا مضمون ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ پہلے دیارِ غزل میں تخلیق کار کی تخلیقی صلاحیتوں کی پرورش ہوتی ہے، اس کا احساسِ جمال رفتہ رفتہ پروان چڑھتا ہے۔ جب وہ فنی باریکیوں سے آگاہی حاصل کر لیتا ہے تو فنی پختگی اس کے قلم کو اعتماد کے نور سے ہم کنار کرتی ہے۔ تب کہیں جا کر اسے نعت گوئی کا اعزاز حاصل ہوتا ہے۔ نمازِ عشق ادا کرنے سے پہلے اشکوں سے وضو کرنے کا سلیقہ آئے تو اقلیم نعت میں باریابی کی اجازت ملتی ہے، زبردستی شہر نعت میں گھس

آنے والے دراندازوں کی ادبی موت کا منظر ہم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں۔''(۱۰۶)

ریاض حسین چودھری نے اپنے اس مضمون میں غزل کے مقابل نعت کی قدر و قیمت اور اہمیت کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فنی پختگی کے لحاظ سے شاعر کی پہلی درسگاہ صنف غزل ہے جہاں اس کا جمالیاتی ذوق پروان چڑھتا ہے اور نکھرتا ہے۔ اسی دیار میں وہ شعر فن کو اس کی باریکیوں کے ساتھ کھنگالتا ہے تب جا کر اس کا ذہن اتنا روشن، اس کا قلم اتنا مشاق ہو جاتا ہے کہ مذہبی، روحانی اور وجدانی کیفیات کے سرور میں نعت گوئی کا آغاز کرے۔ دیارِ نعت میں عشقِ رسولؐ سے چور ہوئے بغیر قیام ممکن نہیں۔ جو شاعر جذبہ عشقِ نبیؐ سے عاری ہوتا ہے اس کا ادبی سفر جلد ہی گمنامی کی موت مر جاتا ہے۔ نمازِ عشق ادا کرنے سے پہلے اشکوں سے وضو کرنا شرط ہے۔ تب کہیں جا کر نمازِ عشق باریابی سے ہم کنار ہوتی ہے۔

پروفیسر قیصر نجفی کا مضمون ''اُردو مرثیے میں نعت نگاری'' نعت رنگ میں شائع ہوا ہے جس میں مضمون نگار کی شعبۂ نعت سے ناواقفیت کا اظہار ہو رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''نعت رسول جس کثرت سے فی زمانہ کہی جا رہی ہے، قبل ازیں کبھی نہیں کی گئی، لیکن ایک کمی کل بھی نعت میں موجود تھی، وہ آج بھی پائی جاتی ہے۔ ہم بصد افسوس اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ کل کی طرح آج بھی بیش تر نعت نگاروں کا کلام اُسوۂ سرکارِ دو عالم کے ذکر سے عاری ہے۔ حالاں کہ نعت نگاری کا بنیادی مقصد ہی حضور کی سیرتِ طیبہ کا بیان ہے۔''(۱۰۷)

پروفیسر قیصر نجفی نے ایک حقیقت کا تو اعتراف کر لیا ہے کہ فی زمانہ نعت بہت کثرت سے کہی جا رہی ہے۔ اس سے قبل کبھی نہیں کی گئی۔ یہ واحد صنف نعت ہی ہے کہ جس نے ہر دور میں اپنی حیثیت کو نہ صرف برقرار رکھا ہے بلکہ صدی در صدی اپنی اہمیت کو بھی منوایا ہے۔ انھوں نے صنف نعت میں ایک کمی کا ذکر کیا ہے جو ان کے خیال میں ہمیشہ سے رہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں زیادہ تر نعتیہ شاعری ذکر اسوۂ حسنہ سے تشنہ دکھائی دیتی ہے۔ مکارم اخلاق کے حوالے سے بہت کم شعر کہے گئے ہیں۔ مضمون نگار کی رائے سے قطع نظر نعتیہ کلام میں اسوۂ حسنہ کا احاطہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نعت نگاروں کے کلام میں حسوۂ حسنہ کی جلوہ گری ہمیشہ سے رہی ہے اور دورِ جدید میں بھی اس کی جھلک دکھائی دیتی رہتی ہے۔ اب اس سلسلے میں مضمون نگار کو یہی مشورہ دیا جا سکتا ہے کہ وہ مرثیہ کے حصار سے باہر آ کر نعتیہ ادب کا مطالعہ فرمائیں تو ہر کمی اُنھیں دور ہوتی ہوئی محسوس ہو گی۔ مضمون نگار نے اپنے فکری تانے بانوں کو مولانا حالی کے فوراً بعد علامہ طالب جوہری کے قدموں پر نثار کر دیا ہے اتنی جلدی اُنھیں اُسوۂ سرکار دو عالم کیسے نظر آ سکتا ہے۔ اس کے لیے کثیر مطالعہ کی اشد ضرورت ہے۔

شہزاد احمد کا مضمون ''اذکار وانوارِ حدائق بخشش'' تحقیقی نوعیت کا مضمون ہے۔ مضمون نگار نے کہیں کہیں نقدِ نعت کو بھی روا رکھا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں۔

'' ''حدائق بخشش'' (حصہ اوّل و دوم) مکتبۃ المدینہ مسجد کھارادر کراچی نے بھی شائع کی ہے۔ دونوں حصے ۳۰۸ صفحات پر مشتمل ہیں۔ سالِ اشاعت ندارد ہے۔ ''حدائق بخشش'' کے اندرونی صفحات میں پہلے صفحہ پر ''حدائق بخشش'' (کامل) اور تذکرہ امام احمد رضا کے بعد صفحہ نمبر ۱۳ پر ''حدائق بخشش'' (مکمل) کے الفاظ

درج ہیں۔ یہ ''حدائق بخشش''، کسی طور پر بھی کامل اور مکمل نہیں ہے۔اس میں حصہ سوم کی نعتیں بھی شامل نہیں۔ یہ بھی ''حدائق بخشش'' کا وہی نسخہ ہے جس کے تصحیح نگار ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی ہیں۔مگر یہاں پر ڈاکٹر شرر صاحب کا نام نہیں دیا گیا ہے کیوں کہ اس میں بھی وہی اغلاط ہیں جو ''حدائق بخشش'' رضا اکیڈمی بمبئی اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں شامل ہیں۔اس ''حدائق بخشش'' کے اندرونی سرورق پر مولانا احمد رضا بریلوی کی غلط سال وفات کا ذکر ہے۔اس صفحہ کی عبارت دیکھئے۔(المتوفی ۱۳۴۰ھ بمطابق 1941ء)ابتداء میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ غلطی سہواً ہوگئی ہے۔مگر اس کتاب میں ''حدائق بخشش'' کی نعتوں سے پہلے ''تذکرہ امام احمد رضا'' کے نام سے تفصیلی تعارف موجود ہے۔اسی تذکرہ میں آگے چل کر صفحہ ۱۰ پر وفات ''حسرتِ آیات'' کے عنوان سے سال وفات کو پھر اسی انداز سے دُہرایا گیا ہے۔ (۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ 1941ء) وصال کی درست تاریخ ملاحظہ کیجیے۔ وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ 28/اکتوبر 1921ء بریلی ہے۔(۱۰۸)

شہزاد احمد نے اپنے اس مضمون میں ''حدائق بخشش'' کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی ہے۔''حدائق بخشش'' کے فنی ارتقاء سے لے کر فروغ تک کی روداد اس مضمون میں شامل ہے۔مضمون نگار نے ''حدائق بخشش'' کے علاوہ صاحب حدائق بخشش کے تعارف کے سلسلے میں ہونے والی پے در پے اغلاط کو طشت از بام کیا ہے۔اگر کوئی چاہتا ہے کہ اُسے ''حدائق بخشش'' کے بارے میں سیر حاصل معلومات حاصل ہوں تو اُسے چاہیے کہ وہ اس مضمون کا بلا استعیاب مطالعہ کرے ہر حوالے سے اُس کی تشفی ہو جائے گی۔مضمون نگار نے ہر زاویے سے اس مضمون کو مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش کی ہے۔

نعت رنگ شمارہ نمبر ۲۴، جولائی ۲۰۱۴ء

اس شمارہ میں درج ذیل مقالات شامل ہیں:

۱۔ کچھ غیر منقوط حمد و نعت سے متعلق	ڈاکٹر اشفاق انجم
۲۔ حمد و نعت میں الفاظ کا مناسب استعمال	تنویر پھول

ڈاکٹر اشفاق انجم کے مقالہ کا عنوان'' کچھ غیر منقوط حمد و نعت سے متعلق'' ہے۔ڈاکٹر اشفاق انجم کہتے ہیں کہ موجودہ دور میں میڈیا کے ذریعے مشاعروں و محافل،نعتیہ مقابلوں اور دیگر سمعی و بصری مواد نے حمد و نعت کی مقبولیت میں بہت اضافہ کیا ہے جس سے نعت گوئی میں زبردست تحریک پیدا ہوئی ہے۔اب حمدیہ و نعتیہ اشعار کی کمی ہے نہ شعرا کی لیکن ان اصناف کی جڑوں سے آگاہی اور شعور زیادہ تر شاعروں کو نصیب نہیں ہوا۔ان اصناف میں طبع آزمائی تو زور و شور سے ہو رہی ہے لیکن بے علم، بے روح اور جذبات سے عاری۔

ڈاکٹر اشفاق انجم نعتیہ شعرا کے کلام میں فنی و فکری لوازمات کی کمی و کجی کو بطور مثال پیش کرتے ہیں اور اس کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔

'' اسی کا لوح و کرسی اسی کا سارا عالم ہے وہی کل کا مصور ہے وہی کل کا ہری ہوگا

''لوح و کرسی'' دونوں ہی مؤنث الفاظ ہیں جنھیں مذکر باندھا گیا ہے۔شعر میں واحد جمع کا بھی عیب موجود ہے ''اسی کے لوح کرسی ہیں'' کہنا چاہیے تھا۔شعر کو خطرناک اسی معنی میں کہا ہے کہ ''ہری'' ہندی لفظ ہے جو ''پرمیشور اور بھگوان'' کے لیے مستعمل ہے اسے اردو شعرا نے ''خدا'' کے معنی میں کبھی استعمال نہیں کیا ہے اور نہ ہی استعمال کرنا چاہیے۔قدیم دوہوں کی زبان اردو نہیں ہے جن میں ہر اور ایشور جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ۔اس کے علاوہ ردیف ''ہوگا'' سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی وہ صرف کل کا مصور ہے لیکن ہری نہیں بلکہ ''وہ ہری آئندہ کبھی ہوگا'' اور اگر اسے مستقبل سے نہ جوڑیں تو بھی یہ شکیہ صیغہ ہے۔اس صورت میں بھی شعر غلط ہے'' (۱۰۹)

ڈاکٹر اشفاق انجم نے بڑی وضاحت سے شعر میں مؤنث الفاظ کو مذکر بنا کر پیش کرنے، ردیف کا غلط استعمال اور گرائمر کی کم فہمی کی نشاندہی کی ہے اور اس کے مترادف الفاظ و خیالات بھی پیش کیے ہیں جس سے نعتیہ اشعار میں کی جانے والی کوتاہیاں اور بے احتیاطیاں واضح ہوگئی ہیں۔دیکھا جائے تو نقاد اشفاق انجم کا یہ مضمون شعرائے نعت کے لیے ایک راہِ احتیاط ہے جو ان کے اشعار کو اغلاط سے پاک کر کے اعلیٰ معیار عطا کر سکتی ہے۔ایک اور شعر کے بارے میں ان کی رائے ہے:

'' مالکِ ملکِ ہر عالم وہ الٰہ وحدہ　　اس کا مرسل، اس کا اسوہ اس کا کرم عام ہے

شعر میں کئی خامیاں ہیں اول ''الٰہ وحدہ'' کا مرسل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ تو درس لیکن ''اس کا اسوہ'' مصرعہ اولیٰ کی رعایت سے ''الٰہ وحدہ کا اسوہ'' وہ چاہتا ہے۔دوم ثانی مصرع بحر سے خارج ہے۔اگر ''کرم'' کے ''ر'' کو ساکن پڑھیں تو مصرع درست ہوگا جبکہ درست ترکیب ''کرمِ عام'' ہے''۔(۱۱۰)

ڈاکٹر اشفاق انجم نے اس شعر کی فنی اغلاط کی نشاندہی بھی بہت اچھے طریقے سے کی ہے۔اتنی باریک بینی سے شعر کے ایک ایک لفظ کو سمجھنا اور اسے بحر و تقطیع، ردیف و قوافی اور گرائمر کی کسوٹی پر پرکھنا ان کے وسعتِ علم اور گہرے مطالعے کو ظاہر کرتا ہے۔

تنویر پھول کا مقالہ ''حمد و نعت میں الفاظ کا مناسب استعمال'' کے حوالے سے تحریر کردہ ہے جس میں وہ حمدیہ و نعتیہ شاعری کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں سے متعلق مستند معلومات فراہم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حمدیہ و نعتیہ شاعری بلند مرتبت اصناف ہیں۔ان پر سنجیدہ گفتگو اور مباحث قابل اعتراض بات نہیں ہے۔اسے صرف عقیدت نگاری تک محدود رکھنا، اس کے فروغ و ارتقا میں رکاوٹ کھڑی کرنے کے مترادف ہے۔یہ کلام بشر ہے ،کلامِ الٰہی نہیں اور بشر سہو و خطا کا پتلا ہے۔اس سے حمدیہ و نعتیہ شاعری کے فنی و فکری محاسن میں اغلاط و کوتاہیاں سرزد ہونا عام بات ہے۔ان اغلاط و کوتاہیوں کی اصلاح بھی ممکن ہے۔اس لیے حمدیہ و نعتیہ شاعری کو پرکھنے کی ہر سنجیدہ کوشش کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور اس پر کسی گرفت کو کسی شخصیت یا مقام و مرتبہ پر اعتراض کے حوالہ سے نہ دیکھا جائے۔

مقالہ نگار نے مختلف شعرا کے نعتیہ کلام سے اشعار منتخب کر کے ان پر تنقیدی نقطۂ نظر سے سنجیدہ گفتگو کی ہے۔انھوں نے حضور ﷺ کے لیے تو اور تم کا صیغہ استعمال کرنے کو نیک نیتی کی بنیاد پر معیوب نہیں قرار دیا۔اسی طرح لفظ ''عشق'' کو رسول پاک ؐ

سے محبت کے اظہار کے لیے استعمال کرنے پر اعتراضات کی وضاحت بھی کی ہے۔حمد ونعت کے گہرے تعلق کو ثابت کرنے کے لیے وہ لکھتے ہیں:

''ایک طبقۂ فکر ایسا ہے جو''خالص حمد'' کا قائل ہے، اسے حمد میں رسول اکرمؐ کا ذکر یا مناجات کا انداز گوارا نہیں! وہ یہ حقیقت بھول جاتا ہے کہ کلمہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے حبیبؐ کی رسالت کا ذکر ایک ساتھ موجود ہے۔ یہ کلمہ افضل و ذکر کہلاتا ہے۔ کیا ایسے لوگ صرف آدھا کلمہ پڑھ کر مومن ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟۔قرآن مجید میں اکثر مقامات پر حمد ونعت کے مضامین ساتھ ساتھ بیان ہوئے ہیں۔یعنی: ذکر جب اپنا کیا، ذکر نبیؐ کا بھی کیا''۔(۱۱۱)

لفظ''سنگسار'' کے استعمال کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

''ایک مشہور نعت گو شاعر نے پی ٹی وی کے نعتیہ مشاعرے میں طائف کی سنگ باری کا ذکر اس طرح کیا ہے:

''جو اُن کی طرح راہ میں سنگ سار ہوا ہو''

یہاں''سنگ سار'' کا لفظ کسی طرح درست نہیں۔''سنگ ساری''اور''سنگ باری'' میں نمایاں فرق ہے۔اوّل الذکر کسی مجرم کو سزائے موت دینے کا طریقہ ہے جو یہاں ہرگز مناسب نہیں، فنی لحاظ سے بھی یہ مصرعہ سقیم ہے کیوں کہ''سنگ سار'' میں''نون غنہ'' نہیں ہے اس لیے تقطیع کرتے وقت اسے''سنگ سار'' باندھنا غلط ہے۔

ایک اور معروف نعت گو شاعر کا یہ مصرع دیکھیے:

''بجھائے آپ نے، جتنے بھی تھے خلل کے چراغ''

چراغ بجھانا منفی عمل ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنا درست نہیں اور''خلل کے چراغ'' کہنا بھی درست نہیں۔ چراغ ہمیشہ اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، اگر''خلل کے چراغ'' ہو سکتے تو پھر''جہالت کی شمع'' اور''باطل کا نور'' کہنے میں کیا مضائقہ ہے؟''(۱۱۲)

تنویر پھول کے اس مقالہ میں شعراء کی شاعری کی جانب اشارے کیے گئے ہیں۔تنویر پھول فن شعر و سخن سے واقف ہیں اور تنقیدی بصیرت کے بھی حامل ہیں۔اُنھوں نے شعرائے کرام کو اغلاط کی نشان دہی کے بعد صائب مشوروں سے بھی نوازا ہے۔ موصوف تنقید برائے تنقید کے روادار نہیں بلکہ آپ تنقید برائے اصلاح کے شہ سوار ہیں۔یہی وجہ ہے کہ معائب بتانے کے ساتھ ہی محاسن کو بھی پیش کر دیا ہے۔یہی رُخ حقیقی اور صائب تنقید نعت سے ہم آہنگ ہے۔اس روّیے کی پذیرائی بہت ضروری ہے تاکہ صحیح تنقید نگاریٔ نعت فروغ پاتی رہے۔

☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ مولوی فیروز الدین ''فیروز اللغات (جدید نیا ایڈیشن)''، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور، (سن ندارد)، ص ۳۸۴

۲۔ ایضاً، ص ۳۸۴

۳۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی ''اُردو تنقید کا ارتقاء'' انجمن ترقی اُردو، کراچی، سوم ۱۹۷۹ء، ص ۱۴

۴۔ پروفیسر سید عابد علی عابدؔ ''اُصول انتقادِ ادبیات''، مجلس ترقی ادب، ۲ کلب روڈ، لاہور، دوم ۱۹۶۶ء، ص ۲

۵۔ ایڈمنڈ گوس، ''فلاسفی اور نفسیات کی امریکن ڈکشنری۔ امریکہ''، ص ۳۲۸

۶۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، ''اشاراتِ تنقید''، ص ۱۰

۷۔ پروفیسر سید عابد علی عابدؔ ''اُصول انتقادِ ادبیات''، مجلس ترقی ادب، ۲ کلب روڈ، لاہور، دوم ۱۹۶۶ء، ص ۱

۸۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط ''رشید وارثی اور نعتیہ نعت''، مشمولہ اُردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' کراچی، ۲۰۱۰ء ص ۷

۹۔ رشید وارثی ''اُردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، اپریل ۲۰۱۰ء ص

۱۰۔ صبیح رحمانی ''ابتدائیہ''، مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۸

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۶۵

۱۲۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ''نعت سرورِ کائنات ایک منفرد صنف سخن''، مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱، ۱۹۹۵ء، ص ۱۳۵

۱۳۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی ''ممنوعات نعت''، مشمولہ نعت رنگ کراچی، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۱۴۹

۱۴۔ ادیب رائے پوری ''نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کا جموذ'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱، ۱۹۹۹ء، ص ۱۶۴

۱۵۔ رشید وارثی ''نعت نگاری میں ذم کے پہلو'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۱۷۱

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۷۲ تا ۱۷۳

۱۷۔ عزیز احسن ''نعت نبی میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں''، مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۲۰۷

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۱۴

۱۹۔ عاصی کرنالی ''اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کے اثرات''، مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲، دسمبر ۱۹۹۵ء، ص ۲۷

۲۰۔ رشید وارثی ''اُردو نعت میں شان الوہیت کا استخفاف'' شمارہ ۲، ص ۳۹

۲۱۔ عزیز احسن ''نعت اور شعریت'' شمارہ ۲۰، ص ۱۰۹

۲۲۔ رشید وارثی ''اُردو نعت میں انبیائے سابقین کی رفعت شان کا استقصار''، مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۳، ستمبر ۱۹۹۶ء،

ص۲۲ تا۲۳

۲۳۔ پروفیسر عاصی کرنالی ''نعت پر تنقید (دوسرا رُخ)'' شمارہ۳، ۳۷

۲۴۔ ڈاکٹر عصمت جاوید ''اُردو نعت گوئی میں عقیدت و محبت کا اظہار'' شمارہ۳،ص۸۰

۲۵۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ''امام احمد رضا اور محسن کاکوروی'' شمارہ۳۰،ص۱۰۲

۲۶۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید ''بانگ درا کی نعتیہ تب وتاب'' شمارہ۳،ص۱۰۵

۲۷۔ ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی ''نعت اور گنجینۂ معنی کا طلسم'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ۴، مئی ۱۹۹۷ء،ص۴۷

۲۸۔ رشید وارثی ''اُردو نعت اور شاعرانہ تعلّی'' شمارہ۴،ص۶۶

۲۹۔ عزیز احسن ''اُردو نعت اور جدید اسالیب'' شمارہ۴،ص۱۰۸

۳۰۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ''اُردو نعت گوئی میں ہیئت کے تجربوں کی ضرورت'' شمارہ۴،ص۱۶۴

۳۱۔ ڈاکٹر سلیم اختر ''محرکاتِ نعت'' شمارہ۴،ص۱۶۷

۳۲۔ احمد ہمدانی ''جدید اُردو نعت اور علامت نگاری'' شمارہ۴،ص۱۷۴

۳۳۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید ''نعت کہیے مگر احتیاط کے ساتھ'' شمارہ۴،ص۱۷۹

۳۴۔ ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی ''نعت کے عناصر'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ۵، فروری ۱۹۹۸ء،ص۲۰

۳۵۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط ''اُردو نعت گوئی کے موضوعات'' شمارہ۵،ص۵۹

۳۶۔ رشید وارثی ''مدینہ منوہ کو یثرب کہنے کی ممانعت'' شمارہ۵،ص۱۳۶

۳۷۔ عزیز احسن ''اُردو نعت اور شاعرانہ روّیہ'' شمارہ۵،ص۱۴۴

۳۸۔ ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی ''نعت کے موضوعات'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ۶، ستمبر ۱۹۹۸ء،ص۱۹

۳۹۔ ایضاً، شمارہ۶، ستمبر ۱۹۹۸ء،ص۱۹

۴۰۔ جمال پانی پتی ''نعت گوئی کا تصورِ انسان'' شمارہ۶،ص۲۳

۴۱۔ رشید وارثی ''اُردو نعت میں تلمیحات کا غیر محتاط استعمال'' شمارہ۶،ص۵۰

۴۲۔ ایضاً،ص۷۷

۴۳۔ عزیز احسن ''اُردو نعت میں آفاقی قدروں کی تلاش'' شمارہ۶،ص۹۹

۴۴۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی، ''حمد و مناجات کی دینی و ادبی قدر و قیمت'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ۷، اگست ۱۹۹۹ء،ص۱۴

۴۵۔ ایضاً،ص۱۵

۴۶۔ رشید وارثی ''مبادیاتِ حمد'' شمارہ۷،ص۳۶

۴۷۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی ''حمدیہ شاعری پر تنقید'' شمارہ۷،ص۸۶

۴۸۔ ایضاً،ص ۸۷

۴۹۔ ڈاکٹرعبدالنعیم عزیزی ’’نعت میں طنز کی شمولیت‘‘ مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۸، ستمبر ۱۹۹۹ء، ص ۸۰

۵۰۔ مبین مرزا ’’اُردو نعت اور جدید اسالیب پر ایک نظر‘‘ شمارہ ۸، ص ۲۳۳

۵۱۔ ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی ’’غزل میں نعت کی جلوہ گری‘‘ مشمولہ نعت رنگ، کراچی، شمارہ ۹، مارچ ۲۰۰۰ء، ص ۱۳

۵۲۔ ایضاً،ص ۲۰

۵۳۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط ’’اُردو نعتیہ شاعری میں شمائل النبی‘‘ شمارہ ۹، ص ۵۲

۵۴۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی ’’اُردو نعت کی روایت کے چند اساسی محرکات اور اُن کے فروغ کی عملی صورتیں‘‘ شمارہ ۹، ص ۲۷

۵۵۔ جمال پانی پتی ’’نعت گوئی کا تصور انسان اور مولانا کوکب نورانی‘‘ شمارہ ۹، ڈص ۹۴

۵۶۔ رشید وارثی ’’اُردو نعت میں ادب رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں‘‘ مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۰، اپریل ۲۰۰۰ء، ص ۱۰

۵۷۔ ایضاً،ص ۱۸

۵۸۔ پروفیسر شفقت رضوی ’’اُردو نعت پر تاریخی اور تنقیدی کتب‘‘ شمارہ ۱۰، ص ۶۶

۵۹۔ ایضاً،ص ۱۲۰

۶۰۔ ایضاً،ص ۱۳۳

۶۱۔ رشید وارثی ’’اُردو نعت میں ’’صلعم‘‘ کا استعمال اور اس کے مضمرات‘‘ مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء ص ۱۴

۶۲۔ ایضاً،ص ۱۷

۶۳۔ پروفیسر محمد اکرم رضا ’’نعت اور احترام بارگاہِ رسالت‘‘ شمارہ ۱۱، ص ۳۲

۶۴۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ’’نعت کے موضوعات‘‘ شمارہ ۱۱، ص ۱۱۶

۶۵۔ ظہیر غازی پوری ’’نعتیہ شاعری کے لوازمات‘‘ شمارہ ۱۱، ص ۱۳۳

۶۶۔ پروفیسر شفقت رضوی ’’گفتنی ناگفتنی‘‘ شمارہ ۱۱، ص ۱۴۹

۶۷۔ احمد صغیر صدیقی ’’غزل میں نعت کی جلوہ گری (ایک جائزہ)، شمارہ ۱۱، ص ۱۵۲

۶۸۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ’’نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں؟‘‘ مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۲، اکتوبر ۲۰۰۱ء ص ۱۰۹

۶۹۔ سیّد حسین احمد ’’کیا نعت ایک صنف سخن ہے؟‘‘ شمارہ ۱۲، ص ۱۱۶

۷۰۔ محمد ملک الظفر سہسرامی ’’تقاضائے نعت‘‘ شمارہ ۱۲، ص ۱۳۵

۷۱۔ عزیز احسن ’’نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلات تنقید، شمارہ ۱۲، ص ۱۸۵

۷۲۔ شارق جمال ’’نعت کے اشعار میں فنی سقم‘‘ مشمولہ نعت رنگ، کراچی، شمارہ ۱۳، دسمبر ۲۰۰۲ء، ص ۱۶۷

۷۳۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی ’’حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی میں مضمون آفرینی، شمارہ ۱۳، ص ۲۱۵

۷۴۔ ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برق ''کہف الوریٰ میری نظر میں'' شمارہ ۱۳، ص ۲۱۹

۷۵۔ ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کچھوچھوی ''اُردو نعت گوئی کا فن'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۴، دسمبر ۲۰۰۲ء ص ۳۵

۷۶۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ''نعت کا ادبی مقام، شمارہ ۱۴، ص ۵۱

۷۷۔ ادارہ ''نعت اور رشید احمد صدیقی'' نعت رنگ شمارہ ۴، ص ۱۳۵

۷۸۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ''نعت اور نقد نعت'' مشمولہ نعت رنگ کراچی شمارہ ۱۵، مئی ۲۰۰۳ء، ص ۱۸۷

۷۹۔ پروفیسر افضال احمد انور ''تنقید نعت کی اہمیت اور اس کی مثبت جہتیں'' شمارہ ۱۵، ص ۱۹۶

۸۰۔ ڈاکٹر سیّد شمیم احمد گوہر ''دیارِ نعت......ایک مطالعہ'' شمارہ ۱۵، ص ۳۲۶

۸۱۔ سیّد صبیح الدین رحمانی ''ادارتی نوٹ'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۶، فروری ۲۰۰۴ء ص ۱۳۵

۸۲۔ راجا رشید محمود ''دیارِ نعت پر اعتراضات کا تجزیہ'' شمارہ ۱۶، ص ۱۳۹

۸۳۔ ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی ''مقبول نقش کا نقش عقیدت'' شمارہ ۱۶، ص ۲۴۵

۸۴۔ شاہ مصباح الدین شکیل ''شاعر جہاد......رحمان کیانی'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۷، نومبر ۲۰۰۴ء، ص ۲۷۹

۸۵۔ پروفیسر غلام رسول عدیم ''حنیف نازش قادری کی نعتیہ شاعری'' شمارہ ۱۷، ص ۳۲۱

۸۶۔ پروفیسر فاروق احمد صدیقی ''کلامِ رضا میں توحید کی ضیا باریاں'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۸، دسمبر ۲۰۰۵ء، ص ۲۳

۸۷۔ محمد امجد رضا خاں ''رضا بریلوی کی نثریت کے اساسی محرکات'' شمارہ ۱۸، ص ۱۶۷

۸۸۔ علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی ''رضا کی زباں تمہارے لیئے'' شمارہ ۱۸، ص ۵۰۰

۸۹۔ عزیز احسن ''افصح العرب کے حضور میں'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۹، دسمبر ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۳

۹۰۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری ''نعت گوئی کا تقدس اور اس کی تنقیدی قدریں، شمارہ ۱۹، ص ۱۷۶

۹۱۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ''نعتیہ ادب پر تنقید یا تنقیص'' شمارہ ۱۹، ص ۱۷۹

۹۲۔ ڈاکٹر سیّد شمیم احمد گوہر ''زبانِ خامہ ندارد سر بیان فراق کا تنقیدی جائزہ'' شمارہ ۱۹، ص ۱۹۳

۹۳۔ ڈاکٹر سیّد محمد یحییٰ نشیط ''ثنائے رسول روایت سے درایت تک'' مشمولہ نعت رنگ، کراچی، شمارہ ۲۰، ۲۰۰۸ء، ص ۱۱۱

۹۴۔ محمد شہزاد مجددی ''اُردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات'' شمارہ ۲۰، ص ۱۲۲

۹۵۔ پروفیسر محمد اکرم رضا ''نعت نگاری میں احتیاط کے تقاضے'' شمارہ ۲۰، ص ۱۶۲

۹۶۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی ''کچھ آدابِ نعت کے بارے میں'' شمارہ ۲۰، ص ۱۷۵

۹۷۔ رشید وارثی ''اُردو نعت میں ضمائر کا استعمال'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۱، دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۴۳

۹۸۔ عزیز احسن ''تخلیقی ادب اور نعتیہ ادب کی موجودہ صورتِ حال'' شمارہ ۲۱، ص ۵

۹۹۔ محمد شہزاد مجددی ''اُردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات'' شمارہ ۲۱، ص ۱۲۷

۱۰۰۔ پروفیسر محمد اکرم رضا ''نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش، شمارہ ۲۱، ص ۱۶۲

۱۰۱۔ ڈاکٹر شعیب نگرامی ''نعت نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' مشمولہ نعت رنگ، کراچی، شمارہ ۲۲، ستمبر ۲۰۱۱ء، ص ۴۱

۱۰۲۔ ڈاکٹر اشفاق انجم ''اُردو نعت میں ضمائر کا استعمال (ایک تنقیدی جائزہ) شمارہ ۲۲، ص ۴۶

۱۰۳۔ عزیز احسن ''نعتیہ شاعری میں متنی رشتوں کی تلاش'' شمارہ ۲۲، ص ۱۰۷

۱۰۴۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ''صحابہ کرام کی نعتیہ شاعری اور ہم'' مشمولہ نعت رنگ، کراچی، شمارہ ۲۳، اگست ۲۰۱۲ء ص ۶۸

۱۰۵۔ گوہر ملسیانی ''فروغ نعت میں سیارہ کا کردار'' شمارہ ۲۳، ص ۲۰۰

۱۰۶۔ ریاض حسین چودھری ''غزل کاسہ بکف ساکت کھڑی ہے اُن کی گلیوں میں'' شمارہ ۲۳، ص ۲۰۶

۱۰۷۔ پروفیسر قیصر نجفی ''اُردو مرثیے میں نعت نگاری'' شمارہ ۲۳، ص ۲۳۷

۱۰۸۔ شہزاد احمد ''اذکار وانوار حدائق بخشش'' شمارہ ۲۳، ص ۲۵۰

۱۰۹۔ ڈاکٹر اشفاق انجم '' کچھ غیر منقوط حمد و نعت سے متعلق'' مشمولہ نعت رنگ، کراچی، شمارہ ۲۴، جولائی ۲۰۱۴ء، ص ۲۱۶

۱۱۰۔ ایضاً، ص ۲۱۷

۱۱۱۔ تنویر پھول ''حمد و نعت میں الفاظ کا مناسب استعمال'' شمارہ ۲۴، ص ۲۲۱

۱۱۲۔ ایضاً، ص ۲۲۱

☆☆☆

باب چہارم

نعت رنگ میں تحقیقی مقالات: شمارہ وار مطالعات

(شمارہ وار مطالعات)

نعت کے موضوع پر بلاشبہ دیگر نعتیہ رسائل و جراید نے بھی گاہے بگاہے تحقیقی و تنقیدی مقالہ جات شائع کیے ہیں جن کی اہمیت وافادیت نعتیہ ادب میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ مگر تحقیق و تنقیدِ نعت کے مقالہ جات کی تیاری اور تشہیر میں نعت رنگ کی روایت سب سے زیادہ توانا اور مستحکم ہے۔ نعت رنگ نے صنفِ نعت کی ادبی حیثیت کو نہ صرف اُجاگر کیا ہے بلکہ اس کے احترام، اہتمام اور انصرام میں تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے۔ جس میں تحریکی انداز کا تسلسل بھی شامل ہے۔ تنقیدی نوعیت کے مضامین کی چھان پھٹک کے بعد اب تحقیقی نوعیت کے اہم مضامین زیر بحث آئیں گے۔ واضح رہے کہ نعت رنگ میں تنقیدی نوعیت کے مضامین کے بعد سارے ہی مضامین تحقیقی نوعیت کے نہیں ہیں۔ نعت رنگ کے دیگر مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اوّلاً خالصتاً تحقیقی مضامین، ثانیاً نیم تحقیقی یا معلوماتی مضامین اور ثالثاً سرسری انداز میں لکھے گئے مضامین۔۔ نعت رنگ نے جس طرح تنقیدِ نعت کے موضوع کو دوام بخشا ہے، بعینہٖ اپنے تحقیقی مقالہ جات کو بھی قدرے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ نعتیہ ادب میں نعت رنگ کے تحقیقی مقالہ جات کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ نعت رنگ کے تحقیقی مقالہ جات کے شمارہ وار مطالعات کے اجمالی جائزے سے پیش تر تحقیق اور تحقیقی لوازمات اہل تحقیق کی ماہرانہ رائے کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں تاکہ تحقیق اور فنِ تحقیق سے آگاہی ہوسکے۔

قدیم دور سے لے کر آج کے دورِ جدید تک دنیا میں جتنے بھی علوم اپنے ارتقا کی اوجِ کمال تک دکھائی دیتے ہیں اس کا ایک ہی سبب ہے کہ یہ علوم مسلسل جستجو، کھوج اور بار بار کی پرکھ سے مستند کہلائے۔ کسی بھی علم و فن کو حقائق کی کسوٹی پر پرکھنے، از سرِ نو جائزے اور حقائق تک رسائی حاصل کر کے مسئلے کو حل کرنا ''تحقیق'' کہلاتا ہے۔ اسی طرح لفظ ''تنقید'' جو لفظ نقد سے مشتق ہے کے معنی پرکھنا ہیں۔ معنی و مقصد کے لحاظ سے تنقید و تحقیق کا تعلق چولی دامن جیسا ہے۔ دنیائے علم و فن کے کسی بھی پہلو کی چھان بین اور پرکھ کے لیے تنقید و تحقیق سے ہی مدد لی جاتی ہے۔ تنقید کیوں، کیا، کیسے، کب جیسے سوال اٹھاتی ہے اور تحقیق ان سوالوں کے مستند جواب فراہم کرتی ہے۔

تحقیق کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے اہل علم و فن نے اس کی تعریفیں بھی پیش کی ہیں۔

مولوی فیروز الدین نے فیروز اللّغات میں تحقیق کے لفظ کو ان معنوں میں پیش کیا ہے:

> ''تحقیق (تح۔قیق) [ع۔ا۔مث] (۱) اصلیت معلوم کرنا۔ دریافت کرنا (۲) درستی۔ صحت (۳) دریافت۔ تفتیش۔ جانچ پڑتال (۴) سچائی۔ صداقت۔ اصلیت (۵) یقین (۶) تصدیق۔ پایۂ ثبوت کو پہنچنا (۷) درست۔ ٹھیک۔ سچا۔ اصلی۔ یقینی۔ جمع: تحقیقات
> تحقیق کرنا۔ دریافت کرنا۔ حقیقت معلوم کرنا۔ کھوج لگانا'' (۱)

> ''تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی کھرے کھوٹے کی چھان بین یا کسی بات کی تصدیق کرنا ہے۔ دوسری لفظوں میں تحقیق کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے علم و ادب میں کھرے کو کھوٹے سے، مغز کو چھلکے سے، حق کو باطل سے الگ کریں'' (۲)

''اس طرح تحقیق ایک ایسی کوشش کا نام ہے جو علم کی پہلے تلاش، پھر تصدیق اور بعد میں اس کی تشہیر کرتی ہے۔ تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی ''حقیقت کا اثبات ہے''۔ اصطلاحاً یہ ایک ایسے طرزِ مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے''۔ (۳)

''تحقیق اور اس کا طریقۂ کار'' عندلیب شادانی کا مضمون ہے۔ اس میں انھوں نے تحقیق کی تعریف و مفہوم کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

''تحقیق کے لغوی معنی تو سبھی کو معلوم ہیں۔ رہے اصلاحی معنی تو تحقیق یعنی ریسرچ کا مطلب یہ ہے کہ یا تو نئے حقائق دریافت کیے جائیں یا پھر معلومہ حقائق کی کوئی ایسی نئی تفسیر پیش کی جائے کہ اس سے ہماری معلومات میں معدبہ اضافہ ہو جائے۔ بعض لوگوں نے ریسرچ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ فکر کی پوری جدوجہد کے ساتھ حقیقت کی جستجو کا نام ریسرچ ہے اور غایت اس کی حق الیقین کا درجہ حاصل کرنا ہے''۔ (۴)

تحقیق کے شعبے میں نمایاں کام انجام دینے والے اہلِ علم نے اپنے اپنے انداز میں تحقیق، اُصولِ تحقیق، رسمِ تحقیق، مسائلِ تحقیق اور معیارِ تحقیق، فوائدِ تحقیق کے بارے میں رائے دی ہے۔

اُردو میں اُصولِ تحقیق (انتخاب مقالات) جلد اوّل مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش اپنے ''مقدمہ'' میں فوائدِ تحقیق کی بابت لکھتی ہیں:

''علمی دنیا میں ترقی کا ثبوت وہ تحقیقی کام ہے جو ہر شعبۂ علم میں ہوتا ہے۔ تحقیق کی بنیاد تلاش و جستجو، مشاہدات، تجربات اور علوم کے افہام و تفہیم پر ہوتی ہے۔ تحقیق ایک محتاط، سرگرم جستجو اور مسلسل کاوش اظہار ہے، جس میں مروّجہ حقیقتوں کی تصدیق، نئی حقیقتوں کی تلاش اور سچائی کی کھوج مضمر ہے۔ جس کے منطقی نتائج تمام علوم کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اس سے علم و فن کی نئی راہیں دریافت ہوتی ہیں، نئی حقیقتیں اُبھرتی ہیں اور نئے انکشافات جنم لیتے ہیں''۔ (۵)

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش نے اپنی مرتبہ کتاب ''اُردو میں اُصولِ تحقیق'' (انتخاب مقالات) کے حوالے سے دو کتب شائع کی ہیں۔ جلد دوم کا ''پیش لفظ'' ڈاکٹر جمیل جالبی نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اُردو میں اُصول تحقیق پر ابھی تک جو تصانیف سامنے آئی ہیں، اُنھیں اس سلسلے کی ابتدائی کڑیاں تو کہا جا سکتا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس فن کا مکمل طور پر احاطہ نہیں کرتی۔ پھر ان میں سے اکثر کتابوں میں انگریزی زبان کی تصانیف سے استفادہ کیا گیا ہے۔ انگریزی زبان و ادب سے متعلق تحقیقی اُصول اُردو زبان کے علمی و ادبی سرمائے کو جانچنے کے لیے پورے طور پر مفید نہیں ہو سکتے۔ اُردو زبان کے تحریری سرمائے کو جانچنے کے لیے ان اُصولوں کو بعض مخصوص زاویوں سے دیکھنے کی بھی ضرورت ہے''۔ (۶)

پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل نے ''اُردو تحقیق صورتِ حال اور تقاضے'' تحریر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس وقت پاکستان میں چونکہ تحقیق کا زیادہ تر انحصار جامعات میں ایم اے اور پی ایچ۔ڈی کی اسناد کے حصول کے لیے لکھے جانے والے مقالات پر ہے، اس لیے ایسی تدابیر اور سہولتیں اختیار کی جانی چاہئیں کہ یہ محض حصول سند کا وسیلہ ہی ہو کر نہ رہ جائے بلکہ اسے معیاری اور مستقل حیثیت حاصل ہو سکے''۔ (۷)

پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل اپنی کتاب ''رسمیاتِ مقالہ نگاری'' میں اُردو میں تحقیقی مقالہ نگاری کے جدید تر اور سائنٹیفک اُصولوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اُردو زبان کی بدقسمتی رہی ہے کہ اس میں تحقیق کو مرتبہ یا تحریری صورت میں پیش کرنے کے اُصول وضوابط، جو اگر چہ ''طریقہ تحقیق''، ''اُصولِ تحقیق'' اور ''اسالیبِ تحقیق'' بھی کہلاتے ہیں، جنھیں ''رسمیاتِ تحقیق'' کہنا زیادہ بامعنی اور موزوں ہے، اب تک طے نہیں ہیں اور نہ انھیں طے کرنے کے لیے کوئی سنجیدہ، منظّم اور باقاعدہ کوشش ہوئی ہے کہ جس پر سب کا اتفاق بھی ہو۔ یعنی یہ معاملات یا مسائل کہ ''رسمیاتِ تحقیق'' کیا ہوں؟ یا تحقیقی معلومات ونتائج یا حاصلات کو کس طرح پیش کیا جائے؟ ان کے مآخذ یا ان کی اسناد کا حوالہ کس طرح دیا جائے؟ حواشی اور تعلیقات کس طرح لکھے جائیں؟ اور ان کے درمیان کے فرق کو کس طرح ملحوظ رکھا جائے؟ متن یا بین السطور اقتباس کس طرح نقل کیا جائے؟ اور مآخذ یا اسناد کی فہرست (کتابیات) کو کس طرح مرتب کیا جائے؟ اور یہ سارے بنیادی لوازم زیادہ سے زیادہ جامع، سائنٹی فک، معیاری اور آسان کس طرح ہو سکتے ہیں؟ مگر افسوس کہ ان سارے معاملات یا ان بنیادی لوازم کو طے کرنے اور مقالے کو متفقہ اُصولوں کے تابع رکھنے کی کوئی باقاعدہ کوشش نہیں کی گئی۔''(۸)

مطالعاتی رہنمائی کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی کی یہ تحقیق ''اسلام میں تحقیق کے اُصول ومبادی'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ مسائل تحقیق کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

''ہمارے ہاں تحقیق کے طلبہ کے لیے بہت سی مشکلات ہیں جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ اگر کسی نہ کسی طرح کوئی طالب علم داخلہ حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے تو اسے تحقیقی کام کرنے میں رہنمائی بہت کم ملتی ہے۔ وہ موضوع کا انتخاب کیسے کرے، خاکہ اور کتابیات کیسے تیار کرے۔ مواد کس طرح جمع کرے اس مواد کی تنقیدی و تہذیب کیسے کرے، اسے مرتب ومدون کس انداز میں کیا جائے اور اس سے نتائج کیسے اخذ کیے جائیں۔''(۹)

ڈاکٹر قاضی عبدالقادر کی ایک کتاب ''تصنیف وتحقیق کے اُصول'' مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے شائع کی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے طلبا وطالبات کے لیے اپنے تجربے کا نچوڑ اس طور پر نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اصولِ تحقیق کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

''یہاں جو گفتگو ہو رہی ہے اس کا سیاق صرف طلبا اور طالبات تک محدود نہیں جو جامعہ کے ''نو واردان'' میں شمار ہوتے ہیں بلکہ علمی مضمون کی تیاری کی اہمیت ان کے لیے اور زیادہ ہو جاتی ہے جو ابتدائی اسناد حاصل کر چکنے کے بعد تحقیقی اسناد کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں۔ وہ نو جوان جو تحقیق و ریسرچ کے میدان میں داخل ہونا چاہ رہے ہیں یا وہ جو اپنے تحقیق کے موضوع کا انتخاب کر چکے ہیں اور جنھیں ہر ہفتہ اپنے نگران تحقیق یا ریسرچ سپروائزر کے لیے مضمون مکمل کرنا ہے ان کے لیے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اپنے خیالات کو کس طرح شرح وبسط سے پیش کر سکیں۔ گویا علمی مضمون کی تیاری کے مبادیات سے واقف ہونا ایک تحقیقی ضرورت ہے۔''(۱۰)

نعت رنگ کے تحقیقی مضامین:

نعت رنگ کراچی کی خصوصیت ہے کہ یہ ایک ہمہ جہت اور ہمہ صفت کتابی سلسلہ ہے۔ اس کا پہلا شمارہ نو بہ نو جہات سے

آراستہ ہے۔اس کے اجمال میں بھی کل کی صفات موجود ہیں۔ بلاشبہ یہ اوّلین شمارہ تنقید نمبر سے موسوم ہے مگر اس کے دامن فکر میں نعت کے مختلف موضوعات کی دھنک بھی شامل ہے۔اس کا اجمال بھی تنوع کا شاہد ہے۔اس کی ابتدا خالق برتر واعلیٰ کی حمد وثنا سے مزین ہے بعد از حمد وثنا یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف کا نقیب ہے۔اس میں تحقیق نعت کے زرو جواہر اور تنقید نعت کے نشتر بھی شامل ہیں۔اس میں فکر وفن کے عنوان سے معروف نعت گو شعرا کی نعت گوئی سے جلا بخشی گئی ہے۔غرض یہ کہ اس کا ہر عنوان خاص اور لاجواب ہے۔نعت رنگ کا ہر انتخاب بھی حسن انتخاب کے مقام پر فائز ہے۔نعت کے موضوع پر بلاشبہ دیگر رسائل وجرائد نے بھی گاہے گاہے تحقیقی وتنقیدی مقالہ جات شائع کیے ہیں جن کی اہمیت وافادیت نعتیہ ادب میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے مگر تحقیقی مقالہ جات کی تیاری اور تشہیر میں نعت رنگ کی خدمات سب سے زیادہ توانا اور مستحکم ہیں۔جس میں تحریک کا تسلسل بھی شامل ہے۔تنقیدی نوعیت کے مضامین کی چھان پھٹک کے بعد اب تحقیقی نوعیت کے اہم مضامین زیر بحث آئیں گے۔جس طرح سے سارے مضامین ہی تنقیدی نوعیت کے حامل نہیں تھے بعینہ یہی صورتحال تحقیقی مضامین کی بھی ہے۔

ہمارا موضوع نعت رنگ کے تحقیقی مقالہ جات کے شمارہ وار مطالعات پر مشتمل ہے۔نعت رنگ نے جس طرح تنقید نعت کے موضوع کو دوام بخشا ہے اس ضمن میں اپنے تحقیقی مقالہ جات کو بھی قدرے اہتمام سے شائع کیا ہے۔نعت رنگ میں سارے ہی مضامین تحقیقی نوعیت کے حامل نہیں۔نعت رنگ کے ان مضامین کو تین درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔اوّلاً کماحقہٗ تحقیقی نوعیت کے وہ مضامین جس میں تحقیق کے مصادر ولوازمے کو استعمال کیا گیا ہے۔ثانیاً وہ مضامین جو نیم تحقیقی یعنی معلومات کا خزینہ ہیں مگر اس میں حوالہ جات اور تحقیقی لوازمے شامل نہیں۔انھیں ہم معلوماتی مضامین سے تعبیر کر سکتے ہیں۔یہ مضامین تحقیق کے درجے پر فائز نہیں۔ثالثاً ایسے مضامین ہیں جنھیں عام انداز میں سرسری طور پر لکھا گیا ہے۔جس میں تحقیقی اور معلومات دونوں کا فقدان ہے۔ ہمارا موضوعِ بحث صرف تحقیقی نوعیت کے وہ مضامین ہیں جو تحقیقی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱، اپریل ۱۹۹۵ء

نعت رنگ کے پہلے شمارے میں تحقیقی نوعیت کے مضامین حسب ذیل ہیں:

۱۔ نعت سرورِ کائنات ایک منفرد صنف سخن ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

نعت رنگ کے پہلے شمارے میں تحقیقی نوعیت کا تحقیقی مضمون صرف ایک ہی ہے وگرنہ اس شمارے میں دیگر صاحبان کے مضامین، نیم تحقیقی یعنی معلوماتی نوعیت کے ہیں۔ جو ہمارا موضوع بحث نہیں۔ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا تحقیقی مضمون سات صفحات پر مشتمل ہے یہ مضمون مختصر ہونے کے باوجود جامع اور موثر انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''مدحت سرورِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ صنف سخن ہے جس کی خدمت میں نسل انسانی کا ہر طبقہ شریک ہے۔ اس میں رنگ ونسل، تہذیب وتمدن یا زبان وملک کی غیریت راہ نہیں کاٹتی، خواہشات ومیلانات مختلف ہو سکتے ہیں مگر اس مرکز اتحاد پر سب ایک انداز اور ایک جذبہ کے ساتھ حاضر ہیں۔ یہ وہ مقام اتصال ہے جہاں اجنبیت کا احساس مٹ جاتا ہے اور بین الاقوامی معاشرت کی جھلک نظر آتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ دنیائے فن کی ہم نظری کا سب سے بڑا مظہر نعت ہے اس لیے مدحیہ ادب کا اس حوالے سے مطالعہ آفاقی ادب کا مطالعہ ہے۔

جوں جوں دوریاں مٹ رہی ہیں اور انسان قریب آ رہے ہیں مدحیہ شاعری کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔‘‘(۱۱)

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں اس بات کی صریحاً وضاحت ہو رہی ہے کہ نعت سرورِ کائنات بلاشبہ ایک منفرد صنف سخن ہے۔ جس کے فروغ میں نسل انسانی کا ہر طبقہ دل و جان سے شامل ہے۔ مدحتِ سرکار میں رنگ و نسل کا تعصب نہیں۔ تہذیب و تمدن کا ٹکراؤ بھی نہیں۔ حتیٰ کہ زبان و ملک کی غیریت بھی روڑے نہیں اٹکاتی۔ بلاشبہ خواہشات اور سوچ و فکر کا انداز مختلف ہو سکتا ہے مگر مدحت نبیؐ کے لیے سب کا ایک ہی انداز اور ایک ہی جذبہ ہے جو انھیں ایک مرکز پر متحد کرتا ہے۔ یہی وہ مقام ملاپ ہے جہاں اجنبیت کا احساسِ زیاں جاتا رہتا ہے اسی مقام پر بین الاقوامی معاشرت کی جھلک ہم رشتہ ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ دنیائے فن کی ہم نظری کا سب سے بڑا امر کز و مظہر نعت رسول ہے۔ صاحب مضمون نے اپنے اس پورے مضمون میں نعت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک منفرد اور لازوال صنف سخن ہونا قرار دیا ہے۔ مدحیہ ادب کا مطالعہ آفاقی ادب کے مطالعہ سے مشروط ہے۔ جیسے جیسے فاصلے کم ہو رہے ہیں انسانوں کی قربت بڑھ رہی ہے۔ مدحیہ شاعری کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ نعت کے علاوہ یہ مقامِ بلند اور کسی صنف سخن کو حاصل نہیں۔

نعت رنگ کے پہلے شمارے میں نیم تحقیقی معلوماتی مضامین کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ یہ تمام مضامین اپنے باطن میں معلومات کا خزانہ سمیٹے ہوئے ہیں۔ نیم تحقیقی معلوماتی اور قابل ذکر مضامین میں یہ عنوانات سرفہرست ہیں:

۱۔ نعت کیا ہے؟	سعید بدر
۲۔ نعت کا سفر	سید آل احمد رضوی
۳۔ تخلیق پاکستان اور ہماری نعتیہ شاعری	ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی
۴۔ نعت گوئی ایک عظیم سچائی ایک بے کنار موضوع	جاذب قریشی
۵۔ چند مزید نعت نمبر	ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی
۶۔ نعتیہ شاعری میں ہائیکو کی روایت	صبیح رحمانی
۷۔ انتخاب نعت	راجا رشید محمود
۸۔ پاکستان میں نعتیہ انتخاب	غوث میاں

چند چند سطور میں مندرجہ بالا نیم تحقیقی یعنی معلوماتی مضامین کا تعارف پیش خدمت ہے۔

☆ ’’نعت کیا ہے؟‘‘ سعید بدر کا ایک معلوماتی اور دلچسپ مضمون ہے۔ مضمون کا عنوان ہی آپ اپنا تعارف ہے۔ مضمون نگار نے مختلف زاویوں سے نعت کی قدر و قیمت کو نہ صرف اجاگر کیا ہے بلکہ اس موضوع کو سیر حاصل بھی بنایا ہے۔

☆ ’’نعت کا سفر‘‘ سید آلِ احمد رضوی کا اپنے عنوان کے حوالے سے ایک سیر حاصل مضمون ہے جس میں مضمون نگار نے نعت کے سفر کو مختلف ادوار سے سجایا ہے۔ قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر صحف سماویہ سے بھی نعت کے سفر کو واضح کیا ہے۔

☆ ’’تخلیق پاکستان اور ہماری نعتیہ شاعری‘‘ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کا ایک قابل قدر مضمون ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تخلیق

پاکستان کے مختلف مراحل میں ہماری نعتیہ شاعری نے نہ صرف ملت اسلامیہ ہند کی راہ نمائی کی بلکہ آزادی کی لوکو تیز تر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

☆ ''نعت گوئی ایک عظیم سچائی ایک بے کنار موضوع'' یہ جاذب قریشی کے مضمون کا عنوان ہے۔ رسول اکرم ایک ایسے ممدوح ہیں اور ایک ایسا موضوع ہیں جن کی انفرادیت، جن کی یکتائی اور جن کی بے کناری کو اَن گنت اسالیب میں لکھنے کے بعد بھی کوئی قلم اپنی تحریر پر آسودہ نہیں ہوا ہے۔

☆ ''چند مزید نعت نمبر'' ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کا ایک معلوماتی مضمون ہے۔ انھوں نے گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ لاہور کے زیر اہتمام دو جلدوں پر مشتمل مجلّہ اوج کے نعت نمبر میں ''پاکستان میں نعت نمبروں کی روایت'' بیان کی تھی۔ اس کے بعد ''چند مزید نعت نمبر'' ان کا اضافہ شدہ مضمون ہے۔ واضح رہے کہ پہلے مضمون میں ۲۶ نعت نمبرز اور اس مضمون میں مزید آٹھ نئے نعت نمبرز شامل ہیں۔

☆ ''نعتیہ شاعری میں ہائیکو کی روایت''، صبیح رحمانی کا مضمون ہے جس میں انھوں نے ہائیکو کی روایت قلم بند کی ہے۔ نعت گوئی مقبول سے مقبول تر ہوتی جا رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اپنے تعارف کے پہلے ہی مرحلے پر ہائیکو کہنے والے شعرا نے اسے نعت کے زمزموں سے ہم کنار کرنے کی سعی کی ہے۔

☆ ''انتخاب نعت''، ایڈیٹر ماہنامہ نعت لاہور راجا رشید محمود کا مضمون ہے جس میں مضمون نگار نے معلوماتی انداز میں منتخبات نعت کی تاریخ بیان کی ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ ایک لائق مطالعہ اور دلچسپ معلوماتی مضمون ہے۔

☆ ''پاکستان میں نعتیہ انتخاب''، غوث میاں کا تحریر کردہ مضمون ہے۔ انھوں نے موضوع کی مناسبت سے کافی معلومات کا ذخیرہ اپنے مضمون میں درج کر دیا ہے۔ پاکستان میں انتخاب نعت کے حوالے سے غوث میاں کے اس مضمون کو کلیدی حیثیت حاصل رہے گی۔

نعت رنگ شمارہ ۲، دسمبر ۱۹۹۵ء

۱۔ جدید نعتیہ ادب اور بارگاہِ رسالت میں استمداد استغاثہ وفریاد — شبیر احمد قادری

نعت رنگ کے دوسرے شمارے میں بھی تحقیقی نوعیت کا صرف ایک مضمون شامل ہے۔ شبیر احمد قادری نے اپنے مضمون کی تیاری میں تحقیق کے مصادر کو اپنایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''ذاتی دُکھ درد کا بیان اپنی ذات سے اجتماع تک سفر کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح یہ اجتماعی دکھ جغرافیائی حدیں پار کرتا ہوا برصغیر سے باہر جہاں کہیں بھی کلمہ گو موجود ہیں ان کا دکھ درد بن جاتا ہے۔ ان کے مسائل و معاملات اور مصائب وآلام کا تذکرہ بھی جدید اُردو نعتیہ شاعری میں بہت ملتا ہے۔ فلسطین، افریقہ، افغانستان، بوسنیا، چیچینیا، کشمیر غرض ہر اندرونی اور بیرونی کرب کا بیان آج کی نعتیہ شاعری میں فنی حسن اور جذبۂ اُخوت کے تحت بالاخلاص ہوا ہے۔''(۱۲)

متذکرہ مندرجہ بالا اقتباس اس بات کا بین اظہار ہے کہ اُمت مسلمہ ایک وحدت اور ایک اکائی ہے۔ استمداد یہ اندازِ

نعت گوئی انفرادی بھی ہوسکتا ہے اور اجتماعی بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُمت مسلمہ سے تعلق رکھنے والے فرد کا ذاتی دکھ درد اجتماعی یعنی پوری اُمت مسلمہ کا دکھ درد بن جاتا ہے۔ دنیا میں جہاں بھی کلمہ گو آباد ہیں، ان کے ذاتی مصائب وآلام اجتماعی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ہمارے ہر عہد کی نعتیہ شاعری نے اپنے اپنے ادوار میں ان کرب ناک اذیتوں کو منظوم کیا ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی پانی پتی نے استغاثہ واستمداد کے اس انداز کو نمایاں طور پر منظوم کیا ہے جس میں ذاتی دکھ و تکلیف نہیں بلکہ پوری اُمت مسلمہ کی نمایندگی نظر آتی ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے   اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ اُمت کے نگہباں   بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی   ہاں ایک دعا تیری کہ مقبولِ خدا ہے (۱۳)

ہماری جدید نعتیہ شاعری میں اس کی وافر مثالیں موجود ہیں۔ جب فلسطین، افریقہ، افغانستان، کشمیر اور دیگر ممالک میں مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں تو دنیا بھر کے مسلمان اپنے وجود میں اس کرب اور اذیت کو محسوس کرتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے طبع موزوں کی سعادت دی ہے وہ اپنی شاعری اور بالخصوص نعتیہ شاعری میں استغاثہ وفریاد کے انداز کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کی نعتیہ شاعری میں اجتماعیت کا فنی حسن بھی موجود ہے اور جذبۂ اُخوت پوری آب وتاب کے ساتھ نظر آتا ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۳، ستمبر ۱۹۹۶ء

نعت رنگ کے اس شمارے میں تحقیقی نوعیت کا مضمون ایک ہے۔

۱۔ نعت خوانی کے آداب اور اصلاح احوال ومتعلقات   پروفیسر افضال احمد انور

''نعت خوانی کے آداب اور اصلاح احوال ومتعلقات'' کے حوالے سے یہ ایک دلچسپ اور حقیقت کشا تحریر ہے۔ جسے پروفیسر افضال احمد انور نے مختلف زاویوں اور مختلف تحقیقی حوالوں سے مزین کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''نعت گوئی اور نعت خوانی ایمان وعقیدت کے ایک ہی آسمان کے شمس وقمر ہیں، لیکن بلحاظ تحریر وتقدیم دونوں میں نمایاں فرق ہے۔ نعت گوئی شاعر کا کام ہے جس کا تعلق تخلیقی جذبوں سے ہے اور نعت خوانی صاحب لحن وترنم کا کام ہے۔ جس کا تعلق تبلیغی جذبوں سے ہے۔ نعت گو نعت لکھتا ہے۔ نعت خواں خاص لحن سے سناتا ہے۔ خوش قسمت ہے جسے ان دونوں میں سے کوئی ایک سعادت نصیب ہوگئی اور خوش قسمت تر ہے وہ، جو ان دونوں نعمتوں سے سرفراز کیا گیا۔ نعت گو اور نعت خواں دونوں ایک دوسرے کے لیے ممدومعاون اور لازم وملزوم ہیں۔'' (۱۴)

درج بالا اقتباس کی وساطت سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اگرچہ نعت گوئی اور نعت خوانی ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ ایمان وعقیدت کی راہیں ان سے آسان اور قوی تر ہوتی ہیں۔ نعت گوئی اور نعت خوانی میں حد درجہ فرق نمایاں اور واضح انداز میں موجود ہے۔ نعت گوئی شاعرانہ ذہن سے وجود میں آتی ہے اس کا تعلق قلبی جذبات اور محسوسات سے ہوتا ہے۔ یہ وہ وارداتِ قلبی ہوتی ہے جو قلب سے قرطاسِ صحن پر منتقل ہو جاتی ہے۔ جب کہ نعت خوانی صوت وآہنگ اور لحن وترنم کی غماز ہوتی ہے۔ جس کے قوی اثرات تبلیغی جذبوں سے آراستہ ہوتے ہیں۔ نعت خوانی لحن وترنم کے حوالے سے ہمیشہ سفر میں رہتی ہے۔ اس کا کوئی

علاقہ نہیں۔ یہ ہر علاقے اور ہر خطے میں اپنا رنگ جما لیتی ہے۔نعت گو شاعر صرف نعت لکھتا ہے جب کہ نعت خواں اپنے خاص لحن سے اس کا ابلاغ کرتا ہے۔بعض خوش نصیب ایسے ہیں جنھیں ان دونوں سعادتوں میں سے ایک سعادت حاصل ہے۔بعض خوش بخت ایسے بھی ہیں جنھیں یہ دونوں نعمتیں ودیعت کی گئی ہیں۔نعت گوئی اور نعت خوانی کا شعبہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک نعت گو شاعر اپنی نعتوں میں لفظوں کے پھول کھلاتا ہے اور نعت خواں اپنی نعت خوانی کے ذریعے اس کی خوشبو دور و نزدیک میں پھیلا دیتا ہے۔نعت،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی پسند ہے اور آپ نے اپنے صحابہ سے نعتیں سن کر خوشی کا اظہار فرمایا۔لہٰذا نعت خوانی آج بھی خوشنودیٔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔نعت خوانی آغاز ہی سے مسلم ثقافت کا حصہ رہی ہے لہٰذا آج بھی نعت خوانی معاشرے کی تطہیر و تعمیر کے فرائض انجام دے رہی ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۴، مئی ۱۹۹۷ء

نعت رنگ کا چوتھا شمارہ اس اعتبار سے بڑا اہم اور وقیع ہے کہ اس میں دنیائے ادب کے معروف نقادوں کی زیادہ تر تنقیدی تحریریں نظر آتی ہیں۔اس شمارے میں نیم تحقیقی معلوماتی مضامین کے علاوہ صرف ایک تحقیقی نوعیت کا مضمون ہے جسے تحقیق کے مزاج کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔

۱۔ جدید اُردو نعت اور آنکھیں　　　　منصور ملتانی

منصور ملتانی کا یہ مضمون ''جدید اُردو نعت اور آنکھیں''تحقیقی انداز میں لکھا گیا ہے۔موصوف نے آنکھ کی اصلیت اور اس کے عربی و فارسی اور دیگر زبانوں میں معنی بیان کرنے کے بعد نعتیہ شاعری میں اس کی مثالیں دی ہیں۔آنکھ کی ماہیت اور آنکھ کی قدر و قیمت کے حوالے سے جدید اُردو نعت میں یہ ایک اہم مضمون ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار آنکھیں، دیدارِ مصطفیٰ کی طلب گار آنکھیں، روضہ سرورِ عالم سے ضیابار آنکھیں، بلاوے کے لیے محوِ انتظار آنکھیں، خواب میں دیکھنے کو تیار آنکھیں، مدینے جا کر گہر بار آنکھیں، اپنی نارسائی پر نادم و شرمسار آنکھیں، اپنی مجبور تقدیر پر عزادار آنکھیں، غرض آنکھیں مختلف رنگ و روپ اور بصارت سے بصیرت کے سفر میں کوشاں نعت کے اشعار میں ایک حسین تسلسل کے ساتھ موجود ہیں۔کیونکہ نعت تو جذبوں کی سچائی، سوزِ عشق رسول اور گدازِ قلب کی کیفیات سے مزین ہوتی ہیں۔''(۱۵)

مندرجہ بالا اقتباس آنکھوں کی قدر و قیمت سے مزین ہے۔آنکھ، نظر اور نگاہ سے بھی مشتق ہے۔اس حوالے سے جگر مرادآبادی کا ایک شعر پیش ہے۔

میری نگاہوں کے خُود نے سارا مدینہ سمو لیا　　　　چھوٹی سی یہ نظر کتنا بڑا کام کر گئی(۱۶)

آنکھوں کی مختلف کیفیات ہیں جو دنیا بھر کے نظاروں سے مکیّف ہوتی ہیں،مگر یہاں آنکھوں کو بارگاہِ رسالت میں ہجر باری کی نسبت سے ہم کنار دکھایا گیا ہے،عشق رسول میں ہمہ وقت سرشار رہنے والی آنکھیں، دیدارِ مصطفیٰ کی طلب میں کھلی رہنے والی آنکھیں، روضہ اقدس یعنی مدینہ منورہ کی زیارت سے ٹھنڈی آنکھیں، نسیم صبح کے پیغام اور بلاوے کی منتظر آنکھیں، خواب

میں سرکار کے چہرۂ پُر انوار کو دیکھنے میں والی آنکھیں، شہر محبت مدینے میں پہنچ کر گہرباری کرنے والی آنکھیں، اپنی محرومیِ قسمت پر نالاں رہنے والی شرمسار آنکھیں، اپنی تقدیر کی نارسائی پر نوحہ کناں آنکھیں، آنکھوں کی اور بھی بہت ساری مثالیں نعتیہ اشعار میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ جدید اُردو نعت میں آنکھوں کے حوالے سے ایک سیل رواں جاری ہے کیونکہ نعت جذبوں کی پاکیزگی، سوزِ عشق رسول کی طہارت اور قلب گداز کی حسین کیفیات کا مظہر ہے۔ اُردو کی جدید نعتیہ شاعری آنکھوں کے حسین استعاروں سے مالا مال ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۵، فروری ۱۹۹۸ء

نعت رنگ کتابی سلسلے کے پانچویں شمارے میں تحقیقی قدر کے درج ذیل مضامین شامل ہیں۔

۱۔ مدح نگاری کی روایت اور مدح رسالت	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۲۔ اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' حمد ہے یا نعت	پروفیس افضال احمد انور
۳۔ نعت میں چراغاں	منصور ملتانی
۴۔ نیاز فتح پوری اور اُن کی نعت سرائی	پروفیسر محمد اقبال جاوید

مندرجہ بالا چاروں مضامین تحقیقی قدروں کے حامل ہیں اور ان چاروں میں فن تحقیق کے مراجع و مصادر استعمال ہوئے ہیں۔

''مدح نگاری کی روایت اور مدحِ رسالت'' ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا تحریر کردہ ہے جس میں انھوں نے مدح نگاری کی روایت از اوّل تا آخر بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''مدح ممدوح ربّ کائنات ایک مشکل ترین صنف سخن ہے مگر مداحین نے اس مشکل راہ پر چل کر اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کیا ہے، صدیوں کی تاریخ گواہ ہے کہ قریہ قریہ، شہر شہر، مدحت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترانے گائے جارہے ہیں عوام اور خواص یکساں توانائیوں کے ساتھ اس قافلہ مدحت میں شریک ہیں، اس صنف سخن کا تقدس اور اس کے دینی، اخلاقی اور انسانی تقاضوں نے اس کو منفرد صنف سخن بنادیا ہے، تقدس کا ہالہ ہمہ اطراف سایہ فگن رہا حتیٰ کہ غیر مسلم بھی جب اظہار جذبات کے لیے نغمہ سرا ہوئے تو زبان کو مشک عنبر سے باوضو کر کے حاضر دربار ہوئے، مدائح کی طویل روایت، اسلامی تاریخ کے لیے وجہ افتخار بھی ہے اور دامن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے پایاں وسعتوں کی غماز بھی، یہ سلسلہ ازل سے چلا اور تا ابد قائم ہے۔''(۱۷)

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے مطابق مدح ممدوح کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی عام صنف سخن نہیں، بلکہ اسے مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے مشکل ترین صنف سخن ثابت کیا گیا ہے۔ مگر مداحین مصطفیٰؐ شاعری کے اس نازک اور پر احتیاط سفر پر ثابت قدمی اور کامیابی سے رواں دواں ہیں۔ انھوں نے اس مشکل ترین صنف میں کامیاب طبع آزمائی کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ اس صنف سخن کے اہل اور حقدار ہیں۔ صدیوں کی تاریخی شہادتیں اس حقیقت کی امین ہیں کہ کوچہ کوچہ، بستی بستی، مدحت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آفاقی ترانے گونج رہے ہیں، یہ عمل صرف عوامی ہی نہیں بلکہ خواص کا بھی محبوب ترین مشغلہ ہے۔ قافلہ مدحت میں شریک حضرات کی شرکت کا عمل روز افزوں ہے۔ اس صنف سخن کی پاکیزگی اور اس کے دینی، اخلاقی اور انسانی رویوں نے اس صنف کو منفرد صنف سخن کے مقام پر فائز کر دیا ہے۔ اس معتبر صنف سخن کی ہم رُتبہ و ہم سر کوئی دوسری صنف نہیں۔

یعنی تمام اصنافِ سخن میں صنفِ سخنِ نعت کا کوئی مماثل نہیں ۔اس صنف نعت نے صدیوں سے اپنی ادبی روایت کے جادو جگائے ہیں۔اپنے ازلی تقدس اور پاکیزگی کو ہر طرح کی آلودگی سے پاک رکھا ہے۔یہی وہ صنف سخن ہے جو تقدس کے مقام پر فائز ہے۔ یہ بھی اس صنف سخن کا اعزاز ہے کہ غیر مسلم شعرا بھی جب اس قافلہ مدحت میں شامل ہوئے تو اُنھوں نے بھی اپنی زبانوں کو مشک وعنبر سے باوضو کیا۔ یہ وہ دربار ہے جہاں ہر ایک کی رسائی اور شنوائی ہوتی ہے۔ مداحین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ قدیم روایت اسلامی تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہے۔ یہی طویل روایت دامن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے کنار عظمتوں کی امین بھی ہے۔ مداحین مصطفیٰ کا یہ عظیم سلسلہ ازل سے شروع ہوا اور تا ابد برقرار وقائم رہے گا۔مضمون نگار نے مدح نگاری کی روایت کے تاریخی و تدریجی عوامل کو اوّل تا آخر انتہائی شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا ہے۔

''اقبال کی نظم 'ذوق وشوق' حمد ہے یا نعت'' پروفیسر افضال احمد انور کا ایک عالمانہ مضمون ہے۔جس میں انھوں نے ماہرین اقبالیات کی آراء پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' کے بارے میں اپنی دوٹوک رائے کو بھی پیش کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> '' لوحِ بھی تو،قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
>
> میں سراسر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف ہی بیان ہوئی ہے،لیکن بعض ماہرین اقبالیات کی رائے ہے کہ ذوق وشوق (خصوصاً اس کے مذکورہ بند) میں نعت کے بجائے حمد خداوندی بیان ہوئی ہے۔ان کی یہ ذاتی رائے اشاعت پذیر ہوئی بعض ذہنوں کو جھٹکا سا لگا کہ وہ تو ان اشعار کو اب تک نعتیہ کلام ہی سمجھتے رہے۔ یہ ''جدت''،تعلیمی اداروں میں مسابقہ ہائے نعت خوانی کی محافل تک پہنچی تو بعض مواقع پر نعت خوانوں پر واضح کر دیا جاتا کہ چونکہ یہ اشعار جدید تحقیق کی رُو سے حمد یہ ہیں لہٰذا نعت خوانی کی مسابقت میں انھیں نہ پڑھا جائے۔بعض مواقع پر نعت خواں کو ٹوک بھی دیا جاتا۔لہٰذا یہ ضرورت پیش آئی کہ اس ضمن میں دونوں نقطہ ہائے نظر کا تحقیقی جائزہ لیا جائے اور طے کیا جائے کہ ''ذوق وشوق'' میں کلام حمد یہ ہے یا نعتیہ؟''(۱۸)

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب   گنبدِ آب گینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

یہ علامہ اقبال کی مشہور زمانہ نظم ہے۔مندرجہ بالا اقتباس بھی اسی نظم سے متعلق ہے۔اس سلسلے میں بعض محققین وناقدین کی اُن آراء کو پیش کیا گیا ہے جنھوں نے اسے نعت ہی تسلیم کیا ہے۔اسے نعت تسلیم کرنے والوں کی تعداد پانچ ہے جب کہ اسے حمد کہنے والے صرف ایک صاحب ہیں۔اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' کو نعت کہنے والے حضرات میں ڈاکٹر عبادت بریلوی، پروفیسر مرزا منوّر،نسیم امروہوی، پروفیسر یوسف سلیم چشتی اور مولانا غلام رسول مہر کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔اس کے برعکس دوسری رائے بھارت کے مشہور ادیب اور معروف ماہر اقبالیات ڈاکٹر عبدالمغنی کی ہے جس میں اسے انھوں نے حمد گردانا ہے۔

مضمون نگار نے دونوں آراء کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ طے کرنے کی کوشش کی ہے کہ کون سا نظریہ اور نقطہ نظر درست ہے۔ڈاکٹر افضال احمد انور نے ان حقائق اور نظریات کو بالکل غیر جانب دارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔متذکرہ مضمون کا ماحصل پیش خدمت ہے۔اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' دراصل بنیادی طور پر نعت شریف ہے اور اس کے تیسرے بند میں خصوصیت کے

ساتھ نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان ہوئی ہے نہ کہ حمد خدا۔ یہ نعت دیگر نعتوں سے منفرد بھی ہے اور ممتاز بھی۔ فلسفہ اقبال کے بعض پہلوؤں کی ترجمانی کے علاوہ، جو بات اس نظم کو سب سے زیادہ اہم بناتی ہے وہ رسول اکرم سے عقیدت اور عشق کا والہانہ جذبہ ہے۔ شاید اُردو اور فارسی میں اس پائے کی کوئی دوسری نعت موجود نہیں جس میں موضوع اور فن اس طرح ہم آہنگ ہوئے ہوں۔

''نعت میں چراغاں'' منصور ملتانی کا ایک قابل توجہ مضمون ہے۔ جس میں موصوف نے چراغ کی اصطلاح کو مختلف تراکیب وزاویوں سے نعت میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''میلاد النبی کا لمحہ وہ عظیم لمحہ تھا کہ جس کے سامنے سارے جن وانس کی صدیوں کی عبادت بے حیثیت ہو کر رہ گئی تھی۔ تاریکیاں چھپنے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگیں اور ہر طرف دائمی خوشی اور سرخوشی کے رنگ بکھر گئے۔
> اسی ایک لمحے کے بارے میں شعر دیکھیے۔
>
> وہ ایک رات چراغاں ہوا زمانے میں ہوا بھی ہو گئی شامل دیے جلانے میں (محشر بدایونی)
>
> اور چراغاں کیوں نہ ہوتا کہ خالق دو جہاں کے محبوب انبیائے کے سرتاج اور عالم انسانیت کے لیے رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم فانی میں جلوہ فرما ہوئے تھے۔ آپ کی ذات پاک میں سرتاپا خیر ہی مجسم ہو گیا تھا۔ آپ کی آمد روشنی کی ایسی نوید تھی کہ ہر طرف نباتات و جمادات میں روشنی بھر گئی تھی۔ (۱۹)

متذکرہ اقتباس میں ظہورِ قدسی کے موقع پر ہونے والے اُس چراغاں کی حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ جس نے اپنی آمد سے کائنات عالم کو روشن اور منور کر دیا تھا۔ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عظیم لمحہ انسانیت کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوا۔ ظلمتیں دم توڑنے لگیں، تاریکیاں منہ چھپانے لگیں، ہر طرف دائمی اور حقیقی خوشی کی لہر دوڑ گئی، چہار جانب سرخوشی رنگ بکھیرنے لگی۔ آپ کی آمد پاک سے اُس رات جو چراغاں ہوا، اُس کا تو جواب ہی نہیں۔ ہوا کا کام ہے چراغوں کو بجھانا مگر اُس رات ہوا بھی دیے کی حفاظت کرنے لگی۔ اس کائناتِ میں آج تک کسی نے ایسا نظارہ نہ دیکھا ہوگا۔ یہ سب اہتمام تھا اُس حبیب دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارک کا جس نے ظلمت کدۂ دہر کو ہمیشہ کے لیے روشن ومنور کر دیا تھا۔ بلاشبہ آپ کی ذاتِ عظیم انسانیت کے لیے رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائی تھی۔ آپ کی ذاتِ گرامی سراسر خیر کی علامت تھی۔ آپ کی آمد کی نوید جاں فزا سے کائنات ہستی مسکرانے لگی۔ نباتات و جمادات، جن وانس دامن عافیت میں سما گئے۔ آپ کی ذات گرامی کو جب تک پیش نظر نہ رکھا جائے نہ تو دنیا میں جمال کا تصور مکمل ہوسکتا ہے اور نہ ہی عقبیٰ سنورنے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے۔ اسی لیے تو نعت گو شعرا بزم ہستی میں آپ کے جمال بے مثال کے سبب ہر سُو روشنی پاتے ہیں۔ نعت میں چراغاں کی روایت شعرا کے حوالے سے اس مضمون میں بیان ہوئی ہے۔

''نیاز فتح پوری اور ان کی نعت سرائی'' پروفیسر محمد اقبال جاوید کا ایک لائق مطالعہ مضمون ہے۔ اقبال جاوید نے نیاز فتح پوری کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نیاز فتح پوری نے جس ادبی سطح اور دلکش اسلوب میں نعتیں کہی ہیں، انھوں نے اس ادبیت کی روح کو پالینے کے بعد اُن کی نظم ونثر کی نعتیہ شاعری کی تحسین کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے نیاز فتح پوری کی شخصیت کے بارے میں پائی جانے والی متنازعہ رائے کے حوالے سے بھی گفتگو کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''گھٹی میں پڑی ہوئی خصوصیات کسی نہ کسی نوع زندگی کا حصہ بنی رہتی ہیں۔ روشن خیالی اورحق گوئی انھیں توارث میں ملی تھی جب کہ رومان پروری ماحول کی دین تھی۔ان کی مطالعے کی وسعت نے ان خوبیوں کو بال و پرعطا کیےاوران کے قلم نے اپنے خرامِ ناز کے لیے نت نئے راستوں کو چنااور ہر راستہ ان کی وسعت مطالعہ، ذہنی صلاحیت اورادبی جمال سے جگمگا تا رہا۔کوئی عام انسان ہوتا توان متنوع اورمختلف راستوں پر بکھر کررہ جاتا مگر نیاز بکھر بکھر کر سمٹتے رہے۔کاش وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو مذہبی نزاعی امور میں ضائع نہ کرتے اورانھیں صرف اردوادب کے لیے وقف رکھتے تو وہ بلاشک وشبہ وقت کے''ادبی مجدد''ہوتے''۔(۲۰)

مضمون نگار نے نیاز فتح پوری کی نعت سرائی کے پس منظر میں اس سنہرے دور کے نعتیہ شعرا کی سخت کوشی، ذوق آ گہی، جمالیاتی تب وتاب اورحق شناسی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اورتب وہی شاعرنعت کہتا تھا جس کا دل نعت کہنے پرآمادہ ہوتا تھایا دوسرے لفظوں میں جسے حضور ناز سے توصیف کی توفیق ازرانی ہوتی تھی۔تب قرآنی انوار سے تہی پیغمبرانہ ہدایتوں سے بیگانہ اورقلبی تعلق سے بے بہرہ قلم،غزل کونعت بنانے کی سعی نہیں کیا کرتے تھے۔تب بے دھڑک اور بے خطرنعت کہنے کارواج نہ تھا بلکہ لفظوں کو پلکوں سے چننے کی کوشش میں ہمتیں ہار جایا کرتی تھیں۔تب نعت کہتے ہوئے دل دھڑکتے اورلفظ لرزتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتوں کی ہم زبانی ہر کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔تب حضورﷺ کی شان سوچنے اورسوچ میں کھوجانے کا دستورتھا''۔(۲۱)

مضمون نگار کے مطابق نیاز فتح پوری دنیائے ادب کی دیوقامت شخصیت تھے۔ان کا شاعرانہ لب ولہجہ مشرقی ومغربی زبانوں پرعبور رکھتا تھا۔ وہ صوفیانہ اسرارورموز سے لے کرسائنسی حقائق کی فراستوں سے بھی باخبر تھے۔ان کے شاعرانہ لہجے میں لکھنوی ماحول کا بانکپن بھی تھااور دینی مدارس کے اساتذہ کا عطا کردہ مذہبی شعور بھی۔فطری طور پر نیاز فتح پوری کا مزاج شاعرانہ تھا۔اس لیے شاعری کا آغاز فارسی اوراردوزبانوں سے کیا۔ان کی نظموں کی تعداد ان کی غزلوں سے کم ہے لیکن ان کی نعتیہ شاعری میں عشقِ رسولؐ کا والہانہ انداز تاریخی صداقتوں کے ساتھ اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ نیاز فتح پوری کے ایک نعتیہ قصیدے کے بارے میں پروفیسر محمد اقبال جاوید لکھتے ہیں:

''فروری ۱۹۱۶ء کے رسالہ''صوفی''میں ان کا ایک نعتیہ قصیدہ شائع ہوا جو پینتیس فارسی اشعار پر مشتمل ہے۔ اسے پڑھ کر قدیم فارسی قصیدہ نگار شعرا کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔اس میں خیالات کا تموج،ادا کی لطافت لیے ہوئے ہے۔الفاظ وتراکیب کا بانکپن،مفاہیم کی صداقتوں کے ساتھ ہم آہنگ ہےاورقلم کی بے پناہ روانی،فکر حسن سے بہرہ ور ہے۔گولفظی شکوہ غالب ہے،مگر معنوی تب وتاب میں کہیں کمی محسوس نہیں ہوتی۔اس میں وہ حرف حرف تاریخی صداقتیں رکھتے چلے جاتے ہیں''۔(۲۲)

نعت رنگ شمارہ ۶، ستمبر ۱۹۹۸ء

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۶ میں تحقیقی نوعیت کا صرف ایک مضمون شامل ہے۔ دیگر نیم تحقیقی اورمعلوماتی مضامین بھی موجود ہیں مگراُن میں فن تحقیق نگاری کی جلوہ گری موجود نہیں۔

۱۔ غالب کا نعتیہ کلام ضیاء احمد بدایونی

ضیاء احمد بدایونی کا یہ مضمون اس اعتبار سے بڑا اہم ہے کہ اس میں غالب کے نعتیہ کلام کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ مضمون نگار نے غالب کی نعتیہ شاعری کے فکری رویوں کا پرَتو دکھانے کی سعی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اُردو میں غالب کا نعتیہ کلام نہ ہونے کے برابر ہے البتہ فارسی میں جو نعتیں انھوں نے لکھی ہیں، وہ ایک طرف ان کی اُستادی کی بُرہان اور دوسری طرف عقیدت مندی کی جان ہے۔ فارسی زبان پر ان کی غیر معمولی قدرت اور شاعری میں ان کی فوق العاوہ صلاحیت کا ناقدانِ سخن اور اربابِ فن نے ہمیشہ اعتراف کیا ہے۔''(۲۳)

مندرجہ بالا اقتباس کے حوالے سے غالب کے نعتیہ کلام کی وضاحت ہورہی ہے۔ مرزا اسداللہ خاں غالب ایک خود پسند شاعر تھا۔ اُردو کی شاعری پر غالب کا غلبہ ہے۔ غالب ہر عہد کی شاعری پر غالب رہا ہے۔ غالب کی فارسی میں بے شمار نعتوں کا ذکر ہوا ہے، مگر غالب کی ایک نعت مقبول زدِ خواص وعوام ہے۔ اس نعت کا مطلع ہے:

حق جلوہ گر زِ طرزِ بیانِ محمد است آرے کلامِ حق بہ زبانِ محمد است

(۲۴)

اسی نعت کا صرف مقطع غالب کو ہمیشہ نعتیہ شاعری میں زندہ رکھے گا۔ غالب کا یہ مقطع اکثر تحریریں اور جا بہ جا تقریر میں سماعت گوش ہوتا ہے۔ غالب نے نعتیہ شاعری میں ایسا آفاقی اور لا ثانی مقطع کہہ دیا ہے جو ہر دور کی نعت میں بھی غالب رہے گا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم کان ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

(۲۵)

اُردو میں غالب کی نعتیہ شاعری کی تعداد نہ ہونے جیسی ہے۔ اُنھوں نے فارسی میں جو نعتیہ کلام کہا ہے وہ تعداد میں بھی زیادہ ہے۔ فارسی میں کہا گیا کلامِ نعتیہ غالب کی اُستادی کی شان ہے۔ اس کا لفظ لفظ اور سطر سطر عقیدت مندی کی آئینہ دار ہے۔ غالب ایک منجھے ہوئے شاعر تھے اور تمام لوازماتِ شاعری پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ فارسی زبان پر بھرپور دسترس کے باعث انھوں نے صنفِ نعت میں طبع آزمائی کے لیے سب سے پہلے اسی زبان کو منتخب کیا۔ فارسی زبان کی نعتیہ شاعری میں ان کی نعتیں اوجِ کمال کو چھوتی دکھائی دیتی ہیں جو نہ صرف ان کے شاعرانہ ذوق کے کمال و جمال کو ظاہر کرتی ہیں بلکہ عشقِ رسولؐ کی انتہاؤں تک رسائی کی دعوی دار بھیہ ہیں۔ اس کا اعتراف تمام اہلِ فن اور نقدانِ سخن ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں۔ ضیاء احمد بدایونی کا یہ مضمون تحقیقی نوعیت کا ہے۔ انھوں نے بہت مختصر لیکن بڑے جامع انداز میں غالب کے نعتیہ کلام کی مقبولیت اور اس صنف نعت کے فارسی نمونوں کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ تقریباً غالب کی ہر فارسی نعت میں نعتیہ عناصر کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ غالب کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے موصوف کا یہ مضمون ہمیشہ یادگار رہے گا۔

نعت رنگ شمارہ ۷، اگست ۱۹۹۹ء

نعت رنگ کا شمارہ نمبر ۷ ''حمد نمبر'' پر مشتمل ہے۔ جب کہ موضوع بحث صرف نعتیہ شاعری پر لکھی جانے والی تحقیقی نوعیت کی تحریریں ہیں۔ نعت رنگ کے شمارہ ۸ کا تعارف پیش خدمت ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۸، ستمبر ۱۹۹۹ء

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۸ میں درجِ ذیل مضامین تحقیقی نوعیت کے ہیں:

۱۔ شعر کے بارے میں نبی اکرم کی رائے — ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

۲۔ حجرۂ نبویہ پر نعتیہ اشعار — ڈاکٹر خورشید رضوی

''شعر کے بارے میں نبی اکرم کی رائے'' ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا تحریر کردہ ہے۔ انھوں نے انتہائی بھرپور انداز میں موضوع کے ساتھ انصاف برتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

> ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمدہ شعر کی تحسین فرما کر شعر کی حلت کا اعلان کیا تو بدترین اشعار پر گرفت فرما کر اس کی شیطینیت کو لگام دی۔ اس لیے ایک متوازن راستہ دریافت ہوا۔''(۲۶)

اقتباس کی روشنی میں اس حقیقت کا برملا اظہار ہو رہا ہے کہ رسول اکرم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اچھے اشعار کو نہ صرف پسند فرمایا بلکہ بعض مقامات پر عمدہ اشعار کی تحسین بھی فرمائی۔ اچھے اشعار کی قدر و قیمت کا یہی جواز ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی پسندیدگی سے مشرف فرما دیا اور برے مضامین پر مشتمل اشعار پر سرزنش کر کے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا جس سے کلام خود بخود قابلِ گرفت ہو گیا۔ یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ خاص کا نتیجہ ہے کہ ایک متوازن اور اعتدال کا راستہ سامنے آ گیا۔ اسلام بلاشبہ دین فطرت ہے وہ انسانی جذبوں کی تہذیب کا تو قائل ہے۔ نفی کا نہیں۔ شعر کی حیثیت مسلّم تھی اس سے کلیتاً اجتناب نہ ممکن تھا نہ مناسب، اس لیے اسلام نے شعر کی معاشرتی گرفت اور شاعر کی ذہنی صلاحیت کو تسلیم کیا اور اس ادبی وفکری مظہر کو پذیرائی بخشی، لیکن اس قوت کو منہ زور ہونے اور معاشرتی اضطراب کا محرک بننے کی اجازت نہ دی۔

''حجرۂ نبوی پر نعتیہ اشعار'' ڈاکٹر خورشید رضوی کا تحریر کردہ مضمون ہے۔ جس میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کی کیفیات بھی شامل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''صفہ کی جانب سے ہوتا ہوا 'روضة من رياض الجنة' کے حصے میں پہنچا تو خوش قسمتی سے وہاں باجماعت نماز کی صف میں جگہ مل گئی۔ سلام پھیرا تو اچانک اس جانب سے بھی مقصورہ شریف کے بالائی کونے پر اسی عبارت کے نقوش جگمگا اٹھے۔ یہاں آب زر خاصا تازہ محسوس ہوا۔ جگر جگر کر کے حروف اچانک واضح ہوئے تو عربی کا یہ شعر سمجھ میں آ گیا۔
>
> **يا من يقوم مقام الحمد منفرداً للواحد الفرد لم يولد و لم يلدِ**
>
> ''اے وہ کہ جو مقام حمد پر شان انفرادیت کے ساتھ استادہ ہوگا اس ذاتِ واحد و یکتا کے سامنے جو لم یلد ولم یولد ہے۔''
>
> تجسس بڑھا تو نگاہ اگلے شعر پر گئی۔ اس کے گل پیچ حروف کو سلجھانے میں ذرا دیر لگی مگر بالآخر سمجھ میں آ ہی گیا۔
>
> **يا من تفجرت الابهار نا بعةً من اصبعيه فروا الجيش بالمدد**

''اے وہ کہ جس کی دو انگلیوں سے دریا پھوٹ کر بہہ نکلے سو اس نے پورے لشکر کو اس روانی سے سیراب کر دیا۔''(۴۷)

یہ مضمون ایک زائر مدینہ کی دلی کیفیات کا آئینہ دار ہے۔اس کے ذوق طلب اور شوقِ زیارت نے اسے یہ راہ سجھائی ہے کہ وہ حجرۂ نبویہ پر کندہ نعتیہ اشعار کو اپنی فکر کا نہ صرف محور بنائے بلکہ پوری اُمت مسلمہ کو بھی اپنی قلبی کیفیات سے آگاہ کرے۔اس دوران اُسے بہت سے اشعار پر سبز روغن بھی پھرا نظر آیا۔جس سے اشعار کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے جو شاید سعودی مسلک کے اعتبار سے مناسب معلوم نہ ہوئے ہوں۔مضمون نگار نے زیارت مدینہ کے بعد پاکستان آ کر تاریخ مدینہ کے حوالے سے بہت سی اہم کتب کا مطالعہ کیا اور یہ مضمون تحقیقی انداز میں پیش کیا۔ان اشعار کے ضمن میں دیگر حضرات کی خدمات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس کی مدد سے حجرۂ نبویہ پر کندہ نعتیہ اشعار کی پوری تاریخ سامنے آجاتی ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۹، مارچ ۲۰۰۰ء

نعت رنگ کے نویں شمارے میں زیادہ تر مضامین تنقیدی نوعیت کے ہیں۔تحقیق کے معیار پر پورا اُترنے والا ایک مضمون بھی نہیں۔تاہم نیم تحقیقی معلوماتی انداز کے مضامین شامل ہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۰، اپریل ۲۰۰۰ء

نعت رنگ کے شمارے نمبر ۱۰ میں تحقیقی نوعیت کے صرف درج ذیل دو مضامین ہیں۔

۱۔ گلدستہ ''انوارِ محمدی'' ایک تعارف — رفاقت علی شاہد
۲۔ مسرور کیفی کی نعت گوئی — پروفیسر ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق (بھارت)

''گلدستہ انوارِ محمدی ایک تعارف'' رفاقت علی شاہد کا تحریر کردہ مضمون ہے۔جس میں اُنھوں نے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے شائع ہونے والے گلدستے کو پیش کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''اسلامی انجمنوں اور مذہبی شخصیات کے حوالے سے امرتسر کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔'مجلس انوارِ محمدیہ' بھی امرتسر کی ایک ایسی ہی انجمن تھی۔یہ انجمن انیسویں صدی کے آخری عشرے میں وجود میں آئی مگر یہ کب تک قائم رہی؟ اس کے بارے میں شواہد دستیاب نہیں۔اس انجمن کے اہتمام سے ایک مذہبی جریدہ بھی شائع ہوتا تھا۔اس ماہوار رسالے کا نام ''انوارِ محمدی'' تھا۔اس وقت میرے پیش نظر اس رسالے کے دو شمارے موجود ہیں۔''(۴۸)

متذکرہ بالا اقتباس اس حقیقت کی وضاحت کرتا ہے کہ علم و ادب کے حوالے سے ایک دور میں امرتسر کو اہم مقام حاصل تھا۔بلاشبہ امرتسر مذہبی و اسلامی انجمنوں کا مرکز تھا۔معروف علمی و ادبی شخصیات کی ایک کہکشاں امرتسر میں جلوہ گر ہوا کرتی تھی۔ مجلس انوارِ محمدی (ﷺ) کا شمار بھی معروف انجمنوں میں ہوتا ہے۔اس انجمن کے بارے میں حتمی معلومات موجود نہیں۔مگر اس انجمن کی نگرانی میں ایک مذہبی جریدہ کا اجراء ہوا تھا۔یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا تھا۔''انوارِ محمدی'' کے صرف دو شمارے موجود ہیں۔ ان شماروں کی مدد سے اس انجمن اور اس رسالے کی بابت معلومات موجود ہیں۔پہلے شمارے کی جلد اوّل، شمارہ نمبر ۱۱، بابت ماہِ جمادی الاوّل ۱۳۰۹ھ جب کہ جلد دوم شمارہ نمبر ۸، بابت ماہِ صفر المظفر ۱۳۱۰ھ مطابق اکتوبر ۱۸۸۲ء کے ساتھ ہی (۱۸۹۲؟) بھی

درج ہے۔اس رسالے کے بارے میں تفصیلی معلومات موجود ہیں۔ بلاشبہ گلدستہ انوارِ محمدی نایاب گلدستوں میں شامل ہے جسے آیندہ آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

''مسرور کیفی کی نعت گوئی'' پروفیسر ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق کا تحریر کردہ ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''مسرور کیفی نے اپنی زندگی کے لمحات کو ذکر رسول کے لیے وقف کر دیا۔اُٹھتے بیٹھتے،سوتے جاگتے وہ اسی خیال میں محو ہیں۔اسی محویت کے عالم میں وہ اپنے جذبات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر شعر بنا دیتے ہیں۔ان کا کلام دماغ سے زیادہ دل کی گہرائیوں سے نمودار ہوتا ہے۔ان کی طبیعت نعت کہنے کے لیے ہمیشہ رواں دواں ہے۔''(۲۹)

پروفیسر سید رفیع الدین نے مسرور کیفی کی قلبی و ذہنی کیفیات کو ان کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔مسرور کیفی کے شعر ذوق کی نمو بچوں کی شاعری سے ہوئی۔ یہی ذوق غزل گوئی کے رنگ میں اُبھر کر سامنے آیا۔۱۹۷۶ء میں فریضہ حج کی ادائی اور روضہ اطہر کی حاضری نے دنیا بدل دی۔ روضہ رسول کی پہلی حاضری نے ہمیشہ کے لیے نعت سے وابستہ کر دیا۔مسرور کیفی کی زندگی کے لمحات ذکرِ رسول کے عالم میں گزرنے لگے۔ان کی زندگی کے روز و شب نعت کی دھن میں محور ہنے لگے۔اسی عالم کی قلبی کیفیات صفحہ قرطاس پر منتقل ہو کر نعت کے رنگ میں ظاہر ہونے لگیں۔ وہ اپنے جذبات کو الفاظ کا جامہ پہنا پہنا کر نعت بناتے رہے۔ ان کے نعتیہ کلام کا ظہور دماغ سے زیادہ قلب کی اتھاہ گہرائیوں پر ہوتا رہا۔ان کا مزاج ہمہ وقت نعت کے لیے تیار رہتا ہے۔اُنھیں نعت کہنے کے لیے کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ ان کے قلبی جذبات ہر وقت صفحہ قرطاس پر منتقل ہونے کے لیے بے چین رہتے ہیں۔وہ چشم نم کے ساتھ نعت کی سعادت سے ہم کنار ہوتے ہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۱۱ میں تحقیقی نوعیت کا صرف ایک مضمون ہے۔ باقی مضامین کی کیفیت نیم تحقیقی ہے۔

۱۔ حضرت حسان بن ثابت الانصاری......شاعرِ رسول　　　ڈاکٹر طارق جمیل فلاحی (بھارت)

''حضرت حسان بن ثابت الانصاری......شاعرِ رسول'' ڈاکٹر طارق جمیل فلاحی کی رشحاتِ فکر کا آئینہ دار ہے۔انھوں نے اپنے متذکرہ مضمون کو تحقیقی مصادر و مراجع کے حوالے سے مرتب کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''حضرت حسان عالم ضعیفی میں مشرف بہ اسلام ہوئے،لیکن ان کی شاعری ایک انداز میں جوان وتوانا ہوگئی۔ ہر طرف سے کٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے قریب ہوگئے تو ان کی شاعری مدح رسول اور ہجو کفار کے گرد گھومنے لگی۔ زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں میں اُنھوں نے بہترین قصاید پیش کیے۔ جس کی وجہ سے ان کا شمار ''اصحاب المذہبات'' میں ہوتا ہے۔ بعض شعرا کے منتخب کلام سونے کے پانی سے لکھے گئے تھے۔اس لیے مذہبہ کہلاتے ہیں۔ بعد میں ہر شاعر کے سب سے بہتر شعر کو مذہبہ کہا جانے لگے۔حضرت حسان کے مذہبہ کا مطلع یہ ہے:

لعمرک ابیک الخیر حقالما بنا　علی لسانی فی

الخطوب و بلا یدمیٰ'' (۳۰)

سیدنا حسان بن ثابت انصاری شاعر دربارِ رسول تھے۔حضرت حسان ضعیفی کے عالم میں اسلام کی دولت سے مالا مال

ہوئے۔ اسلام کے دامن رحمت سے وابستہ ہونے سے قبل وہ پورے عرب میں اپنی شاعری کا سکہ بٹھا چکے تھے۔ ہر خاص و عام انھیں ایک قادرالکلام شاعر کی حیثیت سے جانتا تھا۔ اسلام میں داخل ہونے سے ان کی شاعری میں مزید نکھار آ گیا، ان کے جذبات واحساسات پھر سے جوان وتوانا ہوگئے۔ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری نے انھیں دنیا سے بے نیاز کر دیا۔ قربت رسول کی برکت سے ان کی شاعری مدحِ رسول میں ڈھلنے لگی۔ یہ دراصل دفاعیہ شاعری تھی جس میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد ومحاسن اوراوصافِ حمیدہ کا تذکرہ اور کفار کی مذمت اور ہجو بیان کی جاتی تھی۔ حضرت حسان کا یہ اعزاز ہے کہ آپ نے زمانہ جاہلیت اوراسلام قبول کرنے کے بعد کے دونوں زمانوں میں مثالی قصائد کہے۔ شاعری کے اوجِ کمال کے باعث ان کا شمار ''اصحاب المذ ہبات'' شعرا میں ہوتا ہے۔ ان شعرا کے منتخب کلام کو سونے کے پانی سے لکھا جاتا تھا اس لیے انھیں مذہبہ کہتے تھے۔ سیّدنا حسان بن ثابت کے مذہبہ کا مطلع درج ذیل ہے۔

''لعمرک ابیک الخیر حقالما بنا علی لسانی فی الخطوب

وبلا یدمی'' (۳۱)

سیّدنا حسان بن ثابت شعروادب کی اصطلاح میں مخضرمی شاعر تھے یعنی جس نے زمانۂ جاہلیت اوراسلام دونوں کا زمانہ پایا ہو۔ حضرت حسان کی سیرت وکردار میں شاعری ایک مستقل عنوان ہے۔ زیرِنظر مضمون سیّدنا حسان کے سیرت وکرداراورشاعری کے حوالے سے ایک قیمتی دستاویز ہے۔ ان کی زندگی کے حالات وواقعات سے واقفیت کے لیے یہ مضمون ایک کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۲، اکتوبر ۲۰۰۱ء

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۱۲ میں تحقیقی نوعیت کے دو مضامین ہیں۔

۱۔ نعت اورآدابِ نعت گوئی افاداتِ کشفی کی روشنی میں — پروفیسر محمد اقبال جاوید

۲۔ اُردوادب میں محسنؔ کاکوروی کا مقام — ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد (بھارت)

''نعت اورآدابِ نعت گوئی افاداتِ کشفی کی روشنی میں'' پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ کا ذکر بہر نوع بلند ہے اوراللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو بھی رفعت عطا فرمائی ہے۔ اوراس رفعت کی عظمت یہ ہے کہ اوقات عالم کا ایک ثانیہ بھی ایسا نہیں گزرتا جو اس ذکر سے معمور نہیں ہوتا، یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ طلوع وغروب آفتاب کے ضابطے ہر مقام پر مختلف ہیں۔ کہیں دن کہیں رات، اوقات بھی مختلف یوں کہیں نہ کہیں نماز کا وقت ہوتا ہے گویا درودوسلام کے نغمے ہر لحظہ گونجتے رہتے ہیں اورنعت درودوسلام ہی کی ایک نغماتی شکل ہے......انسانیت کی پوری تاریخ میں کسی نبی کا نام معجزۂ الٰہی کے درجے پر فائز نظر نہیں آیا۔ ''محمدؐ'' (ﷺ) یہ لفظ کامل ترین ثنا اورنعت ہے۔ محمد وہ ہے جو موجب توصیف ہو، مجموعہ خوبی ہو، جس سے زیادہ تکمیل وکمال آدمیت واخلاق کا کوئی اورنمونہ اورنمائندہ نہ ہو اور جس کا حق پورا کر دیا گیا ہو۔ (۳۲)

درج شدہ مندرجہ بالا اقتباس کئی حقیقتوں کا مظہر ہے۔ اللہ رب العزت کا ذکر چہار دانگ عالم میں گونجتا رہتا ہے۔ اس کی سربلندی اور بلند اقبالی کا انداز سب سے جدا اورمنفرد ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب صاحب لولاک صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے ذکر کو بھی بلند مقام اور رفعت بے پایاں عطا کی ہے۔اس کی بڑائی اور بزرگی کا یہ عالم ہے کہ اوقاتِ عالم کا کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں کہ جہاں اس کا معمورہ بلند نہ ہوتا ہو۔اس سائنسی حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں طلوع وغروبِ آفتاب کے اوقات ہر جگہ پر مختلف ہیں۔کہیں دن کا اجالا تو کہیں رات کا اندھیرا۔ ہر جگہ کے اوقات روز وشب بھی ایک دوسرے سے مماثل نہیں۔کہیں آذان کا وقت ہے تو کہیں نماز ادا کی جارہی ہے۔اس لیے اوقات کی تفریق کے ساتھ دنیا کے ایک کونے سے لے کر آخری کونے تک آذان ونماز کا سلسلہ بغیر رکے مسلسل جاری ہے۔غرض کہ درود وسلام کے ترانے ہر لحظہ کائناتِ عالم کو اپنے حصار میں رکھتے ہیں۔نعت رسول بھی درود وسلام ہی کی ایک دل لبھاتی صورت ہے۔پوری انسانی تاریخ گواہ ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں اللہ کے نبی انسانوں کی رہنمائی کے لیے دنیا میں آئے لیکن کسی کا نام معجزۂ الٰہی نہیں قرار پایا۔یہ انعام الٰہی صرف ہمارے نبی محمد ﷺ کو ہی ودیعت ہوا ہے۔لفظ ''محمد'' (ﷺ) مکمل طور پر ثنا خوانی اور نعت کے زمرے میں شامل ہے۔محمد کا نام پانے والا حقیقتاً توصیف کا حقدار ہے۔جس سے زیادہ کامل انسان اور مکمل نمونہ حیات طیبہ جو صراطِ مستقیم کا نمائندہ ہو۔اور جس کا حق ہر طرح سے ادا کر دیا گیا ہو۔حضور اکرم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک انوارِ الٰہی اور علوم الٰہی کا مرکز تھا۔اس میں کونین کی وسعتیں سما گئی تھیں۔ آپ کا سینہ قرآن پاک کی کیفیات وبرکات کا خزینہ تھا۔

''اُردو ادب میں محسن کا کوروی کا مقام'' ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کا تحریر کردہ مضمون ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''مولوی محسن نے اپنے کلام میں جس قدر تلمیحات ومحاورات استعمال کیے ہیں اتنے شاید ہی کسی دوسرے شاعر نے استعمال کیے ہوں،لیکن ان کے کلام کی فطری سلاست اور بندش کی لطیف چستی نے ان میں اتنی روانی پیدا کر دی ہے کہ ان پر طبیعت رُک کر نہیں رہ جاتی بلکہ تلمیحیں اور یہ محاورے ان کے کلام کو سمجھنے میں ممد ومعاون ہوتے ہیں۔ان کی تشبیہیں فطری اور سریع الفہم ہیں اور ان میں کافی جدت اور تازگی ہے۔مضمون اور بیان دونوں اعتبار سے ان کا شعری سرمایہ اُردو شاعری میں پیش بہا اضافہ ہے۔''(۳۳)

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد نے اُردو ادب میں محسن کا کوروی کے شاعرانہ مقام ومرتبہ کو موضوع بحث بنایا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ محسن کا کوروی کا کلامِ نعتیہ تلمیحات ومحاورات کی بہتات سے پُر ہے۔تلمیحات ومحاورات کی یہ کثرت شاید ہی کسی دوسرے شاعر کے ہاں نظر نہ آئے۔محسن اس معنی میں بھی منفرد ہیں کہ وہ خالصتاً ہندوستانی فضا کے شاعر ہیں۔انھوں نے اپنی شاعری میں اپنے ماحول کی حقیقت پسندانہ انداز میں ترجمانی کی ہے۔ان کے خیالات، ان کی زبان اور ان کی تشبیہات واستعارات اسی ملک کی پیداوار ہیں۔اسی لیے ان کے کلام میں بلا کی تاثیر اور چاشنی ہے۔کلام کی فطری روانی اور لطیف چستی قارئین کے مزاج پر خوشگوار اثر ڈالتی ہے۔کلام میں شامل تشبیہات، محاورات اور تلمیحات کا مطالعہ اس دور کی ہندوستانی فضا اور ان کے شاعرانہ مزاج وفکر کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔محسن کی نعتیہ غزلوں کا رنگ وآہنگ اور حسن کا نکھار امتیازی شان رکھتا ہے۔محسن کا محبوب روایتی نہیں، بلکہ حقیقی ہے۔اسی لیے ان کی محبت بھی مجازی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ان کے روحانی عشق نے ان کی شاعری کو مقدس، طاہر ومطہر اور لطیف تر بنا دیا ہے۔ان کا احساسِ غم، حیات وکردار میں نکھار لاتا ہے اور سیرت کو با کردار وبلند کرتا ہے۔محسن کی مقبولیت کا اصل سبب نعت ہے۔محسن نے روایتی خیالات کو ایک نئی طرح سے آشنا کیا۔اپنے زورِ تخیل کی ندرت اور اپنے لطیف بیان کی لطافت سے صنف نعت کو جواب تک

ایک مذہبی موضوع تھا، ایک پُر وقار واہم صنف سخن بنا دیا۔ محسن کی نعت اس کی اچھوتی انفرادیت کا ایک لازوال کارنامہ اور اُردو ادب کا مستقل اثاثہ ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۳، دسمبر ۲۰۰۲ء

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۱۳ میں راجا رشید محمود کا مضمون ''نعت میں ذکرِ میلادِ سرکارؐ'' تحقیقی نوعیت کا ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے نعتیہ شاعری کے حوالے سے ذکر میلاد سرکار کے مختلف عناصر وعوامل بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاوّل کو دنیائے آب وگل میں تشریف لائے۔ ربیع الاوّل گلستانِ جہاں میں جو بہار لایا، اس سے مزرعِ انسانیت میں سلامتی اور سکون وطمانیت کی فصل پھولی پھلی۔ دنیا نے ہمارے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کے احسانات کے سائے میں سکھ کا سانس لیا، ہر کوئی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض واکرام سے متمتع ہوا۔ لیکن حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ میلاد عالمین کی بہتری کے لیے تھا''۔ (۳۴)

اس اقتباس میں جشن ولادت مبارک کے حوالے سے مختلف نکات بیان ہوئے ہیں۔ جشن ولادت یعنی صبح بہاراں ۱۲ ربیع الاوّل شریف کو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہورِ مسعود ہوا۔ ۱۲ ربیع الاوّل کی صبح بہاراں ظلمت کدۂ دہر میں ابر رحمت بن کر آئی۔ تڑپتی، بلکتی، سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کو جیسے قرار آ گیا۔ ہر طرف سلامتی اور سکون وطمانیت کی ہوائیں چلنے لگیں۔ اس مبارک صبح کی آمد سے ظلمت کدے نور پانے لگے۔ جس سے تاریک دل جگمگانے لگے۔ غرض یہ کہ دنیا نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی موجودگی میں سکھ چین کا سانس لیا۔ ہر طرف رحمتوں کی ہوائیں چلنے لگیں۔ بے قراروں کو جیسے قرار آ گیا۔ غم زدوں کو درد کا درماں مل گیا۔ بے چاروں کو جیسے امن واماں مل گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ میلادِ پاک عالمین کے لیے وجہ قرار ونجات ثابت ہوا۔ حضور فخر موجودات سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دنیا میں تشریف آوری انعام خداوندی سے مشروط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم پر مسلمانانِ عالم مسرت وانبساط کا اظہار کرتے ہیں۔ اس دن کی اہمیت اور اس کے تقدس کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ مضمون نگار نے قابل ذکر عناوین میں نورِ سرکار کا ظہور، قصیدہ ہائے نور، حضور لباس بشریت میں، ۱۲ ربیع الاوّل حضور کی آمد آمد کا ذکر، صبح ولادت، میلادیہ قصائد، میلادیہ مسدس، میلادیہ مخمس، میلادیہ مثلث، میلادیہ مثنویاں، میلادیہ نظمیں، آزاد نظمیں، میلادیہ نعتیں وغیرہ وغیرہ ان تمام عنوانات کے تحت نعتوں کے بے شمار شعرا کے نعتیہ کلام سے اشعار بھی پیش کیے ہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۴، دسمبر ۲۰۰۲ء

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۱۴ میں تحقیقی نوعیت کا یہ مضمون شامل ہے۔

۱۔ سعد اللہ مسیح جہانگیری کی فارسی نعتیں — ابوسعادت جلیلی

''سعد اللہ مسیح جہانگیری کی فارسی نعتیں'' ابوسعادت جلیلی کا تحریر کردہ مضمون ہے۔ سعد اللہ مسیح جہانگیری، شاہ جہاں کے دور کا شاعر ہے۔ جس کی تصنیف 'پیغمبر نامہ' ہے۔ مضمون نگار ابوسعادت جلیلی نے شاعر سعد اللہ مسیح کے اندازِ سخن پر اس کے فارسی

شاعرانہ کلام اور دو اہم مثنویوں ''رامائن مسیح'' اور ''پیغمبر نامہ مسیح'' کے حوالے سے تبصرہ کیا ہے۔

''پیغمبر نامہ میں بھی آغازِ کلام روایتی طریق پر حمد یہ مضمون سے ہوتا ہے۔لیکن مسیح کی طباعی اور ذہنی رسائی نے حمد باری تعالیٰ میں نکات آفرینی کے ایسے جوہر دکھائے کہ کسی طرح بھی یہ افتتاحی اشعار رسمی سی سطح یا حیثیت کے حامل نہیں ہوئے مسیح کی طبع رسا نے انسانی تاریخ کے طرح طرح کے حوالوں کے جابہ جا استعمال کے پہلو بہ پہلو حمد یہ قصیدے کو اسماء الحسنٰی سے برجستہ و بے ساختہ سے اور غایت درجہ بامعنی انداز میں معمور کر دیا۔ زیر اقتباس متن میں کم وبیش پچھتر عدد اسمائے الٰہی کو شاعر نے نگینوں کی طرح جڑ دیا ہے جس سے کلام کے لغوی حسن اور باطنی محاسن میں بھی اس شان سے اضافہ ہوا ہے کہ اس کی مضامین آفرینی بے حد داد طلب ہو گئی ہے''۔ (۳۵)

سعد اللہ مسیح جہانگیری پانی پتی شاہ جہانی دور کے شاعر ہیں۔ان کی شاعری کی دو تصنیف ''رامائن''،مسیحی کے نعتیہ قصاید اور ''پیغمبر نامہ'' مسیح قابل ذکر ہیں۔۱۰۵۰ھ اس کا سال تصنیف ہے جب کہ یہ دور ۱۴۳۶ ہجری کا ہے۔''پیغمبر نامہ'' تقریباً چار صدی پہلے کی تصنیف ہے۔''پیغمبر نامہ'' کی ابتدا بھی روایتی انداز میں حمد یہ مضمون سے ہوئی ہے لیکن مسیح پانی پتی کی بلند فکر اور ذہن رسا نے حمد باری تعالیٰ میں نکات آفرینی اور جدت مضامین کے وہ خوبصورت اور دل آویز رنگ بکھیرے ہیں کہ کسی طرح بھی یہ افتتاحی اشعار رسمی انداز کے دکھائی نہیں دیتے۔سعد اللہ مسیح نے انسانی تاریخ کے مختلف حوالوں کے جابہ جا استعمال سے اپنی تحریر کو تقویت دی ہے۔اس مثنوی کو اسماء الحسنٰی کے رنگ ونور سے نہ صرف سجایا ہے بلکہ اسے غایت درجہ بامعنی طریق سے نورٌ علیٰ نور کر دیا ہے۔ شاعر نے اس کے متن میں تقریباً پچھتر عدد اسمائے الٰہی کو اس قدر خوبصورتی سے استعمال کیا ہے کہ وہ جڑے ہوئے نگینوں کی طرح کلام کے معنوی حسن کو دوبالا کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اس کے شعری محاسن کی جلوہ گری بھی پوری آب وتاب کے ساتھ عیاں ہے۔ اس مثنوی میں مضامین آفرینی کے جوہر موجود ہیں جس کی وجہ سے یہ بے حد داد طلب اور قابل تائش ہے۔آج سے چار صدی پہلے کی فارسی نعتیہ شاعری میں لغوی حسن اور باطنی محاسن کی یہ یک جائی بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ بلاشبہ یہ حسن کاری فن شاعر کی قادرالکلامی اور زود گوئی کا مظہر ہے۔اس حمد یہ مثنوی کے اولین بیس شعروں کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کے متعدد ذاتی وصفاتی ناموں کے استعمالات میں سعد اللہ مسیح پانی پتی نے صوری ومعنوی حسن کی ایک کہکشاں سی تخلیق کر دی ہے۔دو اشعار حاضر ہیں:

کریم واحد، اوّل و آخر اوست　　　　علیم وصمد، باطن و ظاہر اوست

سمیع و بصیر و نصیر و قدیر　　　　بدیع و کبیر و لطیف و بصیر

(۳۶)

مضمون نگار کے مطابق سعد اللہ مسیح کے ''رامائن مسیح'' لکھنے کا مقصد دراصل اپنے قلم وذہن کو ''پیغمبر نامہ'' تحریر کرنے کے لیے آمادۂ عمل کرنا اور پیشگی ایک مثالی فضا تیار کرنا تھی۔اس کی زندگی کے حالات کے بارے میں مضمون میں زیادہ معلومات موجود نہیں ہیں لیکن اس کے عاجزانہ کلام سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فارسی شاعر سعد اللہ مسیح کو اپنے دور میں آسودگی میسر نہیں تھی۔ اس کے باوجود وہ کسی دنیاوی مال ونفع کا طلبگار نہیں۔اس کا ذہن رسا بلا تھکان اچھوتے اسلوب،صنائع وبدائع،مضامین نوع،تخیل آفرینی،صوری ومعنوی حسن کی کہکشاں کے ذریعے وجود خالق کائنات کے لیے علامتوں کے پیکر تراشتا چلا گیا ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۵، مئی ۲۰۰۳ء

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۱۵ میں دیگر موضوعات کے علاوہ تحقیقی نوعیت کے تین مضامین ہیں جنھیں علیٰ الترتیب پیش کیا جارہا ہے۔

۱۔ اُردو میں نورناموں کی روایت — ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت)

۲۔ اُردو میں منظوم سیرت نگاری......ایک جائزہ — منصور ملتانی

۳۔ میانوالی میں نعت نگاری — پروفیسر محمد فیروز شاہ

''اُردو میں نورناموں کی روایت'' ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت) کا تحریر کردہ مضمون ہے۔اس مضمون میں انھوں نے اپنے تئیں اُردو میں نورناموں کی روایت کو بیان کیا ہے۔نورنامے بے شمار ہیں لیکن جو نورنامے ان کی نظر سے گزرے ہیں مضمون میں صرف ان کا ہی ذکر موجود ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''نورناموں'' کی شکل میں جو مستقل تصانیف اُردو میں موجود ہیں ان کی روایتوں اوران کے ادبی مقام کو پرکھنے کی کوششیں چوں کہ بہت کم ہوئی ہیں، اس لیے احقر نے اس مضمون میں ان پر تحقیقی وتنقیدی انداز میں بحث کی ہے اوراس حقیقت کو پیش کرنے کی سعی کی ہے کہ ان شعرانے روایتوں کا سہارا لے کر''نوراحمدی'' کے قوس وقزحی رنگوں سے اپنی شاعری کے ایوانوں کو رنگین ونورانی کس طرح بنانے کے جتن کیے ہیں۔''(۳۷)

یہ اقتباس معنوی حوالے سے کئی جہات پر مشتمل ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت نور کا موضوع معنوی حیثیت سے بڑا وقیع اور وسیع ہے۔یہی وجہ ہے کہ نعت گو شعرا نے اس میدان میں اپنی مشاقی فن کے جوہر جتنی عمدگی اور کامیابی کے ساتھ دکھائے ہیں وہ لائق دید نی ہے۔نورناموں کی صورت میں نعتیہ شاعری کی ایک توانا روایت ہے جس کے سرمائے میں اس موضوع پر مستقل تصانیف اُردو کی نعتیہ شاعری کی زینت ہیں۔نورناموں کی روایتوں اوران کے ادبی مقام کو جانچنے کی کوششیں تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔صاحب مضمون نے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے اس موضوع پر تحقیقی وتنقیدی انداز میں روشنی ڈالی ہے۔زیادہ تر روایتیں حقیقت سے قریب اور بعض روایتیں غیر معتبر بھی ہیں۔جس کی نشان دہی کی گئی ہے۔''نوراحمدی'' کا موضوع شعرا کے لیے بہت مرغوب ہے جس کی مدد سے شعرا نے اپنی شاعری میں رنگ بھرے ہیں۔اپنی شاعری کو رنگین اور نورانی بنانے کے لیے شاعری کے ہر طریقہ کار کو اپنایا ہے جس سے شاعری میں دلچسپی بڑھے۔نورنامے کی روایت کا موضوع اب زیادہ مستعمل نہیں۔میلادنامے، وفات نامے، معراج نامے اور نورنامے اب بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ ہماری تمام قدیم روایتوں کے مختلف موضوعات سمٹ کر نعتیہ شاعری کی زینت بن چکے ہیں۔

''اُردو میں منظوم سیرت نگاری'' منصور ملتانی کا تحریر کردہ مضمون ہے۔انھوں نے اُردو میں منظوم سیرت نگاری کے اہم موضوع کو اپنی فکر کا محور بنایا ہے۔اس موضوع پر ہونے والے صرف چند کاموں کا ذکر کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اور سیرت طیبہ تا ابد اہل ایمان کے دلوں میں وہ حرارت پید کرتی رہے گی جو انھیں نظم اور نثر دونوں میدانوں میں کارہائے نمایاں پر آمادہ کرے گی۔ جب تک زبان موجود

ہے نہ تو اس میں نعت کے سرمائے میں کبھی کمی ہوگی اور نہ ہی سیرت کے حوالے سے عالم انسانیت کو ملنے والے پیغاماتِ خیر میں کوئی تاخیر واقع ہوگی۔''(۳۸)

یہ مختصر اقتباس منظوم سیرت نگاری کے موضوع کو واضح کرتا ہے۔ مضمون نگار نے ۱۱۵۹ھ سے ۱۴۱۷ھ کے دورانیہ میں دس منظوم سیرتوں کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ آخر میں اپنی منظوم سیرت ''سیّدالبشر'' کا بھی ذکر کیا ہے جو کہ سانیٹ کی ہیئت میں اور زیرِ طبع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور سیرت مبارک ایمان میں حرارت کا باعث ہیں۔ یہ وہ احسن موضوع ہے جس پر شعرائے کرام نے خصوصی توجہ کی ہے۔ یوں تو ہر شاعر کی نعتیہ شاعری میں سیرت پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسین موضوع رنگ ونور اور انوار وتجلیات کا جہاں آباد کیے ہوئے ہے مگر کچھ خاص نفوس ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں کرم کے طفیل اور نبی رحمت کی رحمۃ للعالمینی کے سبب منظوم سیرت نگاری کی توفیق انیق ارزاں ہوئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ وہ نغمہ ہے جس کی نغمی کو جانچنے والے صرف مخصوص اور محدود ذہن و قلب نہیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ نظم ونثر کے دونوں شعبے سیرت نگاری کے منظوم ومنثور خزانے کی تقویت کا باعث ہیں۔ جب تک یہ دنیا موجود ہے نعت کے سرمائے میں وافر اضافہ ہوتا رہے گا۔ اور سیرت پاک کی ابدی روشنی انسانیت کی فلاح اور خیر کے راستوں کو روشن کرتی رہے گی۔

''میانوالی میں نعت نگاری'' پروفیسر محمد فیروز شاہ کا تحریر کردہ مضمون ہے جس میں انھوں نے میانوالی میں ہونے والی نعت نگاری کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''سارے زمانوں، سبھی جہانوں میں ورفعنا لک ذکرک کے پھریرے لہرا رہے ہیں۔ ازل اور ابد کی بے کراں حیرتوں میں سچی مسرتوں کے رنگ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی سے نکھرتے ہیں۔ اہل میانوالی کے دلوں میں انہی جاوداں خوشیوں کا سرور ہے۔ انہی ادب نصیب چاہتوں کی سرشاریاں ہیں۔ میانوالی میں نعت نگاری کے اہم رجحانات میں سراپا نگاری کا عنصر بہت نمایاں ہے۔ شعرائے کرام نے حضور مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیل جلووں کا دیدار عقیدت بھرے لفظوں کے ہم راہ کیا ہے۔''(۳۹)

پروفیسر محمد فیروز شاہ کے مطابق نعت سنت الٰہی اور سعادتِ دارین کی نوید جانفزا ہے۔ درِ حبیب پر پلکوں سے جاروب کشی کا عمل نعت ہے۔ ورفعنا لک ذکرک کی سرمست صدائیں سارے زمانوں اور سبھی جہانوں کو نورِ ایمان یعنی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت سے مالا مال کرتی رہیں۔ کوئی عہد اور کوئی زمانہ ایسا نہیں کہ جہاں ذکر رسول کے پھریرے نہ لہرا رہے ہوں۔ ہر عہد اور ہر زمانے کی آبرو ہی نعت سے برقرار ہے۔ ازل اور ابد کی بے کراں وسعتوں میں مثالی حیرتوں اور سچی مسرتوں کے رنگ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابدی روشنی سے مشروط ہے۔ میانوالی کی بستی کو اللہ والے سے نسبت ہے۔ یہ نسبتیں بھی بڑی لج پال ہیں۔ نعت نبی سے بڑھ کر کوئی اور سرخ روئی ہے ہی نہیں۔ میانوالی کے اہل قلم عشق نبی کے علم بردار ہیں۔ سربلند لفظوں کے نور و سرور سے آشنا ہیں۔ سرشار دلوں کی آبادیاں سرفراز حرفوں اور عقیدت مند جذبوں کی شادابیوں سے منور ومعطر ہیں۔ اہل میانوالی اسلاف کا یہ وتیرہ وضع دار روایت کے روپ میں بتمام وکمال نبھارہے ہیں۔ ایک اللہ والے کی بسائی ہوئی بستی نعت پاک کے نغموں سے گونج رہی ہے۔ میانوالی میں نعت نگاری کی اہم خصوصیات میں سراپا نگاری کا فن اپنے عروج پر ہے۔ یہاں کے شعرا نے نبی پاک صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک سراپا اور جلووں کے دیدار کا ذکر بڑے عقیدت بھرے لفظوں سے کیا ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۶، فروری ۲۰۰۴ء

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۱۶ میں تحقیقی نوعیت کے تین مضامین ہیں جن میں تحقیق کی مروجہ روایات کو اپنایا گیا ہے۔

۱۔ اُردو میں منظوم سیرت نگاری — ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت)

۲۔ نعتیہ شاعری میں ذکر احادیثِ رسول — ڈاکٹر محمد سلطان شاہ

۳۔ اصنافِ سخن کا تنوع اور نعت — پروفیسر محمد فیروز شاہ

''اُردو میں منظوم سیرت نگاری'' ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت) کا تحریر کردہ ہے۔ نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۱۵ میں منصور ملتانی کا مضمون ''اُردو میں منظوم سیرت نگاری'' شائع ہوا تھا جس میں موصوف نے ابتدا تا حال لکھی گئی گیارہ منظومات کا جائزہ پیش کیا تھا۔ اب اسی عنوان سے ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط نے ''اُردو میں منظوم سیرت نگاری'' کے حوالے سے چند مزید کتب کا اضافی تعارف پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''بعض نہایت اہم منظوم سیرتیں جن پر ''نعت رنگ'' میں تبصرے بھی شائع ہوئے ہیں وہ منصور ملتانی کے مضمون میں جگہ نہ پا سکے۔ شاید یہ منظوم سیرتیں ان کی دست رس سے باہر رہی ہوں گی۔ ذیل میں ان تمام منظوم سیرتوں کا تنقیدی جائزہ اس مضمون میں لیا جا رہا ہے۔ جو منصور ملتانی کے مضمون میں شامل نہیں ہو سکیں۔''(۴۰)

مضمون نگار کہتے ہیں کہ منصور ملتانی نے اپنی تحریر میں گیارہ منظومات سیرت طیبہ کی نشاندہی کر کے ان کے تعارف پر مضمون نگاری کی ہے لیکن چند کتب شاملِ مضمون نہیں کی گئیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ یہ منظومات منصور ملتانی کی دسترس سے باہر ہوں۔ اس لیے ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط نے اُردو میں منظوم سیرت نگاری کے حوالے سے مزید آٹھ کتب کے تعارف کا اضافہ کیا ہے۔ سیرت طیبہ کے حوالے سے شائع ہونے والی تمام منظوم سیرتیں ہر کسی کی دسترس میں نہیں، یہی وجہ ہے کہ۔ ڈاکٹر نشیط نے جن کتب کا اضافہ کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔ صلصلۃ الجرس، عمیق حنفی، لم یاتِ نظیرک فی نظرٍ، عنبر بہرائچی، مثنوی رسول، صفوت علی صفوت، حرا کی روشنی، شرف الدین ساحل، تنزیل، امین صدیقی، رسول اکرم، نصیر پرواز، شاہنامہ اسلام (حصہ پنجم) بہ طرز حفیظ جالندھری، محمد علی خاں مجددی نقشبندی اور شاہنامہ اسلام جدید، عامر عثمانی۔ اُردو میں منظوم سیرت نگاری کے حوالے سے یہ کوشش لائق صد ستائش ہے۔

''نعتیہ شاعری میں ذکر احادیث رسول'' ڈاکٹر محمد سلطان شاہ کے مضمون کا عنوان ہے۔ انھوں نے فتنۂ انکارِ حدیث کی روشنی میں نعتیہ شاعری کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مضمون ترتیب دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''شعرا معاشرے کا سب سے حساس طبقہ ہوتا ہے اور اپنے کلام میں اپنے عہد میں سر اُٹھانے والے فتنوں اور عصری انقلابات کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ تاہم ہر شاعر اپنے عہدِ پُر آشوب کی ہر شورش کو یکسانی سے محسوس نہیں کرتا۔ ایک معاشی استحصال سے زیادہ اثر لیتا ہے تو دوسرا مذہبی فتنوں پر زیادہ حساسیت کا اظہار کرتا ہے۔ گزشتہ صدی میں برصغیر پاک و ہند میں اُٹھنے والے فتنۂ انکار حدیث سے مذہبی شاعری کرنے والے سخن ور متاثر ہوئے اور انھوں نے

ضرورت واہمیت حدیث، حجیت حدیث کے اثبات اور منکرین حدیث کی مذمت میں سخن سرائی کی''۔ (۴۱)

اس اقتباس میں ڈاکٹر محمد سلطان شاہ نے فتنۂ انکار حدیث کے حوالے سے کچھ حقائق کی نشان دہی کی ہے۔ مضمون نگار نے نعتیہ شاعری میں ذکر رسول، احادیث رسول کی جانب توجہ دلائی۔ اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ ہمارے جیتے جاگتے معاشرے میں سب سے زیادہ حساسیت رکھنے والا طبقہ شعرائے کرام کا ہے۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر دور کی شاعری اپنے عہد کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ ہر شاعر اپنی قوت فکر کے مطابق اپنے دور میں رونما ہونے والے واقعات کی منظر کشی کرتا ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ طبقہ ہائے شعراء کے محسوسات الگ الگ ہوتے ہیں۔ کوئی کسی واقعہ یا حالات سے زیادہ متاثر ہوتا ہے تو کوئی دوسرے واقعات کو اہم جانتے ہوئے اُسے اپنی شاعری کا حصہ بنالیتا ہے۔ تاہم نعت گو شعرا صرف حساس نہیں بلکہ یہ بہت زیادہ حساس تر ہوتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق ایک ایسی عظیم اور برگزیدہ ہستی سے ہے جس کے دامان کرم میں رحمت ہی رحمت ہے۔ شعرا اپنی جانوں سے زیادہ عزت وعظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے محافظ وعلم بردار ہوتے ہیں۔ گزشتہ صدی میں برصغیر پاک وہند میں منکر حدیث کی گوشمالی کے لیے طبقۂ نعت گو شعرا نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ شعراء نے اپنی اپنی شاعری میں حدیث کی ضرورت واہمیت کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ حجیت حدیث اور منکرین حدیث کی مذمت میں نہ صرف اشعار کہے بلکہ کچھ شعرا نے تو اس موضوع پر جم کر شعر کہے ہیں۔ جن کو مضمون نگار نے اپنے موضوع کی تقویت کے لیے بطور مثال پیش کیا ہے۔ ماہر القادری نے منکرین حدیث کی مذموم مساعی کے خلاف یوں اظہارِ سخن کیا ہے:

حدیث دیں کو بازیچۂ ادب نہ بنا — کلامِ عشق کو دلی جوش کا سبب نہ بنا

دلیل وعقل سے انکار کے تو بُت نہ تراش — ہوائے نفس کی لذت کو اپنا رب نہ بنا

ادب کی آڑ میں دے کر پیامِ گم راہی — تمام دہر کو بوجہل و بولہب نہ بنا

(۴۲)

مضمون ''اصنافِ سخن کا تنوع اور نعت'' پروفیسر محمد فیروز شاہ نے تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے اصنافِ سخن کے تنوع کو نعت کی صورت میں عنوانات کے ساتھ واضح کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اُردو شاعری پر جب ہم غائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو یہ صداقت آشکار ہوتی ہے کہ ہر صنف سخن چاہے وہ موضوعاتی ہو یا ہیئتی، نعت سرورِ کائنات کی ضیاباریوں سے مالا مال ہے۔ گویا ہر صنف سخن کی حیات آقائے کائنات کے عشق سے ثبات حاصل کرتی ہیں۔'' (۴۳)

پروفیسر محمد فیروز شاہ نے مختصر انداز میں ایک جامع حقیقت کو منکشف کیا ہے۔ مضمون نگار نے نعت کی وسعت کو اصنافِ سخن کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ اُردو شاعری کو تحقیقی اور عمیق نظری سے مطالعہ کرنے والے اس امر کے گواہ ہیں۔ شاعری کی دیگر اصناف سخن جن کا تعلق موضوع سے ہو یا ہیئت سے، تمام اصناف سخن نعت کی برکات کے تحت موضوع بحث بنتی ہیں۔ آپ شاعری کی کسی بھی موضوعی یا غیر موضوعی ہیئت کو لے کر یہ چھان بین کی جائے کہ یہ کہاں کہاں زیر بحث آتی ہیں۔ کون سی ہیئت نے تمام ہیئتوں کو زندہ رکھا ہوا ہے تو یقیناً ایسی کوئی ہیئت ان سوالات کے جوابات نہیں دے پائے گی۔ عہد حاضر میں صرف نعت وہ قوت

ہے جس نے ہر ہیئت کو نہ صرف دوام بخشا بلکہ اُسے زندہ بھی رکھا ہوا ہے۔ جدید ہیئتوں کا پُر تپاک استقبال بھی صنفِ نعت سے کیا جاتا ہے۔ یہ اعزاز صرف نعت کو حاصل ہے کہ وہ ہر نئی آنے والی صنف کو دوام عطا کر دیتی ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۱۷، نومبر ۲۰۰۴ء

نعت رنگ کا شمارہ نمبر ۱۷ میں تحقیق نعت کے حوالے سے دو مضامین شامل ہیں۔

۱۔ نعت نگاری اور اہتزازِ نفس — پروفیسر محمد اقبال جاوید

۲۔ نعت میں جدید طرزِ احساس — پروفیسر محمد فیروز شاہ

''نعت نگاری اور اہتزاز نفس'' پروفیسر محمد اقبال جاوید نے تحریر کیا ہے۔ انھوں نے نعت نگاری کے شعبے میں ہونے والی خرافات کی نشان دہی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''دورِ حاضر کے نعتیہ مشاعروں میں نہ صرف باجماعت نمازیں قضا ہوتی ہیں بلکہ تصویر کشی کا بھی بطورِ خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان محفلوں کو خوشنودیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام دیا جاتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ آج کل رسالوں کے نعت نمبر نعتوں کے ساتھ ساتھ نعت نگاروں کی تصاویر سے مزین ہونے بھی شروع ہو گئے ہیں۔ جن میں خواتین نعت نگاروں کی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ تصویر اور بے پردگی کے عام ہو جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ احکامِ ربانی اور فرامین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''آؤٹ آف ڈیٹ'' ہو چکے اور اپنی آفاقیت کھو چکے ہیں۔'' (۴۴)

یہ اقتباس عصر حاضر کی بہت سی خامیاں واضح کر رہا ہے۔ موصوف نے نعت نگاری اور اہتزازِ نفس (تقدیم و تحسین کا تملّقانہ آہنگ) کی حشر سامانیوں سے آگاہ کیا ہے۔ یہ امر بھی مسلم ہے کہ دورِ حاضر کا نعتیہ ادب جو تقدس اور پاکیزگی کا اعلیٰ ترین معیار ہے وہ طرح طرح کی خرافات سے آلودہ ہو رہا ہے۔ بلاشبہ نعت کے حوالے سے ہونے والے نعتیہ مشاعرے (تمام نہیں صرف چند) بے راہ روی کی مثال ہیں۔ ان مشاعرے میں نماز کی پابندی کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا جس سے لوگوں کی نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔ ان تقریبات میں ''تصویر کشی'' کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ تقریب کے شرکا زاویے بدل بدل کر مختلف انداز میں تصاویر کھنچواتے ہیں۔ پھر ان محافل کو خوشنودیٔ خدا اور رضائے مصطفیٰ سے مشروط کر دیا جاتا ہے۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اس سے آگے بڑا المیہ یہ ہے کہ رسالوں کے مختلف نعت نمبروں میں نعتوں کے ساتھ نعت نگاروں کی تصاویر کا بھی رواج عام ہو گیا ہے۔ جن میں خواتین نعت نگاروں کی تصاویر کا بھی خصوصی اہتمام نظر آتا ہے۔ بے پردگی اور تصویر عام ہونے کا قطعی یہ مقصد نہیں ہے کہ احکامِ خدا اور فرموداتِ مصطفیٰ پُرانے اور بے معنی ہو گئے ہیں۔ ایسا نہیں یہ احکام وفرامین آج بھی نافذ العمل ہیں ان ہی کی قوت ورہنمائی کے سائے میں نعتیہ ادب کے مختلف شعبوں کی تطہیر ہونی چاہیے۔ ان برائیوں کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش ضروری ہے تاکہ نعت کی حرمت پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔

''نعت میں جدید طرز احساس'' پروفیسر محمد فیروز شاہ کا مضمون ہے جس میں انھوں نے نعت میں جدید طرزِ احساس کی

نمائیند گی میں مثالیں پیش کی ہیں ۔وہ لکھتے ہیں:

''جب ہم آج کی نعتیہ شاعری پڑھتے/ سنتے ہیں تو ایک پُر سرور سرشاری...... بادِ بہاری کی طرح ہمیں اپنے حصار میں لے لیتی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں آ کر حصار موسمِ بہار بن جاتا ہے۔نعت میں جدید طرزِ احساس کو جب ہم مختلف پہلوؤں سے دیکھتے ہیں۔''(۴۵)

پروفیسر محمد فیروز شاہ کے مطابق شاعری جدید طرزِ ادا سے دلوں کی ساحری بنتی ہے اسلوب پڑھنے اور سننے والے کو محبوب ہو جائے تو دلوں کے طلسم شعر کے اسم سے وا ہونے لگتے ہیں۔اسی لیے شاعری میں بلکہ اب صرف نعتیہ شاعری میں ہی تسخیر قلوب کا عمل جاری ہے۔دلوں پر پڑے قفل زنگ آلود ہو جائیں تو آشنا صدا کی کلید بھی انہیں کھولنے کی نوید نہیں دیتی۔تب صرف ایک اسم کام آتا ہے۔سچائی کا اسم اور سچائی عشق صادق کی ہم راہی کا نام ہے۔رفاقتیں سچی ہوں تو مسافتیں بجائے خود منزلوں کی بشارتیں بن جایا کرتی ہیں اور لاریب جس کا عشق جوازِ تخلیق کائنات ہوا اور جو خالق کائنات کا محبوب ہوا، اس سے منسوب ہو کر تو اسلوب طرزِ مرغوب کے سوا اور کیا ہوگا۔نئے دور کی نعتیہ شاعری کا اوّلین خاصہ اسلوبِ تازہ کا دروازہ کھولنا ہے جس کی اوٹ سے آنے والے بہاریں جھونکے مشامِ جاں میں تازگی اور اقصائے روح میں بالیدگی کی سرشاری بھر دیتے ہیں۔نعت میں جدید طرزِ احساس کے عمل کو ہم مختلف انداز میں جانچ سکتے ہیں۔نعت کے تمام تر پہلو جدید طرزِ احساس کے آئینہ دار ہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۸، دسمبر ۲۰۰۵ء

نعت رنگ کا شمارہ نمبر ۱۸ ''اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی نمبر'' پر مشتمل ہے جس میں مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے حوالے سے مختلف نوعیت کے مضامین شامل ہیں۔تحقیقی نوعیت کے مضامین درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں کی اُردو نعتیہ شاعری — ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

۲۔ مولانا احمد رضا قادری کی عربی نعتیہ شاعری — ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (بھارت)

''مولانا احمد رضا خاں کی اُردو نعتیہ شاعری'' ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا تحریر کردہ مضمون ہے۔جس میں مضمون نگار نے حدائق بخشش کا مختصر سا جائزہ پیش کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا مرحوم کے ذوقِ نعت اور قدرتِ کلام کی ہر صاحب فن نے تعریف کی ہے۔اُن کی (کہی) نعت کے ممیّزات کا ذکر کیا گیا، حرف و معنی کے حسن پر داد دی گئی، محبت و عقیدت کی پُر جوش مگر محتاط فضا کا ذکر ہوا، ان کی (کہی) نعتیں محافل کی زینت اور مجالس کا وقار بنیں، ان کے افکار سے روشنی حاصل کی گئی اور ان کے جذبوں کو اپنانے کی کوشش کی گئی۔''(۴۶)

برصغیر پاک و ہند میں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی شخصیت کو یدطولیٰ حاصل ہے۔ان کی نعتیہ شاعری اُردو ادب کا افتخار ہے۔ذوق نعت، ندرتِ بیان اور قدرتِ کلام کی یک جائی اسی ایک جگہ پر دیکھی جا سکتی ہے۔مولانا کی شخصیت وہ عظیم شخصیت ہے جس کے کلام و کمال کا اعتراف ہر صاحب فن نے کیا ہے۔ان کی کہی نعتیں اکثر نعتیہ ادب کا موضوع ہوتی ہیں جن کی تشبیہات، استعارات، تلمیحات کے علاوہ حرف و معنی کے حسن پر ہمیشہ داد سرائی ہوتی ہے۔محبت و عقیدت کی پُر جوش مگر محتاط فضا کا

ذکر ہوتا ہے۔ان کی کہی عقیدت سے لبریز نعتیں محافل کی زینت ہوا کرتی ہیں۔ان کا نعتیہ کلام مجالس کے وقار کا سبب بھی بنتا ہے۔ ان کے افکار و نظریات کی روشنی عشق رسول کے حوالے سے تمام عاشقانِ رسولؐ میں پھیل چکی ہے۔ان کے جذبۂ عشق رسول پاک کی پیروی کی کاوشیں ہوتی رہی ہیں۔فاضل بریلوی کے ہاں علم کا اعتماد، جذبوں کی سچائی اور اظہار کی قدرت موجود ہے۔ان کا ہر شعر لائق اعتماد اور روایت کا امین ہے۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم نے ''مولانا احمد رضا قادری کی عربی نعتیہ شاعری'' کے عنوان سے مضمون تحریر کیا ہے۔جس میں انھوں نے مولانا احمد رضا کی عربی نعتیہ شاعری کو علمائے جامعہ از ہر کے حوالے سے پیش کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''عربی زبان میں نعتیہ شاعری جس شیریں لب ولہجہ اور پسندیدہ اسلوب میں مولانا احمد رضا خاں نے لکھی ہے اس کی مثال دوسرے عجمی شعرا جنھوں نے عربی میں نعتیں لکھی ہیں،نہیں پائی جاتی۔''(۴۷)

مندرجہ بالا اقتباس میں مولانا احمد رضا خاں کی عربی کی نعتیہ شاعری کا اعتراف موجود ہے۔مولانا نے عربی، فارسی اور اُردو زبان میں نعتیں کہی ہیں انھوں نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔فن نعت گوئی میں جو اشعار ملتے ہیں وہ تمام عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینہ دار ہیں۔مولانا احمد رضا قادری کے عربی اشعار متعدد کتب میں چار سو کی تعداد میں بتائے جاتے ہیں جس کا غالب حصہ حمد خدا اور مدحِ مصطفیٰ سے مربوط ہے۔مولانا کی عربی زبان میں نعتیہ شاعری شیریں لب ولہجہ اور پسندیدہ اسلوب سے عبارت ہے۔یہ انداز و آہنگ دیگر شعرا کے ہاں مفقود ہے۔مولانا کے ہاں لب ولہجہ کی متانت، زبان و بیان کی چاشنی، جذبے کی فراوانی،احساس کی ندرت اور مضامین کی جدت سے ان کی شاعری پوری طرح مملو ہے۔یہ رنگ وآہنگ دوسرے عجمی شعرا کے ہاں نظر نہیں آتا۔

نعت رنگ شمارہ ۱۹، دسمبر ۲۰۰۶ء

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۱۹ میں فن تحقیق کے حوالے سے جو مضامین شامل ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اسلام میں نعت کا مقام......جواز/عدم جواز — ڈاکٹر دوست محمد خان

۲۔ قصیدۂ شمسیہ......ایک نادر نعتیہ دستاویز — خورشید رضوی

''اسلام میں نعت کا مقام جواز، عدم جواز'' کو ڈاکٹر دوست محمد خان نے تحریر کیا ہے۔جس میں انھوں نے اسلامی تناظر میں نعت کے مقام اور جواز وعدم جواز پر بحث کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''علمائے اسلام کے نزدیک اگر شعر وشاعری میں اللہ کا ذکر ہو،علم دین ہو یا مسلمانوں کے لیے وعظ ونصیحت ہو تو ایسی شاعری عبادت ہے۔اس قسم کی شاعری کا اسلام میں نہ صرف جواز موجود ہے بلکہ عین عبادت ہے کہ انسان اپنی ذہنی اور عقلی صلاحیتوں کو اسلام کی خدمت کے لیے بروئے کار لاتا ہے اور اسی قسم کی شاعری کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکمت اور اثر وتاثیر کے لحاظ سے جادو سے تعبیر فرمایا ہے۔''(۴۸)

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں جو حقیقت واضح ہو رہی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ''اچھے کو لے لو اور برے کو چھوڑ دو'' کے اُصول پر عمل کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام شعر وشاعری اور علوم وفنون کا مخالف نہیں بلکہ

اسلام اس طور طریقے کی مخالفت کرتا ہے جس میں کوئی بھی علم وفنتو ازن کی راہ سے ہٹتا ہے۔اسلام ہر اس راہ کو بند کرنا چاہتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن کریم نے وہ شعرا جنھوں نے بے راہ روی اور بے لگام خیالات کی دنیا کو چھوڑا اور سچے عشق اور حقائق کو موضوع سخن بنا کر حمد وثنا سے رشتہ جوڑا ہو گویا انھوں نے عبادت کا فریضہ انجام دیا۔یہی وجہ ہے کہ اگر شعروشاعری میں اللہ کا ذکر ہو، نبی کریم کی نعت ہو،علم دین کی باتیں ہوں یا اُمت مسلمہ کے لیے پند ونصائح یا وعظ ونصیحت ہو تو ایسی شاعری کو دین اسلام نے عبادت قرار دیا ہے۔حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی خوش کلام اور معجز بیان تھے اس لیے انھوں نے دوسروں کے موزوں، برجستہ، برمحل اور واقعیت صداقت کے علم بردار اور کذب ومبالغہ وغیرہ عیوب سے پاک کلام کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے اور تحسین بھی۔اسی قسم کی شاعری کو اللہ کے رسول نے حکمت اور اثر وتاثیر کے اعتبار سے سحر آفریں قرار دیا ہے۔

''قصیدہ شمسیہ ......ایک نادر نعتیہ دستاویز'' خورشید رضوی کا تحریر کردہ مضمون ہے۔جس میں مضمون نگار نے ایک نادر و نایاب نعتیہ دستاویز پر تحقیقی گفتگو کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''شمس الدین محمد بن سعد ۶۵۰ھ میں وفات پا چکے تھے اور جیسا کہ ذکر ہوا، انھوں نے قصیدۂ شمسیہ ۲۵/ذی الحجہ ۶۳۹ھ کو خود ابن الشعار کو سنایا تھا اور عین ممکن ہے کہ وہ بہت پہلے کا کہا ہوا ہو۔ بہر حال یہ واضح ہے کہ یہ قصیدہ، قصیدہ بردہ سے سال ہا سال پہلے کا ہے اور خارج از امکان نہیں کہ امام بوصیری کی نظر سے بھی گزرا ہو اور اُنھوں نے اس سے شعوری یا غیر شعوری اثر بھی قبول کیا ہو۔''(۴۹)

خورشید رضوی کے مطابق ابن الشعار ساتویں صدی ہجری اور تیرہویں صدی عیسوی کا ثقہ مؤرخ ہے۔اس کے یادگار تذکرے شعرائے معاصرین ''قلائد الجمان'' کی چھٹی جلد میں شمس الدین محمد بن سعد کا ذکر ہے۔نعتیہ قصیدۂ شمسیہ کے شاعر کے بارے میں تذکرہ نگار کہتا ہے کہ ان سے میری ملاقات ذی الحجہ ۶۳۹ھ میں دمشق میں ہوئی۔ میں نے ان کے سال ولادت کے بارے میں سوال کیا تو اُنھوں نے تقریباً ۵۷۷ھ کا اندازہ بتایا۔اس قصیدے کے ایک سو اڑتیس (۱۳۸) اشعار ہیں۔ بہر حال یہ واضح ہے کہ یہ قصیدہ، قصیدۂ بردہ سے سال ہا سال پہلے کا ہے۔اور خارج از امکان نہیں کہ امام بوصیری کی نظر سے بھی گزرا ہو اور انھوں نے اس سے شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کا اثر بھی قبول کیا ہو۔اس قصیدہ کے اولین الفاظ ''تذکر مشتاق'' سے ذہن میں قصیدہ بردہ کے ابتدائی کلمات (امن تذکر جیران) کی طرف منتقل ہوتا ہے۔اگرچہ لفظ ''تذکر'' دونوں جگہ الگ الگ معنوی حیثیت رکھتا ہے لیکن لفظی اشتراک بہر حال توجہ اپنی جانب مبذول کرتا ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۲۰، اگست ۲۰۰۸ء

نعت رنگ کا شمارہ نمبر ۲۰ میں تحقیقی نوعیت کے مضامین کو علی الترتیب پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ نعت نبی میں اندلسی شعرا کی ایک جھلک — ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی (بھارت)

۲۔ راجندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی — ڈاکٹر سراج احمد قادری (بھارت)

''نعت نبی میں اندلسی شعرا کی ایک جھلک'' ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا تحریر کردہ ہے جس میں انھوں نے اندلسی شعرا کی نعت نبی میں کی گئی کاوشوں کو رقم کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''اندلسی نعتیہ شاعری میں ایک مماثلت یہ پائی جاتی ہے کہ معجزات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خاصی توجہ مرکوز کی گئی ہے، ایک قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ شفاعت رسول کا بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مقام و مرتبہ صرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے، آپ کی اس صفت کی بنا پر شعرا اپنی کوتاہیوں، معذوریوں، معائب اور مایوسیوں کو لے کر آپ کے حضور حاضر ہیں۔ شعرا نے ان ہوش رُبا تبدیلیوں پر روشنی ڈالی ہے جو آپ کی آمد سے رونما ہوئیں۔ (۵۰)

متذکرہ بالا اقتباس کی روشنی میں اندلسی شعرا کی بارگاہِ رسالت سے حد درجہ عقیدت ظاہر ہو رہی ہے۔ اندلسی نعتیہ شاعری زبان و بیان اور رنگ وآہنگ کے لحاظ سے بلند معیار کی حامل ہے۔ شعرائے اندلس کا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ انھوں نے معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی فکر کا محور بناتے ہوئے ان واقعات کو اپنی نعتیہ شاعری میں منظوم کیا ہے۔ ان معجزات کے تناظر میں عظمت رسالت کی اہمیت اور تقدس کو بیان کیا ہے۔ آگے چل کر اپنی شاعری میں صداقت رسالت کے مضامین بھی بے تحاشا نظم کرتے ہیں۔ اندلسی شعرا کا من پسند موضوع شفاعت رسول ہے۔ شفاعت رسول کے مضمون کو انتہائی عقیدت ومحبت سے منظوم کرنا قابل تحسین امر ہے۔ اندلسی شعرا کا ایک اہم موضوع بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں استغاثہ واستمداد کرنا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں، معذوریوں اور مایوسیوں کو نظم کر کے آپ کے حضور پیش کرتے ہیں تاکہ ان کی بے چینیوں کو قرار حاصل ہو جائے۔ اندلسی شعرا نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارک کے بعد رونما ہونے والی تبدیلیوں کو بھی بہت زیادہ عقیدت اور احترام سے نظم کیا ہے۔ اندلسی شعرا نے نعتیہ اشعار میں پرتاثیر مضامین باندھ کر اپنے افکار کی نمائندگی کی ہے۔ ایک ہی مضمون اور ایک ہی فکر کو نت نئے انداز اور نئے اسلوب وآہنگ کے ساتھ پیش کرنا اندلسی شعرا کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ تصریف شعری حسن کو دوبالا کر دیتی ہے۔

''راجندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی'' ڈاکٹر سراج احمد قادری (بھارت) کے تحریر کردہ مضمون کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ایک ہندو شاعر راجندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی کی نعتیہ شاعری کو بحث کا موضوع بنایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''بسمل شمس آبادی بذاتِ خود اُردو کے ایک عمدہ شاعر ہیں۔ ان کا کلام غزلوں، نظموں، آزاد نظموں، اور نعتیہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اُنھوں نے بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ بزرگانِ دین کی شان میں منقبتیں بھی تحریر فرمائی ہیں۔ اُنھوں نے سلام بھی تحریر کیے ہیں۔ ان کے سلام کے اشعار بڑے ہی درد منداور سوز وگداز کے حامل ہیں۔ ان کی نعتیں، منقبتیں اور سلام عظیم نعت گو شاعر مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولانا حسن رضا خاں بریلوی اور حفیظ جالندھری کی یاد دلاتے ہیں۔'' (۵۱)

ڈاکٹر سراج احمد قادری نے ایک ہندو شاعر کی نعتیہ شاعری کے خدوخال واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بسمل شمس آبادی اُردو ادب کی جملہ اصنافِ سخن شعر گوئی پر گرفت رکھتے ہیں۔ ان کی شعر گوئی اتنی ٹھوس اور مستحکم ہے کہ اُردو ادب کے ماہرین فن کے لیے انکار کی گنجائش نہیں۔ ان کے کلام میں غزلیں، نظمیں، آزاد نظمیں اور نعتیہ اشعار بکثرت موجود ہیں۔ بسمل شمس آبادی کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے اولیائے کاملین اور بزرگانِ دین کی مناقب سے بھی اپنے کلام کو دوام بخشا ہے۔ اُنھوں نے اسی پر بس

نہیں کیا بلکہ اُردو کی نعتیہ شاعری کا محبوب موضوع بارگاہِ خیرالانام میں صلوٰۃ وسلام کے بھی نذرانے پیش کیے ہیں۔ان کے تحریر کردہ سلام کے اشعار سوز وگداز اور عقیدت مندی کا مظہر ہیں۔بسمل شمس آبادی کی نعتیں، مناقب اور سلام میں مولانا احمد رضا بریلوی، حسن رضا بریلوی اور ابوالاثر حفیظ جالندھری کے طرزِ سخن کی چاشنی دکھائی دیتی ہے۔دراصل انھوں نے متذکرہ عظیم شعرا کی تتبع کا حق ادا کیا ہے۔ان کے اس شعری مجموعے کے شروع میں نعت کا ایک ایسا شعر بھی درج ہے جس میں اپنے عقیدے کے اظہار کے ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑائی اور عظمت کو بھی سراہا گیا ہے۔شعر حاضر ہے ؎

اعجاز ہے نبی کا کہ بسمل سا، بت پرست　　　　طوفِ حرم کو، دیر سے جاتا ہوا ملا

(۵۲)

نعت رنگ شمارہ ۲۱، دسمبر ۲۰۰۹ء

نعت رنگ کا شمارہ نمبر ۲۱ ایک ضخیم شمارہ ہے جس میں موضوعات کا تنوع ہے۔شمارے میں تحقیقی نوعیت کیدرج ذیل مضامین شامل ہیں۔

۱۔ جمال محسن انسانیت نعت کے آئینے میں	گوہر ملسیانی
۲۔ ہندو شعرا کی منظوم سیرت نگاری	ڈاکٹر محمد سلطان شاہ
۳۔ شاہانِ دکن کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر محمد نسیم الدین فریس (بھارت)

''جمالِ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعت کے آئینے میں'' گوہر ملسیانی کا تحریر کردہ مضمون ہے۔جس میں انھوں نے جمال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعت کے تناظر میں بیان کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''وہ تخلیق اس کائنات کی سب سے عظیم شخصیت ہے جس کے لیے یہ سارا جہان تخلیق کیا گیا ہے۔جس کے حسن و جمال کو خود خالق مطلق بھی افضل واعلیٰ قرار دیتا ہے۔اسی حسن کو سراجاً منیرا کے لقب سے نوازتا ہے۔اسی کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ کرتا ہے۔قرآن میں ورفعنا لک ذکرک بھی تو اسی جمال کو ظاہر کرتا ہے اور اسی جمال پر خود خالق کائنات اور اس کے نورانی فرشتے صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔اسی جمال کے لیے اہل ایمان کو حکم ہوتا ہے کہ صلوا علیہ وسلمو اتسلیماً گویا ہر مدحت، ہر ثنا اور ہر طرح کی فضیلت اسی جمال کے لیے ہے، جو خدا کے بعد دنیا کی سب سے عظیم ہستی ہے۔''(۵۳)

درج بالا اقتباس اپنے اندر کئی معنوی پرتیں سجائے ہوئے ہے۔مضمون نگار نے جمالِ مصطفیٰؐ کے حوالے سے جو اشارات دیے ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ اسلامی نظریات وتصورات کے حوالے سے دیکھا جائے تو حسن و جمال کو خود خالق کائنات نے پسند فرمایا ہے۔اس کی مثال دنیا کے سب سے زیادہ صادق بندے، اللہ کے بعد سب سے زیادہ حسین وجمیل انسان اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمکی ذاتِ اقدس ہے۔کائناتِ عالم کی سب سے عظیم اور برگزیدہ شخصیت جو نہ صرف مقصودِ کائنات ہیں بلکہ جانِ کائنات اور روحِ کائنات بھی ہیں۔ان کے حسن و جمال کو خود خالق کائنات بھی اعلیٰ و بالا قرار دیتا ہے۔یہی نہیں بلکہ ان کے جمالِ جہاں آراء کو سراجاً منیرا کا لقب بھی دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کے ساتھ ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بھی

فرماتا ہے۔کلمہ طیبہ،اذان اورنمازیں اس کی بہترین مثال ہیں۔قرآن کریم ورفعنا لک ذکرک کہہ کرآپ کےحسن و جمال اورآپ کے اذکار بے مثال کودوام بھی عطا کرتا ہے۔اسی جمالِ صادق پراللہ تعالیٰ اوراس کی نورانی مخلوق صلوٰۃ وسلام بھیجتی ہے۔اسی جمال کے دوام وکمال کے لیےاہل ایمان کوبھی اس کا پابند بنایا جاتا ہے کہ وہ صلوا علیہ وسلمو اتسلیماً کوبھی حرزِجاں بنائیں۔ ہرطرح کی مدحت، بڑائی اور بزرگی اسی جمالِ محسن انسانیت کے لیے ہے جورب کائنات کے بعدمخلوق میں سب سے زیادہ بلندمرتبہ اورحسین و جمیل ہے۔اس کے جمال کی نورانی کرنوں سے ساراجہان منور ہے۔

مضمون''ہندوشعرا کی منظوم سیرت نگاری''ڈاکٹرمحمد سلطان شاہ کاتحریرکردہ ہے۔جس میں انھوں نے ہندوشعرا کی منظوم سیرت نگاری کواپنی فکر کامحور بنایاہے۔وہ لکھتے ہیں:

''ہندونعت گوشعرانے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک یا ایک سے زیادہ واقعات کونظم کیا ہے۔ انھوں نے اپنی سخن سرائی کے ذریعےحضورخیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت رقم کی ہے۔سب سے زیادہ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاواقعہ ہندوشعراکےکلام میں ملتا ہے............منظوم سیرت نگاری کی ان جزوی کاوشوں سےقطع نظر دو ہندوشعرانے پوری سیرت نظم کرنے کی کوشش کی ہے۔ان شاعروں کے نام امرناتھ سیڈھا شوقؔ اور چرن سرن نازؔ مانک پوری ہیں۔''(۵۴)

ڈاکٹرمحمد سلطان شاہ کےاس اقتباس کامفہوم یہ ہے کہ حضوراکرم سیّدعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثناوتوصیف میں اپنے ہی نہیں اغیاربھی کثیرتعداد میں شامل ہیں۔غیرمسلموں کی مدحت سرائی کا سبب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بےمثل سیرت اوراعلیٰ اخلاق وکردار ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے غیرمسلم ادباوشعرانےمحسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و بڑائی کا اعتراف کیاہے یوں تو دیگرغیرمسلموں،مسیحی اورسکھ ادباوشعرانے بھی کتب لکھی ہیں مگر ہندوشعرا کی قلمی کاوشیں تعداد کےاعتبار سے زیادہ ہیں۔ ہندوؤں کی منثورکتب سیرت کےعلاوہ ان کی منظوم سیرت نگاری کےحوالے سےبھی خدمات لائق تحسین ہیں۔ ہندو شعرا کا سب سے زیادہ مرغوب موضوع میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جسےان شعرانے بہت زیادہ تعداد میں منظوم کیا ہے۔ منظوم سیرت نگاری ایک لائق احترام موضوع ہے،جس پرفی زمانہ بہت توجہ دی جارہی ہے۔اسی مناسبت سےدو ہندوشعرانےمکمل سیرت پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منظوم کرنے کی کوشش کی ہے۔منظوم سیرتِ پاک کی سعادت ان دوخوش نصیب ہندوشعرا کا مقدر ہوئی ہے۔جس میں اولاً امرناتھ سیڈھا شوقؔ اورثانیاً چرن سرن نازؔ مانک پوری قابل ذکر ہیں۔امرناتھ سیڈھا شوق کی منظوم سیرت''مدنی موھن عرف پیغمبراسلام کے نام سےطبع شدہ ہے۔شوق کی منظوم سیرت کا آغازاس شعر سے ہوا ہے۔

شری گوگل کی پھلواڑی یا مکے کےگلشن کا مدن موھن کا قصہ لکھوں یا مدنی موھن کا

(۵۵)

چرن سرن نازؔ مانک پوری کی منظوم سیرت''رہبراعظم''کے نام سےشائع ہوئی ہے۔ابتدا میں معمولی ردوبدل کر کے علامہ اقبال کاایک شعر یوں درج ہے۔

زبان سے کہہ بھی لیا لا الہ تو کیا حاصل دل و دماغ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(۵۶)

''شاہانِ دکن کی نعتیہ شاعری'' ڈاکٹر محمد نسیم الدین فریس کا تحریر کردہ ہے۔ جس میں سلاطین دکن کی نعتیہ شاعری کو گفتگو کا محور بناتے ہوئے موضوع کو تقویت دی گئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''شاہان دکن کی شاعری کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اُنھوں نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی جیسے گیت، غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ اور رباعی وغیرہ۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ ان اربابِ ملک و کلام نے دیگر اصنافِ شاعری کے ساتھ نہایت عقیدت و نیازمندی کے ساتھ نعتیں بھی لکھیں اور پیغمبر اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و توصیف کے ذریعہ اپنی شاعری میں وزن و وقار پیدا کیا اور نعت کے وسیلے سے کلام الملوک کو ملوک الکلام بنانے کی کوشش کی۔ حبّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے لیے خواہ امیر ہو کہ وزیر، بادشاہ ہو کہ فقیر شرط ایمان ہے۔ اس سے کوئی صاحب ایمان بری نہیں ہوسکتا۔'' (۵۷)

مذکورہ بالا اقتباس اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ سلاطین دکن بھی عشقِ رسولؐ سے اس قدر سرشار تھے کہ ثناخوانی ان کے عشق کا اظہار بنی۔ عام مسلمانوں کی طرح شاہانِ دکن بھی حضور اکرم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ سے نہایت گہری وابستگی اور سچی عقیدت و محبت کے علم بردار تھے۔ جس کا برملا و برجستہ اظہار ان کے نعتیہ کلام کی زینت ہے۔ شہنشاہ عرب وعجم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں شاہانِ دکن نے نت نئے انداز سے نعتیں کہنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس امر سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انھوں نے شاعری کی دیگر اصناف پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ امر مسرت یہ ہے کہ ان سلاطین دکن نے حد درجہ عقیدت مندی اور تمام تر نیازمندی کے ساتھ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔ پیغمبر انسانیت کی ثنا و توصیف کے ذریعہ اپنی شاعری کو بااعتبار اور پُر وقار بنایا ہے۔ شاہانِ دکن کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کی نعت گوئی کا تخلیقی پس منظر اور محرکِ اساسی صرف اور صرف آقائے نامدار کی محبت و عقیدت ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا صفات سے انھیں ایسی ہی عقیدت ہے جیسی ہر مسلمان کو ہوتی ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۲۲، ستمبر ۲۰۱۱ء

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۲۲ میں تحقیقی نوعیت کے درج ذیل تین مضامینشامل ہیں۔

۱۔ دکنی میں نعتیہ شاعری — پروفیسر محمد علی اثر (بھارت)

۲۔ سیّدنا طاہر سیف الدین کے قصیدے — ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی (بھارت)

۳۔ علامہ احمد یار نعیمی کی نعتیہ شاعری — ڈاکٹر سراج احمد قادری (بھارت)

''دکن میں نعتیہ شاعری'' (صنف غزل کے حوالے سے) پروفیسر محمد علی اثر کا مضمون ہے۔ جس میں انھوں نے دکن میں ہونے والی نعتیہ شاعری کی ادبی اور تہذیبی روایت کی تاریخ بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''نعت، اُردو شاعری کی سب سے قدیم صنف ہے جو نظم، غزل، قصیدہ، مثنوی، رُباعی، مثلث، مخمس، مسدس جیسی قدیم ہیئتوں (Forms) کے علاوہ دوہا، ہائیکو، سانیٹ، نثری نظم جیسی جدید ہیئتوں میں بھی لکھی جا سکتی ہے۔ اس صنفِ سخن کی موضوعی شناخت پہلے ہے اور ہیئتی شناخت ثانوی حیثیت رکھتی ہے جہاں تک اُردو کے دکنی دور میں نعتیہ شاعری کے فروغ و ارتقا کا تعلق ہے۔ بہمنی، قطب شاہی، عادل شاہی اور مغلیہ ادوار میں صنف نعت پر جس قدر طبع آزمائی کی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و محامد اور سیرت طیبہ کے بیان میں جس قدر رنگا رنگ گل ہائے عقیدت پیش کیے گئے۔ تاریخ ادب اُردو کے کسی بھی دور میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔''(۵۸)

پروفیسر محمد علی اثر نے نعت کو اردو شاعری کی سب سے قدیم صنف قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں دیگر اصنافِ شعری میں بھی نعت کی جلوہ گری موجود ہے۔ سلاطین دکن کی نعتیہ شاعری کے پس پردہ خیر جوئی، برکت طلبی اور حصولِ شفاعت کے محرکات کارفرما ہیں۔ ان سلاطین کی نعت گوئی کا انداز توصیفی ہے۔ فن نعت گوئی کو وسعت دینے اور اس کی روایت کے تسلسل کو برقرار رکھنے میں بہمنی، قطب شاہی، عادل شاہی اور مغلیہ ادوار کو بھی حد درجہ اہمیت حاصل ہے۔ ان ادوار میں نعتیہ شاعری بہت پروان چڑھی جس کی اپنی ایک علیحدہ تاریخ ہے۔ اُردو ادب کا دکنی دور دراصل مثنویوں کا دور ہے۔ دکنی اُردو کے کم و بیش تمام شاعروں نے مختلف النوع موضوعات پر چھوٹی بڑی سیکڑوں مثنویاں لکھی ہیں اور ان میں سے شاید ہی کوئی مثنوی ایسی ہو جس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام نہ کیا گیا ہو۔ دکنی مثنویوں کے نعتیہ اشعار سے دیگر شعرا کو نعت کہنے کی ترغیب و تحریک ملی۔ جس کے نتیجے میں دیگر اصناف سخن غزل، قصیدہ اور رباعی وغیرہ میں بھی نعتیہ مضامین کی بکثرت شمولیت ہونے لگی۔ دکنی مثنویوں میں شعرا نے نعتیہ شاعری کی اتنی جہتیں اور اتنے امکانات روشن کیے جس کی روشنی میں نئے رنگ، نئے پہلو اور نئے اسالیب ایجاد ہونے کی راہیں کھلتی چلی گئیں۔

''سیّدنا طاہر سیف الدین کے قصیدے'' ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا مضمون ہے جس میں ''فضیلۃ محمد رسول اللہ'' کا ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''گجرات کے ذرّے ذرّے سے اسلامی تہذیب کی داستان سنائی دیتی ہے، یہی وہ علاقہ ہے جہاں بوہروں نے بھی اپنے قدم جمائے اور تبلیغ وارشاد میں ایسی جاں سپاری کا ثبوت دیا کہ بہت سے غیر مسلمین دین اسلام میں داخل ہوئے۔ بوہری علمائے کرام نے بہت سے علمی کارنامے بھی انجام دیے انھی علمائے کرام میں ایک معروف نام ابو محمد طاہر سیف الدین کا ہے، جنھوں نے عربی زبان میں متعدد نعتیہ قصائد کہے۔''(۵۹)

درج بالا اقتباس ڈاکٹر سیّدنا ابو محمد طاہر سیف الدین (۱۳۰۵ھ-۱۳۸۵ھ) کے حوالے سے مرقوم ہوا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق عربی زبان و ادب اور اسلامی تہذیب و تمدن کے اعتبار سے ہندوستان کے علاقے گجرات کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ گجرات میں بے حساب خانقاہیں اور کتب خانے موجود ہیں۔ عربوں نے یہاں آ کر تبلیغ اسلام کے ضمن میں حیرت انگیز اور مسرت آمیز طریقے اپنائے۔ گجرات کی سرزمین کو علمائے کرام اور اولیائے عظام سے نسبت ہے۔ یہاں پر بہت سی کتابیں عربی زبان میں تالیف کی گئیں اور بہت سی کتب کے تراجم ہوئے۔ یہاں کے سلاطین اور وزرا نے بھی علوم و فنون کی تشہیر میں غیر معمولی دلچسپی کا

ثبوت دیا اور صاحبانِ علم و فضل کی سرپرستی کو اپنا شعار بنایا۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں صحابہ کرام بھی محو استراحت ہیں۔اسی سرزمین سے داؤدی بوہرہ فرقہ کے روحانی پیشوا ڈاکٹر سیّدنا ابومحمد طاہر سیف الدین کا بھی تعلق ہے۔ابوطاہر سیف الدین نے عربی زبان میں نعتیہ قصائد کہے ہیں۔ان قصیدوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ عالیہ، معجزات اور دیگر کمالات بھی منظوم کیے گئے ہیں۔ان قصیدوں سے بھی شاعر موصوف کی محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر معمولی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔نعت گوئی کے موضوعات میں کافی وسعت ہے۔سرورِ کائنات کی تعریف وتوصیف کے ضمن میں اسلام سے قبل کی تاریخ، وحی قرآنی، قبائل عرب، تاریخ اسلام، خلفائے راشدین اور اہل بیت وغیرہ کو نعتیہ شاعری میں زیر بحث لایا جاتا ہے۔صاحب مضمون نے ابوطاہر سیف الدین کے نعتیہ قصاید کے حوالے سے تنقیدی روش کو بھی اپنایا ہے۔

''علامہ احمد یار نعیمی کی نعتیہ شاعری'' ڈاکٹر سراج احمد قادری کا تحریر کردہ مضمون ہے۔جس میں انھوں نے ممتاز اور جید عالم دین حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی سالک کی نعت گوئی کو موضوع بنایا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیں اس قابل ہیں کہ ان کی طرف خصوصی توجہ کی جائے اور گہرائی و گیرائی سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ ان کے کلام میں کوئی ایسا شعر نظر نہیں آئے گا کہ جس پہ اُنگلی رکھی جاسکے چوں کہ آپ قرآنِ پاک کے مفسر اور حدیث کے شارح و مترجم کی حیثیت سے عالم اسلام میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں آپ نے جو بھی شعر کہا ہے وہ قرآن وحدیث اور سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں کہا ہے۔''(۶۰)

درج بالا اقتباس علامہ احمد یار نعیمی کی نعتیہ خدمات کے حوالے سے تحریر کیا گیا ہے۔مفتی احمد یار خاں نعیمی سالک بدایونی اپنے زمانے کے ممتاز اور جید علمائے کرام میں شمار کیے جاتے تھے۔انھوں نے قرآن کریم کی تفسیر ''تفسیر نعیمی'' اور حدیث پاک کی معروف کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' کی شرح و ترجمہ تحریر فرمایا ہے۔وہ نعتیہ کلام بھی کہا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ''دیوانِ سالک'' کے نام سے موسوم ہے۔ جسے پہلی بار مکتبہ رضویہ ٹیا محل دہلی (بھارت) نے شائع کیا ہے۔دیوانِ سالک عموماً آپ کے مجموعہ رسائل ''رسائل نعیمیہ'' کے ساتھ طبع ہوتا ہے۔مفتی احمد یار خاں نعیمی ایک عالم دین تھے یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام شرعی پابندیوں کا حامل ہے۔ان کی شاعری خلافِ شرع یا افراط وتفریط سے دور ہے۔ان کی نعتیہ شاعری قرآن وحدیث اور سیرت پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرتو ہے۔

رنگ شمارہ ۲۳، اگست ۲۰۱۲ء

نعت رنگ شمارہ ۲۳ مختلف النوع مضامین کا مجموعہ ہے۔جس میں تنقیدی وتحقیقی رنگ کی کہکشاں موجود ہے۔اس کہکشاں کے تحقیقی رنگ درج ذیل ہیں۔

۱۔ اُردو حمد ونعت میں فلسطین وکشمیر سے متعلق مناجات کا ایک جائزہ — ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال
۲۔ نثری نظم اور نعت — پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور
۳۔ سراپائے رسول اکرم اور مثنوی — ساجد صدیق نظامی

۴۔ غیر مسلم نعت گو شعرا ایکنا تھ سے چندر بھان خیال تک — ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت)

''اُردو حمد و نعت میں فلسطین و کشمیر سے متعلق مناجات کا ایک جائزہ'' ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال کا تحریر کردہ مضمون ہے۔ جس میں انھوں نے استعماری طاقتوں کی مسلمانوں پر ظلم و ستم کی داستان بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اُردو شاعری میں شعرا نے جہاں عالم اسلام کے گھمبیر حالات اور سلگتے مسائل کو مزاحمتی انداز میں موضوع بحث بنایا ہے وہاں حمد و نعت میں مناجات کا پہلو بھی بہت نمایاں ہے۔ عہد حاضر میں مسلم خطوں مثلاً فلسطین، کشمیر، افغانستان وغیرہ پر استعماری طاقتوں کا قبضہ اور مظالم اور مسلمانوں کی بے بسی اور بے حسی کو موضوع بنایا گیا ہے۔''(۶۱)

مندرجہ بالا اقتباس میں مسلم خطوں کی دردناک صورتِ حال کو بیان کیا گیا ہے۔ یوں تو ہر معاشرے میں شعرائے کرام کا طبقہ حساسیت کے اعلیٰ مقام پر مانا جاتا ہے۔ شعرا کے جذبات اور محسوسات عام آدمی سے قطعی مختلف اور بلند و بالا فکر کے حامل ہوا کرتے ہیں۔ اُردو شاعری کے دامن فکر میں شعرائے کرام نے اپنی انفرادیت کے نت نئے جوہر دکھائے ہیں۔ اکثر شعرا نے عالم اسلام میں رونما ہونے والے گھمبیر حالات اور دل دکھاتے مسائل کو اپنی شاعری میں جا بہ جا منظوم کیا ہے۔ یہ انداز و آہنگ مزاحمتی رنگ لیے ہوئے ہے۔ حمد و نعت ایسے قابل ذکر موضوعات ہیں جن میں دنیا کی ہر تکلیف، مظلومیت، مایوسی اور دکھ درد کو منظوم کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ تقویت کا باعث خالق و مالک کی بندگی ہے۔ جس کی رحمتوں کے سائے میں مسلمان اپنے رنج والم بیان کرتے ہیں اور ان سب تکلیفوں کو دور کرنے کے لیے اللہ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سرکار دو عالم کی ذاتِ گرامی مسلمانوں کے لیے نعمت عظمیٰ اور سکون و طمانیت کا باعث ہے۔ یہی وہ ذات گرامی ہے جو مسلمانوں کو ایک لڑی میں پروئے رکھتی ہے۔ جس کے نامِ نامی اسم گرامی کی برکت سے مسلمانوں کے قلوب حرارت ایمان سے جگمگاتے رہتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ فلسطین، کشمیر اور افغانستان کے مسلمان استعماری طاقوں کے قبضے میں ہوں اور ان پر مظالم کی انتہا کر دی جائے اور اُمت مسلمہ خاموش رہے۔ اس بربریت اور وحشیانہ سلوک پر مختلف انداز سے احتجاج کیا جاتا ہے۔ طبع موزوں رکھنے والے شعرائے کرام اپنی حمد و نعت کے سہارے ان مظالم کو منظوم کرتے ہیں۔ اس مضمون میں بھی ان ہی مسائل کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ انھوں نے شعرائے کرام کی اس سلسلے میں منظومات کو پیش کیا ہے۔ ماہر القادری نے اپنی ایک نظم میں قبلہ اول اور ارضِ مقدس کی بربادی پر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں استدعا پیش کی ہے:

ہیں ارضِ مقدس پہ یہودی متصرف — اے غیرتِ حق! حشر میں اب دیر ہی کیا ہے
فریاد ہے اے مصلحتِ کاتبِ تقدیر! — مسلم کا لہو دستِ یہودی کی حنا ہے

(۶۲)

احمد ندیم قاسمی نے بارگاہِ رسالت میں کچھ اس انداز سے استغاثہ و استمداد پیش کیا ہے۔ قبلہ اوّل کے حوالے سے شعر دیکھئے۔

ایک بار اور بھی طیبہ سے فلسطین میں آ — راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا

(۶۳)

''نثری نظم اور نعت'' پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور کا ایک مختصر سا مضمون ہے جس میں مضمون نگار نے نثری نظم میں کی

جانے والے نعتیہ شاعری پر تحقیقی بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اگر ہم ماضی کے نثری سرمائے پر بغور نظر ڈالیں تو ہمیں ایسے نثری نمونے مل جاتے ہیں جنھیں بآسانی نعت پر مشتمل نثری نظمیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ بے شک ماضی کے یہ نمونے نثری نظم کے زیرِ عنوان یا زیرِ خیال نہیں لکھے گئے تھے البتہ ان میں موجود جامع، مربوط اور مکمل خیال چوں کہ شعری جوہر، شعری تجربے اور شعری خطابت پر مشتمل ہے لہٰذا انھیں نعتیہ نثری نظمیں قرار دینا نامناسب نہیں ہوگا۔''(۶۴)

ڈاکٹر افضال احمد انور نثری نظم کی حقیقی حیثیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ وزن، شعر میں ایسا رنگ و آہنگ بھرتا ہے جس سے اس کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ وزن کے رنگ و آہنگ کی اس کمی کو داخلی، فطری یا غیر مروج آہنگ سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ یہی عمل نثری نظم کی اساس کا سبب بنتا ہے۔ بعض حضرات اس بات سے پریشان ہیں کہ اس سے کہیں نثر اور نظم کا درمیانی امتیاز نہ ختم ہو جائے۔ نثری نظم کوئی پرانی صنفِ سخن نہیں اس کا شمار جدید اور نو وارد اصناف میں ہوتا ہے۔ اُردو کے اکثر شعرا نے نثری نظم کو اپنا اندازِ سخن عطا کیا ہے۔ نثری نظم نے ابھی بہت سے معرکے سر کرنا ہیں تب کہیں جا کر اس کی حیثیت کو تسلیم کیا جا سکے گا۔ مقامِ شکر ہے کہ اُردو میں جہاں دیگر مختلف موضوعات پر نثری نظمیں کہی گئی ہیں، وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف پر مشتمل نعتیں بھی اس صنفِ جدید میں بکثرت موجود ہیں۔ اس وقت ہمارے لیے یہ بات تشکر و اطمینان کا باعث ہے کہ اُردو نثری نظم نعت کی خدمت کے کام آ رہی ہے اور یہ کوئی کم اعزاز نہیں۔ نعت کی وسعت نے نثری نظم کو بھی اپنے حصار میں لے لیا ہے۔ نعت کے سائے میں اُردو نثری نظم بھی اب زندہ و پائندہ ہو جائے گی۔

''سراپائے رسولِ اکرم اور مثنوی'' ساجد صدیق نظامی کا تحریر کردہ مضمون ہے۔ جس میں مضمون نگار نے بہ صورتِ مثنوی سراپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرنے پر اظہارِ خیال کیا ہے:

''نعت گو شعرا نے وقتاً فوقتاً فرطِ عقیدت میں نعتیہ غزلیات و منظومات کے ساتھ ساتھ دیگر ہیئتوں اور اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ کسی نے قصیدہ لکھا ہے تو کسی نے مثنوی اور کسی نے دیگر اصناف کا چناؤ کیا ہے۔ کسی نے شمائل و خصائل بیان کیے ہیں تو کسی نے سیرت مبارک کے مختلف پہلو نظم کیے ہیں۔ ''سفینہ عشق مدینہ'' میں شامل سراپائے رسول بھی شمائل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنے کی ایک کاوش ہے۔''(۶۵)

مندرجہ بالا اقتباس میں سراپائے رسول کے حوالے سے شمائل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو منکشف کیا ہے۔ نعت گوئی کی روایت قدیم ہے جس کی وسعت اور پھیلاؤ کا اندازہ ناممکنات میں سے ہے۔ اکثر شعرائے نعت نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نعتیہ غزلیات و منظومات کا سرمایہ لازوال یادگار چھوڑا ہے۔ اس کے علاوہ بھی شعرائے کرام نے دیگر اصنافِ سخن کی مختلف ہیئتوں میں نعتوں کے نذرانے پیش کیے ہیں۔ کسی نے بارگاہِ رسالت میں قصیدہ کہا تو کسی نے مثنوی کے انداز میں نعت کہی۔ ''سفینہ عشق مدینہ'' محمد حسین فقیر کا نعتیہ دیوان ہے۔ جو ۱۸۷۴ء میں مطبع فاروقی دہلی کا طبع شدہ ہے۔ اس میں ۲۸۰ کے قریب نعتیہ و حمدیہ غزلیات شامل ہیں۔ دیگر مشمولات میں مناجات، عرضِ حاجات، مثنوی اور سراپائے رسول وغیرہ شامل ہیں۔ اس مضمون ''سفینہ عشق مدینہ'' میں شامل یہ کلام ترکیب بند مسدس کی ہیئت میں ۱۰۴ بندوں پر مشتمل ہے۔

''غیر مسلم نعت گوشعرا یکنا تھ سے چندر بھان خیال تک'' ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا تحریر کردہ مضمون ہے۔مضمون نگار نے پاکستان و بھارت میں دوبارہ یک جہتی اور اُخوت و رواداری کی فضاء قائم کرنے کے حوالے سے اسے رقم کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''اُردو کے اوّلین غیر مسلم نعت گوا یکنا تھ مہاراج اور عصر حاضر کے چندر بھان خیال کے نعتیہ کلام کا تجزیہ کیا ہے
> ان دونوں شعرا کے درمیان یعنی سولہویں صدی کے نصف اوّل سے اکیسویں صدی کے نصف اوّل تک کم و بیش
> پانچ سو برسوں میں بے شمار غیر مسلم نعت گوشعرا کا نعتیہ کلام منظر عام پر آ چکا ہے۔''(۶۶)

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کے مطابق ایکنا تھ مہاراج کو غیر مسلم نعت گوشعراء کی صف میں سب سے اوّلین نعت گو شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اردو (دکنی) زبان میں کہی گئی غیر مسلم شاعر ایکنا تھ مہاراج کی نعت اوّلین نعت کے زمرے میں شامل ہے۔ان کا زمانہ سولہویں صدی کا نصف اوّل ہے انھوں نے ہندو مسلم منافرت کو دور کرنے اور ملک میں قومی یک جہتی کی فضا قائم کرنے کے لیے مکالماتی نظم بھی کہی تھی۔اس نظم میں مسلمان اور ہندوؤں کو قریب لانے کی کوشش کی گئی ہے۔وہ کہتے ہیں۔

کہے ہندو موہی رام پیارا، ترک کہے رحمانا　　　آپس میں دونوں لری لری مرے مرم نہ کو ہو جانا

(۶۷)

نعتیہ مجموعوں کے نعتیہ اسلوب سے ہٹ کر چندر بھان خیال نے حضور اکرم ﷺ کی مدحت طرازی کے لیے نیا موضوع منتخب کیا۔انھوں نے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک کو اجمالاً مگر انتہائی نفیس انداز میں منظوم کیا ہے۔اگرچہ اُردو میں منظوم سیرت نگاری کی روایت زمانہ قدیم سے چلی آ رہی ہے۔ان میں چندر بھان خیال کی منظوم سیرت ''لولاک'' بھی شامل ہے۔اس ضمن میں ''لولاک'' اس لیے منفرد ہے کہ کسی غیر مسلم کی لکھی ہوئی یہ اوّلین منظوم سیرت ہے۔

چندر بھان خیال نے اس طرح حضور اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے اہم واقعات ''لولاک'' میں منظوم کر دیے ہیں۔غیر مسلم شعرا کی لکھی ہوئی اُردو کی یہ اوّلین منظوم سیرت ہے جو اُردو کی نعتیہ شاعری میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

نعت رنگ شمارہ ۲۴، جولائی ۲۰۱۴ء

نعت رنگ کا شمارہ نمبر ۲۴ میں تحقیقی نوعیت کے سب سے زیادہ مضامین شامل ہیں جن کی ترتیب درج ذیل ہے۔

۱۔ عہدِ رسالت میں نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان
۲۔ قصیدۂ بانت سعاد، ایک مطالعہ	اُسید الحق قادری بدایونی (بھارت)
۳۔ معنویت لفظ 'نعت' کی روشنی میں یکتائی مصطفیٰ	پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور
۴۔ پاکستان میں نعتیہ صحافت، ایک جائزہ	ڈاکٹر شہزاد احمد
۵۔ نعت اور نعتیہ عناصر	ڈاکٹر محمد طاہر قریشی

''عہدِ رسالت میں نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان کا تحریر کردہ مضمون ہے جس میں انھوں نے عہدِ رسالت میں ہونے والی نعت گوئی کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ عہدِ رسالت کا نعتیہ سرمایہ، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی میں

> احکامِ الٰہی کے عین مطابق، مسلمانوں کے ایمان وعمل اورعزم ویقین سے عبارت ہے۔ مطلب یہ کہ اُس عہد مسعود کی نعت، قواعد وضوابط یا اصل الاصول نعت اوراصحابِ رسول رضوان اللہ کے جہد و جہاد کے حوالے سے حرکت اسلامی کی تاریخ بن جاتی ہے۔'' (۶۸)

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان نے عہد رسالت میں فروغ پانے والی نعت گوئی کو تمام لوازماتِ صنف نعت سے مزیّن ہونے کی بنا پر سب سے بہترین قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ عہد رسالت کا سرمایہ نعت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرپرستی میں فروغ پاتا رہا۔ یہ نعتیہ سرمایہ احکام وفرامین الٰہی کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ اس دور کی نعت مسلمانوں کے عزم وہمت اور ایمان وعمل سے مربوط ہے۔ جسے ہم بلا شبہ عہد مسعود یعنی عہد رسالت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس دور کی نعت میں قواعد وضوابط کی پابندی اور اصل الاصول نعت کے جوہر موجود تھے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان روز و شب اس مرکز نعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف رہتے تھے۔ صحابہ کی اللہ کے رسول سے بے پناہ محبت ہماری اسلامی تاریخ کے سنہرے اور اَن مٹ نقوش ہیں۔ عہد رسالت کی نعت میں شوقِ شہادت اور جذبہ جہاد کی کارفرمائی شامل ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد ومحاسن بھی جنگی انداز میں بیان ہوتے تھے جسے دفاعی شاعری سے مشروط کیا جاتا ہے۔

''قصیدہ بانت سعاد، ایک مطالعہ'' اُسید الحق قادری بدایونی کا تحریر کردہ مضمون ہے۔ قصیدۂ بانت سعاد عہد رسالت کا نعتیہ شاہکار ہے جسے پسندیدگیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی شرف حاصل ہے۔ مضمون نگار نے اس کی مقبولیت اور اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''مذہبی اور ادبی دونوں حلقوں میں حضرت کعب بن زہیر کا قصیدۂ لامیہ موسومہ بہ ''بانت سعاد'' یکساں اہمیت اور مقبولیت رکھتا ہے۔ اس کی دینی اور مذہبی اہمیت تو اس وجہ سے ہے کہ اس کو شاعر نے بارگاہِ رسالت میں پیش کیا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو سماعت فرما کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ ادبی اہمیت کے لیے اس کے شاعر حضرت کعب بن زہیر کا نام ہی کافی ہے۔'' (۶۹)

درج بالا اقتباس قصیدۂ بانت سعاد کی قدر و قیمت اور اس کی ادبی اہمیت کو واضح کر رہا ہے۔ حضرت کعب بن زہیر عرب کے مایہ ناز شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ قصیدۂ بانت سعاد میں ان کی فنی گرفت، قدرتِ کلام اور ندرت خیال اپنے پورے شباب پر ہے۔ یہی سبب ہے کہ شروع ہی سے یہ قصیدہ علما اور ادبا سے خراجِ تحسین وصول کرتا رہا۔ اس قصیدے کی اہمیت اور مقبولیت ہر دور میں مسلم رہی۔ تمام ناقدین فن نے حضرت کعب کو صف اوّل کے نازک خیال، پُر گو، صاحب طرز اور قادر الکلام شعرا میں شامل کیا ہے۔ کعب بن زہیر چند خوش نصیب شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں جنھیں بارگاہِ رسالت میں حاضر رہنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ شاعر کی اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی کہ اس قصیدے کو اللہ کے رسول نے بہ نفس نفیس خود سماعت کیا اور شاعر کو اس کی پسندیدگی سے بھی مشرف فرمایا۔ اس سے بڑھ کر مقبولیت کی سند اور کیا ہوگی جسے صاحب نعت نے خود قبول فرما لیا۔

''معنویت لفظ 'نعت' کی روشنی میں یکتائی مصطفیٰ'' پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور کا تحریر کردہ ہے۔ صاحب مضمون نے اس مقصد کے لیے لفظ نعت کے معانی اور ان معانی کی مختلف پرتوں اور پہلوؤں کو طشت از بام کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''کیا اللہ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی بے مثل ہیں؟ یہ وہ سوال ہے جس کا مثبت جواب علمائے کرام بڑی شرح وبسط کے ساتھ دیتے ہیں۔حق یہ ہے کہ یہ اُنھی کا حق ہے لیکن یہ عاجز راقم الحروف محض اس قدر عرض پرداز ہے کہ صرف لفظ 'نعت' کے مختلف معانی پر ہی ذرا سا غور کرلیا جائے تو بھی یکتائی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اظہر من الشّمس ثبوت سامنے آجاتا ہے۔''(۷۰)

درج بالا اقتباس میں لفظ 'نعت' کی معنوی حیثیت کی وضاحت کی گئی ہے۔اللہ کریم وحدۂ لاشریک ہے۔اس نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوایسا بے مثال بنایا کہ جس کی کوئی نظیر نہیں۔علمائے کرام نے ہر دور میں اللہ کے رسول کی یکتائی اور بڑائی و بزرگی بیان کی ہے۔ان جیسا نہ کوئی ہے اور نہ کبھی ہوگا۔اگر لفظ نعت کی گہرائی اور گیرائی کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی۔لغوی معانی کے اعتبار سے نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیوں کا ایسا بیان ہے جس سے حضور سرورِکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثلیت اور یکتائی بھی ظاہر ہوتی ہے۔

''پاکستان میں نعتیہ صحافت ......ایک جائزہ'' ڈاکٹر شہزاد احمد کا تحریر کردہ مضمون ہے۔جس میں مضمون نگار نے نعتیہ اصطلاح کی روشنی میں نعت کی ابتداء،اس کے ارتقاوفروغ کی مختلف جہات کو متعارف کروایا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''نعتیہ صحافت سے تعلق رکھنے والے مرتبین و مدیران،نعتیہ مشنری کے جذبے سے سرشار دکھائی دیتے ہیں۔ان کے ہاں کاروبار اور ذاتی منفعت کا شائبہ تک نہیں۔نعتیہ مشنری کے حوالے سے جذبہ ایثار وقربانی کے ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔اس کی اصل وجہ یقیناً اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ تعلیمات ہیں کہ جن کے سبب پاکستان میں نعتیہ شاعری کو فروغ حاصل ہوا۔نعتیہ ماہ نامے یا کتابی سلسلے ہوں ہر ایک اپنی جانب سے ایثار وقربانی کا اعلیٰ ترین مظاہرہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔یہ تمام سلسلے کاروبار کا شاخسانہ نہیں بلکہ دل و جان کا نذرانہ ہوتے ہیں، جسے دیکھو وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں ایثار وقربانی اور مشن کی ایک نئی روایت رقم کررہا ہے''۔(۷۱)

ڈاکٹر شہزاد احمد نے پاکستان میں نعتیہ صحافت کی تاریخ وارتقا کے حوالے سے تحقیقی گفتگو کی ہے۔ان کے مطابق نعتیہ صحافت سے مراد وہ رسائل وجرائد ہیں جو نعت کے موضوعات پر شائع ہو رہے ہیں۔نعتیہ صحافت کی ابتدا نعتیہ مشنری اور جذبہ عشق رسول سے تابناک ہے۔غرض کہ نعتیہ صحافت کا ہر مدیر و مرتب ایک مجاہدانہ جذبے کی تاریخ رقم کرتا ہے۔بلاشبہ نعتیہ صحافت ذاتی منفعت اور کاروباری انداز سے کوسوں دُور ہے۔اس کی بنیادی وجہ سرورِکائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت ہے۔نعت وہ صنف سخن ہے جو اپنے سے وابستہ افراد کی تربیت واصلاح کا فریضہ بھی انجام دیتی ہے۔انھیں صبر وشکر،ایثار و قربانی،مروّت و ہمدردی اور انسانی خدمت وعظمت کا جوہر شناس بنا دیتی ہے۔یہ وہ برکات وثمرات ہیں جو انسان کو قربِ خدا اور حبّ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے طفیل نصیب ہوتی ہیں۔صحافت سے وابستہ افراد انھیں صفات وخصوصیات سے مزیّن ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج نعتیہ صحافت دنیا بھر میں اپنی اہمیت منوا رہی ہے۔نعت کے فروغ کے حوالے سے ہر طرف تحریک بیدار ہو چکی ہے۔نعتیہ رسائل وجرائد کی اشاعت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔پاکستان کے ہر علاقے سے نعت کے موضوع پر نعتیہ کتب اور رسائل کا ایک سیل رواں جاری ہے۔اب یہ ہی نہیں بلکہ دیگر ممالک سے بھی نعت کے خوش گوار جھونکے تسلسل وتیزی سے

آ رہے ہیں۔ نعت صرف شعری صنف ہی نہیں بلکہ یہ وہ آفاقی تحریک ہے جس نے عرب وعجم کے باسیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

''نعت اور نعتیہ عناصر'' ڈاکٹر محمد طاہر قریشی کا تحریر کردہ مضمون ہے۔ جس میں مضمون نگار نے ملّی یا قومی شاعری میں نعتیہ عناصر کی تشکیل وتہذیب کی موجودگی کو موضوع بحث بنایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''نعت کا سب سے بنیادی عنصر مدحت رسول ہے۔ آپ سے والہانہ محبت کے باعث شعرا نے آپ سے وابستہ ہر چیز کو نعت کا موضوع بنایا ہے۔ آپ کی ذات مبارک، صفات، تعلیمات، حیات، معجزات، احسانات، نیز آپ کے حوالے سے آپ کے آباؤاجداد، ازواجِ مطہرات، بنات طیبات، اصحاب، دیار وامصار، آپ کے معمولات، غزوات، عبادات غرض پوری سوانح نعت کے دائرے میں آتی ہے۔''(۷۲)

ڈاکٹر محمد طاہر قریشی کے مطابق یہ حقیقت تو روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے نعت کا بلاشبہ اوّلین عنصر مدحت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے مگر اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرمی سے منسوب ہر چیز کو شعرائے کرام نے اپنی عقیدت میں نعت کے موضوع سے مربوط کر دیا ہے۔ شعرائے کرام نے آپ کی ذاتِ گرامی کے حوالے سے جو نعتیہ منظومات رقم کی ہیں اُس میں صرف آپ کی ذاتِ مبارکہ ہی نہیں بلکہ آپ کی صفات وتعلیمات، حیات ومعجزات اور آپ کے احسانات کو بھی اپنی نعتیہ شاعری میں سمو دیا ہے۔ شعرائے کرام نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ آپ کے آباؤاجداد، ازواجِ مطہرات، بنات طیبات، دیار وامصار، اصحاب کے علاوہ آپ کے معمولات، غزوات، عبادات حتیٰ کہ آپ کی حیات پاک کے لمحے لمحے کو نعتیہ شاعری میں مقید کر دیا ہے۔ شعرائے کرام نے عشق رسول کے جذبے کے تحت اپنے جذبات واحساسات کو بھی نعتیہ عناصر میں شامل کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہر چیز سے اپنے دلی تعلق کو ظاہر کیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے ایسے عناصر بھی نعت میں شامل ہونے لگے جو اصلاً نعت کے زمرے میں شامل نہیں۔ لیکن شعرائے کرام کی عقیدت نگاری نے اپنے پیرایۂ اظہار سے ان عناصر کو نعت میں اس طرح ضم کر دیا کہ وہ نعت ہی کا حصہ معلوم ہونے لگے۔ بہرحال شعرائے کرام کا مقصودِ نظر صرف اور صرف نعت کا بنیادی عنصر مدحتِ رسولِ پاک، صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہونا چاہیے۔

متذکرہ باب چہارم میں نعت رنگ کے تحقیقی مقالہ جات شمارہ وار مطالعات کی ترتیب سے پیش کیے گئے۔ اس بات کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ وہ تحقیقی مقالہ جات جنھیں فنِ تحقیق کے التزام کے ساتھ صاحبِ مضمون نے ترتیب دیا ہے اس کی افادیت و اہمیت کو بالصراحت بیان کیا جائے۔ البتہ نیم تحقیقی، معلوماتی یا سرسری انداز میں لکھے گئے مضامین سے صرفِ نظر کیا ہے۔ نیز وہ حقیقی تحقیقی مضامین ہماری فکر کا محور رہے جنھیں تحقیقی مصادر ومراجع سے مزین کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مولوی فیروزالدین ''فیروزاللغات (جدیدایڈیشن)''، فیروزسنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، (سن ندارد) ص ۳۴۸

۲۔ مالک رام۔ ''اردو میں تحقیق''، مشمولہ اردو میں اصولِ تحقیق، جلد دوم، مرتبہ ایم سلطانہ بخش (مقتدرہ قومی زبان) اسلام آباد، ۱۹۹۸ء، ص ۹۹

۳۔ ڈاکٹر سیّدعبداللہ، ''تحقیق و تنقید'' مشمولہ اردو میں اصولِ تحقیق، جلد اوّل، مرتبہ ایم سلطانہ بخش (مقتدرہ قومی زبان) اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۲۹

۴۔

۵۔ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش (مرتبہ) ''اُردو میں اُصول تحقیق'' (انتخاب مقالات) جلد اوّل، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جون ۱۹۸۶ء، ص ۱

۶۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۵

۷۔ پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل ''اُردو تحقیق صورت حال اور تقاضے'' القمر انٹر پرائزز، اُردو بازار لاہور، دوم، ۲۰۱۴ء، ص ۲۴

۸۔ پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل ''رسمیاتِ مقالہ نگاری'' پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، دوم فروری ۲۰۱۳ء، ص ۷

۹۔ ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی ''اسلام میں تحقیق کے اُصول ومبادی'' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء ص ۴

۱۰۔ ڈاکٹر قاضی عبدالقادر ''تصنیف و تحقیق کے اُصول'' مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۱۰

۱۱۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ''نعت سرورِ کائنات ایک منفرد صنف سخن'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۱۳۱

۱۲۔ شبیر احمد قادری ''جدید نعتیہ ادب اور بارگاہِ رسالت میں استمداد'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲، دسمبر ۱۹۹۵ء، ص ۱۲۶

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۲۴

۱۴۔ پروفیسر افضال احمد انور ''نعت خوانی کے آداب اور اصلاح احوال ومتعلقات'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۳، ستمبر ۱۹۹۶ء، ص ۱۵۲

۱۵۔ منصور ملتانی ''جدید اُردو نعت اور آنکھیں'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۴، مئی ۱۹۹۷ء، ص ۱۳۴

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۳۳

۱۷۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ''مدح نگاری کی روایت اور مدح رسالت'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۵، فروری ۱۹۹۸ء، ص ۴۷

۱۸۔ پروفیسر افضال احمد انور ''اقبال کی نظم 'ذوق وشوق' حمد ہے یا نعت؟'' شمارہ نمبر ۵، ص ۱۸۶

۱۹۔ منصور ملتانی ''نعت میں چراغاں'' شمارہ نمبر۵،ص۲۰۲

۲۰۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید ''نیاز فتح پوری اور ان کی نعت سرائی'' شمارہ نمبر۵،ص۲۴۲

۲۱۔ ایضاً،ص۲۵۰

۲۲۔ ایضاً،ص۲۴۹

۲۳۔ ضیاء احمد بدایونی ''غالب کا نعتیہ کلام''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۶،ستمبر۱۹۹۸ء،ص۲۳۱

۲۴۔ ایضاً،ص۲۵۰

۲۵۔ ایضاً،ص۲۵۰

۲۶۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ''شعرا کے بارے میں نبی اکرم کی رائے''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۸،ستمبر۱۹۹۹ء،ص۳۵

۲۷۔ ڈاکٹر خورشید رضوی ''حجرۂ نبویہ پر نعتیہ اشعار''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۸،ستمبر۱۹۹۹ء،ص۴۰

۲۸۔ رفاقت علی شاہد '' گلدستۂ انوارِ محمدی ایک تعارف''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۰،اپریل۲۰۰۰ء،ص۱۵۸

۲۹۔ ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق ''مسرور کیفی کی نعت گوئی'' مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۰،اپریل۲۰۰۰ء،ص۲۱۹

۳۰۔ ڈاکٹر طارق جمیل فلاحی ''حضرت حسان بن ثابت الانصاری شاعر رسول''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۱،مارچ۲۰۰۱ء،ص۲۷۱

۳۱۔ ایضاً،ص۲۷۱

۳۲۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید ''نعت اور آدابِ نعت گوئی''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۲،اکتوبر۲۰۰۱ء،ص۲۹

۳۳۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد ''اُردو ادب میں محسن کاکوروی کا مقام''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۲،اکتوبر۲۰۰۱ء،ص۱۵۴

۳۴۔ راجا رشید محمود ''نعت میں ذکر میلادِ سرکار کا مقام''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۳،دسمبر۲۰۰۲ء،ص۵۹

۳۵۔ ابوسعادت جلیلی ''سعداللہ مسیح جہانگیری کی فارسی نعتیں''مشمولہ نعت رنگ کرچی،شمارہ۱۴،دسمبر۲۰۰۲ء،ص۱۳۸

۳۶۔ ایضاً،ص۱۳۹

۳۷۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط ''اُردو میں نور ناموں کی روایت''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۵،مئی۲۰۰۳ء،ص۱۳۸

۳۸۔ منصور ملتانی ''اُردو میں منظوم سیرت نگاری''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۵،مئی۲۰۰۳ء،ص۱۷۵

۳۹۔ پروفیسر محمد فیروز شاہ ''میانوالی میں نعت نگاری''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۵،مئی۲۰۰۳ء،ص۲۰۳

۴۰۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط ''اُردو میں منظوم سیرت نگاری''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۶،فروری۲۰۰۴ء،ص۵۵

۴۱۔ ڈاکٹر محمد سلطان شاہ ''نعتیہ شاعری میں ذکر احادیث رسول''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۶،فروری۲۰۰۴ء،ص۳۷

۴۲۔ ایضاً،ص۴۷

۴۳۔ پروفیسر محمد فیروز شاہ ''اصنافِ سخن کا تنوع اور نعت''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۶،فروری۲۰۰۴ء،ص۱۰۶

۴۴۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید ''نعت نگاری اور احترازِ نفس''مشمولہ نعت رنگ کراچی،شمارہ۱۷،نومبر۲۰۰۴ء،ص۱۳۱

۴۵۔ پروفیسر محمد فیروز شاہ ''نعت میں جدید طرزِ احساس'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۷، نومبر ۲۰۰۴ ص ۱۷۷

۴۶۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ''مولانا احمد رضا خان کی اُردو نعتیہ شاعری'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۸، دسمبر ۲۰۰۵ء، ص ۴۳

۴۷۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ''مولانا احمد رضا قادری کی عربی نعتیہ شاعری'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۸، دسمبر ۲۰۰۵ء، ص ۱۷۴

۴۸۔ ڈاکٹر دوست محمد خان ''اسلام میں نعت کا مقام جواز/ عدم جواز'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۹، دسمبر ۲۰۰۶ء، ص ۲۷

۴۹۔ خورشید رضوی ''قصیدۂ شمسیہ ایک نادر نعتیہ دستاویز'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۱۹، دسمبر ۲۰۰۶ء، ص ۲۰۴

۵۰۔ ڈاکٹر ابو سفیان اصلاحی ''نعت نبی میں اندلسی شعرا کی ایک جھلک'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۰، اگست ۲۰۰۸ء ص ۲۲۷

۵۱۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری ''راجندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۰، اگست ۲۰۰۸ ص ۲۷۵

۵۲۔ ایضاً ص ۲۷۷

۵۳۔ گوہر ملسیانی ''جمالِ محسن انسانیت نعت کے آئینے میں'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۱، دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۵۷

۵۴۔ ڈاکٹر محمد سلطان شاہ ''ہندو شعرا کی منظوم سیرت نگاری'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۱، دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۷۰

۵۵۔ ایضاً ص ۲۷۲

۵۶۔ ایضاً، ۲۷۸

۵۷۔ ڈاکٹر محمد نسیم الدین فریس ''شاہانِ دکن کی نعتیہ شاعری''، ص ۲۸۸

۵۸۔ پروفیسر محمد علی اثر ''دکنی میں نعتیہ شاعری'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۲، ستمبر ۲۰۱۱ء، ص ۶۲

۵۹۔ ڈاکٹر ابو سفیان اصلاحی ''سیّدنا طاہر سیف الدین کے قصیدے'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۲، ستمبر ۲۰۱۱ء ص ۲۸۶

۶۰۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری ''علامہ احمد یار نعیمی کی نعتیہ شاعری'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۲، ستمبر ۲۰۱۱ء ص ۳۱۷

۶۱۔ ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال ''اُردو حمد و نعت میں فلسطین و کشمیر'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۳، اگست ۲۰۱۲ء ص ۶۹

۶۲۔ ایضاً ص ۷۰

۶۳۔ ایضاً ص ۷۴

۶۴۔ پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور ''نثری نظم اور نعت'' ایضاً ص ۱۰۷

۶۵۔ ساجد صدیق نظامی ''سراپائے رسول اکرم اور مثنوی'' ایضاً ص ۱۱۹

۶۶۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط ''غیر مسلم نعت گو شعرا ایکناتھ سے چندر بھان خیال تک'' ایضاً ص ۱۶۰

۶۷۔ ایضاً ص ۱۵۴

۶۸۔ پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان ''عہدِ رسالت میں نعت رسول'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۴، جولائی ۲۰۱۴ء ص ۳۱

۶۹۔ اُسید الحق قادری بدایونی ''قصیدۂ بانت سعاد، ایک مطالعہ'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۴، جولائی ۲۰۱۴ ص ۵۲

۷۰۔ پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور ''معنویت لفظ نعت کی روشنی میں یکتائی مصطفیٰ'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۴، جولائی ۲۰۱۴،

ص۹۱

۷۱۔ ڈاکٹر شہزاد احمد ''پاکستان میں نعتیہ صحافت ایک جائزہ'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۴، جولائی ۲۰۱۴، ص ۱۰۶

۷۲۔ ڈاکٹر محمد طاہر قریشی ''نعت اور نعتیہ عناصر'' مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ ۲۴، جولائی ۲۰۱۴، ص ۲۳۹

☆☆☆

باب پنجم

نعت رنگ میں متفرق موضوعات: شمارہ وار مطالعات

(الف) نعت رنگ میں شخصی وتعارفی مضامین

نعت رنگ نے نعت کے باب میں دیگر متفرق خدمات کی بھی کہکشاں سجائی ہے۔نعت رنگ بلاشبہ مختلف النوع کیفیات کا آئینہ دار ہے۔ جہاں نعت رنگ نے تحقیق وتنقید کے ضمن میں مثالی اور تاریخی کار ہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ وہیں فکر وفکن کے موضوع کو بھی وسعتوں سے ہم کنار کیا ہے۔نعت رنگ نے شخصی تعارفی مضامین ومقالہ جات کی بھی رنگا رنگ محفل سجائی ہے۔ یہ موضوع گزشتہ سے مختلف اور دلچسپ ہے۔اس میں نعتیہ ادب کے موضوع اور نعتیہ شاعری کے ضمن میں نمایاں خدمات انجام دینے والوں کا تذکرہ شامل ہے۔ان میں اکثر ایسی شخصیات بھی ہیں جن کے روز وشب نعت کی خدمت میں بسر ہوئے۔ چند خصوصی نعتیہ احباب کے گوشے بھی شائع کیے گئے۔غرض دیگر متفرق خدمات کے حوالے سے شخصی تعارفی مضامین ومقالہ جات کا یہ گوشہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

جریدہ نعت رنگ کے شائع شدہ چوبیس شماروں میں شامل شخصی وتعارفی مضامین ومقالہ جات کی فہرست بالترتیب پیش ہے۔

پہلا شمارہ نعت رنگ (تنقید نمبر) اپریل ۱۹۹۵ء

نعت رنگ کے پہلے شمارے میں نو مضامین شامل ہیں۔

دوسرا شمارہ نعت رنگ دسمبر ۱۹۹۵ء

نعت رنگ کے دوسرے شمارے میں تین ''گوشے'' اور دو مضامین شامل ہیں۔

نذیر قیصر ایک قابل قدر مسیحی نعت گو، محمد اقبال جاوید۔ ص۲۲۳ تا ۲۳۴

گوشہ ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی۔ ص۲۶۲ تا ۲۸۱

تیسرا شمارہ نعت رنگ ستمبر ۱۹۹۶ء

نعت رنگ کے تیسرے شمارے میں دو مضامین اور دو گوشے شامل ہیں۔

نعت خوان و نعت نگار محمد اعظم چشتی، حفیظ تائب، ص۲۲۴ تا ۲۲۸

جاذب قریشی جدید تر لہجے کا شاعر، عزیز احسن، ص۲۲۹ تا ۲۳۵

گوشہ صبا اکبر آبادی، ص۲۵۲ تا ۲۶۲

گوشہ سید محمد ابوالخیر کشفی۔ ص۲۶۳ تا ۲۶۷

چوتھا شمارہ نعت رنگ مئی ۱۹۹۷ء

نعت رنگ کے چوتھے شمارے میں دو ''گوشے'' اور چھ مضامین موجود ہیں۔

گوشہ خورشید رضوی، ص۱۵۵ تا ۱۵۸

گوشہ سحر انصاری، ص۱۵۹ تا ۱۶۲

شاہ لطیف کی نعتیہ شاعری، پروفیسر آفاق صدیقی، ص۱۹۹ تا ۲۰۴

غالب کی ایک نعتیہ غزل، پروفیسر محمد اقبال جاوید، ص۲۰۵ تا ۲۲۰

نعیم صدیقی کی ایک نعت، ڈاکٹر ایوب شاہد۔ ص۲۲۱ تا ۲۲۴

حسرت حسین حسرت اور ان کی فن نعت گوئی، پروفیسر حفیظ تائب۔ ص۲۲۵ تا ۲۳۶

تقدیس اور نور اوّل کے مظاہر، ڈاکٹر شمیم ترمذی۔ ص۲۳۷ تا ۲۳۹

عرفان بجنوری کی نعت گوئی، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔ ص۲۴۰ تا ۲۴۴

پانچواں شمارہ نعت رنگ فروری ۱۹۹۸ء

نعت رنگ کے پانچویں شمارے میں پانچ مضامین شامل ہیں۔

نیاز فتح پوری کی نعت سرائی، پروفیسر محمد اقبال جاوید۔ ص۲۴۰ تا ۲۷۱

جمال الدین کا نعتیہ ترکیب بند، محمد عباس طالب صفوئی۔ ص۲۷۲ تا ۲۷۷

وقت کا تلازمہ میری نعتوں میں، پروفیسر عاصی کرنالی۔ ص۲۷۸ تا ۲۸۱

منفرد لہجے کا نعت گو شاعر سرشار صدیقی، واصل عثمانی۔ ص۲۸۲ تا ۲۸۷

شاخ غزل پہ مدحت کے خوشنما پھول، عزیز احسن۔ ص۲۸۸ تا ۲۹۵

چھٹا شمارہ نعت رنگ ستمبر ۱۹۹۸ء

نعت رنگ کے چھٹے شمارے میں تین گوشے اور آٹھ مضامین موجود ہیں۔

گوشہ والی آسی۔ ص۱۶۷تا۱۷۳

گوشہ شوکت عابد۔ ص۱۷۴تا۱۸۰

گوشہ یعقوب لطیف۔ ص۱۸۱تا۱۸۶

غالب کا نعتیہ کلام، ضیاء احمد بدایونی۔ ص۲۲۳تا۲۵۲

ظفر علی خان کی نعت نگاری، ڈاکٹر شبیہ الحسن۔ ص۲۵۷تا۲۴۶

مدحت سرور عالم اور شیخ ایاز، پروفیسر آفاق صدیقی۔ ص۲۶۵تا۲۷۰

سید ضمیر جعفری کی ایک دل آویز نعت، پروفیسر محمد اقبال جاوید۔ ص۲۷۱تا۲۷۶

اختر بستوی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔ ص۲۷۷تا۲۹۰

صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری حب رسول کا جمالیاتی اظہار، عزیز احسن۔ ص۲۹۱تا۳۰۱

شیبا حیدری (خواتین کی نعتیہ شاعری میں ایک نئی آواز)، ریاض حسین چوہدری ص۳۱۴تا۳۱۶

ساتواں شمارہ نعت رنگ اگست ۱۹۹۹ء

نعت رنگ کے ساتویں شمارے میں حمد سے متعلق تحریریں شامل ہیں۔اس میں آٹھ حمدیہ مضامین موجود ہیں۔

ابوالعتاہیہ ابونواس اور اسماعیل صبری کی حمدیہ شاعری، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی۔ ص۱۴۳تا۱۷۴

سعدی کی حمد و مناجات، ڈاکٹر محمد ثناء اللہ عمری۔ ص۱۷۵تا۱۸۵

فارسی حمد و مناجات میں مولانا عبدالرحمٰن جامی کا مقام، ڈاکٹر محمود الحسن عارف۔ ص۱۸۶تا۲۰۱

کلامِ اقبال میں حمد و مناجات، مولانا عبیداللہ کوٹی۔ ص۲۰۲تا۲۱۲

بہزاد لکھنوی کی حمد و مناجات کا تنقیدی مطالعہ، ڈاکٹر محمد اقبال حسین۔ ص۲۱۳تا۲۲۰

حافظ لدھیانوی کی حمدیہ شاعری، پروفیسر حفیظ تائب۔ ص۲۲۱تا۲۲۵

مظفر وارثی کا حمدیہ آہنگ، عزیز احسن۔ ص۲۲۶تا۲۳۶

آفتاب کریمی کی حمدیہ شاعری، پروفیسر آفاق صدیقی۔ ص۲۳۷تا۲۴۷

آٹھواں شمارہ نعت رنگ ستمبر ۱۹۹۹ء

نعت رنگ کے آٹھویں شمارے میں چار مضامین شامل ہیں۔

شیخ سعدی کی نعتیہ تب وتاب، پروفیسر محمد اقبال جاوید۔ ص۹۸تا۱۰۷

امیر مینائی کے قصائد میں نعتیہ رنگ، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں۔ ص۱۰۸تا۱۱۶

حسرت موہانی اور ان کی نعت گوئی، پروفیسر شفقت رضوی۔ ص۱۱۷تا۱۲۷

علیم صبا نویدی کا فن نعت گوئی، ڈاکٹر سید سجاد حسین۔ ص۱۲۸تا۱۳۵

نواں شمارہ نعت رنگ مارچ ۲۰۰۰ء

نعت رنگ کے نویں شمارے میں ایک گوشہ اور پانچ مضامین شامل ہیں۔

گوشہ سلیم کوثر، ص ۹۵ تا ۱۰۵

شورش کاشمیری اور نعت گوئی، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری۔ ص ۱۰۶ تا ۱۳۱

حفیظ تائب کی نعت گوئی وہبی یٰسین وہبی طٰہٰ کے حوالے سے، اسلوب احمد انصاری۔ ص ۱۳۲ تا ۱۳۵

ادب و نعت کا سراج سورج، پروفیسر حفیظ تائب ص ۲۰۹

آہ۔۔۔حافظ لدھیانوی، پروفیسر محمد اقبال جاوید ص ۲۱۳

قدوۃ الناعتین، حافظ لدھیانوی مرحوم، پروفیسر شبیر احمد قادری ص ۲۱۷

دسواں شمارہ نعت رنگ اپریل ۲۰۰۰ء

نعت رنگ کے دسویں شمارے میں پانچ مضامین شامل ہیں۔

بیکل اُتساہی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر جمیل راٹھوی۔ ص ۲۰۶ تا ۲۱۶

مسرور کیفی کی نعت گوئی، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق۔ ص ۲۱۷ تا ۲۲۲

امین راحت چغتائی کی نعت گوئی، ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی۔ ص ۲۲۳ تا ۲۳۰

جدید لب و لہجے کا نعت گو سعید وارثی، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔ ص ۲۳۱ تا ۲۴۱

بشیر رحمانی کا کیف حضوری، ڈاکٹر انور سدید۔ ص ۲۴۲ تا ۲۴۴

گیارہواں شمارہ نعت رنگ مارچ ۲۰۰۱ء

نعت رنگ کے گیارہویں شمارے میں چار مضامین شامل ہیں۔

اقبال کی رُباعیات میں نعت، ڈاکٹر اسلوب انصاری۔ ص ۲۰۹ تا ۲۱۸

شوقی اور ان کا نعتیہ قصیدہ "الھمزیۃ النبویۃ" ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی۔ ص ۲۱۹ تا ۲۴۷

بیدم شاہ وارثی کی نعتیہ تاب و تب، پروفیسر محمد اقبال جاوید۔ ص ۲۴۸ تا ۲۶۸

علیم ناصری کی نعت گوئی، پروفیسر جعفر بلوچ۔ ص ۲۶۹ تا ۲۷۲

بارہواں شمارہ نعت رنگ اکتوبر ۲۰۰۱ء

نعت کے بارہویں شمارے میں صرف "گوشہ غالب" موجود ہے جس میں غالب کے حوالے سے سات مضامین شامل ہیں۔

غالب حضور رسالت مآب میں، پروفیسر شفقت رضوی۔ ص ۲۴۵ تا ۲۵۷

غالب کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری۔ ص ۲۵۸ تا ۲۷۶

غالب کے فارسی کلام میں نعت، ادیب رائے پوری۔ ص ۲۷۷ تا ۳۰۱

تیرہواں شمارہ نعت رنگ دسمبر ۲۰۰۲ء

چودھواں شمارہ نعت رنگ دسمبر ۲۰۰۲ء

پندرہواں شمارہ نعت رنگ مئی ۲۰۰۳ء

سولہواں شمارہ نعت رنگ فروری ۲۰۰۴ء

نعت رنگ کے سولہویں شمارے میں ایک گوشہ اور پانچ مضامین نعت رنگ کے صفحات کی زینت ہیں۔

سترہواں شمارہ نعت رنگ نومبر ۲۰۰۴ء

اٹھارہواں شمارہ نعت رنگ (مولانا احمد رضا خاں نمبر) دسمبر ۲۰۰۵ء

اُنیسواں شمارہ نعت رنگ دسمبر ۲۰۰۶ء

بیسواں شمارہ نعت رنگ اگست ۲۰۰۸ء

اکیسواں شمارہ نعت رنگ دسمبر ۲۰۰۹ء

بائیسواں شمارہ نعت رنگ ستمبر ۲۰۱۱ء

تیئسواں شمارہ نعت رنگ اگست ۲۰۱۲ء

چوبیسواں شمارہ نعت رنگ جولائی ۲۰۱۴ء

☆☆☆

(ب) نعت رنگ میں کتب کا تعارف اور تبصرے

نعتیہ کتب کے حوالے سے کتب کے تعارف و تبصروں کے سلسلے میں نعت رنگ کی خدمات بھی قابل ستائش ہیں۔ پانچویں باب کا جز (ب) کتابوں کا تعارف اور تبصرے ایک وقیع موضوع ہے اور وسعت کے لحاظ سے ایک علیحدہ ''باب'' کا درجہ رکھتا ہے۔ اختصار کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اسے ایک فہرست کے انداز میں شمارہ وار ترتیب سے مرتب کر دیا گیا ہے۔

نعت رنگ (تنقید نمبر) شمارہ ۱، اپریل ۱۹۹۵ء (زیر تبصرہ چھ کتب) مبصر: حنیف اسعدی

کتاب	صفحہ
ذکر ارفع، مبارک مونگیری	ص ۲۶۳
پاکستان میں نعت، راجا رشید محمود۔	ص ۲۶۴
کہف الوریٰ، قمر وارثی۔	ص ۲۶۴ تا ۲۶۶
راہِ نجات، غلام مجتبیٰ احدی۔	ص ۲۶۶ تا ۲۶۷
اشکوں کے پھول، مانی فاروقی۔	ص ۲۶۷ تا ۲۶۸
سرکار، اختر لکھنوی۔	ص ۲۶۹ تا ۲۷۰

نعت رنگ شمارہ ۲، دسمبر ۱۹۹۵ء (زیر تبصرہ پانچ کتب) مبصر: حنیف اسعدی

کتاب	صفحہ
حرف معتبر، ستار وارثی۔	ص ۱۹۷ تا ۱۹۸
اللھم صلی علیٰ محمد، ریاض مجید۔	ص ۱۹۸ تا ۲۰۰
زر معتبر، ریاض حسین چودھری۔	ص ۲۰۰ تا ۲۰۱
خیر کثیر، سید سلمان رضوی۔	ص ۲۰۱ تا ۲۰۳
عالم رحمت، شاداں دہلوی۔	ص ۲۰۳ تا ۲۰۴

نعت رنگ شمارہ ۳، ستمبر ۱۹۹۶ء (زیر تبصرہ دس کتب) مبصر: شفیق الدین شارق

کتاب	صفحہ
سب اچھا کہیں جسے، انعام گوالیاری۔	ص ۲۳۶ تا ۲۳۸
آپ (ﷺ)، حنیف اسعدی۔	ص ۲۳۸ تا ۲۴۰
کلام لا کلام، شاہ انصار الٰہ آبادی۔	ص ۲۴۰ تا ۲۴۲
رنگ روشنی خوشبو، سجاد سخن۔	ص ۲۴۲ تا ۲۴۴
سارے حرف گلاب، شوکت ہاشمی۔	ص ۲۴۴ تا ۲۴۵
مہر جہاں تاب، مقبول شارب۔	ص ۲۴۶ تا ۲۴۸

مایۂ دل نشیں، وجاہت شوقی۔ ص۲۴۸ تا ۲۵۰

خوشبو سے آسماں تک، اختر لکھنوی وقمر وارثی۔ ص۲۵۰ تا ۲۵۳

حریم نعت، رئیس احمد۔ ص۲۵۳ تا ۲۵۴

ماہنامہ نعت لاہور، راجا رشید محمود۔ ص۲۵۵ تا ۲۵۷

نعت رنگ شمارہ۴، مئی ۱۹۹۷ء (زیر تبصرہ نو کتب) مبصر: عزیز احسن

لم یات نظیرک فی نظرٍ، عنبر بہرائچی۔ ص۲۸۹

اجمل واکمل، محسن احسان۔ ص۲۹۰

شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، محمد سلیم چوہدری۔ ص۲۹۰ تا ۲۹۱

قندیل راحت، احمد شہباز خاور۔ ص۲۹۱ تا ۲۹۳

طور سے حرا تک، افسر ماہ پوری۔ ص۲۹۳ تا ۲۹۴

چراغِ مدحت، اعجاز رحمانی۔ ص۲۹۴ تا ۲۹۵

عالم افروز، خالد شفیق۔ ص۲۹۵ تا ۲۹۶

حرف حرف روشنی، اجمل نقشبندی۔ ص۲۹۶ تا ۲۹۷

خطیب الامم، ریحانہ تبسم فاضلی۔ ص۲۹۷ تا ۲۹۸

نعت رنگ شمارہ۵، فروری ۱۹۹۸ء (زیر تبصرہ چودہ کتب) مبصر: شفیق الدین شارق

آنکھ بنی کشکول، آفتاب کریمی۔ ص۲۴۷ تا ۲۴۸

نبی الحرمین، صوفی مسعود رہبر چشتی۔ ص۳۴۰ تا ۳۴۱

محراب حرم، رحمان خاور۔ ص۳۴۱ تا ۳۴۲

نغماتِ طیبات، عزیز الدین خاکی۔ ص۳۴۲ تا ۳۴۳

شہر نعت، آصف بشیر چشتی۔ ص۳۴۳ تا ۳۴۴

غزوات رحمۃ للعالمین، لالہ صحرائی۔ ص۳۴۵ تا ۳۴۶

حرا تا عرش، سید نبی رضا عظیم آبادی۔ ص۳۴۸ تا ۳۴۹

نورِ بے مثال، حیرت الہ آبادی۔ ص۳۴۹ تا ۳۵۱

انوارِ حرم، مرتبین مجلس احباب ملت۔ آب وتابِ رنگ ونور، قمر وارثی۔ ص۳۵۱ تا ۳۵۳

آب وتاب رنگ ونور، دابستان وارثیہ ص۳۵۳ تا ۳۵۴

آدم تا رحمتِ عالم، انوار عزمی۔ ص۳۵۴ تا ۳۵۵

نقش کف پا، وقار صدیقی (پیام واصفی)۔ ص۳۵۵ تا ۳۵۶

نعت میری زندگی، طاہر سلطانی۔ ص۳۵۶ تا ۳۵۸

انتخاب نعت حصہ دوم۔ عبدالغفور قمر۔ ص۳۵۸ تا ۳۵۹

نعت رنگ **شمارہ ۶، ستمبر ۱۹۹۸ء (زیرِ تبصرہ اکیس کتب)** مبصر: حنیف اسعدی

اُردو شاعری میں نعت گوئی، ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی۔ ص۳۱۷ تا ۳۱۸

الف اللہ، مرتضیٰ اشعر۔ ص۳۱۸ تا ۳۱۹

عطائے حرمین، عطاء الرحمٰن شیخ۔ ص۳۱۹

حرفِ طیب، حکیم محمد رمضان اطہر۔ ص۳۲۰

ادائے رحمت، ریاض احمد پرویز۔ ص۳۲۰ تا ۳۲۱

العشق ہو اللہ، عنبر شاہ وارثی۔ ص۳۲۱ تا ۳۲۲

پیکر نور، اقبال عظیم۔ ص۳۲۲

اللّٰھم، لطیف اثر۔ ص۳۲۳ تا ۳۲۴

مدحت کے چراغ، امتیاز راہی۔ ص۳۲۴ تا ۳۲۵

گلدستہ نعت، عادل اسیر دہلوی۔ ص۳۲۵

میلاد کا راز، سید حاجی محمد قاسم حسین ہاشمی بریلوی۔ ص۳۲۵ تا ۳۲۶

سجدہ گاہِ دل، صدیق فتح پوری۔ ص۳۲۶

یاسین، سید وحید الحسن ہاشمی۔ ص۳۲۷

حرف حرف خوشبو، وقار صدیقی اجمیری۔ ص۳۲۸ تا ۳۲۹

اذان دہر، طاہر سلطانی۔ ص۳۲۹ تا ۳۳۰

سخن سخن خوشبو، محمد حنیف نازش قادری۔ ص۳۳۰ تا ۳۳۱

مخزنِ نور، رحمت اللہ راشد احمد آبادی۔ ص۳۳۲ تا ۳۳۳

حرفِ منزہ، سید انوار ظہوری۔ ص۳۳۳ تا ۳۳۴

بارگاہِ ادب میں، ڈاکٹر خالد عباس الاسدی۔ ص۳۳۴ تا ۳۳۵

نوازشِ مصطفیٰ، نظمی مارہروی۔ ص۳۳۵ تا ۳۳۶

شعرائے بدایوں دربارِ رسول میں، ڈاکٹر شمس بدایونی۔ ص۳۳۶ تا ۳۳۷

نعت رنگ **شمارہ ۷، اگست ۱۹۹۹ء**

نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۷ میں کتابوں پر تبصرے نہیں۔ البتہ مطالعہ کتب کے حوالے سے دو حمدیہ کتب پر مضامین شامل ہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۸، ستمبر ۱۹۹۹ء

(زیر تبصرہ پندرہ کتب) منصور ملتانی کے دس تبصرے اور حنیف اسعدی کے پانچ تبصرے شامل ہیں۔

مبصر: منصور ملتانی

وہی یٰسین وہی طٰہٰ، حفیظ تائب۔	ص ۲۳۶ تا ۲۳۷
نام بنام حمد و ثنا، انوار عزمی۔	ص ۲۳۷ تا ۲۳۸
جمال جہاں فروز، بشیر حسین ناظم۔	ص ۲۳۸ تا ۲۳۹
تسکین قلب، مسعود چشتی۔	ص ۲۴۰ تا ۲۴۱
قصیدۂ نعتیہ، لالہ صحرائی۔	ص ۲۴۱ تا ۲۴۲
فی احسن تقویم، جاوید احسن خان۔	ص ۲۴۲ تا ۲۴۴
جذبات وجیہہ، شاہ وجیہہ الدین احمد خان قادری۔	ص ۲۴۴ تا ۲۴۵
کفیل غریب، مرتبین محمد تفضّل حسین، محمد عبدالرحیم قاسمی مصطفائی۔	ص ۲۴۵ تا ۲۴۶
گلبن نعت نمبر، مدیر ثریا ہاشمی۔	ص ۲۵۰ تا ۲۵۱
کاسہ ہلال، ہلال جعفری۔	ص ۲۵۱ تا ۲۵۲

مبصر: حنیف اسعدی

ذوق عرفان، اسرار احمد سہاوری۔	ص ۲۴۶ تا ۲۴۷
تجلی، حسین سحر۔	ص ۲۴۷ تا ۲۴۸
احترام، کالی داس گپتا رضا۔	ص ۲۴۸ تا ۲۴۹
یہ تو کرم ہے ان کا ورنہ، کوثر بریلوی۔	ص ۲۴۹ تا ۲۵۰
روحِ عالم، یوسف قریشی۔	ص ۲۵۰

نعت رنگ شمارہ ۹، مارچ ۲۰۰۰ء

(زیر تبصرہ اٹھارہ کتب)۔ حنیف اسعدی کے دس تبصرے اور عزیز احسن کے آٹھ (۸) تبصرے شامل ہیں۔

مبصر: حنیف اسعدی

نزول، شفیق الدین شارق۔	ص ۱۷۴
نعت کا دریا، شمیم متھراوی۔	ص ۱۷۵

رشک بشر، تمثیل جاوید۔	ص۱۷۵تا۱۷۶
اللہ اکبر، گہر اعظمی۔	ص۱۷۷
رب العالمین و رحمت للعالمین، گہر اعظمی۔	ص۱۷۷تا۱۷۸
لوحِ نور، کلیم شفائی۔	ص۱۷۸
انوارِ حرا، تنویر پھول۔	ص۱۷۹
نورِ حق، علیم النساء ثنا۔	ص۱۷۹تا۱۸۰
اکرام، مرتب نذیر فتح پوری۔	ص۱۸۰
ابر نیساں، احسان دانش۔	ص۱۸۱

مبصر: عزیز احسن

م (ﷺ) غالب عرفان۔	ص۱۸۱تا۱۸۳
بساطِ عجز، ایم سلیم چشتی۔	ص۱۸۳تا۱۸۴
جہانِ عقیدت، عزیز جبران انصاری۔	ص۱۸۴تا۱۸۵
مجتبیٰ، اختر ہوشیار پوری۔	ص۱۸۵تا۱۸۶
نعت نگار، مسرور کیفی۔	ص۱۸۶تا۱۸۷
عکس تمنا، مسرور کیفی۔	ص۱۸۷تا۱۸۸
طلع البدر علینا، علیم ناصری۔	ص۱۸۸تا۱۸۹
حسن ازل، خالد محمود نقشبندی۔	ص۱۸۹تا۱۹۰

نعت رنگ شمارہ۱۰، اپریل ۲۰۰۰ء

نعت رنگ کے دسویں شمارے میں تبصرے شامل نہیں۔

نعت رنگ شمارہ۱۱، اپریل ۲۰۰۰ء مبصران: عزیز احسن، عثمان غنی عادل

(زیرِ تبصرہ پچیس کتب) شروع کے پہلے تبصرے پر کسی تبصرہ نگار کا نام نہیں۔ اکیس کتب پر عزیز احسن کے تبصرے اور آخری تین کتب پر عثمان غنی عادل کے تبصرے موجود ہیں۔

ضیائے ہفت درخشاں، سلیم اختر فارانی۔	ص۳۰۱ تا ۳۰۲
گلشن صل علیٰ، عظمت اللہ خان۔	ص۳۰۲ تا ۳۰۳
زبورِ حرم، اقبال عظیم۔	ص۳۰۳ تا ۳۰۴
کشکولِ ہلال، ہلال جعفری۔	ص۳۰۴ تا ۳۰۵
نقش اوّلیں، زاہد فتح پوری۔	ص۳۰۵ تا ۳۰۶

انوارِعقیدت،شہزاداحمد۔	ص۳۰۶ تا ۳۰۷
سرورِنعت، ع س مسلم۔	ص۳۰۷
حمدونعت، سہیل غازی پوری۔	ص۳۰۷ تا ۳۰۸
ازل تا ابد،نگار فاروقی۔	ص۳۰۸ تا ۳۰۹
ثنائے آقا،عبدالجبار اثر۔	ص۳۰۹ تا ۳۱۰
محبت حضور کی،شفیق مرزاعفیف طٰہٰ۔	ص۳۱۰
دل ریزہ ریزہ سید طفیل احمد مدنی۔	ص۳۱۰ تا ۳۱۱
عقیدت کا سفر،حمایت علی شاعر۔	ص۳۱۱ تا ۳۱۲
توصیف،محمد علی ظہوری۔	ص۳۱۲ تا ۳۱۳
نعت رسولِ خدا،محمد علی اثر۔	ص۳۱۳ تا ۳۱۴
تمنائے حضوری، ریاض حسین چودھری۔	ص۳۱۴
سوغات اور منتخب نعتیہ کلام،سیرت اکادمی بلوچستان۔حمدومناجات (منظوم)،منصور ملتانی۔	ص۳۱۴ تا ۳۱۵
حمدومناجات (منظوم)،منصور ملتانی۔	ص۳۱۵ تا ۳۱۶
محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری،ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔	ص۳۱۶ تا ۳۱۸
عقیدت، یوسف مرزا۔	ص۳۱۸ تا ۳۱۹
عبدہٗ ورسولہٗ،حکیم شریف احسن۔	ص۳۲۴ تا ۳۲۸
ثنائے محمد (مجلّہ)، بزم اقبال بھوپال۔	ص۳۲۸ تا ۳۲۹
بیاض نعت (مجلّہ)،مولانا محمودالحسن کاملی۔	ص۳۲۹
ماہنامہ گونج (نعت نمبر) جمیل نظام آبادی۔	ص۳۲۹ تا ۳۳۰

نعت رنگ **شمارہ۱۲،اکتوبر۲۰۰۱ء** مبصر : عزیز احسن

(زیرتبصرہ نوکتب) ''حاصل مطالعہ'' تبصرے بغیر سرخی کے شروع ہو گئے ہیں۔آٹھ کتب پر عزیز احسن کے تبصرے ہیں۔آخری کتاب سوئے مصطفیٰ پر کسی مبصر کا نام نہیں۔

تقدیس قلم، رشید ساقی۔	ص۲۱۰ تا ۲۱۱
وظیفہ،سید عاصم گیلانی۔	ص۲۱۲ تا ۲۱۳
بیاض نعتیہ،مولانا حامد حسن قادری۔	ص۲۱۳ تا ۲۱۴
جہانِ شوق،ابوبکر ناظم۔	ص۲۱۴ تا ۲۱۵

رحمت نور لم یزل، ضیاء انصاری۔ ص۲۱۵ تا ۲۱۷

روحِ کونین، عثمان ناعم۔ ص۲۱۷ تا ۲۱۸

نغمۂ رُوح، قادری رونق بدایونی۔ ص۲۱۸ تا ۲۲۰

تنویر، حسین سحر۔ ص۲۲۰ تا ۲۲۱

سوئے مصطفیٰ، منیر قصوری۔ ص۲۲۱ تا ۲۲۲

نعت رنگ **شمارہ ۱۳، دسمبر ۲۰۰۲ء**

نعت رنگ کے تیرہویں شمارے میں تبصرے شامل نہیں۔

نعت رنگ **شمارہ ۱۴، دسمبر ۲۰۰۲ء** :

نعت رنگ کے چودہویں شمارے میں تبصرے شامل نہیں۔

نعت رنگ **شمارہ ۱۵، مئی ۲۰۰۳ء** مبصر: عزیز احسن

(زیر تبصرہ آٹھ کتب)۔ آٹھوں کتب پر عزیز احسن کے تبصرے ہیں۔

مثال، منیر سیفی۔ ص۳۳۱ تا ۳۳۲

ماہِ حرا، کلیم عثمانی۔ ص۳۳۲ تا ۳۳۳

عرضانہ، قاضی فراز احمد۔ ص۳۳۳ تا ۳۳۵

ثنا کا موسم، شہزاد مجددی۔ ص۳۳۵ تا ۳۳۶

حضوری چاہتی ہوں، پروین جاوید۔ ص۳۳۶ تا ۳۳۸

سخن نعت، راجا رشید محمود۔ ص۳۳۸ تا ۳۳۹

خواتین کی حمدیہ شاعری، مرتب غوث میاں۔ ص۳۴۰ تا ۳۴۱

خواتین کی نعتیہ شاعری، مرتب غوث میاں۔ ص۳۴۱ تا ۳۴۲

نعت رنگ **شمارہ ۱۶، فروری ۲۰۰۴ء** مبصر: پروفیسر قیصر نجفی

(زیرِ نظر تبصرہ گیارہ کتب) تمام کتب پر تبصرے پروفیسر قیصر نجفی کے ہیں۔

انتخابِ مناجات، طاہر سلطانی۔ ص۳۱۳ تا ۳۱۵

الصلوٰۃ والسلام (نعتیہ مجموعہ)، محمد علی صدیقی شیدا۔ ص۳۱۵ تا ۳۱۷

ریاضِ مدحت (نعتیہ مجموعہ)، سیّد ریاض حسین زیدی۔ ص۳۱۷ تا ۳۲۰

آبرو (نعتیہ مجموعہ)، محمد حنیف نازش۔ ص۳۲۰ تا ۳۲۱

باریابی (نعتیہ مجموعہ)، صدیق شاہد۔ ص۳۲۱ تا ۳۲۳

اجالوں کا سفر (نعتیہ مجموعہ)، سید شاہ نصیر الدین بسمل ابوالعلائی۔ ص۳۲۳ تا ۳۲۵

سرمایہ نجات (حمدیہ ونعتیہ مجموعہ)، ڈاکٹر محبوب راہی۔ ص۳۲۵ تا ۳۲۸

خلق مجسم (مجموعہ حمد ونعت ومنقبت)، سید محمد حنیف اخگر ملیح آبادی۔ ص۳۲۸ تا ۳۳۰

ارمغانِ حافظ (نعتیہ مجموعہ)، حافظ عبدالغفار حافظ۔ ص۳۳۰ تا ۳۳۲

روشنی ہی روشنی، ماجد خلیل۔ ص۳۳۲ تا ۳۳۶

نعتیہ روایت کا عروج وارتقا ایک تاریخی وتجزیاتی مطالعہ، ڈاکٹر سراج احمد قادری۔ ص۳۳۶ تا ۳۳۸

نعت رنگ شمارہ ۱۷، نومبر ۲۰۰۴ء مبصر: پروفیسر قیصر نجفی

(زیر تبصرہ گیارہ کتب) تمام کتب پر تبصرے پروفیسر قیصر نجفی کے ہیں۔

نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ، پروفیسر شفقت رضوی۔ ص۳۳۷ تا ۳۳۹

مرا آئینہ مدینہ، فراغ روہوی۔ ص۳۳۹ تا ۳۴۱

طلع البدر علینا، پروفیسر ڈاکٹر عبدالمنان طرزی۔ ص۳۴۱ تا ۳۴۴

سامان تسکین، شاہ حسین نہری۔ ص۳۴۴ تا ۳۴۶

جمال نظر، خورشید بیگ میلسوی۔ ص۳۴۶ تا ۳۴۸

کجری، ظا فرتشنہ۔ ص۳۴۸ تا ۳۵۰

عالم داسر کردہ، محمد انور میر۔ ص۳۵۰ تا ۳۵۲

خرابات نذر ساقی، مولانا محمد عبدالہادی القادری۔ ص۳۵۲ تا ۳۵۴

تذکرہ نعت گویانِ راول پنڈی، اسلام آباد، قمر رعینی۔ ص۳۵۴ تا ۳۵۵

ٹمل ناڈو میں نعت گوئی، علیم صبا نویدی۔ ص۳۵۵ تا ۳۵۷

ولائے رسول، قمر رعینی۔ ص۳۵۷ تا ۳۵۹

نعت رنگ شمارہ ۱۸، دسمبر ۲۰۰۵ء

نعت رنگ کے اٹھارویں شمارے میں تبصرے شامل نہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۱۹، دسمبر ۲۰۰۶ء مبصران: پروفیسر قیصر نجفی، قمر وارثی، منصور ملتانی، قمر رعینی، مسعود اختر، محمد صابر

(زیر تبصرہ تینتیس کتب) حاصل مطالعہ کے ضمن میں مبصران کی ایک بزم سجی ہوئی ہے۔ پروفیسر قیصر نجفی کے نو تبصرے، قمر وارثی کے چھ تبصرے، منصور ملتانی کے چودہ تبصرے، قمر رعینی کے دو تبصرے، مسعود اختر اور محمد صابر کا ایک ایک تبصرہ شامل ہے۔

مبصر : پروفیسر قیصر نجفی:

مدینہ یاد آتا ہے، رضاء اللہ حیدر۔ ص۵۰۹ تا ۵۱۰

عقیدت سہ ماہی، مرتب شاکر کنڈان۔ ص۵۱۱ تا ۵۱۲

سلام علیک، ریاض حسین چودھری۔ ص۵۴۸

فانوس ہفت رنگ، رشیدہ عیاں۔ ص۵۴۹تا۵۵۰

جستجوئے نعت، محمد عبدالرحمٰن صدیقی عابد۔ ص۵۵۰تا۵۵۱

مبصر: قمر رعینی

نفائس النبی، سید نفیس الحسینی۔ ص۵۵۱تا۵۵۳

اک شخص مہکتی چھاؤں سا، عمران نقوی۔ ص۵۵۳تا۵۵۴

مبصر: مسعود احمد

نچھاور جامدینے پر، احمد جلیل۔ ص۵۵۴تا۵۵۶

مبصر: محمد صابر

ارمغانِ لطیف، کیف الاثر۔ ص۵۵۶تا۵۶۰

نعت رنگ شمارہ ۲۰، اگست ۲۰۰۸ء مبصر: عارف منصور

(زیرتبصرہ بیالیس کتب) عارف منصور کے بیالیس تبصرے شامل ہیں۔

رنگ نعت، پروفیسر فیروز شاہ۔ ص۳۹۹ تا ۴۰۰

رحمت پروردگار، علی اصغر۔ ص۴۰۰تا۴۰۱

اللّٰھم بارک علیٰ محمد، ریاض مجید۔ ص۴۰۱ تا۴۰۲

جوئے رحمت، سید جمیل الدین شرفی۔ ص۴۰۲ تا ۴۰۳

جبین نیاز، عابدہ کرامت۔ ص۴۰۳ تا ۴۰۴

قلم کی سجدہ ریزیاں، منتخب احمد نور۔ ص۴۰۴ تا ۴۰۵

عقیدت کے پھول، شیو بہادر سنگھ دلبر۔ ص۴۰۵ تا ۴۰۶

نعت میرا بھرم، محمود احمد مفتی۔ ص۴۰۶ تا ۴۰۷

نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے، علیم صابانویدی۔ ص۴۰۸ تا ۴۰۹

فہرست کتب، چوہدری محمد یوسف ورک قادری۔ ص۴۰۹ تا ۴۱۰

شہر شرف، عبدالرحمٰن انجم۔ ص۴۱۰ تا۴۱۱

حسن نعت، سکندر شرفی۔ ص۴۱۱

برقِ نور، حبیب احمد محسنی۔ ص۴۱۲

توشئہ ہلال، ہلال جعفری۔ ص۴۱۲ تا ۴۱۳

حدوں ودھ درود نبی تے، حاجی محمد حنیف نازش قادری۔ ص۴۳۹ تا ۴۴۰

بجھے چراغوں کی روشنی، شاعرعلی شاعر۔۔ ص۴۴۰

نعت رنگ شمارہ ۲۱، دسمبر ۲۰۰۹ء مبصر: عارف منصور

'حاصل مطالعہ' کے عنوان سے عارف منصور نے انیس تبصرے تحریر کیے ہیں۔

تاجدارِ ملک سخن، پروفیسر محمد اکرم رضا۔ ص۵۸۲ تا ۵۸۳

قافلہ شوق کے مسافر، پروفیسر محمد اکرم رضا۔ ص۵۸۳

نعت میں کیسے کہوں، پروفیسر محمد اقبال جاوید۔ ص۵۸۳ تا ۵۸۴

غالب اور ثنائے خواجہ، سید صبیح الدین صبیح رحمانی۔ ص۵۸۴ تا ۵۸۶

خیر البشر، نور بانو محجوب۔ ص۵۸۶ تا ۵۸۸

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر راحت سلطانہ۔ ص۵۸۸ تا ۵۸۹

اسباب، امجد اسلام امجد۔ ص۵۸۹ تا ۵۹۰

شمائم النعت، ڈاکٹر سراج احمد قادری۔ ص۵۹۰ تا ۵۹۱

مدحت رسولِ اکرم دکنی غزلوں میں، پروفیسر محمد علی اثر۔ ص۵۹۱ تا ۵۹۲

اشاریہ نعت رنگ، محمد سہیل شفیق۔ ص۵۹۲ تا ۵۹۳

نعت نگر کا باسی، سید صبیح الدین رحمانی۔ ص۵۹۳ تا ۵۹۵

انوارِ جمال، ڈاکٹر ناہید قاسمی ونفیسہ حیات قاسمی۔ ص۵۹۵ تا ۵۹۶

شہپر توفیق، عزیز احسن۔ ص۵۹۶ تا ۵۹۷

رفیع نفیس، حاجی محمد رفیع عالم صدیقی رفیع بدایونی۔ ص۵۹۷ تا ۵۹۸

سلطانِ کرم، رہبر صمدانی۔ ص۵۹۸ تا ۵۹۹

سرمایہ روف امروہوی، حامد امروہوی۔ ص۵۹۹ تا ۶۰۰

شگفتہ ہی شگفتہ، قمر وارثی۔ ص۶۰۰ تا ۶۰۱

حرم سے حرم تک، قمر وارثی۔ ص۶۰۱ تا ۶۰۳

بلغ العلیٰ بکمالہ، خورشید ناظر۔ ص۶۰۳ تا ۶۰۶

نعت رنگ شمارہ ۲۲، ستمبر ۲۰۱۱ء مبصر: عزیز احسن

'حاصل مطالعہ' کے عنوان سے عزیز احسن نے بارہ تبصرے کیے ہیں۔

ماہنامہ ''الاحسن'' (نعت نمبر)، مفتی محمد زرولی خان ومحمد ہمایوں مغل۔ ص۴۵۳ تا ۴۵۵

طاق حرم (نعتیہ کلام) (حفیظ تائب)، محمد نعمان تائب۔ ص ۴۵۵ تا ۴۵۶

خلدِ نعت (نعتیہ کلام)، آصف بشیر چشتی۔ ص ۴۵۶ تا ۴۵۸

آسمان رحمت (نعتیہ کلام)، اعجاز رحمانی۔ ص ۴۵۸ تا ۴۶۰

خوشبوتری جوئے کرم (نعت، منقبت، قطعات)، ریاض ندیم نیازی۔ ص ۴۶۰ تا ۴۶۲

بہشت تضامین (نعتیہ تضامین۔مختلف شعراء)، حافظ عبدالغفار حافظ۔ ص ۴۶۲ تا ۴۶۴

تحیّت (حمدیہ و نعتیہ کلام)، شہزاد مجددی۔ ص ۴۶۴ تا ۴۶۶

حدیث شوق (نعتیہ مجموعہ)، رشید ساقی۔ ص ۴۶۶ تا ۴۶۸

فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر، محمد طاہر قریشی۔ ص ۴۶۸ تا ۴۶۹

صلوا علی الحبیب (نعتیہ کلام)، محمد مسعود اختر۔ ص ۴۶۹ تا ۴۷۱

مولود منظوم، مع انتخاب نعت ومناقب (شاہ فضل رسول بدایونی)، مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری۔ ص ۴۷۱ تا ۴۷۳

نورالہدیٰ محمد (نعتیہ مجموعہ)، ڈاکٹر نثار احمد نثار۔ ص ۴۷۳ تا ۴۷۴

نعت رنگ شمارہ ۲۳، اگست ۲۰۱۲ء

نعت رنگ کے تئیسویں شمارے میں تبصرے شامل نہیں۔

نعت رنگ شمارہ ۲۴، جولائی ۲۰۱۴ء

مبصر: ڈاکٹر عزیز احسن

'حاصل مطالعہ' کے عنوان سے ڈاکٹر عزیز احسن نے نو تبصرے کیے ہیں۔

بدیع الرضا فی مداح المصطفیٰ، میرزا امجد رازی۔ ص ۵۱۲ تا ص ۵۱۴

نعت گوئی کا موضوعاتی مطالعہ، ڈاکٹر حبیب الرحمٰن رحیمی۔ ص ۵۱۴ تا ۵۱۵

مقامات (منظومات حرمین الشرفین)، شرف الدین شامی۔ ص ۵۱۵ تا ۵۱۷

سلسبیل، توصیف تبسم۔ ص ۵۱۷ تا ۵۱۹

سلامتی کا سفر (مسدس رحمانی)، اعجاز رحمانی۔ ص ۵۱۹ تا ۵۲۳

متاعِ نور، حافظ نور احمد قادری۔ ص ۵۲۳ تا ۵۲۵

رسائی روشنی تک، حمیرا راحت۔ ص ۵۲۵ تا ۵۲۷

عرضِ تمنا، سعید بدر۔ ص ۵۲۷ تا ۵۲۸

عصر حاضر کے نعت گو، گوہر ملسیانی۔ ص ۵۲۸ تا ۵۳۰

(ج) نعت رنگ میں اہم موضوعاتی شاعری (حمد، منقبت، سلام وغیرہ) کا ہیئتی مطالعہ

نعت کے علاوہ دیگر اہم موضوعاتی اصناف میں صرف ''حمد'' وہ صنف سخن ہے جو نعت رنگ کے ہر شمارے میں نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ موضوع نعت رسالت کے بعد نعت رنگ کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ''حمد الٰہی'' نعت رنگ کا سب سے تازہ وتوانا موضوع ہے۔نعت رنگ نے حمد گو شعرا کے حمدیہ کلام میں شاعری کی مختلف ہیئتوں حمدیہ نظمیں، رباعیات، قطعات اور حمدیہ ہائیکو کو بھی جزوی طور سے شامل کیا ہے۔

شاعری کی مختلف ہیئتوں میں حمدیہ کلام:

حمدیہ نظمیں:

مولانا احمد رضا خان	شمارہ ۱۸، ص ۹
احمد صغیر صدیقی	شمارہ ۱۹، ص ۱۰
احمد ندیم قاسمی	شمارہ ۲، ص ۱۳
اسلم انصاری	شمارہ ۹، ص ۹ تا ۱۰
امجد اسلام امجد	شمارہ ۴، ص ۱۳
جاوید اقبال ستار	شمارہ ۵، ص ۱۵
حفیظ الرحمٰن احسن	شمارہ ۱۳، ص ۷ تا ۱۳
	شمارہ ۱۷، ص ۷
حفیظ تائب	شمارہ ۲، ص ۱۴
رئیس وارثی	شمارہ ۷، ص ۱۴۰ تا ۱۴۲
سحر انصاری	شمارہ ۱، ص ۹
سرشار صدیقی	شمارہ ۷، ص ۱۳۴
سلیم شہزاد	شمارہ ۷، ص ۱۳۹
صبیح رحمانی	شمارہ ۲، ص ۱۴
عزیز احسن	شمارہ ۸، ص ۱۰
عنبر بہرائچی	شمارہ ۷، ص ۱۳۶ تا ۱۳۷
کرامت بخاری	شمارہ ۷، ص ۱۳۵
گوہر ملیسانی	شمارہ ۵، ص ۱۴

نصیر احمد ناصر — شمارہ ۷، ص ۱۳۸

حمدیہ رباعیات:

ثنا گورکھپوری — شمارہ ۷، ص ۲۶۳

حمدیہ قطعات:

احمد صغیر صدیقی — شمارہ ۱۳، ص ۲۳۳

حمدیہ ہائیکو:

احمد صغیر صدیقی — شمارہ ۱۱، ص ۱۰

شمارہ ۲۰، ص ۴۹۰

اقبال حیدر — شمارہ ۴، ص ۱۳

شمارہ ۱۱، ص ۱۰

محمد اقبال نجمی — شمارہ ۱، ص ۱۰

تاجدار عادل — شمارہ ۴، ص ۱۳

جمیل ملک — شمارہ ۱، ص ۱۰

سرشار صدیقی — شمارہ ۱، ص ۱۰

صبیح رحمانی — شمارہ ۱، ص ۱۰

شمارہ ۴، ص ۱۳

محسن بھوپالی — شمارہ ۴، ص ۱۳

سید معراج جامی — شمارہ ۶، ص ۱۲

شمارہ ۱۱، ص ۱۰

شاعری کی مختلف ہیئتوں میں نعتیہ کلام:

نعتیہ نظمیں:

ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی — شمارہ ۱، ص ۲۵۳

شبنم رومانی — شمارہ ۱، ص ۱۱

وضاحت نسیم — شمارہ ۲، ص ۲۴۹

احمد صغیر صدیقی	شمارہ ۳، ص ۳۱۵
انور مسعود	شمارہ ۳، ص ۳۰۰
رشید وارثی	شمارہ ۳، ص ۳۱۶ تا ۳۱۸
سرشار صدیقی	شمارہ ۳، ص ۳۰۰
عبدالعزیز خالد	شمارہ ۳، ۲۹۴ تا ۲۹۸
پروفیسر عرفان بجنوری	شمارہ ۳، ۳۰۸ تا ۳۰۹
احمد صغیر صدیقی	شمارہ ۴، ص ۲۵۸
سرشار صدیقی	شمارہ ۴، ص ۲۵۳
ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی	شمارہ ۵، ص ۳۰۰
افتخار امام صدیقی	شمارہ ۵، ص ۳۱۶
امتیاز ساغر	شمارہ ۵، ص ۲۳۵ تا ۲۳۹
بیکل التسائی	شمارہ ۵، ص ۳۰۲ تا ۳۰۳
قیصر الجعفری	شمارہ ۵، ص ۳۰۳ تا ۳۰۴
ڈاکٹر شگفتہ شیریں	شمارہ ۵، ص ۳۲۶
ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی	شمارہ ۶، ص ۳۹۴
ریاض حسین چوہدری	شمارہ ۶، ص ۳۰۲ تا ۳۱۳
شفیق فاطمہ شعریٰ	شمارہ ۶، ص ۱۸۷ تا ۲۰۰
ضیاء جالندھری	شمارہ ۶، ص ۳۹۵ تا ۳۹۶
عنوان چشتی	شمارہ ۶، ص ۳۹۹ تا ۴۰۱
اسلم انصاری	شمارہ ۸، ۱۹۶ تا ۱۹۷
مظفر وارثی	شمارہ ۸، ص ۱۸۹ تا ۱۹۱
ریاض حسین چوہدری	شمارہ ۹، ۲۲۵ تا ۲۳۴
عزیز احسن	شمارہ ۹، ص ۲۴۲

احمد صغیر صدیقی	شمارہ ۱۰، ص ۱۵۲
حمایت علی شاعر	شمارہ ۱۱، ۲۸۱
قمر زیدی	شمارہ ۱۱، ص ۳۴۶
حکیم محمود احمد برکاتی	شمارہ ۱۱، ص ۲۷۹ تا ۲۸۰
عنایت علی خان	شمارہ ۱۲، ص ۲۲۳ تا ۲۲۴
اوصاف احمد	شمارہ ۱۴، ص ۲۲۵
رشید وارثی	شمارہ ۱۶، ص ۲۵۱ تا ۲۵۳
ریاض حسین چوہدری	شمارہ ۲۰، ص ۴۶۷ تا ۴۸۵
غالب عرفان	شمارہ ۲۱، ص ۶۲۴ تا ۶۲۵
ایس۔ ایم عقیل	شمارہ ۲۲، ۵۰۲
عزیز احسن	شمارہ ۲۲، ۵۱۴
قیصر نجفی	شمارہ ۲۳، ص ۵۴۲

نعتیہ دوہے:

جمیل عظیم آبادی	شمارہ ۱، ص ۲۶۵

نعتیہ سانٹ:

تنویر پھول	شمارہ ۱۱، ص ۳۵۷
	شمارہ ۱۷، ص ۴۰۳
	شمارہ ۲۱، ص ۶۴۵
نادم بلخی	شمارہ ۲۱، ص ۶۴۴

نعتیہ کجریاں:

ظافر علی خان تشنہ	شمارہ ۳، ص ۳۲۴

نعتیہ ماہیے:

آر پی شرما مہرش	شمارہ ۱۱، ص ۳۵۲

نعتیہ رباعیات:

نعتیہ قطعات:

نعتیہ گیت:

نعتیہ ہائیکو:

	شمارہ۱۶،ص ۲۶۶
شفیق الدین شارق	شمارہ۵،ص ۳۱۵
صبیح رحمانی	شمارہ۲،ص ۲۵۲
لالۂ صحرائی	شمارہ۶،ص ۳۹۹
محمد یعقوب غزنوی	شمارہ۲،ص ۲۵۲
سہیل احمد صدیقی	شمارہ۲۱،ص ۶۴۰

منقبت:

حافظ عبدالغفار حافظ	شمارہ۱۸،ص ۱۱

سلام:

سلام کے عنوان سے نعت رنگ میں کوئی شاعرانہ کلام موجود نہیں ہے۔

نعتیہ تضامین:

تابش دہلوی	شمارہ۲،ص ۲۳۶
حافظ عبدالغفار حافظ	شمارہ۴،ص ۱۴
ناوک حمزہ پوری	شمارہ۶،ص ۳۹۸
بشیر حسین ناظم	شمارہ۱۲،ص ۳۴۹ تا ۳۵۱
جعفر بلوچ	شمارہ۱۲،ص ۳۴۳ تا ۳۴۴
عبدالعزیز خالد	شمارہ۱۲،ص ۳۴۱ تا ۳۴۲
عبدالمالک مضطر	شمارہ۱۲،ص ۳۴۵ تا ۳۴۸
ناصر کاظمی	شمارہ۱۲،ص ۳۳۹ تا ۳۴۰
رشید وارثی	شمارہ۱۲، ۲۳۱ تا ۲۳۳
عرش ہاشمی	شمارہ۱۳،ص ۲۴۰
حافظ عبدالغفار حافظ	شمارہ۱۷،ص ۳۹۶ تا ۳۹۸
افضال احمد انور	شمارہ۱۸،ص ۵۵۸

محمد اکرم رضا	شمارہ ۱۸، ص ۵۵۱
مولانا بدر القادری	شمارہ ۱۸، ص ۳۴۳
بشیر حسین ناظم	شمارہ ۱۸، ص ۳۳۶ تا ۳۴۲
سید شاہ طلحہ رضوی برق	شمارہ ۱۸، ص ۳۲۰ تا ۳۲۲
محمد قاسم حسین ہاشمی مصطفائی	شمارہ ۱۸، ص ۳۱۳ تا ۳۱۹
عزیز احسن	شمارہ ۱۸، ص ۳۴۴
سید نصیر الدین نصیر گولڑوی	شمارہ ۱۸، ص ۳۲۳ تا ۳۴۸
ڈاکٹر ہلال جعفری	شمارہ ۱۸، ص ۳۲۶ تا ۳۳۵

منظوم تراجم

مترجم	شاعر	شمارہ بمع صفحہ نمبر
ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی	ہشام علی حافظ (عربی نعتیہ کلام)	شمارہ ۲، ص ۳۵۳
پروفیسر سحر انصاری	مرزا مظہر جان جاناں (فارسی حمدیہ نعتیہ کلام)	شمارہ ۳، ص ۲۸۹
آفتاب کریمی	Sister Camilla Badr (انگریزی حمدیہ کلام)	شمارہ ۴، ص ۱۹۶ تا ۱۹۸
صبا اکبر آبادی	عمر خیام (فارسی قصیدہ نعمانؒ)	شمارہ ۴، ص ۱۹۲ تا ۱۹۴
شاہین فصیح ربانی	عبدالقادر قادری (پوٹھاری نعتیہ کلام)	شمارہ ۶، ص ۴۱۷
صبا اکبر آبادی	عمر خیام (فارسی قصیدہ نعمانؒ)	شمارہ ۷، ص ۲۵۰
رئیس احمد نعمانی	حضرت کعب بن زہیرؓ (عربی قصیدہ بانت سعاد)	ش ۱۰، ص ۱۷۱ تا ۱۸۳
قیصر الجعفری	امام ابوحنیفہؒ (عربی نعت)	شمارہ ۱۲، ص ۱۷۴ تا ۱۷۵
ڈاکٹر امانت	جگر مرادآبادی (فارسی حمد)	ش ۱۲، ص ۱۷۷ تا ۱۷۸
ایم اے تشنہ	جگر مرآدآبادی (فارسی حمد)	ش ۱۲، ص ۱۷۸ تا ۱۷۹
ڈاکٹر اسلم انصاری	مرزا غالب (فارسی نعت)	شمارہ ۱۲، ص ۳۵۴ تا ۳۵۵
افتخار احمد عدنی	مرزا غالب (فارسی نعت)	شمارہ ۱۲، ص ۳۵۶ تا ۳۵۷
حکیم سرو سہارن پوری	امام اشرف دین بوصیریؒ (عربی نعتیہ کلام)	شمارہ ۱۷، ص ۸
سیفی مرادآبادی	خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (فارسی حمد)	شمارہ ۱۶، ص ۷ تا ۱۱

مہر وجدانی　　　حضرت علیؓ، حضرت زین العابدینؒ (عربی حمدیہ کلام)　　　شمارہ ۲۳، ۴۸۴ تا ۴۹۲

شیخ سعدی شیرازی، مولانا عبدالرحمٰن جامی

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، جلال الدین رومی

نعت رنگ کے حمد گو شعرا:

نعت رنگ پہلا شمارہ:

سحر انصاری، شبنم رومانی۔ (حمد)

محمد اقبال نجمی، جمیل ملک، سرشار صدیقی، صبیح رحمانی۔ (حمدیہ ہائیکو)

نعت رنگ دوسرا شمارہ:

احمد ندیم قاسمی، حفیظ تائب، صبیح رحمانی۔ (تین شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ تیسرا شمارہ:

حفیظ تائب۔ (ایک شاعر کی حمد شامل ہے)

نعت رنگ چوتھا شمارہ:

امجد اسلام امجد،، اقبال حیدر، صبیح رحمانی، حافظ عبدالغفار حافظ، شفیق الدین شارق۔ (حمد)

تاجدار عادل، محسن بھوپالی، صبیح رحمانی　　　(حمدیہ ہائیکو)

نعت رنگ پانچواں شمارہ:

تابش دہلوی، گوہر ملسیانی، حافظ عبدالغفار حافظ، جاوید اقبال ستار۔ (چار شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ چھٹا شمارہ:

صبیح رحمانی (حمد)

سید معراج جامی۔ (حمدیہ ہائیکو)

نعت رنگ ساتواں شمارہ:

''حمد نمبر'' ہے۔ حمدیہ نظمیں: سرشار صدیقی، کرامت بخاری، عنبر بہرائچی، نصیر احمد ناصر، سلیم شہزاد، رئیس وارثی۔

حمدیں: صبا اکبرآبادی، وقار صدیقی اجمیری، حفیظ تائب، حافظ لدھیانوی، حنیف اسعدی (حفیظ اسعدی غلط نام لکھا ہے) شبنم رومانی، اسلم انصاری، علیم ناصری، ظفر مرادآبادی، قمر عباس وفا کانپوری، سید رفیق عزیزی، اشفاق انجم، ثنا گورکھ پوری، محمد اظہار الحق، عزیز احسن، شوکت عابد، ثاقب انجان، حافظ عبدالغفار حافظ، منصور ملتانی، افضال احمد انور، افضل الفت، عزیز الدین خاکی، صبیح رحمانی (نعت رنگ کے اس حمدیہ شمارے میں ''دھنک'' کے عنوان سے شائع ہونے والی فہرست میں ''حمدیں''

کے ضمن میں جن شعرا کے نام دیے گئے ہیں۔ اس فہرست میں شوکت عابد، ثاقب انجان، حافظ عبدالغفار حافظ اور منصور ملتانی کے نام شامل نہیں) (اُنتیس شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ آٹھواں شمارہ:

عزیز احسن۔ (ایک شاعر کی حمد شامل ہے)

نعت رنگ نواں شمارہ:

اسلم انصاری۔ (ایک شاعر کی حمد شامل ہے)

نعت رنگ دسواں شمارہ:

عزیز احسن۔ (ایک شاعر کی حمد شامل ہے)

نعت رنگ گیارہواں شمارہ:

مظفر وارثی۔ (حمد)

احمد صغیر صدیقی، اقبال حیدر، سید معراج جامی (حمدیہ ہائیکو)

نعت رنگ بارہوں شمارہ:

عزیز احسن، صبیح رحمانی۔ (دو شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ تیرہواں شمارہ:

حفیظ الرحمٰن احسن۔ (ایک شاعر کی حمد شامل ہے)

نعت رنگ چودہواں شمارہ:

حفیظ تائب، امین راحت چغتائی۔ (دو شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ پندرہواں شمارہ:

احمد صغیر صدیقی، اطہر عباس۔ (دو شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ سولہواں شمارہ:

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، ترجمہ منظوم علامہ سیفی فرید آبادی، (دو شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ سترہواں شمارہ:

حفیظ الرحمٰن احسن۔ (ایک شاعر کی حمد شامل ہے)

نعت رنگ اٹھارواں شمارہ:

مولانا احمد رضا بریلوی۔ (ایک شاعر کی حمد شامل ہے)

نعت رنگ اُنیسواں شمارہ:

حفیظ الرحمٰن احسن، احمد صغیر صدیقی، قمر وارثی، سید شمیم احمد گوہر۔ (چار شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ بیسواں شمارہ:

محمود شام، شہزاد مجددی۔ (دو شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

صغیر احمد صدیقی (حمدیہ ہائیکو)

نعت رنگ اکیسواں شمارہ:

معصوم انصاری، محمد اکرم رضا، شوکت عابد، شہزاد مجددی۔ (چار شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ بائیسواں شمارہ:

احمد صغیر صدیقی، اسد ثنائی۔ (دو شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ تئیسواں شمارہ:

پروفیسر محمد اکرم رضا، سجاد سخن مرحوم، بدیع الزماں سحر، عبدالرحمٰن محسن انصاری، فیاض ٹانڈوی، ضمیر کاظمی۔ (چھ شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ چوبیسواں شمارہ:

اس شمارے میں احمد جاوید، غالب عرفان، تنویر پھول، خورشید رضوی کی ایک ایک اور اشفاق انجم کی دو حمدیں شامل ہیں۔ (چھ شعرا کی حمدیں شامل ہیں)

نعت رنگ کے ۱ تا ۲۴ شماروں میں کل ۹۲ حمد گو شعرا کی حمدیں شامل ہیں۔ نعت رنگ کی حمدوں کو بھی ''۹۲'' یعنی اسم مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے۔

نعت رنگ کے نعت گو شعرا:

نعت رنگ پہلا شمارہ:

اختر لکھنوی، اسعد شاہ جہان پوری، اعجاز رحمانی، افسر ماہ پوری، انور دہلوی، انور سدید، بشیر حسین ناظم، حافظ لدھیانوی، راغب مراد آبادی، سرشار صدیقی، سرور بارہ بنکوی، ڈاکٹر سعید وارثی، سلیم احمد، سلیم کوثر، سہیل غازی پوری، شاعر لکھنوی، شہزاد زیدی، عرش ہاشمی، عزیز احسن، غیور احمد غیور، فدا خالدی دہلوی، قصری کانپوری، قمر وارثی، مجید فکری، حافظ محمد افضل فقیر، مسرور کیفی، وقار صدیقی اجمیری، ۔سید ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر محمد اسلم فرخی۔ شاعر لکھنوی۔

نعت رنگ دوسرا شمارہ:

سید آل احمد رضوی، ابرار کرت پوری، ابوالحسنات حقی، احسان کا کوروی، انور شعور، جاذب قریشی، حسن اختر جلیل، حنیف اسعدی، راجہ رشید محمود، صبیح رحمانی (نعتیہ ہائیکو)، محمد یعقوب غزنوی، ریاض حسین چوہدری، زیب غوری، سحر انصاری، سعید

بدر،شھنواز مرزا نواز،شفیق الدین شارق، صبا اکبرآبادی، عاصی کرنالی،عزیز احسن،قمر عباس قمر،کوثر علی، لیاقت علی عاصم،مصور لکھنوی،معراج حسن عامر،سیدنعیم حامدعلی،نفیس القادری،نیّر مدنی،نعیم تقوی۔

نعت رنگ تیسرا شمارہ:

احسن زیدی، احمد ندیم قاسمی، اشتیاق طالب، افچال احمد انور، اقبال حیدر، امیر الاسلام ہاشمی، انجم نیازی، تابش دہلوی، تحسین فراقی، حاصل مرادآبادی، حمایت علی شاعر، رئیس احمد رئیس، ریاض مجید، سرور بارہ بنکوی، ریاض حسین چوہدری، حنیف اسعدی، انجم نیازی، شاہین فصیح ربانی، شفیق الدین شارق، صبیح الدین صبیح رحمانی، عبدالنعیم عزیزی، عرش ہاشمی، عزیز الدین، غالب عرفان، فدا خالدی دہلوی، سید قمر زیدی، قمر وارثی، محسن بھوپالی، مظفر وارثی، سید معراج جامی، منصور ملتانی، نعیم صدیقی، نقوی احمد پوری، واصل عثمانی، والی آسی، وقار صدیقی اجمیری،۔افسر ماہ پوری۔

نعت رنگ چوتھا شمارہ:

احمد شہباز خاور، سید ارتضا عزمی، افتخار امام صدیقی، امتیاز ساغر، انور شعور، اوصاف شیخ، بیدل لکھنوی وارثی، حزیں صدیقی، حبیب جالب، حفیظ تائب، حنیف اسعدی، رئیس فارسی، ریاض حسین چوہدری، زین صدیقی، شاہ ستار وارثی، شھنواز مرزا انور، شہاب صفدر، شہزاد زیدی، صبیح رحمانی، صفدر صدیق رضی، ضبط سہارن پوری، طاہر سلطانی، عاصی کرنالی، عنایت علی خان، غالب عرفان، قمر یزدانی، لالۂ صحرائی، مجید فکری، مشہد بدایونی، محمد احمد اریب، منصور ملتانی، نثار ترابی، نذیر فتح پوری، واصل عثمانی،۔

نعت رنگ پانچواں شمارہ:

آفتاب کریمی، احمد صغیر صدیقی، اختر سعیدی، اعجاز رحمانی، محمد افضل خاکسار، امیر الاسلام ہاشمی، انجم رومانی، انور جاوید ہاشمی، انجم شہدانی، انور سدید، ایاز صدیقی، پیرزادہ قاسم، تحسین فراقی، جمال پانی پتی، حفیظ تائب، حلیم حاذق، حنیف اسعدی، ڈاکٹر خالد عباس الاسدی، راغب مرادآبادی، رفیع الدین راز، رئیس احمد رئیس، ریاض مجید، ساجد صدیقی لکھنوی، ساحر شیوی، سحر انصاری، شاعر لکھنوی، صبیح رحمانی، ظفر اقبال ظفر، عالم تاب تشنہ، عزیز احسن، ع س۔مسلم، عنوان چشتی، غلام مرتضی راہی، فضا ابن فیضی، فیصل عظیم، قمر عباس وفا کانپوری، گلزار بخاری، لالۂ صحرائی، محسن احسان، محمد احمد اریب، محمود احمد برکاتی، سید معراج جامی، منصور ملتانی، سید نعیم حامد علی، محمد یوسف منہاس،۔

نعت رنگ کا چھٹا شمارہ:

آفتاب کریمی، انور سدید، جوہر سعیدی، حباب ہاشمی، حلیم حاذق، خالد محمود نقشبندی، خالد معین، رشید وارثی، رئیس احمد رئیس، ڈاکٹر سعید وارثی، شاعر لکھنوی، شہاب صفدر، صابر وسیم، طاہر سلطانی، قاضی ظفر اقبال، ظفر مرادآبادی، عاصی کرنالی، عزیز

احسن، علقمہ شبلی، فہیم ردولوی، قاسم حبیبی برکاتی، سید قمر زیدی، قمر عباس وفا کانپوری، محسن احسان، محمد کمال اظہر، سید معراج جامی، منصور ملتانی، نسیم عزیزی، واصل عثمانی، وسیم بریلوی، ہلال جعفری، وقار مانوی، ۔

نعت رنگ کا ساتواں شمارہ:

شمارہ سات میں کسی شاعر کی نعت شامل نہیں ہے۔

نعت رنگ کا آٹھواں شمارہ:

جگن ناتھ آزاد، تابش دہلوی، حفیظ تائب، مظفر وارثی، عاصی کرنالی، محسن احسان، جمال پانی پتی، احمد جاوید، اسلم انصاری، مظفر حنفی، عنوان چشتی، حافظ محمد ظہور الحق، سلیم کوثر، انور مینائی، قمر سنبھلی، ایاز صدیقی، تسنیم فاروقی، ندیم صدیقی، محمد اظہار الحق، رشید وارثی، شوکت عابد، تمثیل جاوید، محمد سبکتگین صبا، بارق پرتوروی، افضل الفت، فیاض احمد قادری۔

نعت رنگ کا نواں شمارہ:

حفیظ تائب، حنیف اسعدی، محمد اسلم فرخی، عاصی کرنالی، سرشار صدیقی، واصل عثمانی، سحر انصاری، عزیز احسن، افضال احمد انور، اقبال حیدر، ۔

نعت رنگ کا دسواں شمارہ:

محمد اسلم فرخی، عنایت علی خان، پیرزادہ قاسم، وسیم بریلوی، اظہر عنایتی، ایاز صدیقی، احمد صغیر صدیقی، قمر زیدی، عرش ہاشمی، منصور ملتانی، تنویر پھول، سید ذوالفقار حسین نقوی۔

نعت رنگ کا گیارواں شمارہ:

عاصی کرنالی، ریاض مجید، طلحہ رضوی برق، ناوک حمزہ پوری، رئیس احمد نعمانی، محمد علی اثر، مناظر عاشق ہرگانوی، اظہر شاہد، محمد اکرم رضا، ظہیر غازی پوری، نسیم سحر، ظفر مرادآبادی، محمد قاسم حبیبی برکاتی، منتخب احمد خان نور ثقلینی، قمر زیدی، احمد صغیر صدیقی، امر الاسلام صدیقی، ناز قادری، ظفر اقبال ظفر، آر پی شرما مہرش، ندیم صدیقی، حنیف نازش قادری، حافظ نور احمد قادری، تنویر پھول، صبیح رحمانی۔

نعت رنگ کا بارہواں شمارہ:

عنایت علی شاعر، سحر انصاری، جعفر بلوچ، حاجی غلام علی، رشید وارثی، امیر الاسلام صدیقی، احمد صغیر صدیقی، حسن اکبر کمال، وجاہت حسین وجاہت، ۔

نعت رنگ کا تیرہواں شمارہ:

شاہ محمد خاتم رضوی، عاصی کرنالی، سرشار صدیقی، علی محسن صدیقی، سید افتخار حیدر، عبدالرحمٰن عبد، ظہیر غازی پوری، احمد صغیر صدیقی، ہمدم کاشمیری، ظفر مہدی، محسن علوی، تسلیم الٰہی زلفی، صابر وسیم، قیصر نجفی، عرش ہاشمی، فیض الرسول فیضان۔

نعت رنگ کا چودہواں شمارہ:

حفیظ تائب، عاصی کرنالی، سید افتخار امام صدیقی، طلحہ رضوی برق، سید افتخار حیدر، محمد علی اثر، واصل عثمانی، جعفر بلوچ، محمد فیروز شاہ، نسیم سحر، رشیدہ عیاں، ثمر بانو ہاشمی، تقی عابدی، عقیل عباس جعفری، سید قمر حیدر قمر، اطہر عباسی، منصور ملتانی، نورین طلعت عروبہ، اوصاف احمد، عمران نقوی، صبیح رحمانی۔

نعت رنگ کا پندرہواں شمارہ:

شان الحق حقی، صہبا اختر، محسن نقوی، محسن احسان، علی محسن صدیقی، سید محمد طلحہ رضوی برق، سید شمیم احمد گوہر، محمد اکرم رضا، سید ریاض حسین زیدی، قمر جمالی، محمد فیروز شاہ، سید نظیر حسن عابدی، عرفان بارہ بنکوی، شمع ظفر مہدی، حافظ عبدالغفار حافظ، جمال نقوی، افضال احمد انور، آفتاب کریمی، قیصر نجفی، مقصود احمد تبسم، زمرد خان سیفی، شاہد نعیم، صبیح رحمانی۔

نعت رنگ کا سولہواں شمارہ:

تابش دہلوی، منظر ایوبی، احمد صغیر صدیقی، رشید وارثی، قمر وارثی، ظہیر غازی پوری، قیصر نجفی، ظہور الاسلام جاوید، محمد فیروز شاہ، عزیز احسن، سعدیہ روشن، یعقوب تصور، محمد علی صدیقی شیدا، مقصود احمد تبسم، فراغ روہوی، اقبال حیدر، طارق حسن عسکری، اطہر عباسی، مختار علی، ظفر مہدی، خمار قریشی، فیض رسول فیضان، حافظ نور احمد قادری۔

نعت رنگ کا سترہواں شمارہ:

مولانا محمد قاسم حسین ہاشمی مصطفائی فضل رحمانی، احسان دانش، محشر بدایونی، فدا خالد دہلوی، وقار صدیقی اجمیری، سرشار صدیقی، امین راحت چغتائی، ریاض مجید، قمر رحیمی، علی محسن صدیقی، محمد اکرم رضا، ظہیر غازی پوری، احمد صغیر صدیقی، محمد علی صدیقی شیدا بستوی، ضیاء نیّر، سید ریاض حسین زیدی، عزیز احسن، حافظ عبدالغفار حافظ، مسعود احمد تبسم، یعقوب تصور، محمد حنیف نازش قادری، تنویر پھول، صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی، آصف اکبر، محمد یوسف۔

نعت رنگ کا اٹھارہواں شمارہ:

عزیز احسن، منیر قصوری، عرش ہاشمی، افضال احمد انور۔ دیگر شعرا کا ذکر تضامین بر کلام رضا میں شامل ہے۔

نعت رنگ کا انیسواں شمارہ:

مرزا عزیز فیضانی، اقبال عظیم، احمد فراز، محمد اکرم رضا، حامد امروہوی، سحر انصاری، مہر وجدانی، ماجد خلیل، ریاض حسین

چوہدری،قمر وارثی، قاضی ظفر اقبال،شوکت عابد، فاروق احمد صدیقی، اشفاق انجم،مقصود احمد تبسم، افسر خاکسار، عباس رضوی، امیر الاسلام صدیقی، عبدالرحمٰن عبد، قیصر نجفی، عرش ہاشمی، نور امروہوی، کوثر علی، نور محمد جرال، محیط اسماعیل، محمد ثنا اللہ ظہیر، صاحبزادہ ابو الحسن واحد رضوی، ذکیہ غزل، علی اصغر عباس، عبدالغنی تائب، امان خان دل، مدثر سرور چاند۔

نعت رنگ کا بیسواں شمارہ:

ریاض مجید، بدر القادری، ریاض حسین چوہدری، کیف رضوانی، عزیز احسن، شیدا بستوی، احمد صغیر صدیقی، قمر وارثی، کوثر علی، سہیل اختر، شاہ حسین نہری، ولی اللہ ولی عظیم آبادی، ماجد خلیل، شہزاد مجددی، محمد ثنا اللہ ظہیر، احسان اکبر، شیو بہادر سنگھ دلبر، تسنیم عابدی، مصدق لاکھانی، مقصود احمد تبسم، مختار احمد کاشف، حسن رضا اطہر، علی اصغر عباس، طاہر سلطانی، محمد یوسف۔

نعت رنگ کا اکیسواں شمارہ:

عاصی کرنالی، امجد سلام امجد، خورشید رضوی، راجا رشید محمود، محسن نقوی، سجاد سخن، ریاض حسین چوہدری، احمد صغیر صدیقی، صابر سنبھلی، قاضی عنایت الرحمٰن، مقصود احمد تبسم، عزیز احسن، غالب عرفان، راجندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی، شاکر ادیبی، ماجد خلیل، افضال احمد انور، محبّ اللہ نوری، شاہ حسین نہری، ناز قادری، خواجہ شوق، امان اللہ خان دل، رشید امین، سرور حسین نقشبندی، سید ضیا محی الدین گیلانی، سہیل احمد صدیقی، محمد علی صدیقی، شیدا بستوی، محمد شکیل اوج، حافظ منور حسین سرمد، نادم بلخی، تنویر پھول، صبیح رحمانی۔

نعت رنگ کا بائیسواں شمارہ:

شفیق احمد شفیق فاروقی، مظہر صدیقی، ریاض حسین چوہدری، شاہ محمد سبطین شاہ جہانی، محمد اکرم رضا، قمر وارثی، سلیم اختر فارانی، ایس۔ ایم عقیل، ماجد خلیل، منظر عارفی، رشید امین، امان اللہ خان دل، مقصود احمد تبسم، نور محمد جرال، عزیز احسن، سید ضیا محی الدین گیلانی، نعیم بازید پوری۔

نعت رنگ کا تئیسواں شمارہ:

گوہر ملسیانی، ابراہیم حسان، غالب عرفان، منظر ایوبی، سلیمان خمار، حافظ عبدالغفار حافظ، حفیظ الرحمٰن احسن، احمد صغیر صدیقی، ضمیر کاظمی، مولانا قمر سلطان پوری، خداداد خان مونس، احمد محمود الزمان، محمد شکیل اوج، شہاب صفدر، ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی، ریاض حسین چوہدری، نعیم بازید پوری، شاکر ادیبی، نعمان امام، حنیف کیفی، صابر زاہد، حبیب راحت حباب، نعیم ابن علیم، عارف انصاری، تنویر پھول، ریاض احمد شیخ، ارسلان احمد ارسل، قیصر نجفی، منظور عباس ازہر، حافظ نور احمد قادری، محمد امین ساجد سعیدی، امان

خان دل، عائشہ ناز شاہد علی، سید ضیا محی الدین گیلانی۔

نعت رنگ کا چوبیسواں شمارہ:

خورشید رضوی، ریاض مجید، سحر انصاری، ریاض حسین چوہدری، مسرور جالندھری، ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی، ڈاکٹر اشفاق انجم، سلیمان خمار، منیر سیفی، تنویر پھول، صبیح رحمانی۔

وفیات:

''نعت رنگ کے اداریوں میں وفیات کے عنوان سے خدامِ نعت کی یادنگاری اور خدمت گزاری کا تاریخی تسلسل بھی اپنی انفرادی شان کی وجہ سے اہمیت کا حامل ہے۔اداریہ کے اندر ہی اس کو ''نئے دکھ'' کا عنوان دیا گیا ہے۔

وفات پا جانے والے خدامِ نعت کی فہرست شمارہ وار درج ذیل ہے۔

آفتاب احمد نقوی	شمارہ۲،ص۱۰
مولانا عبدالعزیز شرقی اختر لکھنوی	شمارہ۲،ص۱۰تا۱۱
افسر ماہ پوری	شمارہ۳،ص۱۱
رضی دہلوی	شمارہ۳،ص۱۲
صہبا اختر	شمارہ۳،ص۱۱
ڈاکٹر عبدالمجید سندھی	شمارہ۳،ص۱۱
آصف مظہر حسین	شمارہ۹،ص۱۲
شریف الدین نیّر	شمارہ۹،ص۱۲
صائم چشتی	شمارہ۹،ص۱۲
شوکت ہاشمی	شمارہ۱۲،ص۱۲
مشتاق قادری	شمارہ۱۵،ص۱۲
علی محمد واجد	شمارہ۱۵،ص۱۲
مسرور کیفی	شمارہ۱۵،ص۱۲
ادیب رائے پوری	شمارہ۱۷،ص۵۱۰
تابش دہلوی	شمارہ۱۷،۵۰۹
احمد ندیم قاسمی	شمارہ۱۹،ص۱۷تا۱۸
ثنااللہ بٹ	شمارہ۱۹،ص۱۸
حنیف اسعدی	شمارہ۱۹،ص۱۸

صابر براری	شمارہ۱۹،ص۱۸
نذیر حسین نظامی	شمارہ۱۹،ص۱۸
آفتاب کریمی	شمارہ۲۰،ص۱۲تا۱۳
ڈاکٹرابوالخیر کشفی	شمارہ۲۰،ص۱۱تا۱۲
سیدامین علی نقوی	شمارہ۲۰،ص۱۸
شاہ انصارالہٰ آبادی	شمارہ۲۰،ص۱۴تا۱۵
الحاج خورشیداحمد	شمارہ۲۰،ص۱۳تا۱۴
باباسیدرفیق عزیزی	شمارہ۲۰،ص۱۹
زاہدالیاس رحمانی	شمارہ۲۰،ص۱۸
صاحبزادہ شہریارقدوسی	شمارہ۲۰،ص۱۶تا۱۷
عابدبریلوی	شمارہ۲۰،ص۱۶
علامہ عبدالحکیم شرف قادری	شمارہ۲۰،ص۱۳
محمدفیروزشاہ	شمارہ۲۰،ص۱۷
قمررحیمی	شمارہ۲۰،ص۱۷
منصورتابش	شمارہ۲۰،ص۱۹
سیدنفیس الحسینی	شمارہ۲۰،ص۱۵تا۱۶
حکیم سیدمحموداحمدسروسہارن پوری	شمارہ۲۳،ص۶۳۶

مکاتیب:

تخلیق نعت کے ضمن میں بہت سی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور آرہی ہیں۔ان سب تخلیقات کا محرک ''نعت رنگ'' ہی ہے۔ممنوع قرار دیے جانے والے موضوعات پر علمی گفتگو اوران پر بھی پھر کتب...... یہ نعت رنگ کی بہت بڑی خدمت ہے؟ مضامین سے قطع نظر نعت رنگ میں شامل مکتوبات بھی تنقید، تحقیق اور تخلیق کا خوبصورت امتزاج ہیں کیونکہ یہ ایک عام قاری سے لے کر اہلِ علم کی تحریروں پر مشتمل ہیں۔طوالت سے بچنے کے لیے خطوط کے لیے مختص صفحات کی تفصیل شمارہ وار پیش ہے۔

خطوط شمارہ نمبر۲:	ص۲۹۵تا۳۱۴
خطوط شمارہ نمبر۳	ص۳۲۹تا۳۵۱
خطوط شمارہ نمبر۴	ص۲۹۹تا۳۱۹
خطوط شمارہ نمبر۵	ص۳۶۱تا۳۷۸

خطوط شمارہ نمبر ۶	ص ۴۱۸ تا ۴۴۴
خطوط شمارہ نمبر ۷	خطوط شامل نہیں
خطوط شمارہ نمبر ۸	ص ۲۵۳ تا ۲۷۲
خطوط شمارہ نمبر ۹	ص ۲۴۶ تا ۲۵۶
خطوط شمارہ نمبر ۱۰	خطوط شامل نہیں
خطوط شمارہ نمبر ۱۱	ص ۳۵۹ تا ۴۱۰
خطوط شمارہ نمبر ۱۲	ص ۳۷۷ تا ۴۳۷
خطوط شمارہ نمبر ۱۳	ص ۲۴۲ تا ۳۱۰
خطوط شمارہ نمبر ۱۴	خطوط شامل نہیں
خطوط شمارہ نمبر ۱۵	ص ۳۹۴ تا ۴۹۰
خطوط شمارہ نمبر ۱۶	ص ۳۳۹ تا ۴۲۴
خطوط شمارہ نمبر ۱۷	ص ۴۰۹ تا ۵۰۸
خطوط شمارہ نمبر ۱۸	ص ۳۳۷ تا ۷۹۳
خطوط شمارہ نمبر ۱۹	ص ۶۰۱ تا ۶۱۰
خطوط شمارہ نمبر ۲۰	ص ۵۱۵ تا ۵۸۱
خطوط شمارہ نمبر ۲۱	ص ۶۴۹ تا ۶۹۵
خطوط شمارہ نمبر ۲۲	ص ۵۱۹ تا ۵۵۶
خطوط شمارہ نمبر ۲۳	ص ۵۵۱ تا ۶۳۰
خطوط شمارہ نمبر ۲۴	ص ۵۵۹ تا ۵۶۰

شخصی خاکے:

مصنفہ بلقیس شاہین

۱۔ محبت کی گواہی	شمارہ ۲، ص ۲۵۵ تا ۲۶۰
۲۔ ہمارے بیّا	شمارہ ۳، ص ۲۷۸ تا ۲۸۵
۳۔ ان کا تمنائی	شمارہ ۴، ص ۲۷۰ تا ۲۷۸

مذاکرے:

عہد جدید کی نعت نگاری	شمارہ۲،ص۱۸۷تا۱۹۵
’’باوضو آرزو کی خوشبو‘‘ (میانوالی میں نعت پر غیر رسمی مذاکرہ)	شمارہ۱۷،ص۳۶۳
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری (ایک جائزہ)	شمارہ۱۸،ص۱۱۷تا۱۳۷
’’نعت رنگ‘‘ شمارہ۱۹ پر ایک مذاکرہ	شمارہ۲۰،ص۳۴۳تا۳۶۲

نعت رنگ میں شائع فہرست کتب:

نعت ریسرچ سنٹر کو موصول ہونے والی کتب	شمارہ۱۴،ص۲۲۸تا۲۲۹
	شمارہ۱۶،ص۴۲۵تا۴۲۸
	شمارہ۱۸،ص۷۹۴تا۸۰۰
	شمارہ۱۹،ص۶۱۶تا۶۲۰
	شمارہ۲۱،ص۶۹۶تا۷۰۴
نعت ریسرچ سنٹر کی مطبوعات	شمارہ۲۲،ص۲
	شمارہ۲۳،ص۲
	شمارہ۲۴،ص۲
عطیات برائے نعت ریسرچ سنٹر	شمارہ۱۵،ص۴۹۱تا۴۹۶
	شمارہ۱۸،ص۷۹۴تا۸۰۰
	شمارہ۲۰،ص۵۸۴تا۵۸۸
	شمارہ۲۲،ص۵۵۷تا۵۵۹
	شمارہ۲۳،ص۶۳۱تا۶۳۴
	شمارہ۲۴،ص۶۳۱تا۶۳۴

☆☆☆

حاصل تحقیق

ہفت روزہ ''جامِ جہاں نما'' (۱۸۲۲ء) سے لے کر موجودہ دور کے جریدہ ''نعت رنگ'' اوراس کے بعد بھی شائع ہونے والے ادبی رسائل کی ایک طویل تاریخ موجود ہے۔کوئی بھی جریدہ جو ہفت روزہ، ماہنامہ، دو ماہی، سہ ماہی، شش ماہی یا سالانہ ہو اس میں حمد ونعت کے موضوع کو ضرور شامل اشاعت کیا گیا لیکن روایت سے ہٹ کر اس ادب پر کوئی بحث ومباحثہ ہوا نہ اسے ضروری خیال کیا گیا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نعتیہ شعروادب جمود کا شکار ہو کر اپنے ارتقاوفروغ کے سفر سے گریزاں رہا۔نعت رنگ کی اشاعت سے پہلے جریدہ شام وسحر،نقوش،صریرخامہ وغیرہ نے اس جمود کو توڑنے کے لیے قابلِ قدر خدمات انجام دیں اس کے باوجود نعتیہ شعروادب کو علاقائی ومقامی حدود سے نکل کر بین الاقوامی سطح پر پھلنے پھولنے اوراپنے آپ کو بطور صنف منوانے کے لیے ایک مستند ومضبوط اور سنجیدہ و باوقار پلیٹ فارم کی اشد ضرورت تھی۔۱۹۹۵ء کراچی سے شائع ہونے والے جریدہ ''نعت رنگ'' کے شمارۂ اول نے نعتیہ ادب کے بارے میں رائج روایات وروّیوں سے بغاوت کا علم بلند کرتے ہوئے اسے اوجِ کمال تک لے جانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔

مدیر نعت رنگ صبیح رحمانی کے جذبہ صداقت نے بغیر کسی حکومتی ونجی معاونت اور مالی مسائل کی کمی کے باوجود نعت شناس و نعت فہم اہل علم ودانش کی ایسی کھیپ تیار کر لی کہ بہت کم عرصہ میں صنف نعت کے ہر پہلو کو تحریری کاوشوں سے مالا مال کر دیا گیا۔آج نعت رنگ کے قلم کاروں کا حلقہ بین الاقوامی سطح تک وسیع ہو چکا ہے اور نعتیہ ادب کے موضوع پر لکھنے والے بڑے ذوق وشوق سے نعت رنگ کے تنقیدی، تحقیقی اور تخلیقی ذخائر کو نہ صرف وسعت دے رہے ہیں بلکہ نئے نئے ادبی پہلو اور موضوعات بھی متعارف کروا رہے ہیں۔اس مقدس قافلے میں نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم ادیب وشاعر بھی شریک سفر ہیں۔جریدہ نعت رنگ علاقائی عصبیت ، مذہبی منافرت، فروعی اختلافات، فرقہ واریت، تعصب اور بدعات سے پاک ہے جو پوری دنیا کے مسلمانوں اور انسانوں کو ''تحریک فروغ نعت'' میں شمولیت کی دعوت دیتا ہے۔فرقے، رنگ ونسل سے بالاتر یہ جریدہ مسلمانوں کے لیے ''ملت اسلامیہ'' کی اصطلاح پر یقین رکھتا ہے۔اس کے مطالعہ سے ذہن الجھتا نہیں سلجھتا ہے اور تعلق ٹوٹنے کے بجائے جڑتے ہیں۔

نعت رنگ کے پہلے شمارے میں صرف چار عنوانات اجمال، تحقیق نعت، تنقید نعت اور فکر وفن کی یک جائی موجود ہے۔ ان چار عنوانات کی مدد سے پورے شمارے میں متفرق مضامین کی ایک کہکشاں سجائی گئی ہے۔جیسے جیسے اس کے شماروں کی تعداد میں اضافہ ہوا، ویسے ویسے نعت رنگ میں مضامین کے عنوانات کا تنوع بھی فروغ پاتا رہا۔تمجید، حریم حرف، مطالعات نعت، مدحت، منظوم تراجم، خاکہ، گوشہ، خطوط، مقالات، فیچر، ہائیکو، مضامین، مطالعات کتب، اشاریہ نعت رنگ، علاقائی زبانیں اور نعت، تجزیاتی مطالعہ، خصوصی مطالعہ، مطالعات حمد ونعت، بازیافت، حمدیہ نظمیں، حمدیں، مطالعہ کتب، تذکرہ نگاری، شخصیت، یادنگاری، نعتیں، شخصیت وفن، انتظاریہ، نوادر، مذاکرہ، تنقیدی مقالات، تحقیقی مقالات، تذکرے، نعت شناسی وغیرہ یہ وہ تمام عنوانات ہیں جو نعت رنگ کے متفرق شماروں میں علیٰ الترتیب شائع ہوتے رہے ہیں۔ان سب عنوانات کی اپنی جگہ علیحدہ علیحدہ حیثیت ہے۔یقیناً آیندہ آنے والے محققین ان موضوعات پر ضرور توجہ دیں گے۔ہر عنوان اپنے دامن میں صنفِ نعت کا ایک نیا پہلو لیے ہوئے ہے۔

نعت رنگ نو بہ نو صفات کا حامل ہے۔اس کے موضوعات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔مندرجہ بالا متذکرہ موضوعات کے

علاوہ کچھ عنوانات صرف نعت رنگ سے منسوب ہیں۔فکر کا یہ تنوع اور عنوانات وموضوعات کی یہ بہار نعت رنگ کی ادبی حیثیت کا معتبر حوالہ ہے۔لیکن نعت رنگ کے ابتدائی شماروں کے تمام مضامین کو معیاری نہیں کہا جا سکتا۔ایسے مضامین کے بارے میں ناقدین نے جورائے تحریر کی ہے نعت رنگ نے اسے بھی شامل اشاعت کیا ہے کیونکہ مدیر نعت رنگ صبیح رحمانی تنقید کو تعمیر کا دوسرا پہلو تصور کرتے ہیں اور قارئین کی قوت بیان میں پختگی کے لیے اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔

نعت رنگ میں انتساب کی روایت'' مضبوط اور مستحکم قدروں کی حامل ہے۔ یہ سرسری انتساب کا تسلسل نہیں، بلکہ نعت رنگ کی یہ روایت اس کی سنجیدگی، توقیر اور وقار کا بھی باعث ہے۔ مدیر نعت رنگ ہمیشہ اس موضوع کے لیے ایسی نایاب اور قابل احترام شخصیات کا انتخاب کرتے ہیں کہ جن کے صرف نام ہی نعتیہ ادب میں تقویت کا باعث ہیں۔ان ناموں کی مقناطیسیت سے نعتیہ ادب میں بیداریٔ نعت کی تحریک پیدا ہورہی ہے۔انتساب کی یہ روایت نام کے ساتھ ان شخصیات کے نعتیہ ادب میں گراں قدر مقام اور کام کو بھی ظاہر کررہی ہے۔نعت رنگ کے ہر شمارے میں ایک دل لبھاتا ہوا انتساب اس کی قدروا ہمیت میں اضافہ کرتا ہے۔

اداریہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں کسی جریدے یا کتاب کا باطنی عکس نظر آتا ہے۔ وقت کی کمی کا سدباب کرکے قاری کو مواد کے مندرجات تک رسائی فراہم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔نعت رنگ کے اداریے بھی اسی خصوصت کے حامل ہیں۔ یہ اداریے صبیح رحمانی کے علاوہ ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر انوار احمد زئی اور ڈاکٹر ریاض مجید نے بھی تحریر کیے ہیں۔تینوں مدیران نے اداریہ نویسی کا حق بھرپور انداز سے نبھایا ہے اور ایک ماہر اداریہ نویس کے تمام خصائص کو بروئے کار لاکر بہترین اداریے سپردقلم کیے ہیں۔

صبیح رحمانی نے بطور خاص اپنی مدیرانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ ہر اداریہ مقصدیت سے بھرپور، سنجیدہ نقطہ نظر اور بے باک و دوٹوک انداز لیے ہوئے ہے۔زیادہ تر اداریے صبیح رحمانی نے تحریر کیے ہیں۔ وہ جو بات کہنا چاہتے ہیں محض مجموعہ لفاظی نہیں ہوتی بلکہ اختصار اور جامعیت کا امتزاج ہوتا ہے۔ان کا یہ اسلوب تحریر قارئین کے ذہنوں پر بھرپور اثر ڈالتا ہے۔ایک ضخیم شمارے کا اجمالی جائزہ صرف چند صفحات پر منتقل کرنے کے لیے الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے دکھائی دیتے ہیں۔ بلاشبہ یہ مدیر نعت رنگ کی مقصد سے سچی محبت اور خلوص کا اعجاز ہے۔ہ جریدہ نعت رنگ کے اداریے اپنی دلکشی، مقصدیت، معیار اور کامیابی کے لحاظ سے اداریہ نویسی کے جہان میں مثالی مقام رکھتے ہیں۔

نعت رنگ کا ہر شمارہ حمد باری تعالیٰ کے نور سے جگمگارہا ہے۔ ہر شمارے کی ابتدا اُس خالق کائنات اور پاک بے نیاز کی حمد سے ہوتی ہے۔ حمد باری تعالیٰ کے موضوع پر نعت رنگ نے ایک اہم اور وقیع ''حمد نمبر'' شمارہ نمبرے بھی شائع کیا تھا۔نثری حمدیہ ادب میں یقیناً یہ ایک لائق توجہ اور گراں قدر اضافہ ہے جس کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے۔حمدیہ ادب کے فروغ کے لیے نعت رنگ بہتر اور توانا خدمات انجام دے سکتا ہے۔البتہ اس سلسلے میں ٹھوس بنیادوں پر کام کی ضرورت ہے۔نعت رنگ کے مدیر نے جس طرح نعتوں کا انتخاب ''رنگ نعت'' مرتبہ محمد فیروز شاہ [1] کے نام سے مرتب کروایا ہے اسی طرح ایک حمدیہ انتخاب بھی شائع کروایا جاسکتا ہے جس میں نعت رنگ کی اشاعت پذیر حمدیں شامل ہوں۔ نعت رنگ میں شامل حمدوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ سب عہد حاضر کے شعرا کا حمدیہ کلام ہیں۔اس میں زیادہ تر غزل کی ہیئت میں کہی گئی حمدیں شامل ہیں۔مگر اس کے علاوہ نئی اور جدید حمدیہ منظومات بھی نعت رنگ کا حصہ ہیں۔ یہ تمام حمدیں تازہ کاری کی علامت ہیں۔ان میں جدید حمدیہ مضامین قلم بند ہوئے

ہیں۔

تذکرہ نگاری کے علاوہ مذاکروں کا اہتمام کر کے نعت رنگ نے اہل علم و ادب کے لیے مباحث کے نئے در وا کیے ہیں۔منظوم تراجم بھی فنِ شاعری کا اہم جزو ہیں۔اس سلسلے میں نعت رنگ نے عربی اور فارسی وغیرہ کے قدیم ترین شاعرانہ کلام کے تراجم شاملِ اشاعت کر کے قارئین کی دلچسپی کے نئے سامان پیدا کیے ہیں۔

جن شعرا نے دیگر شعرا کے نعتیہ کلام کی شعری زمین کو اپنی شاعری کے لیے استعمال کیا ہے ان کی تضامین بھی نعت رنگ کی رنگا رنگی میں اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔مختلف شخصیات کے شخصی خاکوں کو بھی نعت رنگ میں جگہ دی گئی ہے۔منقبت کے حوالے سے بھی کلام شامل اشاعت ہے۔

نعت رنگ نے اپنے موضوعات کی تطہیر کے لیے خود احتسابی کا منفرد اور بہترین انداز اپنایا ہے۔جس کے لیے نعت رنگ میں قارئین واد با و شعرا کے خطوط کو بھی آخری سفحات میں جگہ دی ہے۔یہ خطوط اس لحاظ سے بھی اہم ہیں کہ ان کو تحریر کرنے والے نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ بیرون ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔جس سے نعت رنگ کی مقبولیت اور معیار کو جانچا جا سکتا ہے۔یہ خطوط صرف تعریفی نوعیت کے نہیں ہیں بلکہ تنقیدی، تحقیقی و تخلیقی نقطۂ نظر سے ایک مستند ادبی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ان کا تلخ و شیریں طرزِ تکلم کبھی بادِ صبا اور کبھی بادِ صموم محسوس ہوتا ہے۔زیادہ تر خطوط تفصیلی ہیں جو مذہبی، علمی، ادبی اور لسانی موضوعات پر مبنی ہیں۔جامعیت کے لحاظ سے معلومات کا ذخیرہ ہیں اور مقالہ کا درجہ رکھتے ہیں۔یہاں مدیر نعت کا ذوقِ انتخاب قابلِ داد ہے کہ انھوں نے ہمیشہ بہترین خطوط کو شامل اشاعت کیا ہے اور خطوط کو من وعن شائع کرنے کے بجائے طرز تحریر میں تھوڑی سی تبدیلی لائی گئی ہے تا کہ مسائل و اختلافات نہ پیدا ہوں۔۔اس مکتوبی مباحثے میں دورِ حاضر کے بہت سے اہل علم و دانش، تحقیق کار اور ناقدین شامل ہیں۔

نعت رنگ نے وفیات کے حوالے سے صفحات مخصوص کر کے وفات پا جانے والے اہل علم کو گمنامی کے دھندلکوں سے نکال کر ادبی تاریخ کا حصہ بنا دیا ہے تا کہ ان خدامِ نعت کی شخصیات اور فنی و فکری خدمات قارئین کے ذہنوں میں ہمیشہ محفوظ رہیں۔
نعتیہ کتب پر تبصرہ نگاری ایک مشکل ترین اور حزم و احتیاط کا کام ہے۔ادیب، شاعر اور قلم کار ہونا ایک الگ بات ہے لیکن ضروری نہیں کہ ان میں سے ہر ایک اچھا مبصر بھی ہو۔تبصرہ نگاری ایک مشکل فن ہے اور نعتیہ کتب پر تبصرہ نگاری تو جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔جیسے ایک نعت گو شاعر کو قدم قدم پر احتیاط برتنا پڑتی ہے بعینہٖ ایک نعتیہ مبصر پر بھی بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کیونکہ وہ کسی عام سی کتاب پر تبصرہ نہیں کر رہا ہوتا بلکہ اُسے بھی ایک نعت گو شاعر کی طرح تبصرہ نگاری میں احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا ہوتا ہے اور اپنی دانست میں پوری دیانت کے ساتھ تبصرہ نگاری کے فرائض کو نبھانا ہوتا ہے۔نعت رنگ کے تبصرہ نگاروں نے غیر جانب دارانہ طور پر اپنے عقائد و نظریات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف متن اور موضوع کی رعایت سے حقیقت پسندانہ گفتگو کی ہے۔تبصرہ نگاروں نے پوری ذمہ داری اور دیانت داری سے صرف معائب کو ہی نہیں بلکہ محاسن کو بھی نمایاں طور سے پیش کیا ہے۔

نعت رنگ میں شامل تبصرے اجمالی و تفصیلی انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔ہر تبصرہ نگار کا انداز جدا ہے۔کسی نے کتابی

معلومات کواوّلیت کا درجہ دیا ہے کسی نے اس کو ثانوی حیثیت دی ہے اور کسی مبصر نے اسے آخری صف میں شامل کیا ہے۔ غلطیوں کی نشان دہی بھی مہذبانہ طریقے سے ہوئی ہے تا کہ دل آزاری کا کوئی پہلو سامنے نہ آئے۔عموماً تبصرہ نگاروں نے موضوع اور متن کے تناظر میں ہی گفتگو کی ہے۔ یہ تبصرے دیگر جرائد کی ہر کوشش کے مقابلے میں فوقیت کے حامل ہیں۔ کیونکہ یہ نہ صرف مستند حوالوں اور دلائل پر مبنی ہیں بلکہ سوانحی اور فنی لحاظ سے ایک تاریخ بھی رقم کر رہے ہیں۔

''نعت رنگ کو موصول ہونے والی کتب کی فہرست'' کو نعت رنگ نے بہت اہتمام سے شائع کیا ہے جس سے فروغ نعت کی بہت سی راہیں آسان ہوگئی ہیں۔ یہ فہرست ہمہ اقسام ہوتی ہے۔اس میں حمد و نعت پر مشتمل مجموعہ ہائے کلام، نعت کے موضوع پر نثری کتب، پی ایچ ڈی کے مقالات اور نعت نمبروں کی معلومات شامل ہوتی ہیں۔ یہ فہرست نعتیہ ادب میں کام کرنے کا سب سے موثر ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے۔

نعت رنگ کی ایک امتیازی شان یہ بھی ہے کہ یہ اپنی اشاعتوں میں اکثر متفرق صفحات پر نعتیہ کتب کے اشتہارات بھی شائع کرتا ہے۔فہرست کتب کی اشاعت نعت رنگ کی قابل قدر خدمت ہے جو تحقیقی کام کرنے والوں کو حوالہ جاتی اور دیگر لحاظ سے مدد و رہنمائی فراہم کرسکتی ہے۔ یہ عموماً وہ کتب ہوتی ہیں جو تازہ بہ تازہ اشاعت سے ہم کنار ہوتی ہیں۔اگر ان تمام کتب کی فہرست شائع کر دی جائے تو یہ بھی ایک قابل قدر کام کہلائے گا۔

نعت رنگ نے نعت شناسی کے شعبے کو بہت نمایاں کیا ہے۔نعتیہ ادب کے وہ نعت شناس حضرات جو اپنی اپنی ذات میں انجمن کا درجہ رکھتے ہیں ان تمام کی نعت شناسی کو نعت رنگ نے خصوصی اہتمام کے ساتھ شائع کرنے کی روایت کو دوام بخشا ہے۔ معروف و مشہور حضرات کی نعت شناسی عموماً مخفی رہتی ہے۔نعت رنگ نے اس سلسلے میں خصوصی اقدامات کو بروئے کار لا کر ان حضرات کی نعت شناسی کو عام کیا۔اس سلسلے میں نعت رنگ کے چند شماروں میں بازیافت کے زیرِ عنوان کم ممتاز، گمنام شعرا کی شاعری اور مختصر تعارف لائقِ تحسین ہے۔

نعت رنگ میں شائع شدہ شخصی تعارفی مضامین و مقالہ جات ادبی قدروں کے حامل ہیں۔ان مضامین و مقالہ جات کی غرض و غایت یہ ہے کہ جن شخصیات نے نعتیہ ادب اور نعتیہ شاعری کی نسبت سے قابل قدر اور نمایاں نعتیہ خدمات انجام دی ہیں ان کے ذکر اور ان کے کام کا تسلسل برقرار رہے۔ان کے کاموں کو بہر طور نمایاں انداز میں پذیرائی کا شرف بھی حاصل ہو۔نعت گو شعرا کی شاعری اسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر اور تعبیر ہے۔اسی طرح ان حضرات کی زندگی اپنے اپنے طور پر اسی اسوۂ حسنہ کا ایک نمونہ ہے جو عنوان ان کی شاعری کا ہے وہی عنوان ان کی زندگیوں کا ہے۔ان کی شخصیت کی تعمیر میں ان کے جذبہ حب نبی اور وسیلہ عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بڑا دخل ہے۔ان شعرائے کرام نے اپنی نعتیہ شاعری کو ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وقف کر دیا اور اس طرح ان کا یہ مشغلہ گویا بمنزلہ عبادت ہے۔فکر سخن میں شعرا کا اس درجہ انہماک اور استغراق ان کے دل کو ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہمیشہ بیدار رکھتا ہے۔جس سے ان کے باطن کی تطہیر بھی ہوتی ہے۔

شعرائے کرام کی حیثیت اور عظمت کے لیے یہی کیا کم ہے کہ وہ مجسم ذکر رسول پاک کی برکت سے نعت کے حصار میں رہتے ہیں۔ان کے ہر نفس سے ذکر نبی کی خوشبو مہکتی ہے۔ وہ حب رسول کے جذبے سے سرشار ہی نہیں، مغلوب بھی ہوتے ہیں۔

اپنے قلبی جذبات کو لفظی جامہ پہنانے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ ان شعرا کی اشک بار آنکھیں ان کی باطنی کیفیت کی غماز ہوتی ہیں۔ وہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرور میں اپنا بڑے سے بڑا غم بھی بھول جاتے ہیں۔ جن شعرا پر اللہ کا کرم ہوتا ہے ان کے ہاں نعتیہ مضامین کے ماخذ بنیادی طور پر قرآن اور حدیث سے ہم رشتہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے کلام میں مفسر کی عالمانہ بصیرت، محدث کی تحقیقی نظر اور فقیہ کی احتیاط ہر جگہ نمایاں ہوتی ہے۔ وہ تحقیق کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ وہ آداب حضوری خوب جانتے ہیں اور "لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" کی تہدیت کا مطلب خوب سمجھتے ہیں۔ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہمیشہ سرتاپا نیاز بن کر پہنچنے کی تمنا کرتے نظر آتے ہیں۔ شعرائے کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں زندگی کا مکمل نمونہ دیکھتے ہیں۔ جس میں انہیں جملہ مسائل کا حل نظر آتا ہے اس لیے وہ اس خلق قرآن کے مختلف پہلوؤں کو بار بار اور سوسو طرح اپنے کلام میں پیش کرتے ہیں۔ بیان کی خوبی یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کتابِ زیست کی عملی تفسیر بن کر قارئین کے دل و جان میں اُتر جاتی ہے اس طرح وہ اپنے حسن بیان سے تاریخ کو شعر اور شعر کو تاریخ بنادیتے ہیں۔

جریدہ نعت رنگ کے نعت گو شعرا صنف نعت کو فنِ شاعری میں تسلیم و متعارف کروانے والے کوئی عام جملہ باز شعرا نہیں بلکہ صنف شاعری کے ماہر شناور ہیں۔ تمام نعت گو شعرا کا اسلوب تحریر دلکش ہے۔ انھوں نے شاعری کا سارا حسن نعت کے اشعار میں سمو دیا ہے۔ ان شعرا کے علمی تجر اور وسیع مطالعہ، رموزِ شاعری سے آشنائی، عربی و فارسی وار دو و دیگر زبانوں پر عبور اور رنگینی بیاں کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ان خوش بخت شخصیات کو اللہ پاک نے عشق رسولؐ سے سرشار کر کے قوت گویائی سے نوازا ہے۔ نعت رنگ میں شامل نعتیہ کلام صنف نعت کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔ اگر نعت رنگ کے نعت گو شعرا کا کلام اکٹھا کرلیا جائے تو یہ کئی جلدوں پر مشتمل ہوگا۔

جریدہ نعت رنگ کی وساطت سے نعتیہ ادب کا تخلیقی شعبہ بھی ارتقا کے کامیاب سفر پر رواں دواں ہے۔ نعتیہ شاعری کے فروغ میں نعت رنگ نے مثالی تخلیقی کردار ادا کیا ہے۔ شعرا کے فکر و فن کو نعت رنگ سے مہمیز ملتی رہی، اور شعرائے کرام دل جمعی کے ساتھ تخلیق نعت میں مصروف رہے۔ قدیم و جدید نعتیہ شاعری کی ہیئتوں میں شعرا نے فکر و فن کی صلاحیتوں کا برملا استعمال کیا۔ نعت رنگ نے نئے آنے والے اور پرانے شعرا کی نعتیہ تخلیقات کو ہمیشہ خصوصی اہمیت دی۔ یہی وجہ ہے کہ آج کی نوجوان نسل تخلیق نعت کے شعبے میں اپنی اپنی خدمات پیش کر رہی ہے۔

نعت رنگ کی تحریک سے تخلیق نعت کا جو ذخیرہ سامنے آیا ہے وہ نعتیہ ادب کا قابل قدر سرمایۂ نعت ہے۔ نعتیہ رسائل و جرائد میں یہ افتخار صرف نعت رنگ کو حاصل ہے کہ جس نے تحریکی انداز سے نعتیہ ادب کے خزانے میں تخلیق نعت سے متعلق بیش بہا تخلیقی کتب کا اضافہ کیا ہے۔

نعت رنگ نعتیہ شاعری کو صرف مذہبی شاعری نہیں سمجھتا کہ اس کی صرف تحسین و ستائش کی جائے بلکہ اس میں ادبی اور تخلیقی حسن کا بھی دعوے دار ہے۔ یہ نعتیہ شاعری کے محاسن و معائب کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ غرض کہ تخلیق نعت کا کوئی پہلو اور کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جس پر نعت رنگ نے مضامین و مقالہ جات شائع نہ کیے ہوں۔ تخلیق نعت کے ضمن میں نعت رنگ نے نعتیہ شاعری کو

طمانیت وتقویت کے مواقع فراہم کیے۔

نعت رنگ کی بحیثیت مجموعی تنقیدی، تحقیقی، تخلیقی اور دیگر شعری وادبی معیارات اور میراث نے نعتیہ ادب کے خزانے میں گراں قدر اضافے کیے ہیں۔اس مقالہ کا تیسرا باب ''تنقیداتِ نعت'' سے متعلق ہے جس میں تنقید سے متعلقہ مضامین و مقالات موضوع بحث ہیں۔ جسے شمارہ وار مطالعات کے تحت پیش کیا گیا ہے۔نعت رنگ جس کا آغاز ۱۹۹۵ء میں ہوا اس کا پہلا شمارہ ''تنقید نمبر'' سے موسوم ہے۔نعت رنگ کی وساطت سے پہلی بار تنقیدات کے تسلسل کا آغاز ہوا۔نعت رنگ کے گزشتہ ۲۴ شماروں کا بحیثیت مجموعی مطالعہ کیا جائے تو اس کی وسیع خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔نعت رنگ نے اُردو ناقدین کی ایک فوج ظفر موج تیار کر دی ہے۔نعت رنگ نے اپنے فورم سے ان ناقدین کی نقد وقدح والی تحریروں کو نہ صرف پذیرائی بخشی بلکہ ان تحریروں کو جاذبِ نظر انداز میں قدرے اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔جس سے صنف نعت، نعتیہ موضوعات، فن نعت کے متفرق اسالیب، نعتیہ شعری مجموعے اور نعت کے مختلف انتخابات پر گراں قدر مضامین ومقالات کا سرمایہ تنقید یک جا ہو گیا ہے۔

نعت رنگ نے تنقید نعت کو ایک باوقار سمت عطا کی۔اس کی اشاعت سے نعت کے فن کو بطورِ خاص ایک ثروت مند تنقیدی تسلسل حاصل ہوا۔ جسے بجا طور پر ''تنقیدی دبستان'' کہا جا سکتا ہے۔حالاں کہ اس سے قبل اور اس کے بعد بھی اگر چہ مختلف رسائل میں فکر وفن نعت کے حوالے سے اُردو کے اہل قلم اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔مگر نعتیہ مباحث پر تنقیدی وتحقیقی مضامین کے تسلسل کی سعادت نعت رنگ ہی کا مقدر ٹھہری ہے۔اس رسالے کا ہر شمارہ نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں تنقیدی حوالے سے مزین ہے۔نعت رنگ کی ایک انفرادی خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے وابستگان نے فروعی ونزاعی مسائل سے نبرد آزما ہونے کے بجائے نعت رسول کے مرکزی ومحوری مقصد اور اثر آفرینی کو اہمیت دی ہے۔انھوں نے شک و بے چینی اور تذبذب کی فضا کو یقینِ محکم اور پاکیزہ سوچ کے نور سے منور کر دیا ہے۔جس پہلو، موضوع یا شخصیت پر تنقیدی بحث کی ہے وہ غیر جانبدارانہ ہے۔مخالفت وموافقت سے قطع نظر ہر تحریر کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے۔ نعت رنگ صرف تنقیدی لوازمات کو پورا نہیں کرتا بلکہ اس میں تحقیق نعت اور تخلیق نعت کے شواہد بھی کارفرما ہیں۔نعت رنگ کے اجرا کے نتیجے میں برصغیر پاک وہند میں نعتیہ تنقید نگاری کی جو فضا پیدا ہوئی اور نعت نگاری کے ماحول پر اس کے جو مثبت اثرات مرتب ہوئے وہ بہت حوصلہ افزا اور لائق تقلید وتحسین ہیں۔

نعت رنگ جو اپنی روش اور رویے میں مختلف ممیّز رسالہ ہے اسے یقیناً اپنے مخصوص تحقیقی وتنقیدی مزاج کے باعث اوّلیت حاصل ہے۔نعت رنگ کی تنقیدی خصوصیات اور تنقیدی مباحث اور لوازمے اپنی جگہ مسلّم ہیں۔مگر نعت رنگ کی تحقیقی خدمات بھی لائق تحسین اور قابل تقلید ہیں۔نعت رنگ نے تحقیق کے میدان میں بھی سرمایہ نعت کا وافر ذخیرہ فراہم کیا ہے۔فن نعت کے مختلف موضوعات پر تحقیقی مضامین کے انبارِ گوہر بار لگا دیے ہیں۔نعت رنگ کے تحقیقی مضامین ومقالہ جات آنے والے محققین، طلبہ، اساتذہ اور اہل ذوق حضرات کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوں گے۔آنے والے مؤرخین اگر چاہیں بھی تو نعت رنگ کی مثالی اور تحقیقی خدمات سے انحراف نہیں کر سکتے۔نعت رنگ نے صنف نعت کے موضوعات کو وہ بلند رُتبہ ومقام دلوانے کی کوشش کی ہے کہ جس کے سبب آج نعت کا موضوع سب کے لیے محبوب اور مرغوب ہو چکا ہے۔ وہ حضرات بھی اس میں شامل ہیں جو فکری اعتبار سے نعت کے حامی نہیں۔مگر نعت رنگ نے نعت کی بھرپور طاقت کے ذریعے ایسے حضرات کی بھی ہمدردیاں حاصل کر لی ہیں۔ جو نعت کو

شجرِ ممنوعہ گردانتے تھے۔صنف نعت کا یہ کمال ہے کہ اس کا تعلق اُس ذاتِ ختمی مُرتبت سے ہے جو سراپا رحمت ہے، محبت کا عظیم پیغامبر ہے، جس کا درس محبت سے شروع ہوکر محبت پر ہی اختتام پذیر ہوتا ہے۔ جو خود محسنِ انسانیت ہے اور انسانیت کا سب سے بڑا علم بردار ہے۔انسانیت جس کے در سے سبق حاصل کرتی ہے۔نعت رنگ نے بھی اسی محبت کو اپنا شعار اور معیار بنایا ہے۔نعت رنگ کے تحقیقی مضامین اس سلسلے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔تحقیق نعت کو شہرت کی سیڑھی نہیں بلکہ محبت کی رفعت درکار ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ نعت رنگ کے مضامین و مقالہ جات محبت رسول کے آئینہ دار ہیں۔

حوالہ جات

ا۔ پروفیسر محمد فیروز شاہ ''رنگِ نعت'' نعت ریسرچ سینٹر کراچی

کتابیات

بنیادی مآخذ

۱) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱ ،کراچی، اپریل۱۹۹۵ء

۲) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۲ ،کراچی، دسمبر۱۹۹۵ء

۳) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۳ ،کراچی ستمبر۱۹۹۶ء

۴) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۴ ،کراچی، مئی ۱۹۹۷ء

۵) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۵ ،کراچی، فروری۱۹۹۸ء

۶) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۶ ، کراچی، ستمبر۱۹۹۸ء

۷) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۷ ، کراچی، اگست ۱۹۹۹ء

۸) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۸ ، کراچی، ستمبر۱۹۹۹ء

۹) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۹ ، کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء

۱۰) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱۰ ، کراچی، اپریل۲۰۰۰ء

۱۱) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱۱ ، کراچی، مارچ۲۰۰۱ء

۱۲) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱۲ ، کراچی، اکتوبر۲۰۰۱ء

۱۳) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱۳ ، کراچی، دسمبر۲۰۰۲ء

۱۴) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱۴ ، کراچی، دسمبر۲۰۰۲ء

۱۵) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱۵ ، کراچی، مئی۲۰۰۳ء

۱۶) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱۶ ، کراچی، فروری۲۰۰۴ء

۱۷) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱۷ ، کراچی، نومبر۲۰۰۴ء

۱۸) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱۸ ، کراچی، دسمبر۲۰۰۵ء

۱۹) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۱۹ ، کراچی، دسمبر۲۰۰۶ء

۲۰) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۲۰ ، کراچی، اگست ۲۰۰۸ء

۲۱) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۲۱ ، کراچی، دسمبر۲۰۰۹ء

۲۲) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۲۲ ، کراچی، ستمبر۲۰۱۱ء

۲۳) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۲۳ ، کراچی، اگست۲۰۱۲ء

۲۴) ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر۲۴ ، کراچی، جولائی۲۰۱۴ء

ثانوی مآخذ

۱) آفتاب احمد نقوی، ڈاکٹر، پنجابی نعت (مقالہ پی ایچ-ڈی) پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، نومبر ۲۰۰۵ء

۲) ابوسلمان شاہجہانپوری،، ڈاکٹر ''تذکرہ نعت گوشاعرات'' ادارۂ تصنیف وتحقیق پاکستان کراچی، ۱۹۸۴ء

۳) القرآن کریم (یٰس ۶۹، مائدہ، احزاب ۵۶، الشعر ۲۲۴ تا ۲۲۷، قلم ۴، کوثر ۱، انشراح ۴)

۴) ادیب رائے پوری ''تنقید اور مشکلاتِ تنقید'' اے۔۸۳۷ شمالی ناظم آباد، کراچی ۱۹۹۹ء

۵) ادیب رائے پوری ''درودِ تاج (تحقیق وتشریح)'' مدحت پبلشرز، کراچی (سن ندارد)

۶) ادیب رائے پوری ''مشکوٰۃ النعت (عربی کی نعتیہ شاعری)'' اے۔۸۳۷ شمالی ناظم آباد، کراچی ۱۹۸۹ء

۷) ادیب رائے پوری ''موجِ اضطراب (مضامین قرآنی)'' اے۔۸۳۷ شمالی ناظم آباد کراچی ۲۰۰۴ء

۸) ادیب رائے پوری ''مدارج النعت'' ۸۳۷۔اے بلاک ایچ شمالی ناظم آباد، کراچی ۱۹۸۲ء

۹) اکبر وارثی، میرٹھی ''میلادِ اکبر'' شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور (سن ندارد)

۱۰) انور سدید، ڈاکٹر ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ'' اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، جنوری ۱۹۹۲ء

۱۱) افضال احمد انور، ڈاکٹر ''اُردو نعت کا ہیئتی مطالعہ'' مشمولہ: فہرست کتب خانہ، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ۲۰۰۹ء

۱۲) ایم ایس نازؔ، ڈاکٹر ''اُردو میں فنی تدوین'' ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء

۱۳) ایم سلطانہ بخش،، ڈاکٹر (مرتبہ) ''اُردو میں اُصولِ تحقیق'' (انتخاب مقالات) جلد اوّل مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد جون ۱۹۸۶ء

۱۴) اشفاق احمد خان،، پروفیسر ''شاعری اور حسان بن ثابت انصاری'' ثاقب پرنٹرز اینڈ پبلشرز، ملتان، نومبر ۱۹۸۴ء،

۱۵) امام بخاری، ''صحیح البخاری'' ''کتاب الصلوٰۃ'' باب الشعر فی المسجد'' ترتیب ۴۳۷

۱۵) انعام الحق کوثر، ڈاکٹر ''نبی کریم کا ذکر بلوچستان میں'' اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، اکتوبر ۱۹۸۳ء

۱۶) بخت آور ''آنحضرت کے دور کی نعتیہ شاعری'' پاکستان ادبی سنگت، لاہور، ۱۹۸۰ء

۱۷) جاوید اقبال، سید، پروفیسر ڈاکٹر (مرتبہ) ''تحقیق فکری وفنی مباحث، مسائل وامکانات'' ادارہ یادگار غالب، کراچی اپریل ۲۰۱۴ء

۱۸) جمیل احمد پال، پروفیسر ''بیسویں صدی میں اُردو ادب'' ایور نیو بک پیلس، اُردو بازار، لاہور، (سن ندارد)

۱۹) حمایت علی شاعر، ''عقیدت کا سفر'' دنیائے ادب الفلاح سوسائٹی، کراچی، ۱۹۹۹ء

۲۰) رام بابو سکسینہ، ''تاریخ ادب اُردو'' غضنفر اکیڈمی پاکستان، منگھو پیر روڈ، کراچی، (سن ندارد)

۲۱) رشید وارثی ''اُردو نعت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، اپریل ۲۰۱۰ء

۲۲) رشیدوارثی، ''خوشبوئے التفات'' بزم وارث، شاہ فیصل کالونی نمبر ا، کراچی ،۲۰۰۴ء

۲۳) ریاض مجید، ڈاکٹر ''اُردو میں نعت گوئی'' اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۰ء

۲۴) رفیع الدین اشفاق، سید، ڈاکٹر ''اُردو میں نعتیہ شاعری'' اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۷۶ء

۲۵) رشید محمود، راجا ''اقبال واحمد رضا مدحت گرانِ پیغمبرؐ'' اختر کتاب گھر، لاہور، آخری ایڈیشن، ۱۹۸۷ء

۲۶) رشید محمود، راجا ''پاکستان میں نعت'' ایجوکیشنل ٹریڈرز اُردو بازار لاہور، ستمبر ۱۹۹۴ء

۲۷) رشید محمود، راجا ''خواتین کی نعت گوئی'' اظہر منزل، نیو شالامار کالونی، ملتان روڈ لاہور، ۱۹۹۵ء

۲۸) رشید محمود، راجا ''غیر مسلموں کی نعت گوئی'' اظہر منزل، نیو شالامار کالونی، ملتان روڈ لاہور، ۱۹۹۴ء

۲۹) رشید محمود، راجا ''نعت کائنات (انتخابِ نعت)'' جنگ پبلشرز، آغا خان روڈ لاہور ،۱۹۹۳ء

۳۰) رئیس احمد، (مرتب) ''حریمِ نعت''، اقلیمِ نعت، شادمان ٹاؤن، کراچی، ۱۹۹۵ء

۳۱) سعید وارثی، ڈاکٹر، ''ورثہ'' (نعت)، بزمِ وارث شاہ، فیصل کالونی، کراچی، ۱۹۸۸ء

۳۲) ستار وارثی، بریلوی، '' آیۂ رحمت (نعت ومنقبت)''، بزمِ وارث شاہ، فیصل کالونی، کراچی، ۱۹۷۹ء

۳۳) سلیم الرحمٰن خان ندوی، ، ڈاکٹر ''برصغیر میں اسلامی صحافت کی تاریخ وارتقا'' اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، نومبر ۲۰۱۳ء

۳۴) شمیم احمد گوہر، سید، ڈاکٹر ''نعت کے چند شعرائے متقدمین'' نیا حجرہ الٰہ آباد (انڈیا)، اکتوبر ۱۹۸۹ء

۳۵) شمیم احمد گوہر سید، ڈاکٹر ''اُردو کا نعتیہ ادب'' اینگل پرنٹرس، الٰہ آباد، انڈیا، ۲۰۰۱ء

۳۶) شاہ محمد تبریزی، ، ڈاکٹر ''عہد نبوی کی نعتیہ شاعری'' مشمولہ: فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، ۲۰۰۹ء

۳۷) شوکت زرّیں چغتائی، ، ڈاکٹر ''اُردو نعت کے جدید رجحانات'' بزمِ تخلیق ادب، پوسٹ بکس ۱۲۶۷۷، کراچی، ۲۰۱۱ء

۳۸) شفقت رضوی، پروفیسر ''نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ'' مہر منیر اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۴ء

۳۹) شمس بدایونی، ڈاکٹر ''تذکرہ شعرائے بدایوں در بارِ رسول میں'' ناشر: محمد عبدالستار بدایونی، کراچی، ۱۹۸۸ء

۴۰) شمس بریلوی، علامہ ''کلامِ رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ'' مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، جولائی ۱۹۷۶ء

۴۱) شہزاد احمد، ڈاکٹر ''بارگاہِ رسالت کے نعت گو'' حمد ونعت ریسرچ فاؤنڈیشن اُردو بازار کراچی، ۱۹۹۶

۴۲) شہزاد احمد، ڈاکٹر ''لاکھوں سلام'' (تذکرہ تضمین نگار شعرابَر سلامِ رضا) مکتبہ حمد ونعت، اُردو بازار، کراچی، ۱۹۸۶ء

۴۳) شہزاد احمد، ڈاکٹر ''اُردو نعت پاکستان میں'' حمد ونعت ریسرچ فاؤنڈیشن، اُردو بازار کراچی، طبع اوّل ۲۰۱۴ء

۴۴) شاہ رشاد عثمانی، ، ڈاکٹر ''اُردو شاعری میں نعت گوئی'' مجلس مصنّفین اسلامی، گیا، انڈیا، ۱۹۹۱ء

۴۵) شبیر احمد قادری، ڈاکٹر ''نعت رنگ اہل علم کی نظر میں'' نعت ریسرچ سینٹر، نارتھ کراچی، کراچی ۲۰۰۹ء

۴۶) طفیل ہاشمی، ، ڈاکٹر ''اسلام میں تحقیق کے اُصول ومبادی'' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء

۴۷) طلحہ رضوی برق، ڈاکٹر ''اُردو کی نعتیہ شاعری'' دانش اکیڈمی آرا بہار، انڈیا ۱۹۷۴ء
۴۸) عابد منہاس ''چکوال میں نعت گوئی''، کشمیر پبلی کیشنز، تلہ گنگ، چکوال، ۲۰۰۸ء
۴۹) عابد علی عابد، سید، پروفیسر ''اُصول انتقادِ ادبیات'' طبع دوم، مجلس ترقی ادب، ۲ کلب روڈ، لاہور، ۱۹۶۶ء
۵۰) عاصی کرنالی، ڈاکٹر، ''اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایات کا اثر''، اقلیمِ نعت، کراچی، جون ۲۰۰۱ء
۵۱) عبداللہ، سیّد، ڈاکٹر، ''اشاراتِ تنقید''، سنگِ میل پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۱ء
۵۲) عبادت بریلوی، ڈاکٹر ''اُردو تنقید کا ارتقاء'' طبع سوم، انجمن ترقی اُردو، کراچی، ۱۹۷۹ء
۵۳) عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر ''اُردو تنقید کا ارتقا''، کراچی، ۱۹۷۹ء
۵۴) عبدالرسول، صاحبزادہ ''پاک و ہند کی اسلامی تاریخ'' ایم آر برادرز، لاہور، ہفتم، ۱۹۷ء
۵۵) عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر ''فنِ صحافت'' مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، لاہور، (سن ندارد)
۵۶) عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر ''داستانِ صحافت'' طبع اول، مکتبہ کارواں، لاہور، ۱۹۸۷ء
۵۷) عزیز احسن، ڈاکٹر ''اُردو ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ'' گلستانِ جوہر، کراچی، مارچ ۲۰۱۳ء
۵۸) عزیز احسن، ڈاکٹر ''اُردو نعت اور جدید اسالیب''، فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، دسمبر ۱۹۹۸ء
۵۹) عزیز احسن، ڈاکٹر ''نعت کی تخلیقی سچائیاں''، اقلیمِ نعت، صائمہ ایونیو کراچی، مارچ ۲۰۰۳ء
۶۰) عزیز احسن، ڈاکٹر ''ہنر نازک ہے''، اقلیمِ نعت، نارتھ کراچی، جولائی ۲۰۰۷ء
۶۱) عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر ''اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی'' ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، فروری ۲۰۰۸ء
۶۲) عظمیٰ فرخ ''کراچی کے ادبی رسائل'' پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء
۶۳) عبدالقادر، قاضی، ڈاکٹر ''تصنیف و تحقیق کے اُصول'' مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء
۶۴) عبداللہ عباس ندوی، ڈاکٹر ''عربی میں نعتیہ کلام'' اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۸۲ء
۶۵) غلام رسول سعیدی، علامہ ''شرح صحیح مسلم'' فرید بک اسٹال لاہور، ۲۰۰۸ء
۶۶) فرخندہ ہاشمی ''مبادیاتِ اخبار نویسی'' ملک بک ڈپو، چوک اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۷ء
۶۷) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ''اُردو کی نعتیہ شاعری'' آئینہ ادب چوک مینار، انارکلی، لاہور، ۱۹۷۴ء
۶۸) فضل فتح پوری، افضال حسین نقوی، ''اُردو نعت تاریخ و ارتقاء'' ڈار پبلی کیشنز، کراچی، اپریل ۱۹۸۹ء
۶۹) قمر رعینی ''تذکرہ نعت گویانِ راولپنڈی، اسلام آباد'' انجم پبلشرز، راولپنڈی، ۲۰۰۴ء
۷۰) قمر وارثی، اختر لکھنوی (مرتبین) ''خوشبو سے آسماں تک'' دبستانِ وارثیہ، اورنگی ٹاؤن کراچی، ۱۹۹۵ء
۷۱) گوہر ملسیانی ''عصر حاضر کے نعت گو'' گوہر ادب پبلی کیشنز، صادق آباد پنجاب، ۱۹۸۳ء
۷۲) لطیف حسین ادیب، سید، ڈاکٹر ''تذکرہ نعت گویانِ بریلی'' روشن محل سوتھا بدایوں، (انڈیا) ۱۹۸۶ء

۷۳) محمد اسماعیل آزاد فتح پوری، ڈاکٹر ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' فائن آفسٹ ورکس الہ آباد، انڈیا، ۱۹۸۸ء

۷۴) محمد اقبال جاوید، ، پروفیسر ''بیسویں صدی کے رسول نمبر'' فروغ ادب اکادمی، گوجرانوالہ، ۱۹۹۹ء

۷۵) محمد مرغوب احمد، سید، اختر الحامدی، ضیائی ''امامِ نعت گویاں'' مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال ، ۱۹۷۷ء

۷۶) مختار احمد جاوید، پروفیسر ''خطوط صحافت'' علمی کتب خانہ اُردو بازار، لاہور، طبع اوّل ۱۹۹۵ء

۷۷) محمد سلیم چودھری ''شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری'' مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۶ء

۷۸) محمد اکرم رضا، ، پروفیسر ''کاروانِ نعت کے حدی خواں'' فروغِ ادب اکادمی، گوجرانوالہ، ۱۹۸۹ء

۷۹) مسکین علی حجازی، ، ڈاکٹر ''فن ادارت''، اُردو سائنس بورڈ، اپر مال روڈ، لاہور ، (سن ندارد)

۸۰) محمد شعیب، پروفیسر ''اسلامی نعتیہ شاعری اور شاہ ولی اللہ'' شاہ عنایت قادری اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء

۸۱) معین الدین عقیل، پروفیسر، ڈاکٹر ''رسمیاتِ مقالہ نگاری'' پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی ، فروری ۲۰۱۳ء

۸۲) معین الدین عقیل، پروفیسر، ڈاکٹر 'اُردو تحقیق صورت حال اور تقاضے' القمر انٹر پرائزز، اُردو بازار لاہور، ۲۰۱۴ء

۸۳) معین الدین عقیل، پروفیسر، ڈاکٹر ''تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ'' مجلس ترقی ادب، لاہور ، ۲۰۰۸ء

۸۴) محمد قاسم، سید ''پاکستان کے نعت گو شعرا'' ہارون اکیڈمی، اورنگی ٹاؤن، کراچی، ۱۹۹۳ء

۸۵) محمد طاہر، قریشی، ''فہرست کتب خانہ (نعت ریسرچ سینٹر) نعت ریسرچ سینٹر ناتھ کراچی، ۲۰۰۹ء

۸۶) نعیم الدین زبیری، حکیم ''اشاعت ہائے خاص اُردو رسائل'' ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی، ۱۹۸۴ء

۸۷) نفیس اکرام، مسز ''ابلاغِ عامہ'' پاکستان بک سینٹر، اُردو بازار، کراچی طبع اوّل ۲۰۱۱ء

۸۸) نعیم الدین مرادآبادی، مولانا ''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن'' پاک کمپنی لاہور ، (سن ندارد)

۸۹) نور احمد میرٹھی، ''بہر زماں بہر زباں (ﷺ)'' ادارۂ فکر نو، کورنگی کراچی، ۱۹۹۶ء

۹۰) وزیر آغا، ڈاکٹر ''تنقید اور مجلسی تنقید'' مکتبہ اُردو زبان، ریلوے روڈ سرگودھا، جنوری ۱۹۷۶ء

۹۱) یحییٰ نشیط، سیّد، ڈاکٹر ''اُردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' کراچی ۲۰۱۰ء

۹۲) یونس شاہ گیلانی، سید، پروفیسر ''تذکرہ نعت گویان اُردو'' (جلد اوّل) مکہ بکس، اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۲ء

۹۳) یونس شاہ گیلانی، سید، پروفیسر ''تذکرہ نعت گویانِ اُردو'' (جلد دوم) مکہ بکس چوک، اُردو بازار، لاہور، نومبر ۱۹۸۴ء

☆☆☆

رسائل وجرائد

۱) ''اشاعت ہائے خاص اُردو رسائل'' ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی، ۱۹۸۴ء

۲) ''ارمغانِ حمد'' (ماہنامہ)، جلد نمبرا شمارہ نمبر، کراچی، فروری ۲۰۰۴ء

۳) ''ارمغانِ نعت''، کراچی، ۱۹۷۹ء

۴) ''اوج''، ادبی مجلّہ، گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ، لاہور، ۱۹۹۳ء

۵) ''اوج'' نعت نمبر ۲، لاہور، ۹۳-۱۹۹۲ء

۶) ''اوج''، نعت نمبر (اوّل)، لاہور، ۹۳_۱۹۹۲ء

۷) ''اوج'' (ادبی مجلّہ) (نعت نمبر ۱-۲) ، لاہور، ۹۳-۱۹۹۲ء

۸) ''ایوانِ نعت'' ، شمارہ نمبر ۱، لاہور، نومبر ۱۹۸۷ء

۹) ''جہانِ حمد'' شمارہ نمبر ۱، کراچی، جون ۱۹۹۸ء

۱۰) ''جہانِ نعت'' شمارہ ۷، انڈیا، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۳ء

۱۱) ''جہانِ نعت''، (مسرور کیفی نعت نمبر)، شمارہ نمبر ۱، کراچی جنوری ۲۰۱۴ء

۱۲) ''حمد و نعت'' (ماہنامہ)، شمارہ نمبر ۱، کراچی، جولائی ۱۹۹۰ء

۱۳) ''حضرت حسان نعت ایوارڈ'' (مجلّہ)، کراچی ، ۱۹۹۲ء

۱۴) ''حضرت حسان نعت ایوارڈ'' (مجلّہ)، کراچی، ۱۹۹۲ء

۱۵) ''حضرت حسان نعت ایوارڈ'' (مجلّہ) (نعت نمبر) ، کراچی، ۱۹۹۴ء

۱۶) ''خوشبوئے نعت''، شمارہ نمبر ۱، سرگودھا، اپریل ۲۰۰۷ء

۱۷) ''دنیائے نعت کراچی'' ، شمارہ نمبر ۱، کراچی، اگست ۲۰۰۱ء

۱۸) ''راہِ نجات، شمارہ نمبر ۱، کراچی، مئی ۲۰۰۲ء

۱۹) ''سفیرِ نعت'' شمارہ نمبر ۱، کراچی، (سن ندارد)

۲۰) ''شام و سحر'' (نعت نمبر) (ماہنامہ)، جلد نمبر ۷، شمارہ نمبر ۲_۱، لاہور جنوری، فروری ۱۹۸۱ء

۲۱) ''شام و سحر'' (ماہنامہ) (نعت نمبر ۶) جلد نمبر ۱۳، شمارہ نمبر ۲_۱، لاہور جنوری فروری ۱۹۸۷ء

۲۲) ''صریرِ خامہ'' (نعت نمبر) سندھ یونیورسٹی جام شورو، حیدر آباد ، ۱۹۷۸ء

۲۳) ''عقیدت'' (سہ ماہی)، شمارہ نمبر ۱، سرگودھا، ۲۰۰۴ء

۲۴) ''فروغِ نعت'' (سہ ماہی)، شمارہ نمبرا، اٹک، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء

۲۵) ''فکر و نظر''، شمارہ ۲۔۱، اسلام آباد، جولائی دسمبر ۱۹۹۲ء

۲۶) ''کاروانِ نعت'' (ماہنامہ)، شمارہ نمبرا، لاہور، نومبر ۲۰۰۴ء

۲۷) ''گل چیدہ نمبرا'' سلسلہ نمبرا، لاہور، اپریل ۱۹۸۳ء

۲۸) ''لیلۃ النعت'' ادبی مجلّہ، کراچی، ۲۰۰۴ء

۲۹) ''معین ادب بعداز اں شہر نعت'' شمارہ نمبرا، فیصل آباد، اپریل ۲۰۰۷ء

۳۰) ''مدحت''، شمارہ نمبرا، لاہور، مارچ تا مئی ۲۰۱۵ء

۳۱) ''مہک'' ادبی مجلّہ، گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ ،۱۹۸۰ء

۳۲) ''نعت کے تنقیدی آفاق'' نعت ریسرچ سینٹر، نارتھ کراچی، کراچی، ستمبر ۲۰۱۰ء

۳۳) 'نعت' (ماہنامہ)، جلد نمبرا، شمارہ نمبرا، لاہور، جنوری ۱۹۸۸ء

۳۴) ''نعت'' (ماہنامہ)، شمارہ نمبر ۴، لاہور، اپریل ۱۹۸۸ء

۳۵) ''نعت نیوز''، شمارہ نمبرا، کراچی، اپریل ۲۰۰۶ء

۳۶) ''نعتیہ ادب'' (سہ ماہی) شمارہ نمبرا، اٹک ،جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء

۳۷) ''نقوش'' (رسول نمبر) (جلد دہم)، شمارہ نمبر ۱۳، لاہور، جنوری ۱۹۸۴ء

۳۸) ''نوائے نعت'' (ماہنامہ) ،شمارہ نمبرا، کراچی، جنوری ۱۹۸۴ء

☆☆☆

اخبارات

۱) ''ڈیلی یارن''(روزنامہ)فیصل آباد، ۸/اپریل۱۹۹۹ء

۲) ''روزنامہ پبلک'' کراچی، ۱۲/اکتوبر۱۹۹۸ء

لغات

۱) ایڈمنڈ گوس ''فلاسفی اورنفسیات کی امریکن ڈکشنری''،امریکہ،

۲) مولوی فیروزالدین ''فیروز اللّغات اُردو جامع (نیاایڈیشن)''فیروزسنز پرائیویٹ لمیٹڈ،لاہور،س۔ن

☆☆☆